الِہامی پیغام

لُوقا کی اِنجیل

تفسیر

مُصنّف

جانتھن ٹرنر

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

ناشرین:

آوازِ حق

۲۰۲۳

www.awazehaq.com

فہرِستِ مضامین

باب مضمُون صفحہ

۱ ہم کیسے جان سکتے ہیں؟.......... ۱
۲ وہ خُداوند کے آگے آگے چلے گا.......... ۸
۳ مَیں خُداوند کی بندی ہُوں.......... ۱۴
۴ ہر زمانہ کے لوگ مُجھ کو مُبارک کہیں گے.......... ۲۱
۵ یہ لڑکا کیسا ہونے والا ہے؟.......... ۲۸
۶ نجات دہندہ کی پیدائش.......... ۳۴
۷ خُداوند کے حضور پیش کرنا.......... ۴۱
۸ حکمت میں ترقی کرنا.......... ۴۸
۹ راہ تیار کرنا.......... ۵۵
۱۰ میرا پیارا بیٹا.......... ۶۲
۱۱ ہماری طرح آزمایا گیا.......... ۶۸
۱۲ خُوشخبری دینے کے لئے مَسح کِیا گیا.......... ۷۵
۱۳ یہ کیسی تعلیم ہے؟.......... ۸۱
۱۴ شِکار کے لئے اپنے جال ڈالیں.......... ۸۷

فہرستِ مضامین

باب	مضمون	صفحہ
۱۵	تا کہ اُن کے لئے گواہی ہو	۹۳
۱۶	تندرستوں کو طبیب کی ضرورت نہیں	۱۰۰
۱۷	سبت کا مالِک	۱۰۷
۱۸	برکت اور افسوس	۱۱۴
۱۹	رحم دِل ہو	۱۲۱
۲۰	مضبوط بُنیاد	۱۲۸
۲۱	بلکہ کہہ دو	۱۳۵
۲۲	مت رو	۱۴۲
۲۳	سب سے بڑا	۱۴۹
۲۴	دو قرض دار	۱۵۶
۲۵	زمین کی قِسمیں	۱۶۳
۲۶	خبردار رہو کہ تُم کِس طرح سُنتے ہو	۱۷۰
۲۷	طُوفان کا تھم جانا	۱۷۶
۲۸	شفا بخش اِیمان	۱۸۳

فہرستِ مضامین

باب	مضمُون	صفحہ
۲۹	بارہ کو بھیجا	۱۹۰
۳۰	آسمان کی روٹی	۱۹۶
۳۱	خُدا کا مسیح	۲۰۳
۳۲	اِس کی سُنو	۲۱۰
۳۳	بے اِعتقاد اور کج رَو	۲۱۷
۳۴	سب سے بڑا کون ہے؟	۲۲۴
۳۵	مسیح کی پیروی کرنے کی قیمت	۲۳۱
۳۶	خُوشی کی وجہ	۲۳۸
۳۷	میرا پڑوسی کون ہے؟	۲۴۵
۳۸	ایک چیز ضرُور ہے	۲۵۲
۳۹	ہمیں دُعا کرنا سِکھا	۲۵۹
۴۰	ہماری طرف یا ہمارے خِلاف؟	۲۶۶
۴۱	بُرے زمانہ کے لوگ	۲۷۳
۴۲	ریاکاری بے نقاب	۲۸۰

فہرستِ مضامین

باب　مضمُون　صفحہ

باب	مضمُون	صفحہ
۴۳	فریسیوں کا خمیر	۲۸۷
۴۴	ایک نادان لالچی	۲۹۴
۴۵	فِکر نہ کرو	۳۰۰
۴۶	دیانت دار نوکر	۳۰۷
۴۷	صاف کرنے والی آگ	۳۱۴
۴۸	توَبہ یا ہلاکت	۳۲۱
۴۹	چُھوٹ گئی	۳۲۷
۵۰	خُدا کی بادشاہت	۳۳۳
۵۱	یروشلیم سے باہر نبی ہلاک نہیں ہو سکتا	۳۴۰
۵۲	فوقیّت	۳۴۷
۵۳	خُدا کے مہمانوں کی فہرست	۳۵۳
۵۴	شاگرد بننے کی قیمت	۳۶۰
۵۵	کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنا	۳۶۷
۵۶	محبت کرنے والا باپ اور اُس کا ضدی بیٹا	۳۷۳

فہرِستِ مضامین

باب	مضمُون	صفحہ
۵۷	خود صالح بیٹا	۳۷۹
۵۸	بے اِیمان مختار	۳۸۵
۵۹	قانون شکن	۳۹۲
۶۰	جب وہ نہیں سنتے	۳۹۸
۶۱	ہمارے اِیمان کو بڑھا	۴۰۵
۶۲	ایک شکر گزار پردیسی	۴۱۲
۶۳	اِبنِ آدم کے دِنوں میں	۴۱۸
۶۴	خُدا کے برگزیدوں کے لئے انصاف	۴۲۵
۶۵	خُدا کی بادشاہت میں داخل ہونا	۴۳۲
۶۶	اِیمان کی نظر	۴۳۹
۶۷	درخت میں محصُول لینے والا	۴۴۶
۶۸	بادشاہ کا عدالتی فیصلہ	۴۵۳
۶۹	بادشاہ آتا ہے	۴۶۰
۷۰	بادشاہ کا غضب	۴۶۷

فہرستِ مضامین

باب مضمون صفحہ

باب	مضمون	صفحہ
۷۱	بادشاہ کا اِختیار	۴۷۴
۷۲	بادشاہ کا تارکستان	۴۸۱
۷۳	بادشاہ کی صُورت	۴۸۸
۷۴	قِیامت کے فرزند	۴۹۵
۷۵	ظاہری شکل دھوکہ دہی ہو سکتی ہے	۵۰۲
۷۶	یروشلیم برباد ہونے کے نشانات	۵۰۹
۷۷	اِبنِ آدم کی دوبارہ آمد	۵۱۶
۷۸	بادشاہ کو پکڑوانے والا	۵۲۳
۷۹	بادشاہ کے احکامات	۵۳۰
۸۰	بادشاہ کی تکلیف	۵۳۷
۸۱	بادشاہ کا اِنکار کئے جانا	۵۴۴
۸۲	بادشاہ پر الزام	۵۵۱
۸۳	بادشاہ کو مجرم ٹھہرانا	۵۵۸
۸۴	بادشاہ کا مصلوب کیا جانا	۵۶۵

فہرستِ مضامین

باب	مضمون	صفحہ
۸۵	بادشاہ کا جنازہ	۵۷۲
۸۶	بادشاہ کا غائب ہو جانا	۵۷۹
۸۷	بادشاہ پوشیدگی میں	۵۸۶
۸۸	بادشاہ کا ظہور	۵۹۳

تمہید

پاک کلام میں لکھا ہے، ''ہر ایک صحیفہ جو خُدا کے اِلہام سے ہے تعلیم اور اِلزام اور اِصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لِئے فائِدہ مند بھی ہے تا کہ مردِ خُدا کامِل بنے اور ہر ایک نیک کام کے لِئے بِالکل تیّار ہو جائے۔'' (۲۔تیمُتھیُس ۳:۱۶۔۱۷)

''اِلہامی پیغام'' عُنوان کے تحت ہم آپ کی خدمت میں بائبل مُقدس کی مختلف کتابوں کی تفسیر پیش کرتے ہیں تا کہ نہ صِرف مسیحی بلکہ غیر مسیحی دوست بھی حکمت و زندگی سے بھرپور پاک کلام کو آسانی سے سمجھ کر خُدا کی نظر میں کامل و نیک بن سکیں۔ مگر آیئے سب سے پہلے یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ''اِلہام'' کیا ہے؟ اِلہام جس یونانی لفظ کا ترجمہ ہے، اُس کا مطلب ہے ''وہ جو خُدا کی طرف سے پھُونکا گیا''۔ یعنی جس طرح خُدا نے عملِ تخلیق کے وقت اِنسان کے نتھنوں میں اپنی رُوح پھُونکی تھی، اُسی طرح اُس نے پاک صحیفوں میں بھی اپنی تخلیقی رُوح پھُونک دی ہے۔ رُوح ُالقُدس کی یہ سرگرمی ابتدائی کلیِسیا کے لِئے اِس بات کا ثبوت تھی کہ یہ صحیفے اِلہامی ہیں۔ خُدا نے اپنے پاک رُوح کے وسیلے سے اپنا کلام اِنسانی لفظوں میں پھُونک دیا۔ اِسی ٹھوس حقیقت پر مسیحی کلیِسیا نے ہمیشہ دعویٰ کِیا کہ بائبل مُقدس ایک اِلہامی کتاب ہے، یعنی اُس کا منبع و سرچشمہ خُدا ہے۔ تو آیئے، ہم بائبل مُقدس میں سے لُوقا کی اِنجیل کی تفسیر پر غور کریں:

پہلا باب

ہم کیسے جان سکتے ہیں؟

(لُوقا ۱:۱۔۴)

ہر روز چاروں طرف سے ہم پر معلومات اور خبروں کی بُوچھاڑ ہوتی ہے۔ ہم جدِھر بھی نگاہ کریں ایک اُودھم اور ہنگامہ برپا ہے کہ کسی طرح سے ہم اُس طرف مُتوجہ ہوں۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا یعنی سماجی رابطے پر ہر کوئی ہماری توجہ اپنی طرف کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہم اُن کی سُنیں۔ اِشتہاری کمپنیاں اپنی چیزیں بیچنے کے لئے دِن رات ہمیں اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہی ہوتی ہیں۔ سیاستدان، سماجی کارکن، رفاہی اِدارے اور اِسی طرح مشہور لوگ ہمیں اپنے اپنے سماجی مقصد اور اپنی اپنی تنظیم میں شامل کرنے کے لئے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ اور افواہیں ہمیں خوف زدہ اور پریشان کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے دِن رات دردِ سَر بنی رہتی ہیں۔

معلومات کی اِس بھرمار سے یقیناً ایک مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ بہت سارے پیغامات جو ہم ہر طرف سے سُنتے اور دیکھتے ہیں ایک دوسرے کے قطعی برعکس ہوتے ہیں۔ اگر ایک آدمی سچ کہہ رہا ہے تو جو دوسرا

کہہ رہا ہے یقیناً سچ پر مبنی نہیں ہو گا۔ ہمیں عقل و دانائی سے کام لینا ہے کہ اُن میں سے کون سچ بول رہا ہے یا دونوں ہی بالکل غلط ہیں۔ ہمیں سمجھ و حکمت سے غور کرنا ہے کہ کوئی ہمیں بہکا کر گمراہ و برگشتہ تو نہیں کر رہا۔ ہمیں سیکھنے اور جاننے کی ضرورت ہے کہ جب ہم حق و سچائی کے پیغام کو سُنیں تو اُسے پہچانیں۔ اِس کے علاوہ ہمیں یہ بھی جاننا ہے کہ سچائی کے پیغام کی اہمیت و افادیت کیا ہے جس کا ہم سامنا کرتے ہیں، سب کچھ جو سچ دِکھائی دیتا ہے ہمارے لئے فائدہ مند نہیں ہے۔

رُوحانی باتوں میں بھی ہمیں کچھ اِسی طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے اِرد گرد مختلف فلسفیانہ تصورات اور عقائد یہ دعویٰ کرتے پھرتے ہیں کہ وہ حق و سچائی پر ہیں۔ کچھ لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی مخلص شخص ہے تو کیا فرق پڑتا ہے کہ اُس کا اِیمان اور عقیدہ کچھ بھی کیوں نہ ہو کیونکہ اکثر مذاہب اور فلسفی نظریات خدا کی طرف لے جانے کے مختلف راستے ہیں۔ مگر یہ سوچ و تصور دُرست نہیں، وہ دو راستے جو مخالف سمت کو آ جا رہے ہوتے ہیں ایک ہی منزل پر نہیں پہنچ سکتے۔ مختلف مذاہب و عقائد ایک دوسرے کی مخالفت کرتے ہیں، جیسے ایک کسی تصور کو سچ سمجھتا ہے اور دوسرا اُسی تصور کو جھوٹ سمجھ کر اُس کا اِنکار کرتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کیسے ایک متلاشی کو ایک ہی سچائی کی طرف لے جا سکتے ہیں؟ دُنیا میں کچھ مذاہب ایسے ہیں جو

سِرے سے خدا کے وجود کا اِنکار کرتے ہیں، تو کیسے کوئی اُن کی پیروی کر کے خدا تک رسائی حاصل کر سکتا ہے؟ یا تو خدا کا وُجود ہے یا نہیں ہے۔ خدا کے بارے میں سچائی کو کوئی عقیدہ یا مذہب تبدیل نہیں کر سکتا، خواہ بعض مذہبی اُستاد اُس کے بارے میں کیسا ہی دعویٰ کیوں نہ کریں۔ ہم میں بحیثیت بنی نوع اِنسان اِتنی عقل و شعور ہونا چاہیے کہ سچ کو پہچانیں اور حق و سچائی کو جھوٹ و بطالت سے الگ کریں۔

اگر یہ سب ایسا ہی ہے تو ہم کیسے جان سکتے ہیں کہ رُوحانی اُستاد جو تعلیم دے رہا ہے وہ سچ پر مبنی ہے؟ ہم کیسے جان سکتے ہیں کہ کہیں وہ غلطی پر تو نہیں؟ اُس کی تعلیم و پیغام میں جھلکتا ہُوا ذاتی تجربہ ہمارے لئے تقویت اور اعتماد کا سبب بنتا ہے کہ جو وہ کہہ رہا ہے قابلِ یقین ہے۔ کیا اُس نے شخصی طور پر اُن واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جن کا ذِکر کر رہا ہے؟ کیا اُس نے خود اپنے کانوں سے پیغام و تعلیم کو سُنا ہے؟ مسیح یسوع کی تعلیم کے بارے میں ہمیں یہ جان کر نہایت تقویت اور اعتماد حاصل ہوتا ہے کہ اِسے ہم تک خدا کے اُن نیک بندوں نے پہنچایا جنہوں نے ذاتی طور پر اُس کے ساتھ وقت گزارا یعنی اُس کے ساتھ اُٹھے بیٹھے، کھایا پیا اور خود دیکھا کہ وہ کیا کرتا ہے، اور جو کچھ اُس نے تعلیم دی اُسے خود سُنا۔ خدا کا نیک بندہ یُوحنا اپنے پہلے اِلہامی خط کی پہلی آیت میں لکھتا ہے، ’’اُس زندگی کے کلام کی بابت جو

اِبتدا سے تھا اور جِسے ہم نے سُنا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ غور سے دیکھا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا۔‘‘ (۱-یوحنا ۱:۱)

بائبل مُقدس میں چار کتابیں ہیں جو ہمیں مسیح یسوع کی زندگی، کام اور تعلیم کے بارے میں بتاتی ہیں۔ یہ چاروں اِلہامی کتابیں چشم دِید گواہی پر مبنی ہیں، اِن میں سے دو خدا کی تحریک سے اُن رُسولوں نے لکھِیں جو مسیح کی زمینی خدمت میں اُن کے ساتھ ساتھ رہ کر کام کرتے رہے، اور دوسری دو خدا کے اُن پیارے بندوں نے لکھِیں جو رُسولوں کے بہت قریب تھے، اِنہوں نے خدا کے پاک کلام کو قلمبند کرنے سے پہلے حقائق کی پوری پوری جانچ پڑتال کی۔

خدا کا نیک بندہ لُوقا، مسیح کی زندگی اور تعلیم کے بارے میں اپنی اِلہامی اِنجیل کا یوں آغاز کرتا ہے، ’’چُونکہ بہُتوں نے اِس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمِیان واقع ہُوئِیں اُن کو ترتیب وار بیان کریں جَیسا کہ اُنہوں نے جو شروع سے خُود دیکھنے والے اور کلام کے خادِم تھے اُن کو ہم تک پُہنچایا؛ اِس لِئے اَے معزز تھِیُفِلُس، مَیں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سِلسِلہ شروع سے ٹھِیک ٹھِیک دریافت کر کے اُن کو تیرے لِئے ترتیب سے لِکھُوں تاکہ جِن باتوں کی تُو نے تعلِیم پائی ہے، اُن کی پُختگی تُجھے معلُوم ہوجائے۔‘‘ (لُوقا ۱:۱-۴)

اَب سوال یہ ہے کہ وہ کون شخص ہے جس نے اِس اِلہامی بیان کو قلمبند کِیا؟ اگرچہ اُس کا نام اُس کی تحریر سے ظاہر نہیں ہوتا مگر

کلیسیا سے روایت ہے کہ وہ اِس اِلہامی کتاب کو لُوقا سے منسُوب کرتے ہیں۔ لُوقا، پَولُس رسول کا ساتھی اور دوست تھا۔ وہ تبلیغی سفر میں پَولُس رسول کے ساتھ ساتھ رہ کر اُس کی بھرپور مدد کرتا رہا۔ پَولُس نے لُوقا کو ''پیارا طبیب'' کہہ کر مخاطب کِیا (کلسیوں ۴:۱۴)۔ اِس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ لُوقا ایک ماہر پیشہ ور شخص تھا۔ طبیب ہونے کے ناطے لازم تھا کہ وہ محتاط طریقہ سے پوری تحقیق و تفتیش کر کے مریض کی بیماری کی تشخیص کرے۔ اُس کی پیشہ وارانہ مہارت کی جھلک ہمیں اُس کی تحریر سے بخوبی نظر آتی ہے۔ اُس کی یہ مہارت نہ صرف اپنی اِنجیل بلکہ رُسولوں کے اعمال سے بھی صاف دِکھائی دیتی ہے جِسے اُس نے خدا کی تحریک سے لکھا۔ اپنی تحریر میں حالات و واقعات کو جس تفصیل سے قلمبند کِیا وہ اِنجیلِ مُقدس کے کسی اَور بیان میں نظر نہیں آتی۔ اِس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لُوقا ایک پڑھا لکھا، اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص تھا۔ نئے عہد نامہ کے دوسرے مُصنفین کی طرح لُوقا نے اپنے بیان کو یونانی زبان میں قلمبند کِیا، البتہ تمام نئے عہدنامہ میں اُس کی اِلہامی تحریر باقی لکھنے والوں کے مقابلہ میں نہایت ادبی ہے۔ اِس کے برعکس مرقُس نے اپنی تحریر میں عام محنت کشوں کی زبان اِستعمال کی مگر لُوقا کی زبان ایک پڑھے لکھے عالم کی زبان ہے۔

اَب سوال یہ ہے کہ لُوقا کا مسیح یسوع کے کام اور تعلیم کے بارے میں لکھنے کا مقصد کیا تھا؟ جیسا کہ پہلے باب کی ۴ آیت میں لکھا

ہے، ''تا کہ جن باتوں کی تُو نے تعلیم پائی ہے اُن کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے۔'' (لُوقا ۱:۴)

مسیح یسوع نے دعویٰ کِیا کہ مَیں ایک اُستاد ہی نہیں جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں بلکہ ایک نجات دہندہ بھی ہوں جِسے خدائے بزرگ و برتر نے دُنیا میں بنی نوع اِنسان کو گناہ سے نجات دِلانے کے لئے بھیجا، لہذا یہ نہایت اہم و ضروری ہے کہ ہم مسیح یسوع کے بارے میں حق و سچائی کو جانیں اور اُس پر مکمل اِیمان لائیں۔ اگر ہم سچے دِل سے مسیح پر اِیمان لائیں گے کہ وہ خدا کا بھیجا ہُوا نجات دہندہ ہے تو اُس کی پیروی کرنا اور اُس کی تعلیم پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان ہو جائے گا، اور ہم اُس میں ہمیشہ کی زندگی پائیں گے۔ اِس کے برعکس اگر ہم مسیح یسوع کی اِلٰہی ذات اور کاموں کے بارے میں شک کرتے ہیں تو ہمارا اِیمان کمزور اور غیر موثر رہے گا۔

اِس کی روشنی میں لُوقا نے اپنی اِلہامی انجیل میں جو کچھ لکھا ہے اُس پر کیسے یقین و بھروسہ کر سکتے ہیں؟ ذہن میں رہے کہ لُوقا ایک ماہر طبیب ہونے کے ناطے ایک محتاط اِنسان تھا جو تفتیش و تحقیق پر یقین رکھتا تھا لہذا اُس نے مسیح یسوع کے بارے میں اِدھر اُدھر کی افواہوں اور کہانیوں سے کام نہیں لیا بلکہ جو کچھ بھی قلمبند کرتا تھا پہلے خود اُس کی دِل و جان سے تحقیق کرتا تھا، اور جو اُس نے خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، اُس کی سچائی ثابت کرنے کے لئے خدا کے اُن نیک بندوں

سے مدد لی جو اُن حالات و واقعات کے چشم دِید گواہ تھے۔ یقیناً اُس نے اُن لوگوں کی پوری پوری جان پڑتال کی ہو گی جو خود وہاں موجود تھے۔ مثال کے طور پر اُس نے مسیح کی پیدائش کے حالات و واقعات کو جس تفصیل سے قلمبند کِیا وہ کسی دوسری اِنجیل میں نہیں۔ مسیح کی پیدائش کے تفصیلی حالات صرف اُن کی والدہ محترمہ مریم ہی جان سکتی تھیں۔

لُوقا تبلیغی سفر میں پَولُس رسول کے ساتھ فلسطین گیا، وہاں پَولُس کو گرفتار کر کے دو سال تک قید میں رکھا گیا۔ یوں لگتا ہے کہ اِن دو سالوں کے دوران لُوقا نے اُن چشم دِید گواہوں کو ڈھونڈنے اور اُن کے بارے میں جاننے کی کوشش کی جو مسیح یسوع کی زندگی، کام اور تعلیم کے بارے میں خوب اچھی طرح سے واقف تھے۔

لُوقا نے اپنی اِنجیل تھِیُفِلُس نامی شخص کے لئے منسُوب کی۔ تھِیُفِلُس نام کا مطلب ہے ''خدا سے پیار کرنے والا'' لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ لُوقا نے اپنی اِس اِلہامی کتاب کو اُن سب کے لئے لکھا جو خدا سے پیار کرتے ہیں اور مسیح یسوع کے بارے میں سچ جاننا چاہتے ہیں۔ اگر آپ خدا سے محبت کرتے ہیں تو یقیناً یہ کتاب آپ کے لئے بھی ہے۔

دُوسرا باب

وہ خُداوند کے آگے آگے چلے گا

(لُوقا ۱:۵-۲۵)

جب کوئی سانحہ پیش آتا ہے تو اکثر دماغ میں یہ سوال گونجتا ہے کہ خدا نے اِسے ہونے کیوں دیا، کچھ کِیا کیوں نہیں؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہمارا تخلیق کار اپنے کام میں کہیں نہ کہیں مصرُوف ہوتا ہے، وہ کیا کر رہا ہے یقیناً ہمیں دِکھائی نہیں دیتا۔ اِنسانی تاریخ میں سب سے بڑا سانحہ اُس وقت پیش آیا جب آدم اور حَوا نے خدا کی نافرمانی کی۔ اُن کے اِسی جُرم کے سبب سے گناہ دُنیا میں آیا اور تب سے اِنسان گناہ کی غلامی میں جکڑا ہُوا ہے۔

صدیوں سے لوگ حیران و پریشان ہیں کہ گناہ نے خدا کی تخلیق کو اپنی غلامی میں پھنسایا ہُوا ہے مگر خدا بے راہ روی، عیاشی، بغض، نفرت اور بُرائی کی رُوک تھام کے لئے کیوں کچھ نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا بنی نوع اِنسان کو گناہ سے نجات دینے کے لئے رات دِن کام کر رہا تھا۔ وہ اپنی اِلٰہی حکمت اور منصوبہ بندی سے زمین پر نجات کے لئے راہ ہموار کر رہا تھا کہ مناسب وقت پر نجات دہندہ کو دُنیا میں بھیجے جو بنی نوع اِنسان کو گناہ کی غلامی سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا دے۔ ابرہام

کی نسل سے یہودی لوگوں کو خدا نے اُن اِلٰہی تصورات اور اُصولوں سے آراستہ کِیا جو گناہگار اِنسان کے دِل و دماغ کو تبدیل کر کے نجات دہندہ کی طرف لا سکتے ہیں۔ یہودی نبیوں کے ذریعہ خدا نے مسیح یعنی نجات دہندہ کا وعدہ کِیا کہ وہ بنی نوع اِنسان کو بچانے کے لئے آ رہا ہے۔

آخرِ کار نبیوں کی پیشن گوئی کے عین مطابق مسیح یسوع، نجات دہندہ بن کر آ گیا۔ بائبل مُقدس میں مسیح کے کام، کلام اور تعلیم کے بارے میں چار اِلہامی اناجیل ہیں۔ اُن میں ایک کو خدا کے نیک بندے لُوقا نے جس کو پیارا طبیب بھی کہا گیا ہے، خدا کے پاک رُوح کی تحریک سے قلمبند کِیا۔ لُوقا نے اپنی اِلہامی اِنجیل کو اُسی انداز سے متعارف کرایا جس طرح یونانی تاریخ دان اپنے زمانے میں لکھتے تھے۔ البتہ جونہی وہ کتاب میں درج اصل واقعات کی طرف آیا تو اُس کا اندازِ تحریر تبدیل ہو کر پُرانے عہدنامہ کے نبیوں کی طرح ہو گیا۔ ایسا کرنے سے اُس نے واضح کِیا کہ مسیح کا دُنیا میں آنا اور اُس کی زندگی کے حالات و واقعات تاریخ کے اُس حصہ سے الگ نہیں جو خدا نے بنی نوع اِنسان کو پہلے دیا بلکہ مسیح کا گناہگار اِنسان کے لئے نجات دہندہ بن کر آنا خدا کے اُسی حِصہ اور کام کا تسلسل ہے جو اُس نے یہودی لوگوں کے ذریعہ شروع کِیا تھا۔ درحقیقت مسیح کا زمین پر آنا، اُس کے کام، کلام، تعلیم اور خاص طور پر اُس کی موت نے اُن پیشین گوئیوں کی تکمیل کی جن کا ذِکر یہودی صحائف میں ہے۔

لُوقا اپنے اِلہامی بیان کو اُس شخص کی پیدائش کے واقعات سے شروع کرتا ہے جو لوگوں کو مسیح کی آمد کے لئے تیار کرے گا جس کا یہودی لوگ کئی صدیوں سے اِنتظار کر رہے تھے۔ پہلے باب کی ۵ سے ۲۵ آیت میں وہ لکھتا ہے، ''یہُودیہ کے بادشاہ ہیرودِیس کے زمانہ میں اِبیّاہ کے فرِیق میں سے زکریاہ نام ایک کاہِن تھا، اور اُس کی بیوی ہارُون کی اَولاد میں سے تھی اور اُس کا نام اِلیشبع تھا۔ اور وہ دونوں خُدا کے حُضُور راستباز اور خُداوند کے سب احکام و قوانین پر بےعَیب چلنے والے تھے۔ اور اُن کے اَولاد نہ تھی کیونکہ اِلیشبع بانجھ تھی اور دونوں عُمر رسِیدہ تھے۔ جب وہ خُدا کے حُضُور اپنے فرِیق کی باری پر کہانت کا کام انجام دیتا تھا تو اَیسا ہُوَا کہ کہانت کے دستُور کے مُوافِق اُس کے نام کا قُرعہ نِکلا کہ خُداوند کے مَقدِس میں جا کر خُوشبُو جلائے۔ اور لوگوں کی ساری جماعت خُوشبُو جلاتے وقت باہِر دُعا کررہی تھی کہ خُداوند کا فرِشتہ خُوشبُو کے مذبح کی دہنی طرف کھڑا ہُوَا اُس کو دِکھائی دِیا۔ اور زکریاہ دیکھ کر گھبرایا اور اُس پر دہشت چھا گئی۔ مگر فرِشتہ نے اُس سے کہا، اَے زکریاہ! خَوف نہ کر کیونکہ تیری دُعا سُن لی گئی اور تیرے لِئے تیری بیوی اِلیشبع کے بَیٹا ہوگا۔ تُو اُس کا نام یُوحنّا رکھنا۔ اور تُجھے خُوشی و خُرّمی ہوگی اور بہُت سے لوگ اُس کی پَیدایش کے سبب سے خُوش ہوں گے۔ کیونکہ وہ خُداوند کے حُضُور میں بزُرگ ہوگا، اور ہرگز نہ مَے نہ کوئی اور شراب پِئیگا، اور اپنی ماں کے بَطن ہی سے رُوحُ القُدس سے بھر جائے

گا اور بہُت سے بنی اِسرائیل کو خُداوند کی طرف، جو اُن کا خُدا ہے، پھیریگا۔ اور وہ ایلِیاہ کی رُوح اور قُوّت میں اُس کے آگے آگے چلے گا کہ والِدوں کے دِل اَولاد کی طرف، اور نافرمانوں کو راستبازوں کی دانائی پر چلنے کی طرف پھیرے، اور خُداوند کے لِئے ایک مُستعِد قَوم تیّار کرے۔ زکریاہ نے فرِشتہ سے کہا، مَیں اِس بات کو کِس طرح جانُوں؟ کیونکہ مَیں بُوڑھا ہُوں اور میری بیوی عُمررسِیدہ ہے۔ فرِشتہ نے جواب میں اُس سے کہا، مَیں جبرائیل ہُوں جو خُدا کے حُضُور کھڑا رہتا ہُوں اور اِس لِئے بھیجا گیا ہُوں کہ تُجھ سے کلام کرُوں اور تُجھے اِن باتوں کی خُوشخبری دُوں۔ اور دیکھ جِس دِن تک یہ باتیں واقِع نہ ہولیں تُو چُپکا رہے گا، اور بول نہ سکے گا، اِس لِئے کہ تُو نے میری باتوں کا جو اپنے وقت پر پُوری ہوں گی یقِین نہ کِیا۔ اور لوگ زکریاہ کی راہ دیکھتے اور تعّجب کرتے تھے کہ اُسے مَقدِس میں کِیُوں دیر لگی۔ جب وہ باہِر آیا تو اُن سے بول نہ سکا۔ پَس اُنہوں نے معلُوم کِیا کہ اُس نے مَقدِس میں رویا دیکھی ہے، اور وہ اُن سے اِشارے کرتا تھا اور گُونگا ہی رہا۔ پھِر اَیسا ہُوَا کہ جب اُس کی خِدمت کے دِن پُورے ہوگئے تو وہ اپنے گھر گیا۔ اِن دِنوں کے بعد اُس کی بیوی اِلیشبع حاملہ ہُوئی، اور اُس نے پانچ مہِینے تک اپنے تئِیں یہ کہہ کر چھِپائے رکھّا کہ جب خُداوند نے میری رُسوائی لوگوں میں سے دُور کرنے کے لِئے مُجھ پر نظر کی اُن دِنوں میں اُس نے میرے لِئے اَیسا کِیا۔'' (لُوقا ۱:۵-۲۵)

لُوقا جن حالات و واقعات کا ذِکر کرتا ہے وہ نہ صرف یہودی پیشین گوئیوں کی تکمیل ہیں بلکہ تاریخ میں بہت ہی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ یہ غیر حقیقی یا کوئی فرضی تصورات نہیں بلکہ یہ حق و سچائی پر مبنی وہ سچے واقعات ہیں جو ہیرودیس بادشاہ کی حکومت کے دوران پیش آئے۔ یہ وہ حقائق تھے جن کے بارے میں اُس زمانہ کے لوگ خود سے تحقیق و تفتیش کر سکتے تھے، مگر کسی نے بھی اِن حالات و واقعات کی سچائی سے اِنکار نہیں کِیا لہذا ہم پر بھی لازم ہے اِن کی حقیقت و سچائی کو کھلے دِل سے تسلیم کریں۔

یروشلیم میں وہ کاہن جو ہیکل میں خدمت کرتے تھے، اپنی زندگی میں صرف ایک بار خوشبو جلانے کے لئے چُنے جا سکتے تھے۔ یہ اعزاز زکریاہ کو حاصل ہُوا۔ جب وہ اِس فرض کو انجام دے رہا تھا تو جبرائیل فرشتہ اُس کے سامنے حاضر ہُوا۔ اگرچہ زکریاہ خدا کی نظر میں ایک نیک آدمی تھا مگر پھر بھی خوف کا طاری ہونا ایک لازمی اَمر تھا۔ جبرائیل نے اُسے یقین دِلایا کہ اُسے خوف زدہ ہونے کی قطعی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اُس کے لئے ایک خوشی کا پیغام لایا ہے یعنی زکریاہ کی بیٹے کی پیدائش کے لئے دُعا قبول ہو گئی ہے۔

اِس واقعہ سے ہم دُعا کے بارے میں ایک نہایت اہم سبق سیکھتے ہیں۔ ہم اکثر حوصلہ ہار دیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ خدا ہماری دُعائیں نہیں سُن رہا، مگر حقیقت یہ ہے کہ خدا ہماری دُعاؤں کو بالکل سُنتا

ہے لیکن جو ہم مانگ رہے ہیں اُس کے لئے وقت مناسب نہیں ہوتا۔ زکریاہ اور اُس کی بیوی دونوں راستباز تھے اور اُن کے دِل میں ایک بچے کی خواہش اچھی اور دُرست تھی مگر خدا اُن کو اُن کی اِس خوشی سے کہیں زیادہ دینا چاہتا تھا۔ اُس نے اِس کے لئے اُس وقت تک اِنتظار کِیا جب تک اِنسانی لحاظ سے بچے کا ہونا ناممکن تھا۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا اور یقیناً اِس میں کوئی شک بھی نہیں تھا کہ بچے کی پیدائش خدا کی طرف سے تھی۔ خدا چاہتا تھا کہ اِس بچے کے ذریعہ ایک خاص اِلٰہی مقصد پورا ہو۔

اَب سوال یہ ہے کہ زکریاہ کا بچہ خدا کے منصوبے میں کیا کردار ادا کر سکتا تھا؟ جبرائیل فرشتہ نے ملاکی نبی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ یہی وہ بچہ ہو گا جو خداوند کے آنے کی راہ تیار کرے گا۔ وہ خود تو مسیح نہیں ہو گا مگر وہی مسیح کے دُنیا میں آنے کا اعلان کرے گا۔

بدقسمتی سے زکریاہ نے جبرائیل کے پیغام کا یقین نہ کِیا۔ ایمان نہ لانے کے سبب سے جبرائیل فرشتہ نے بچے کی پیدائش تک اُسے گونگا کر دیا۔ جب اِلیشبع حاملہ ہوئی تو مزید کوئی شک باقی نہ رہا، جیسا کہ فرشتہ نے کہا تھا ویسا ہی ہُوا۔

تیسرا باب

مَیں خُداوند کی بندی ہُوں

(لُوقا ۱:۲۶۔۳۸)

جب بھی ہم کوئی ایسا کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو ہماری نظر میں بڑا اہم و پُر کشش ہے اور جس کا لوگوں پر کافی اثر پڑتا ہو تو ہم اُس کو مکمل کرنے کے لئے مالدار، طاقت ور اور اثر و رسوخ والی ہستیوں سے مدد لینا چاہتے ہیں، مگر خدا اپنے کام اور منصوبے کی تکمیل کے لئے اِس طرح کام نہیں کرتا۔ یسعیاہ نبی ۵۵ باب کی ۸ سے ۹ آیت میں لکھتا ہے۔ ''خداوند فرماتا ہے کہ میرے خیال تمہارے خیال نہیں، اور نہ تمہاری راہیں میری راہیں ہیں، کیونکہ جس قدر آسمان زمین سے بلند ہے اُسی قدر میری راہیں تمہاری راہوں سے اور میرے خیال تمہارے خیالوں سے بلند ہیں۔'' (یسعیاہ ۵۵:۸۔۹)

اِسی طرح جب دُنیا میں نجات دہندہ کو بھیجنے کا وقت آ گیا تو خدا نے یہ عظیم کام ایسے کِیا کہ کسی کو اِس کی توقع نہ تھی۔ اُس نے رُومی بادشاہ کے محل میں نجات دہندے کو پیدا نہیں کِیا، اُس نے کسی مشہور فلسفہ دان کے گھر میں دُنیا کے نجات دہندے کی پرورش نہیں کی۔ اُس نے کسی بنک کے مالدار مالک یا تاجر کی مدد نہیں لی۔ اِس

کی بجائے خدائے بزرگ و برتر نے ایک معمولی سے گاؤں کی ایک غریب نوجوان لڑکی کو چُنا تا کہ بنی نوع اِنسان کو اُن کے گناہوں سے نجات دینے کے لئے اپنی منصوبہ بندی میں ایک اہم کردار ادا کرے۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے پہلے باب کی ۲۶ سے ۳۸ آیت میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا اِس بارے میں بتاتا ہے۔ ''چھٹے مہینے میں جبرائیل فرِشتہ خُدا کی طرف سے گلِیل کے ایک شہر میں جِس کا نام ناصرۃ تھا، ایک کُنواری کے پاس بھیجا گیا جِس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یُوسُف نام سے ہُوئی تھی؛ اور اُس کُنواری کا نام مریم تھا۔ اور فرِشتہ نے اُس کے پاس اَندر آ کر کہا، سَلام تُجھ کو جِس پر فضل ہُوا ہے! خُداوند تیرے ساتھ ہے۔ وہ اِس کلام سے بہُت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کَیسا سَلام ہے۔ فرِشتہ نے اُس سے کہا، اَے مریم! خَوف نہ کر، کیونکہ خُدا کی طرف سے تُجھ پر فضل ہُوا ہے۔ اور دیکھ، تُو حامِلہ ہوگی اور تیرے بَیٹا ہوگا۔ اُس کا نام یِسُوع رکھنا۔ وہ بُزُرگ ہوگا، اور خُدا تعالےٰ کا بَیٹا کہلائے گا، اور خُداوند خُدا اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دے گا، اور وہ یَعقُوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا، اور اُس کی بادشاہی کا آخِر نہ ہوگا۔ مریم نے فرِشتہ سے کہا یہ کیونکر ہوگا جبکہ مَیں مرد کو نہیں جانتی؟ اور فرِشتہ نے جواب میں اُس سے کہا کہ رُوحُ القُدس تُجھ پر نازِل ہوگا، اور خُدا تعالےٰ کی قُدرت تُجھ پر سایہ ڈالے گی، اور اِس سبب سے وہ مَولُودِ مُقدّس خُدا کا بَیٹا کہلائے گا۔ اور دیکھ،

تیری رِشتہ دار اِلیشبع کے بھی بُڑھاپے میں بَیٹا ہونے والا ہے، اور اَب اُس کو جو بانجھ کہلاتی تھی چھٹا مِہینہ ہے۔ کیونکہ جو قَول خُدا کی طرف سے ہے وہ ہرگز بے تاثِیر نہ ہو گا۔ مریم نے کہا، دیکھ میں خُداوند کی بندی ہُوں۔ میرے لِئے تیرے قَول کے مُوافِق ہو۔ تب فِرشتہ اُس کے پاس سے چلا گیا۔'' (لُوقا ۱:۲۶-۳۸)

اِس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ فرشتہ کے سلام سے مریم بہت گھبرا گئی۔ عام حالات میں ایک یہودی عورت اِس خبر سے خوش ہو گی کہ وہ ایک بیٹے کو جنم دے گی، مگر یہ کوئی عام سی خوشخبری نہیں تھی۔ اگرچہ مریم کی منگنی ہوئی تھی، شادی نہیں۔ شادی سے پہلے بچے کا پیدا ہونا نہ صرف یُوسف کے ساتھ دھوکا ہوتا بلکہ اُن عہد و پیمان کی بھی تذلیل ہوتی جو اُس نے اپنے منگیتر کے ساتھ کِئے تھے، اور اُس کے اپنے خاندان کے لئے بھی یہ ایک شرمندگی کی بات ہوتی۔ گاؤں میں ہر کوئی اُس کے خلاف باتیں کر رہا اور اُس کی عزت اُچھال رہا ہوتا۔ تو ایسے میں کیسے پتہ چلتا کہ اِس میں خدا کی خوشنودی ہے؟ فرشتہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ خدا اُس کے ساتھ ہے؟ اِنسانی نکتۂ نظر سے تو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے اُس کی زندگی اَب تباہ و برباد ہونے والی ہے۔

مریم کو درپیش حالات کا ایک اَور عملی پہلو بھی تھا کہ کنواری لڑکیاں بچے پیدا نہیں کرتیں۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ فرشتہ نے جو بھی کہا مریم نے اُس پر قطعی شک نہیں کِیا۔ وہ صرف اِس اُلجھن کا

شکار تھی کہ ایسا کیسے ممکن ہو گا۔ فرشتہ نے مریم کو یقین دِلایا کہ خدائے قادرِ مطلق کی قدرت محض عام حالت میں بچے کو جنم دینے تک محدُود نہیں۔ بچہ خدا کی قدرت سے پیدا ہو گا۔ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو ہر بچہ خدا کی قدرت سے ہی پیدا ہوتا ہے کیونکہ خدا ہی ہے جو زندگی عطا کرتا ہے، مگر مریم کی صورتِ حال بالکل مختلف تھی کیونکہ بچے کی پیدائش کے عمل میں کوئی مرد شامل نہیں تھا۔ خدا کے پاک رُوح کے وسیلہ سے مریم بچے کو جنم دے گی اِس کے باوجود کہ وہ کنواری تھی۔ جبکہ خدا کی رُوح پاک ہے لہذا بچہ بھی پاک ہو گا، اور کیونکہ اُس کا باپ نہیں لہذا وہ خدا کا بیٹا کہلائے گا۔

لیکن یہ بچہ کون ہے جو پیدا ہو گا؟ فرشتہ نے مریم کو ہدایت دی کہ اُس کا نام یسوع رکھے۔ یہ یونانی زبان میں عبرانی نام یشوع کا تلفظ ہے اور دونوں کا مطلب ہے ''خدا نجات دیتا ہے۔'' یہ ایک واضح اِشارہ تھا کہ یہ بچہ وہی نجات دہندہ ہے جس کا یہودی نبیوں نے وعدہ کِیا تھا۔ خداوند کے فرشتہ نے مریم کے منگیتر یُوسف کو اِس کی یوں وضاحت کی، ''اُس کے بیٹا ہو گا اور تُو اُس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات دے گا۔'' (متی ۱:۲۱)

بچہ نہ صرف نجات دہندہ ہو گا بلکہ وہ بزرگ بھی ہو گا۔ جبرائیل فرشتہ نے اِس کا مطلب واضح نہیں کِیا، مگر اِنجیل مُقدس میں ایک دوسرے مقام پر لکھا ہے، ''اِسی واسطے خدا نے بھی اُسے بہت

سَر بلند کِیا اور اُسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے تا کہ یسوع کے نام پر ہر ایک گھٹنا جھکے، خواہ آسمانیوں کا ہو خواہ زمینیوں کا، خواہ اُن کا جو زمین کے نیچے ہیں، اور خدا باپ کے جلال کے لئے ہر ایک زبان اِقرار کرے کہ یسوع مسیح خداوند ہے۔'' (فلپیوں ۲:۹-۱۱) دوسرے لفظوں میں یہ کہ مریم سے پیدا ہونے والے بچے سے عظیم، افضل اور اعلیٰ کوئی اَور ہستی نہیں ہے۔

فرشتہ نے مریم کو بتایا کہ یسوع مسیح، ''خدا کا بیٹا'' کہلائے گا۔ ممکن ہے کسی کے لئے لفظ بیٹا قابلِ قبول نہ ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ مسیح کا کوئی جسمانی باپ نہیں۔ دوسری وجہ کہ وہ خدا کا بیٹا ہے کہ اُس میں خدا کی سیرت و کردار اور خوبیاں و خصُوصیات ہیں ۔ پاک صحائف میں لکھا ہے، ''کیونکہ اُلوہیت کی ساری معموری اُسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے۔'' (کلسیوں ۲:۹) اِسی لئے بعد میں مسیح یسوع نے اپنے بارے میں خود فرمایا، ''...جس نے مجھے دیکھا اُس نے باپ (یعنی خدا) کو دیکھا۔...'' (یوحنا ۱۴:۹)

یسوع مسیح صرف خدا کا بیٹا ہی نہیں بلکہ نبی اِسرائیل کے بادشاہ داؤد کا بیٹا بھی تھا۔ خدا کے زندہ کلام میں یسوع کے لئے دو مختلف نسب ناموں کا ذِکر ہے۔ مذہبی عالم سمجھتے ہیں کہ ایک اُس کی قانونی و شرعی حیثیت کی طرف اِشارہ ہے اور دوسرا اُس کی حقیقی نسل کو ظاہر کرتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ دونوں نسب نامہ داؤد بادشاہ کے آباؤ

اجداد سے جا ملتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں مسیح یسوع داؤد بادشاہ کا وارث ہے۔

صدیوں سے یہودی نبی یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ خدا، داؤد بادشاہ کے تخت پر ایک وارث کو بٹھائے گا جو اسرائیل پر ہمیشہ تک حکومت کرے گا۔ مثال کے طور پر یسعیاہ نبی نے فرمایا، ''اُس کی سلطنت کے اِقبال اور سلامتی کی کچھ اِنتہا نہ ہو گی۔ وہ داؤد کے تخت اور اُس کی مملکت پر آج سے ابد تک حکمران رہے گا اور عدالت اور صداقت سے اُسے قیام بخشے گا۔ رب الافواج کی غیوری یہ کرے گی۔'' (یسیعاہ ۹:۷) جبرائیل فرشتہ نے مریم سے کہا کہ تیرے بیٹے میں نبیوں کی تمام پیشین گوئیاں پوری ہوں گی۔

مریم نے نہایت عاجزی و اِنکساری سے اپنے آپ کو خدا کی مرضی و اِرادے کے سُپرد کِیا۔ فرشتہ نے اُس سے جو کچھ بھی کہا اُس نے سب باتوں کا دِل و جان سے یقین کِیا، اِس کے باوجود کہ اُس کو لوگوں کی فضول باتوں کا سامنا کرنا پڑے گا، اُس کی عزت خاک میں مِل جائے گی، اور یہ بھی ممکن تھا کہ اُس کی شادی بھی خطرہ میں پڑ جاتی۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ مگر کیا ہم یہ سچائی جاننے اور قبول کرنے کو تیار ہیں کہ مریم کا بچہ کون ہے؟

یقیناً مریم نے اپنے آپ کو خدا کی مرضی اور منصوبہ کے حوالہ کر دیا مگر اِس سے اُس کو سنگین حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ اپنے حاملہ

ہونے کی وضاحت کیسے کرتی؟ کون اُس کا یقین کرتا؟ وہ اپنے منگیتر یُوسف کا سامنا کیسے کرتی؟ وہاں صرف ایک ہی اِنسان ایسا تھا جس سے وہ اِن سب باتوں کے بارے میں کچھ کہہ سکتی تھی، اور وہ تھی اُس کی عُمر رسیدہ رشتہ دار اِلیشبع جو خود بھی حاملہ تھی۔

چوتھا باب

ہر زمانہ کے لوگ مُجھ کو مُبارک کہیں گے

(لُوقا ۱:۳۹۔۵۶)

کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جو ہماری زندگی کو اُلٹ پُلٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ چند لمحے پہلے سب کچھ معمول کے مطابق ہوتا ہے، ہمارے شب و روز باقی دِنوں کی طرح ہی گزر رہے ہوتے ہیں، اور پھر اچانک ایسا کیا ہوتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہماری زندگی کا معمول کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور ہم وہ نہیں رہتے جو پہلے ہوتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ ہماری زندگی کو یکسر تبدیل کر دینے والے واقعات ہمارے باطنی کردار و سیرت پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ غُصے میں آ جاتے ہیں اور خدا کو اپنے بُرے حالات کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، کچھ اپنی قسمت پر روتے اور کوستے ہیں، کچھ نااُمیدی کے اندھیروں میں ڈوب جاتے ہیں اور کچھ بڑی حلیمی و عاجزی سے اپنے حالات کو قبول کر لیتے ہیں کہ خدا اِس میں سے بھی ہمارے لئے کوئی بھلائی پیدا کرے گا۔ وہ خدا کی حمد و تمجید کرتے ہیں اِس کے باوجود کہ اُن کی زندگی بالکل تباہ و برباد ہو چُکی ہوتی ہے۔

کچھ ایسا ہی واقعہ مریم کی زندگی میں بھی پیش آیا۔ چند لمحے پہلے وہ ایک معمول کی زندگی گزار رہی تھی۔ شائد وہ کپڑے کو سلائی لگا رہی تھی یا گھر کی صفائی کر رہی تھی یا شائد کھانا پکانا کے لئے دُکان سے کچھ لینے جا رہی تھی، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ یُوسف کے ساتھ اپنی شادی کی تیاری بارے سوچ رہی تھی۔ مگر اگلے ہی لمحے خدا کا فرشتہ یہ آسمانی پیغام لے کر آیا کہ اگرچہ وہ کنواری ہے پھر بھی خدا کے پاک رُوح کی قدرت سے وہ ایک بیٹے کو جنم دے گی۔ ظاہر ہے یہ سُن کر اُس کی زندگی کے شب و روز معمول کے مطابق نہیں رہے ہوں گے، گاؤں میں اُس کی عزت بھی وہ نہیں رہی ہو گی جو ایک پاک دامن دوشیزہ کی صورت میں تھی، کون اُس کا یقین کرتا کہ ہاں، اُس کے پیٹ میں بچہ تو ہے مگر وہ ہرگز کسی مرد کے مِلاپ کے سبب سے نہیں ہے۔ یقیناً اُس نے اپنے مُستقبل کو خطرے میں ڈال دیا کہ یُوسف اِن حالات میں کیسے اُس سے شادی کرے گا۔ اَب وہ کیا کرے؟ کہاں جائے، کِس کو اپنے دِل کا حال سُنائے، ظاہر ہے ہر کوئی یہی سمجھے گا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے یا پاگل ہو گئی ہے۔

مریم کے سامنے صرف ایک ہی راستہ تھا جس پر وہ جا سکتی تھی۔ فرشتہ نے اُسے بتایا تھا کہ اُس کی عُمر رسیدہ رشتہ دار اِلیشبع جو ساری زندگی بانجھ رہی ہے، اُس کے ہاں بھی بیٹا پیدا ہونے والا ہے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے پہلے باب کی ۳۹ سے ۵۶ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا

لکھتا ہے کہ مریم نے کیا کِیا، ''اُن ہی دِنوں مریم اُٹھی اور جلدی سے پہاڑی مُلک میں یہُوداہ کے ایک شہر کو گئی، اور زکریاہ کے گھر میں داخِل ہو کر اِلیشبع کو سَلام کِیا۔ اور جُونہی اِلیشبع نے مریم کا سَلام سُنا، تو اَیسا ہُوَا کہ بچّہ اُس کے رَحم میں اُچھل پڑا، اور اِلیشبع رُوحُ القُدس سے بھر گئی اور بُلند آواز سے پُکار کر کہنے لگی کہ تُو عَورتوں میں مُبارک، اور تیرے رَحم کا پھَل مُبارک ہے۔ اور مُجھ پر یہ فضل کہاں سے ہُوَا کہ میرے خُداوند کی ماں میرے پاس آئی؟ کیونکہ دیکھ، جُونہی تیرے سَلام کی آواز میرے کان میں پُہنچی، بچّہ مارے خُوشی کے میرے رَحم میں اُچھل پڑا۔ اور مُبارک ہے وہ جو اِیمان لائی، کیونکہ جو باتیں خُداوند کی طرف سے اُس سے کہی گئی تھِیں وہ پُوری ہوں گی۔ پھر مریم نے کہا کہ میری جان خُداوند کی بڑائی کرتی ہے، اور میری رُوح میرے مُنّجی خُدا سے خُوش ہُوئی۔ کیونکہ اُس نے اپنی بندی کی پست حالی پر نظر کی، اور دیکھ اَب سے لے کر ہر زمانہ کے لوگ مُجھ کو مُبارک کہیں گے۔ کیونکہ اُس قادِر نے میرے لِئے بڑے بڑے کام کِئے ہیں، اور اُس کا نام پاک ہے۔ اور اُس کا رحم اُن پر جو اُس سے ڈرتے ہیں پُشت دَر پُشت رہتا ہے۔ اُس نے اپنے بازُو سے زور دِکھایا، اور جو اپنے تئِیں بڑا سَمجھتے تھے اُن کو پراگندہ کِیا۔ اُس نے اِختیّار والوں کو تخت سے گرا دِیا، اور پست حالوں کو بُلند کِیا۔ اُس نے بھُوکوں کو اچھّی چیزوں سے سیر کردِیا، اور دَولتمندوں کو خالی ہاتھ لَوٹا دِیا۔ اُس نے اپنے خادِم اِسرائیل کو سنبھال لِیا، تاکہ اپنی

اُس رحمت کو یاد فرمائے۔ جو ابرہام اور اُس کی نسل پر ابد تک رہے گی، جَیسا اُس نے ہمارے باپ دادا سے کہا تھا۔ اور مریم تین مہینے کے قرِیب اُس کے ساتھ رہ کر اپنے گھر لَوٹ گئی۔" (لُوقا ۱:‏۳۹-۵۶)

مریم سوچ رہی ہو گی کہ اُس کا زکریاہ اور اِلیشبع کے گھر میں کیسا اِستقبال ہو گا۔ کیا وہ اُس کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئیں گے یا اُس کی کہانی سُن کر اُسے شک کی نظر سے دیکھیں گے؟ اگر مریم کے دِل میں کوئی بھی ڈر خوف یا شک و شبہ تھا تو اِلیشبع نے جلد ہی اُس کا سارے وسوسے دُور کر دیئے۔ اِلیشبع نے رُوح اُلقدس سے معمُور ہو کر خوشی سے مریم کا استقبال کِیا اور اُسے مُبارک کہا۔ یہ بات غور طلب ہے کہ اِلیشبع نے مریم کو نہ صرف مُبارک کہا کہ وہ خداوند کو جنم دے گی بلکہ مریم نے اِن سب باتوں پر پورا یقین و اِیمان رکھا۔

اِلیشبع کے کہے ہوئے الفاظ ایک اہم اُصول پر روشنی ڈالتے ہیں کہ خدا کی برکت اور بھرپور یقین و اِیمان میں چُولی دامن کا ساتھ ہے۔ بعض اُوقات ہم اِلٰہی فضل و برکات سے محروم رہتے ہیں جو خدا ہمیں دینا چاہتا ہے کیونکہ نہ تو ہم یقین و اِیمان رکھتے ہیں کہ اُس نے ہم سے کیا کہا تھا اور نہ اُس تابعداری کا مظاہرہ کرتے ہیں جو اُس نے ہمیں کرنے کو کہا۔ پاک کلام میں لکھا ہے، "اور بغیر اِیمان کے اُس کو پسند آنا ناممکن ہے، اِس لئے کہ خدا کے پاس آنے والے کو اِیمان لانا چاہیے کہ وہ موجود ہے اور اپنے طالبوں کو بدلہ دیتا ہے۔" (عبرانیوں ۱۱:‏۶)

مریم نے نہ صرف فرشہ کے ذریعہ مِلنے والے خدا کے پیغام پر پورا یقین و اِیمان رکھا بلکہ اُسے دِل و جان سے قبول بھی کِیا، اور اِسی لئے وہ مُبارک ٹھہری۔

بِلا شک و شبہ اِلیشبع نے جس عزت و احترام سے مریم کو اپنے گھر میں خوش آمدید کہا وہ اُس کے لئے یقیناً حوصلہ و سکون کا باعث ہو گا۔ جو کچھ اِلیشبع نے کہا اُس کو سُن کر مریم نے خداوند خدا کی حمد و تمجید کرتے ہوئے اپنی آواز بلند کی۔ خدا کے پاک رُوح سے معمُور ہو کر جو کچھ اُس نے کہا اُس کا تفصیل سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے مگر وقت کی کمی کے باعث ہم چند باتوں پر روشنی ڈالیں گے۔

اُس نے کہا، ''...اُس قادِر نے میرے لئے بڑے بڑے کام کِئے ہیں...'' (لُوقا ۱:۴۹) مریم کو درپیش حالات میں بہت سے لوگ خدا سے شکوے شکایت شروع کر دیتے کہ تُو نے ہماری زندگی تباہ و برباد کر دی ہے، مگر مریم کی نظر گاؤں والوں اور پڑوسیوں کی تُند و تیز چُبھتی ہوئی باتوں سے کہیں آگے تھی۔ اُس نے ذِلت و شرمندگی اُٹھائی کیونکہ اُس کی نظر اپنی ذاتی بے عزتی و رسوائی سے کہیں اعلیٰ مقصد پر لگی ہوئی تھی۔ یہاں تک اُس کی نظر اُس دُکھ تکلیف، مایوسی اور پریشانی سے کہیں آگے تھی کہ وہی لوگ جو اُسے پیار کرتے تھے اُس ازلی سچائی کو قبول نہ کر سکیں گے کہ اُس کے پیٹ میں بچہ کیسے جنم لے رہا ہے۔ وہ خوب جانتی تھی کہ خدا نے اُسے ساری عورتوں کو چھوڑ کر چُنا ہے کہ وہ موعودہ

مسیح کی ماں بنے۔ وہ خوب جانتی تھی کہ اُس کے گاؤں ناصرۃ کے لوگ اُس پر کیسے ہی سنگین اِلزامات کیوں نہ لگائیں مگر آنے والی نسلِ اِنسان اُسے مُبارک کہے گی۔ آج ہم ناصرۃ کے رہنے والے کئی دوسرے لوگوں کے نام تک نہیں جانتے مگر ساری دُنیا کے لوگ مریم کے نام سے واقف ہیں اور اُسے عزت و احترام دیتے ہیں۔ کیا ہم بھی مریم کی طرح اپنے موجودہ حالات سے آگے نظر اُٹھا کر دیکھ سکتے ہیں کہ کِس طرح خدا ہمیں اپنی برکات سے نواز رہا ہے؟

مریم نے یہ بھی کہا، ''اُس نے اِختیار والوں کو تخت سے گِرا دیا اور پست حالوں کو بلند کِیا۔'' (لُوقا ۱:۵۲) بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ خدا صرف دولت اور طاقت والوں کے ذریعہ سے کام کرتا ہے۔ وہ اِس غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ وہ بہت معمولی حیثیت کے مالک ہیں لہٰذا خدا کے ازلی منصوبہ میں اُن کا کوئی حصہ نہیں، مگر مریم خوب جانتی تھی کہ خدا ہر اُس شخص کو اپنے منصوبہ کے لئے اِستعمال کر سکتا ہے جو حلیم ہو اور دِل سے اُس کی تابعداری کرتا ہو۔ کئی سال بعد خدا کے نیک بندے پَولُس رسول نے خدا کے پاک رُوح سے معمور ہو کر کہا، ''اَے بھائیو! اپنے بُلائے جانے پر تو نگاہ کرو کہ جسم کے لحاظ سے بہت سے حکیم، بہت سے اِختیار والے، بہت سے اشراف نہیں بُلائے گئے بلکہ خدا نے دُنیا کے بے وقوفوں کو چُن لیا کہ حکیموں کو شرمندہ کرے اور خدا نے دُنیا کے کمزوروں کو چُن لیا کہ زورآوروں کو شرمندہ کرے،

اور خدا نے دُنیا کے کمینوں اور حقیروں کو بلکہ بیوجودُوں کو چُن لیا کہ موجودُوں کو نیست کرے تاکہ کوئی بشر خدا کے سامنے فخر نہ کرے، لیکن تم اُس کی طرف سے مسیح یسوع میں ہو جو ہمارے لئے خدا کی طرف سے حکمت ٹھہرا یعنی راستبازی اور پاکیزگی اور مخلصی، تاکہ جیسا لکھا ہے ویسا ہی ہو کہ جو فخر کرے وہ خداوند پر فخر کرے۔" (۱۔ کرنتھیوں ۱:۲۶-۳۱) مریم کی طرح کیا ہم تیار ہیں کہ اپنی ادنیٰ و اعلیٰ دُنیاوی حیثیت کے باوجود حلیمی و تابعداری سے اپنے آپ کو خدا کے سُپرد کر دیں؟

مریم نے ایک اَور بات کہی، "اُس نے اپنے خادم اِسرائیل کو سنبھال لیا تاکہ اپنی اُس رحمت کو یاد فرمائے جو ابرہام اور اُس کی نسل پر ابد تک رہے گی..." (لُوقا ۱:۵۴-۵۵) اِس سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مریم خوب اچھی طرح سے جانتی تھی کہ اُس کے وسیلہ سے خدا عہد کے اُن وعدوں کو پورا کرے گا جو اُس نے ابرہام کے ساتھ کِئے۔ کیا ہم جانتے ہیں کہ خدا کیسے ہمارے وسیلہ سے اپنے وعدوں کو پورا کر رہا ہے؟

مریم اُس وقت تک اِلیشبع کے ساتھ رہی جب تک اُس کے وضعِ حمل کا وقت قریب آ گیا۔

پانچواں باب

یہ لڑکا کیسا ہونے والا ہے؟

(لُوقا ۱:۵۷-۸۰)

زیادہ تر شادی شدہ جوڑے اپنے پہلے بچے کی پیدائش کا بڑی بے چینی اور خوشی سے اِنتظار کرتے ہیں۔ بائبل مُقدس میں زکریاہ اور اِلیشبع کے معاملہ میں بھی کچھ ایسا ہی تھا کیونکہ اِلیشبع بانجھ تھی اور بچہ پیدا نہیں کر سکتی تھی۔ مگر بڑھاپے میں خدا کی طرف سے ایک معجزہ رُونما ہُوا اور وہ حاملہ ہو گئ۔

اِلیشبع کا بڑھاپے میں حاملہ ہونا ایک بہت بڑا ثبوت تھا کہ دونوں میاں بیوی پر خدا کی خاص برکت ہے۔ یہ ایک واضح اِشارہ بھی تھا کہ یہ بچہ خدا کے منصوبہ میں ایک خاص کردار ادا کرے گا۔ جب جبرائیل فرشہ نے زکریاہ کو بتایا کہ تیری بیوی اِلیشبع کے ہاں بچہ پیدا ہو گا تو اُس نے یقین نہ کِیا، جس کے نتیجہ میں جبرائیل نے بچہ پیدا ہونے تک اُس کے بولنے کی طاقت چھین لی یعنی وہ گونگا ہو گیا۔

خدا کا نیک بندہ لُوقا ہمیں بتاتا ہے کہ پھر کیا ہُوا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل پہلا باب اُس کی ۵۷ سے ٦٦ آیت میں لکھا ہے، ''اور اِلیشبع کے وضعِ حمل کا وقت آ پہُنچا، اور اُس کے بَیٹا ہُوَا۔ اور اُس کے پڑوسِیوں

اور رِشتہ داروں نے یہ سُن کر کہ خُداوند نے اُس پر بڑی رحمت کی اُس کے ساتھ خُوشی منائی۔ اور آٹھویں دِن اَیسا ہُوا کہ وہ لڑکے کا ختنہ کرنے آئے، اور اُس کا نام اُس کے باپ کے نام پر زکریاہ رکھنے لگے۔ مگر اُس کی ماں نے کہا، نہیں، بلکہ اُس کا نام یُوحنّا رکھّا جائے۔ اُنہوں نے اُس سے کہا کہ تیرے کُنبے میں کِسی کا یہ نام نہیں۔ اور اُنہوں نے اُس کے باپ کو اِشارہ کِیا کہ تُو اُس کا نام کیا رکھنا چاہتا ہے؟ اُس نے تختی منگا کر یہ لِکھا کہ اِس کا نام یُوحنّا ہے۔ اور سب نے تعّجب کِیا۔ اُسی دم اُس کا مُنہ اور زبان کھُل گئی، اور وہ بولنے اور خُدا کی حمد کرنے لگا۔ اور اُن کے آس پاس کے سب رہنے والوں پر دہشت چھا گئی؛ اور یہُودیہ کے تمام پہاڑی مُلک میں اِن سب باتوں کا چرچا پھَیل گیا۔ اور سب سُننے والوں نے اُن کو دِل میں سوچ کر کہا، تو یہ لڑکا کَیسا ہونے والا ہے؟ کیونکہ خُداوند کا ہاتھ اُس پر تھا۔'' (لُوقا ۱:۵۷-۶۶)

زکریاہ اور اِلیشبع کے ہاں بچے کی پیدائش پر رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا ردِ عمل ہمارے لئے دلچسپی سے خالی نہیں۔ وہ سب بچے کی پیدائش کے آٹھویں دِن ختنہ کی رسم کے لئے جمع ہوئے جو ابرہام کے ساتھ خدا کے عہد اور موسوی شریعت کے تحت ضروری تھا۔ ایک طرف وہ بچے کے ماں باپ کی خوشی میں شریک تھے، وہ خوش تھے کہ اِتنے سالوں کے بعد زکریاہ اور اِلیشبع کے ہاں بچہ پیدا ہو رہا ہے۔ دوسری طرف وہ اپنی خوشی کا اِس طرح اِظہار کر رہے تھے کہ بچہ زکریاہ اور

اِلیشبع کا نہیں بلکہ اُن کا ہے۔ وہ خوشی سے سَرشار ہو کر خود ہی بچے کا نام تجویز کرنے لگے مگر اِلیشبع کے مُداخلت کرنے پر وہ بچے کا نام باپ کے نام پر رکھنے سے باز رہے، پھر بھی وہ اُس کے ساتھ بحث و تکرار کرتے رہے، اور جب اِلیشبع نے باپ کا نام رکھنے سے اِنکار کر دیا تو وہ بچے کے باپ زکریاہ کی طرف متوجہ ہوئے کہ وہ کیا کہتا ہے۔ وہ حیران رہ گئے جب زکریاہ نے زور دیا کہ اُس کا نام یُوحنا رکھا جائے۔ یہی نام رکھنے کے لئے جبرائیل فرشتہ نے اُسے ہدایت دی تھی۔

رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لئے حیرت کی ایک اَور بات یہ تھی کہ جونہی زکریاہ نے فرشتے کی ہدایت پر عمل کیا تو فوراً اُس کی زبان کھل گئی اور پھر سے بولنے کے قابل ہو گیا۔ یہ بہت ہی اہم بات ہے کہ سب سے پہلے زکریاہ نے خدا کی حمد و تمجید کی۔ شائد یہ ایک وجہ ہے کہ ہمیں خدا کی برکات کا تجربہ نہیں ہوتا کیونکہ ہم نہ تو اپنے تخلیق کار کی تابعداری کرتے ہیں اور نہ ہی یہ اِقرار کرتے ہیں کہ خدا نے ہمارے لئے اِتنا کچھ کِیا ہے۔

جب لوگوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اِتنے عجیب اور انوکھے واقعات ہوتے دیکھے اور اپنے کانوں سے بھی سُنا تو اُنہوں نے ایک بہت اہم سوال پوچھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر کیا کرے گا؟ اُس کی معجزاتی پیدائش اور باپ زکریاہ کی حیرت انگیز شفا سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بچے کی زندگی میں خدا کا کوئی خاص مقصد و منصوبہ ہے۔

بِلاشک و شبہ زکریاہ بخوبی جانتا تھا کہ بچے کی پیدائش کا مطلب کیا ہے۔ آیت ۶۷ سے ۸۰ تک لُوقا لکھتا ہے، ''اور اُس کا باپ زکریاہ رُوحُ القُدس سے بھر گیا، اور نبوّت کی راہ سے کہنے لگا کہ خُداوند اِسرائیل کے خُدا کی حمد ہو، کیونکہ اُس نے اپنی اُمّت پر توجُّہ کر کے اُسے چھُٹکارا دِیا، اور اپنے خادِم داؤد کے گھرانے میں ہمارے لِئے نجات کا سِینگ نِکالا۔ (جَیسا اُس نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کہا تھا، جو کہ دُنیا کے شُرُوع سے ہوتے آئے ہیں) یعنی ہم کو ہمارے دُشمنوں سے، اور سب کِینہ رکھنے والوں کے ہاتھ سے نجات بخشی۔ تاکہ ہمارے باپ دادا پر رحم کرے، اور اپنے پاک عہد کو یاد فرمائے یعنی اُس قَسم کو جو اُس نے ہمارے باپ ابرہام سے کھائی تھی کہ وہ ہمیں یہ عِنایت کرے گا کہ اپنے دُشمنوں کے ہاتھ سے چھُوٹ کر، اُس کے حُضُور پاکِیز گی اور راستبازی سے عُمر بھر بیخوف اُس کی عِبادت کریں۔ اور اَے لڑکے، تُو خُدا تعالےٰ کا نبی کہلائے گا کیونکہ تُو خُداوند کی راہیں تیّار کرنے کو اُس کے آگے آگے چلے گا تاکہ اُس کی اُمّت کو نجات کا عِلم بخشے، جو اُن کو گُناہوں کی مُعافی سے حاصِل ہو۔ یہ ہمارے خُدا کی عَین رحمت سے ہوگا، جِس کے سبب سے عالَمِ بالا کا آفتاب ہم پر طُلُوع کرے گا، تاکہ اُن کو جو اَندھیرے اور مَوت کے سایہ میں بَیٹھے ہیں روشنی بخشے، اور ہمارے قدموں کو سَلامتی کی راہ پر ڈالے۔ اور وہ لڑکا بڑھتا اور رُوح

میں قُوّت پاتا گیا، اور اِسرائیل پر ظاہر ہونے کے دِن تک جنگلوں میں رہا۔'' (لُوقا ۱:۵۷-۸۰)

زکریاہ نے خدا کی حمد و تمجید کی کہ اُس نے اپنی اُمت کو چُھٹکارا دیا۔ اگرچہ بنی نوع اِنسان کو اُن کے گناہوں سے نجات دینے کا یہ منصوبہ مُستقبل میں اگلے ۳۰ سال تک پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا، مگر اُس نے اِس پر پورا یقین کِیا اور سچ جانا۔ اپنے بیٹے کی پیدائش پر اُس نے دیکھا کہ خدا نے جبرائیل فرشتہ کے ذریعہ جو وعدے کِئے وہ پورے ہو رہے ہیں۔ خدا نے اپنے اُس عہد کو بھی پورا کِیا جو اُس نے اپنے بندے ابرہام سے کِیا اور اُن وعدوں کو بھی پورا کِیا جو اُس نے بنی اِسرائیل کے ساتھ کِئے۔ لہذا اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ جو خدا نے شروع کِیا اُس کو تکمیل تک بھی پہنچائے گا۔ ہمیں چاہیے کہ زکریاہ کی مثال کو ہمیشہ سامنے رکھیں۔ ہم اکثر خدا کی ذات پر شک کرتے ہیں کہ جو اُس نے وعدہ کِیا ہے پورا بھی کرے گا یا نہیں۔ مگر ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا ہے کہ خدا جب کہتا ہے کہ ہو گا یا وہ ہمیں دے گا تو یقین و اعتماد رکھیں کہ ایسا ہی ہو گا۔ ہاں، ممکن ہے کہ کچھ دیر ہو جائے اور ہمیں اِنتظار کرنا پڑے مگر یقیناً ہو کر رہے گا۔

جبرائیل فرشہ نے زکریاہ کو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اُس کا بیٹا یُوحنا خداوند کی راہ تیار کرے گا۔ شائد اُس نے مہینوں کی خاموشی کے دوران جب وہ بول نہیں سکتا تھا، اِس بارے میں سوچا ہو کہ آخر اِس

کا مطلب کیا ہے۔ اُس کو احساس ہو گیا تھا کہ یُوحنا لوگوں کو نجات اور گناہوں سے معافی بارے خوشخبری سُنائے گا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے گُھپ اندھیری رات کے بعد چمکتا ہُوا سُورج نکل آیا ہو۔ یُوحنا کا پیغام رُوحانی موت کے سائے میں زندگی بسر کرنے والوں کے لئے ابدی آرام اور ابدی زندگی کا راستہ ہو گا۔

اِس سے ہمارے ذہن میں ایک اہم سوال اُبھرتا ہے کہ ہم یُوحنا کے کئی سو سال بعد زندہ ہیں۔ گناہوں سے معافی، نجات اور آرام کی خوشخبری پھیلائی جا چکی ہے۔ وہ نجات دہندہ جس کے آنے کی راہ یُوحنا کو تیار کرنا تھی دُنیا میں آ چُکا ہے۔ مگر کیا ہم گناہوں سے توبہ، معافی اور نجات کی اِس خوشخبری پر اِیمان لائے ہیں؟ کیا ہم مسیح یسوع نجات دہندے کی پیروی کر رہے ہیں؟

چھٹا باب

نجات دہندہ کی پیدائش

(لُوقا ۲:۱-۲۰)

جب زندگی میں اچانک کوئی حادثہ یا واقعہ پیش آتا ہے تو ہم بُوکھلا جاتے ہیں اور کسی ایسی جگہ کا اِنتخاب کرتے ہیں جہاں آرام و سکون سے ہر پہلو پر سوچ بچار کریں۔ ممکن ہے جگہ اور ماحول کی تبدیلی ہمارے حالات و واقعات کو سمجھنے اور سُلجھانے میں مدد کرے۔ جب جبرائیل فرشتہ نے مریم کو بتایا کہ وہ رُوح اُلقدس کی قدرت سے ایک بیٹے کو جنم دے گی تو وہ تین مہینے کے لئے اپنی رشتہ دار اِلیشبع کے ہاں چلی گئ۔ اِلیشبع خود بھی حاملہ تھی، اور جب اُس کے بیٹے یُوحنا کے وضعِ حمل کا وقت قریب آ گیا تو مریم بھی اپنے گاؤں واپس لوٹ گئ۔ اگرچہ مریم نے اِلیشبع کے ہاں بہت آرام و حوصلہ پایا مگر واپس آ کر اُسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل میں اِس کا ذِکر نہیں کرتا مگر ہم دوسرے پاک صحائف سے پڑھتے ہیں کہ مریم کا منگیتر یُوسف اُسے چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ اُس نے سوچا کہ مریم نے اپنے وعدوں کی پابندی نہیں کی اور وہ اُس کے ساتھ وفادار نہیں رہی۔ ایسی صُورت میں ایک فرشتہ خواب میں یُوسف کو دِکھائی دیا

اور سب کچھ اُس پر واضح کر دیا تو وہ مریم کو اپنے گھر رکھنے پر راضی ہو گیا۔ ایسا کرنے پر یقیناً سارے گاؤں والے اُن کے خلاف خوب باتیں کرتے ہوں گے کہ یہ اِنہوں نے کیا کِیا ہے۔

یُوسف اور مریم کو صرف اپنے دوستوں اور گاؤں والوں کی جلی کٹی باتوں کا ہی سامنا نہیں تھا بلکہ رُومی حکومت نے بھی اُن کے لئے مسائل کھڑے کر دیئے تھے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲ باب کی پہلی سات آیات میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا لکھتا ہے، ''اُن دِنوں میں اَیسا ہُوَا کہ قَیصر اَوگُوستُس کی طرف سے یہ حُکم جاری ہُوَا کہ ساری دُنیا کے لوگوں کے نام لِکھے جائیں۔ یہ پہلی اِسم نوِیسی سُوریہ کے حاکِم کورِنیُس کے عہد میں ہُوئی اور سب لوگ نام لِکھوانے کے لِئے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ پَس یُوسُف بھی گلِیل کے شہر ناصرۃ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا، جو یہُودیہ میں ہے، اِس لِئے کہ وہ داؤد کے گھرانے اور اَولاد سے تھا، تاکہ اپنی منگیتر مریم کے ساتھ، جو حامِلہ تھی، نام لِکھوائے۔ جب وہ وہاں تھے، تو اَیسا ہُوَا کہ اُس کے وضعِ حمل کا وقت آ پہُنچا۔ اور اُس کا پہلوٹا بَیٹا پَیدا ہُوَا، اور اُس نے اُس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں رکھّا، کیونکہ اُن کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی۔'' (لُوقا ۲:۱-۷)

یسوع مسیح کی پیدائش ہماری سمجھ بُوجھ اور سوچ و خیال سے بالکل باہر ہے۔ یاد رہے کہ فرشتہ نے مریم سے کہا کہ تیرا بیٹا جو پیدا ہونے کو ہے بادشاہ ہو گا اور اُس کی بادشاہت کی اِنتہا نہ ہو گی۔ یہ سچ ہے

کہ مریم اور یُوسف دونوں داوٗد بادشاہ کی نسل سے تھے، اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ غریب اور نامعلوم سے تھے یعنی نہ تو کوئی اُن کو جانتا تھا اور نہ ہی اُن کے گاؤں کی کوئی حیثیت تھی۔ اُن کے بارے میں بظاہر کچھ بھی شاہانہ یا عالی شان نہیں تھا۔ شاہی خاندان کے جوڑے اپنے ڈھیر سارے خادموں کے ساتھ سفر کرتے ہیں تا کہ اُن کو راہ میں ضرورت کی ہر چیز مُہیا ہو۔ اُن کی قیمتی سے قیمتی آرام دہ گاڑیاں ہوتی ہیں تا کہ لمبے سے لمبے سفر میں بھی تھکاوٹ کا کوئی احساس نہ ہو۔ مگر یہ جوڑا آرام دہ سفری سہولتوں کے بغیر تھا، اُن کے پاس کوئی نوکر چاکر بھی نہیں تھے جو اُن کی خدمت کرتے۔ اگرچہ روائتی رسم و رواج کو دیکھا جائے تو مریم گدھے پر سوار ہو کر ناصرۃ سے بیت لحم گئی ہو گی، بائبل مُقدس میں ایسا کوئی ذِکر نہیں ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس نے سارا راستہ پیدل ہی سفر کِیا ہو اِس کے باوجود کہ وہ حاملہ تھی۔ مریم اور یُوسف نے جو فاصلہ طے کِیا لگ بھگ ۱۴۵ کلو میٹر ہو گا۔ شاہی جوڑوں کو تو عالی شان کمرے دیئے جاتے ہیں جہاں وہ آرام کرتے ہیں مگر اِس غریب جوڑے کے لئے کوئی عام سا کمرہ بھی میسر نہیں تھا بلکہ اُن کے لئے گھاس پھوس اور بدبُو سے بھری وہ جگہ تھی جہاں جانور باندھے جاتے ہیں۔ شاہی جوڑوں کے بچوں کا جنم اعلیٰ ترین ڈاکٹروں کی نگرانی، قیمتی دوائیوں اور بہترین دیکھ بھال سے ہوتا ہے، مگر اِس غریب جوڑے کی دیکھ بھال کے لئے جانور تھے اور چرنی کا بستر تھا۔

بہت سے لوگ یسوع مسیح کے ایسی جگہ جنم لینے کو پسند نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ خدا اپنے پاک نبی کو کبھی ایسی پستی اور شرمندگی کی حالت میں پیدا نہیں کرے گا۔ لیکن وہ بھول جاتے ہیں کہ یسوی ناصری کے دُنیا میں آنے کا مقصد کیا تھا۔ اگرچہ وہ پیدائشی بادشاہ تھا، مگر وہ بنی نوع اِنسان کی خدمت کرنے آیا تھا اور اِسی لئے اُس نے ہم اِنسانوں کی خاطر اپنی جان قربان کر دی۔ اُس نے ہمیں سکھایا کہ عظمت و حشمت دوسروں کی خدمت کر کے ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ لہذا یہ بالکل مناسب تھا کہ وہ جس کے وسیلہ سے کائنات تخلیق ہوئی پست حالی اور غُربت میں پیدا ہو۔ اُس کی پیدائش سے شروع کر کے اگر ہم اُس کی زندگی کا جائزہ لیں تو اُس کی سیرت و کردار اُس کی تعلیم کا عملی نمونہ ہے۔

خدا نے ایک اَور نشان دیا کہ دُنیا کا نجات دہندہ صرف امیر اور طاقت ور لوگوں کے لئے نہیں بلکہ ہر بشر کے لئے ہو گا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲ باب کی ۸ سے ۲۰ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''اُسی علاقہ میں چرواہے تھے، جو رات کو مَیدان میں رہ کر اپنے گلّہ کی نِگہبانی کر رہے تھے۔ اور خُداوند کا فرِشتہ اُن کے پاس آ کھڑا ہُوا، اور خُداوند کا جلال اُن کے چَوگِرد چمکا، اور وہ نہایت ڈر گئے۔ مگر فرِشتہ نے اُن سے کہا، ڈرو مَت، کیونکہ دیکھو مَیں تُمہیں بڑی خُوشی کی بشارت دیتا ہُوں، جو ساری اُمّت کے واسطے ہو گی کہ آج داؤد کے شہر میں تُمہارے لِئے ایک

مُنّجی پَیدا ہُوَا ہے، یعنی مسیح خُداوند۔ اور اِس کا تُمہارے لِئے یہ نِشان ہے کہ تُم ایک بچّہ کو کپڑے میں لِپٹا اور چرنی میں پڑا ہُوَا پاؤ گے۔ اور یکایک اُس فرِشتہ کے ساتھ آسمانی لشکر کی ایک گروہ، خُدا کی حمد کرتی اور یہ کہتی ظاہِر ہُوئی کہ عالمِ بالا پر خُدا کی تمجِید ہو، اور زمِین پر اُن آدمِیوں میں، جِن سے وہ راضی ہے، صُلح۔ جب فرِشتے اُن کے پاس سے آسمان پر چلے گئے، تو اَیسا ہُوَا کہ چرواہوں نے آپس میں کہا کہ آؤ، بیت لحم تک چلیں، اور یہ بات جو ہُوئی ہے، اور جِس کی خُداوند نے ہم کو خبر دی ہے دیکھیں۔ پَس اُنہوں نے جلدی سے جا کر مریم اور یُوسُف کو دیکھا، اور اُس بچّہ کو چرنی میں پڑا پایا۔ اور اُنہیں دیکھ کر وہ بات، جو اُس لڑکے کے حق میں اُن سے کہی گئی تھی، مشہُور کی۔ اور سب سُننے والوں نے اِن باتوں پر، جو چرواہوں نے اُن سے کہیں، تعجُّب کِیا۔ مگر مریم اِن سب باتوں کو اپنے دِل میں رکھ کر غور کرتی رہی۔ اور چرواہے، جَیسا اُن سے کہا گیا تھا، وَیسا ہی سب کُچھ سُن کر اور دیکھ کر خُدا کی تمجِید اور حمد کرتے ہُوئے لَوٹ گئے۔" (لُوقا ۲:۸-۲۰)

چرواہے فرشتوں اور خدا کے جلال کو اپنے چوگرد چمکتا ہُوا دیکھ کر نہایت ڈر گئے۔ محض چرواہے ہی نہیں ہم میں سے کوئی بھی اپنے معمول کی زندگی میں اچانک آسمانی مخلوق و جلال کو دیکھ کر خوف زدہ ہو سکتا ہے۔ مگر پھر بھی بہت سے لوگوں کے برعکس جب چرواہوں نے آسمانی نظارہ دیکھا تو وہ اپنے ہوش و حَواس نہیں کھو بیٹھے، اُنہوں نے نہ

صرف فرشتوں کے پیغام کو سُنا بلکہ اُس کا یقین بھی کِیا، اور اِس یقین و اِیمان کا عملی مظاہر بھی کِیا۔ وہ اپنے گلہ کو وہیں میدان میں چھوڑ کر جلدی سے بیت لحم کی طرف روانہ ہو گئے تا کہ دُنیا کے نجات دہندے کو چرنی میں پڑا ہُوا دیکھیں۔ چرواہوں کا ردِ عمل یروشلیم میں رہنے والے مذہبی رہنماؤں کے رویہ سے بالکل مختلف تھا۔ متی رسول اپنے اِلہامی کلام میں لکھتا ہے کہ مذہبی لیڈر جو سالوں سے جس نجات دہندہ کا بے چینی سے اِنتظار کر رہے تھے، جب دُنیا میں آ چُکا تو وہ یروشلیم سے بیت لحم کا چھوٹا سا فاصلہ طے کر کے بچے کو خوش آمدید کرنے نہ جا سکے۔ اپنی ساری زمینی خدمت کے دوران مذہبی رہنماؤں نے مسیح کی مخالفت کی مگر عام لوگ اُس کے پیغام کو دِل و جان سے سُنتے تھے۔

چرواہوں نے بہت ہی پست حالت میں دُنیا کے نجات دہندے کو چرنی میں پڑا دیکھا مگر اُن پر اِرد گِرد کے ماحول کا قطعی کچھ اثر نہ ہُوا بلکہ اُنہوں نے خدا کو جلال بخشا اور حمد و تمجید کی۔ چرواہوں نے جیسا فرشتوں نے اُن کو خوشخبری دی تھی ویسا ہی بچے اور اُس کی ماں مریم اور باپ یُوسف کو پایا۔ اُنہیں فرشتوں کی کہی ہوئی باتوں پر پورا پورا یقین تھا کہ جس نجات دہندہ کا صدیوں پہلے وعدہ کِیا گیا ہے یہ وہی ہے۔ اِسی لئے اُنہوں نے مسیح یسوع کی پیدائش کو ہر طرف پھیلا دیا۔

اَب سوال یہ ہے کہ ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا ہم مسیح کی پیدائش کو پسند کی نگاہ سے نہیں دیکھتے کہ دُنیا کا نجات دہندہ

جانوروں کی چرنی میں کیسے پیدا ہو گیا؟ کیا جس طرح سرائے کے مالکوں نے کمرہ خالی نہ ہونے پر اِنکار کِیا، کہیں ہم بھی مسیح کو اپنے ہاں جگہ دینے سے اِنکار تو نہیں کر رہے؟ کیا ہم ہٹ دَھرم اور ضدی مذہبی رہنماؤں کی طرح ہیں جِنہوں نے معصوم و پاک بچے کو کوئی اہمیت نہیں دی یا حلیم اور اِیماندار چرواہوں کی طرح ہیں جِنہوں نے دُنیا میں نجات دہندہ کی پیدائش پر خوشی و شادمانی کا اِظہار کِیا؟

ساتواں باب

خُداوند کے حضور پیش کرنا

(لُوقا ۲:۲۱-۴۰)

والدین اکثر سوچتے ہیں کہ اُن کے بچے بڑے ہو کر کیا بنیں گے۔ اگرچہ ماں باپ اپنے بچوں کو ایک اچھے ماحول میں پروان چڑھاتے ہیں مگر پھر ایسا کیا ہوتا ہے کہ بچے اُن کے کنٹرول سے باہر ہو جاتے ہیں۔ دو بچے جو ایک ہی ماں باپ کی اَولاد ہوتے ہیں اور ایک ہی ماحول میں پلتے بڑھتے ہیں اور گھر کے اُصول و احکامات کے پابند ہوتے ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ دونوں کی سیرت و کردار اور اخلاقی معیار میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے؟

جبرائیل فرشتے نے مریم کو یہ خوشخبری سنائی کہ جو بیٹا پاک رُوح کی قدرت سے تیرے بطن سے پیدا ہو گا وہ خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا۔ خدا اُس کو داوٗد بادشاہ کا تخت دے گا اور اُس کی بادشاہت کی اِنتہا نہ ہو گی۔ فرشتے نے چرواہوں پر یہ بھی ظاہر کِیا کہ وہ بچہ دُنیا کا نجات دہندہ ہو گا جس کا یہودی لوگ برسوں سے اِنتظار کر رہے ہیں۔ مریم اِن سب باتوں کے بارے میں اپنے دِل میں سوچتی رہی مگر پھر بھی وہ اِسی

اُلجھن میں رہی کہ جو اُس کے بیٹے کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی ہے وہ کیسے پوری ہو گی؟

مریم کی حیرت میں اَور بھی اِضافہ ہو گیا جب اُس نے یُوسف کے ساتھ مِل کر پہلے بچے کی پیدائش پر یہودی رسم و رواج کو پورا کِیا۔ لُوقا کی اِلہامی انجیل ۲ باب، اُس کی ۲۱ سے ۴۰ آیت میں لُوقا اِس بارے میں لکھتا ہے، ''جب آٹھ دِن پورے ہوئے اور اُس کے ختنے کا وقت آیا تو اُس کا نام یسوع رکھا گیا جو فرشتے نے اُس کے رَحِم میں پڑنے سے پہلے رکھا تھا۔ پھر جب موسیٰ کی شریعت کے موافق اُن کے پاک ہونے کے دِن پورے ہو گئے تو وہ اُس کو یروشلیم میں لائے تاکہ خداوند کے آگے حاضر کریں (جیسا کہ خداوند کی شریعت میں لکھا ہے کہ ہر ایک پہلوٹھا خداوند کے لئے مُقدس ٹھہرے گا) اور خداوند کی شریعت کے اِس قول کے موافق قربانی کریں کہ قُمریوں کا ایک جوڑا یا کبوتر کے دو بچے لاؤ۔ اور دیکھو یروشلیم میں شمعون نام ایک آدمی تھا اور وہ آدمی راستباز اور خدا ترس اور اِسرائیل کی تسلی کا منتظر تھا اور رُوح اُلقدس اُس پر تھا۔ اور اُس کو رُوح اُلقدس سے آگاہی ہوئی تھی کہ جب تک تُو خداوند کے مسیح کو دیکھ نہ لے موت کو نہ دیکھے گا۔ وہ رُوح کی ہدایت سے ہیکل میں آیا اور جس وقت ماں باپ اُس لڑکے یسوع کو اندر لائے تاکہ اُس کے لئے شریعت کے دستُور پر عمل کریں تو اُس نے اُسے اپنی گود میں لیا اور خدا کی حمد کر کے کہا کہ اَے مالِک اَب

تُو اپنے خادِم کو اپنے قول کے موافق سلامتی سے رُخصت کرتا ہے کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے، جو تُو نے سب اُمتوں کے رُوبرُو تیار کی ہے تاکہ غیر قوموں کو روشنی دینے والا نُور اور تیری اُمت اِسرائیل کا جلال بنے۔ اور اُس کا باپ اور اُس کی ماں اِن باتوں پر جو اُس کے حق میں کہی جاتی تھیں تعجب کرتے تھے۔ اور شمعون نے اُن کے لئے دُعائے خیر کی اور اُس کی ماں مریم سے کہا دیکھ یہ اِسرائیل میں بہتوں کے گرنے اور اُٹھنے کے لئے اور ایسا نشان ہونے کے لئے مُقرر ہُوا ہے جس کی مخالفت کی جائے گی بلکہ خود تیری جان بھی تلوار سے چِھد جائے گی تاکہ بہت لوگوں کے دِلوں کے خیال کُھل جائیں۔ اور آشر کے قبیلہ میں سے حناہ نام فنوایل کی بیٹی ایک نبیہ تھی، وہ بہت عُمررسیدہ تھی اور اُس نے اپنے کنوارپن کے بعد سات برس ایک شوہر کے ساتھ گذارے تھے۔ وہ چوراسی برس سے بیوہ تھی اور ہیکل سے جُدا نہ ہوتی تھی بلکہ رات دِن روزوں اور دُعاؤں کے ساتھ عبادت کِیا کرتی تھی۔ اور وہ اُسی گھڑی وہاں آ کر خدا کا شکر کرنے لگی اور اُن سب سے جو یروشلیم کے چُھٹکارے کے مُنتظر تھے اُس کی بابت باتیں کرنے لگی۔ اور جب وہ خداوند کی شریعت کے مطابق سب کچھ کر چکے تو گلیل میں اپنے شہر ناصرۃ کو پھر گئے۔ اور وہ لڑکا بڑھتا اور قوت پاتا گیا اور حِکمت سے معمُور ہوتا گیا اور خدا کا فضل اُس پر تھا۔" (لُوقا ۲: ۲۱-۴۰)

اِس حوالے سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ یُوسف اور مریم دونوں دِل میں خدا کا خوف رکھتے تھے اور خدا کے بہت وفادار تھے۔ جب مریم کا بیٹا پیدا ہُوا تو اُنہوں نے جبرائیل فرشتے کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اُس کا نام یسوع رکھا۔ اِس کے علاوہ اُنہوں نے بالکل ویسا ہی کِیا جیسا موسوی شریعت کا تقاضا تھا۔ آٹھویں دِن اُنہوں نے یسوع کا ختنہ کروایا۔ اور پھر ایک مُناسب وقت پر وہ یسوع کو لے کر یروشلیم میں ہیکل میں گئے تاکہ اُسے خدا کے لئے وقف کریں۔ یہ رسم ماضی کی یاد دِلاتی ہے جب خدا نے یہودی لوگوں کو مِصریوں کی غلامی سے نجات دِلوائی اور اُنہیں ہدایت دی۔ خدا کے پاک کلام میں لکھا ہے، ''...تیرے بیٹوں میں جتنے پہلوٹھے ہوں اُن سب کا فِدیہ تجھ کو دینا ہو گا۔ اور جب آیندہ زمانہ میں تیرا بیٹا تجھ سے سوال کرے کہ یہ کیا ہے؟ تو تُو اُسے یہ جواب دینا کہ خداوند ہم کو مِصر سے جو غلامی کا گھر ہے بزورِ بازو نکال لایا۔ اور جب فرعون نے ہم کو جانے دینا نہ چاہا تو خداوند نے مُلکِ مِصر میں اِنسان اور حیوان دونوں کے پہلوٹھے مار دیئے، اِس لئے مَیں جانوروں کے سب نَر بچوں کو جو اپنی اپنی ماں کے رَحم کو کھولتے ہیں خداوند کے آگے قربانی کرتا ہوں لیکن اپنے بیٹوں کے سب پہلوٹھوں کا فِدیہ دیتا ہوں۔'' (خروج ۱۳:۱۳-۱۵)

اِس حوالے کی روشنی میں نام یسوع نہایت اہم ہے۔ فرشتے نے یُوسف کو کہا، ''اُس کے بیٹا ہو گا اور تُو اُس کا نام یسوع رکھنا کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات دے گا۔'' (متی ۱:۲۱)

جس طرح خدا نے اپنے بندے موسیٰ کے ذریعہ بنی اِسرائیل کو جسمانی مُشقت سے رہائی دی اُسی طرح خدا بنی نوع اِنسان کو یسوع کے وسیلہ سے گناہوں سے رہائی بخشے گا۔

ہم ہیکل کے اِس واقعہ سے یُوسف اور مریم کے بارے میں ایک اَور بات بھی جانتے ہیں کہ وہ دونوں غریب تھے۔ اُنہوں نے پاک کرنے کی رسم کے لئے جو قربانی گذرانی وہ وہی لوگ ادا کر سکتے تھے جو برہ قربان کرنے کی حیثیت میں نہیں تھے۔ اِس سے ہمیں بہت حوصلہ ملتا ہے کیونکہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم غریب ہیں لہذا خدا کی خدمت کے لئے کوئی اہم کردار ادا نہیں کر سکتے، مگر خدا نے اِس جوڑے کو اِنسانی تاریخ میں ایک اہم ترین ذمہ داری سُونپی۔ اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ ہمارے پاس کِتنا روپیہ پیسہ اور کِتنا بڑا رُتبہ ہے بلکہ یہ کہ ہم خدا کو کِتنا پیار کرتے ہیں۔

ایک لحاظ سے شمعون کا پیغام یُوسف اور مریم کے لئے کافی تقویت کا باعث بنا ہو گا کیونکہ اُس نے یسوع کے بارے میں فرشتے کی بات کی تائید کی یعنی یسوع اپنے لوگوں کے لئے نجات کا باعث بنے گا۔ شمعون نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ یسوع نہ صرف یہودی

لوگوں کو نجات دے گا بلکہ وہ غیر یہودی لوگوں کے لئے بھی روشنی کا سبب بنے گا۔ اِس پیشین گوئی کی صدیوں پہلے یسعیاہ نبی نے اپنے پیغام میں تائید کر دی تھی کہ خدا کا خادم آنے والا ہے۔ "...خداوند فرماتا ہے کہ یہ تو ہلکی سی بات ہے کہ تُو یعقوب کے قبائل کو برپا کرنے اور محفوظ اِسرائیلیوں کو واپس لانے کے لئے میرا خادم ہو بلکہ مَیں تجھ کو قوموں کے لئے نُور بناؤں گا کہ تجھ سے میری نجات زمین کے کناروں تک پہنچے۔" (یسعیاہ ۴۹:۶)

اِسی لئے حیرت کی کوئی بات نہیں کہ یُوسف اور مریم، خدا کے نیک بندے شمعون کے الفاظ کو دِل میں رکھ کر غور کرتے رہے۔ مگر شمعون کی اگلی بات سُن کر وہ اَور بھی زیادہ حیرت میں ڈوب گئے ہوں گے کہ بے شک یسوع بنی نوع اِنسان کو نجات دینے آیا مگر لوگ اُس کی مخالفت بھی کریں گے۔ مریم یقیناً یہ الفاظ سُن کر اُداس ہو گئ ہو گی۔

ابھی یہ یاد گار عظیم دِن ختم نہیں ہُوا تھا کہ جُونہی شمعون نے اپنا پیغام ختم کِیا ایک نیک اور پارسا بیوہ اُن کے پاس آئی اور وہ بھی دوسروں کو یسوع کے بارے میں بتانے لگی۔ اُس کے حوصلہ بخش الفاظ مریم اور یُوسف کے لئے یقیناً طاقت و حوصلے کا باعث ہوں گے۔

متی رسول اپنے اِلہامی پیغام میں لکھتا ہے کہ اِس کے بعد مریم اور یُوسف مجبوراً مِصر کو بھاگ گئے تا کہ معصوم یسوع کی جان بچا سکیں،

مگر لُوقا صرف اِتنا بتاتا ہے کہ جب اُنہوں نے موسوی شریعت کے موافق سب کچھ کر دیا تو وہ ناصرۃ میں گلیل کو لوٹ گئے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں یسوع پروان چڑھا۔ جسمانی اور ذہنی نشو و نما کے علاوہ لُوقا بتاتا ہے کہ خدا کا فضل اُس کے ساتھ تھا۔ ہم اکثر خدا کے فضل کو خدا کی ہمارے ساتھ ہمدردی اور طرف داری کے طور پر اِستعمال کرتے ہیں مگر پاک صحائف ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ خدا کا فضل ہی ہے جو ہمیں طاقت بخشتا ہے کہ ہم گناہ سے دُور رہیں اور وہ کام کریں جو خدا کی نظر میں اچھا ہے۔ یہ وہی فضل ہے جس نے یسوع کو پاک اور مُقدس زندگی گزارنے کے لئے تیار کِیا۔ خدا کا یہی فضل آج مسیح سے محبت رکھنے والے ہر پیرو کار کے ساتھ ہوتا ہے۔ لُوقا کے اِس بیان کے سِوا کہ یسوع ناصرۃ میں پروان چڑھا ہم اُس کے بچپن کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے۔

آٹھواں باب

حکمت میں ترقی کرنا

(لُوقا ۲:۴۱-۵۲)

یسوع کی پیدائش کے وقت بہت ساری عجیب اور انوکھی باتیں رُونما ہو رہی تھیں مگر پیدائش کے بعد خاموشی طاری ہو گئی، مطلب یہ کہ ہم یسوع کے بچپن اور جوانی کے دِنوں کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے، ہاں صرف ایک واقعہ ایسا ہے جس سے ہم اُس کی شخصیت اور اِلٰہی خدمت کے بارے میں جان سکتے ہیں۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل ۲ باب اُس کی ۴۱ سے ۵۲ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ”اُس کے ماں باپ ہر برس عیدِ فسح پر یروشلیم کو جایا کرتے تھے۔ اور جب وہ بارہ برس کا ہُوا تو وہ عید کے دستُور کے موافق یروشلیم کو گئے۔ جب وہ اُن دِنوں کو پورا کر کے لوٹے تو وہ لڑکا یسوع یروشلیم میں رہ گیا اور اُس کے ماں باپ کو خبر نہ ہوئی۔ مگر یہ سمجھ کر کہ وہ قافلہ میں ہے ایک منزل نکل گئے اور اُسے اپنے رشتہ داروں اور جان پہچانوں میں ڈھونڈنے لگے۔ جب نہ مِلا تو اُسے ڈھونڈتے ہوئے یروشلیم تک واپس گئے۔ اور تین روز کے بعد ایسا ہُوا کہ اُنہوں نے اُسے ہیکل میں اُستادوں کے بیچ میں بیٹھے اُن کی سُنتے اور اُن

سے سوال کرتے پایا۔ اور جِتنے اُس کی سُن رہے تھے، اُس کی سمجھ اور اُس کے جوابوں سے دنگ تھے۔ وہ اُسے دیکھ کر حیران ہوئے، اور اُس کی ماں نے اُس سے کہا بیٹا! تُو نے کیوں ہم سے ایسا کِیا؟ دیکھ تیرا باپ اور مَیں کُڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔ اُس نے اُن سے کہا تم مجھے کیوں ڈھونڈتے تھے؟ کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ (یعنی خدا) کے ہاں ہونا ضرور ہے؟ مگر جو بات اُس نے اُن سے کہی اُسے وہ نہ سمجھے۔ اور وہ اُن کے ساتھ روانہ ہو کر ناصرۃ میں آیا اور اُن کے تابع رہا اور اُس کی ماں نے یہ سب باتیں اپنے دِل میں رکھِیں۔'' (لُوقا ۲:۴۱۔۵۲)

ہم نہیں جانتے کہ یسوع یروشلیم میں کیوں ٹھہر گیا جبکہ اُس کے ماں باپ گلیل کو واپس لوٹ گئے۔ یہ بیان اِتنا واضح نہیں ہے کہ جب وہ سالانہ تہوار منانے گئے تو یسوع پہلے سے مریم اور یُوسف کے ساتھ تھا، اور اگر وہ ساتھ تھا تو ہم وثوق سے کہہ نہیں سکتے کہ یہ سفر یسوع کے لئے دوسرے سفروں سے کِتنا مختلف تھا۔ دوسری طرف اگر یہ یسوع کا عیدِ فسح منانے کے لئے یروشلیم کا پہلا سفر تھا تو ممکن ہے کہ یسوع یہ سمجھا ہو کہ اُس کے ماں باپ اُس کو ہیکل میں چھوڑ دیں گے جیسا کہ سیموئیل نبی کو اُس کی ماں نے ہیکل میں پیچھے چھوڑ دیا تھا (۱۔سیموئیل ۱:۲۰۔۲۸)۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ یسوع کو کِس عُمر میں یہ سمجھ آئی کہ وہ حقیقت میں ہے کون۔ یہ بالکل واضح ہے کہ وہ

بارہ سال کی عُمر میں یہ جانتا تھا کہ خدا اُس کا آسمانی باپ ہے کیونکہ اُس نے اپنے ماں باپ کو یہی جواب دیا۔ ''کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں ہونا ضرور ہے؟'' (لُوقا ۲:۴۹)

یوں لگتا ہے کہ یسوع کسی حد تک یہ بھی جانتا تھا کہ اُس کا بنی نوع اِنسان کے لئے خدا کے منصوبے میں ایک اہم کردار ہے مگر ظاہر ہے وہ پورے طور پر نہیں سمجھتا تھا کہ اُسے خدا کے اِس منصوبے کو کیسے اور کب تکمیل تک پہنچانا ہے۔ اٹھارہ سال کا عرصہ گزر گیا جب وہ وقت آ پہنچا جب اُس نے اپنے اِلٰہی مشن کا آغاز کِیا۔ اِسی دوران وہ ناصرۃ کو واپس گیا اور اپنے ماں باپ کا وفادار رہا۔

وفاداری و تابعداری کا یہ سبق یسوع کی آئندہ زندگی میں بہت کار آمد ثابت ہُوا۔ عبرانیوں ۵ باب اُس کی ۸ آیت میں لکھا ہے، ''اور باوجود بیٹا ہونے کے اُس نے دُکھ اُٹھا اُٹھا کر فرمانبرداری سیکھی۔'' (عبرانیوں ۵:۸) اِس میں شک نہیں کہ یسوع نے جو تابعداری کا سبق بارہ سال کی عُمر میں سیکھا وہ آئندہ زندگی کے مشکل ترین حالات میں مددگار ثابت ہُوا۔

یسوع نے جو کچھ سیکھا اُس سے ایک دلچسپ سوال ذہن میں اُبھرتا ہے۔ لُوقا ۲ باب اُس کی ۵۲ آیت میں لکھا ہے، ''اور یسوع حکمت اور قد و قامت میں اور خُدا کی اور اِنسان کی مقبُولیت میں ترقی کرتا گیا۔'' تو اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ جب وہ چھوٹی عُمر کا لڑکا تھا تو

اُس کے پاس وہ حکمت و دانشمندی نہیں تھی جتنی اُسے بھر پور جوانی میں حاصل ہوئی۔ اَب سوال یہ ہے کہ یسوع، ''عمانوایل'' تھا جس کا ترجمہ ہے خدا ہمارے ساتھ (متی ۱:۲۳) تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اگر یسوع آسمانی ہے، اور پاک صحائف واضح طور پر کہتے ہیں کہ وہ واقعی ہے، تو اُس کو حکمت و دانشمندی میں ترقی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ خدا ہونے کی حیثیت سے کیا یسوع کے پاس پہلے ہی سے حکمت و دانشمندی اور وہ تمام خوبیاں نہیں تھیں جو خدا میں ہیں؟ اِس اہم اور اُلجھا دینے والے سوال کا جواب اِنجیلِ مُقدس میں کلسیوں ۲ باب اُس کی ۹ آیت میں ملتا ہے جہاں لکھا ہے، ''کیونکہ اُلوہیت کی ساری معمُوری اُسی میں مُجسم ہو کر سکونت کرتی ہے۔'' (کلسیوں ۲:۹) اِس آیت میں بُنیادی اور مرکزی الفاظ ہیں، ''مُجسم ہو کر۔'' ہاں یسوع جسم میں خدا ہے مگر جسمانی بدن میں آنے کے لئے اُس کو آسمانی حدُود کے کچھ پہلوؤں کو پیچھے چھوڑنا تھا یعنی آسمانی حشمت اور جاہ و جلال سے نکلنا تھا اور نئ حدُوں کو کچھ اِس طرح سے قبول کرنا تھا کہ وہ اِنسانی جسم کے نئے رُوپ میں سَما سکے۔ فلپیوں ۲ باب ۵ سے ۷ آیت اِس کی بڑی خوبصورتی سے وضاحت کی گئ ہے۔ ''ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔ اُس نے اگرچہ خدا کی صورت پر تھا خدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادِم کی صورت اِختیار کی اور اِنسانوں کے مشابہ ہو گیا۔'' (فلپیوں ۲:۵-۷)

اِس آیت کی روشنی میں خدا کی طبیعت کے برعکس اِنسانی طبیعت کچھ بھی نہیں۔ اِنسانی جسم کی شکل میں نہ تو خدا پوری طرح سَما سکتا ہے اور نہ ہی مکمل طور پر اپنا اِظہار کر سکتا ہے۔ اِس کے علاوہ اِنسانی جسم کی شکلیں زندگی کے مختلف اَدوار میں بہت مختلف ہوتی ہیں لہٰذا جب یسوع بچہ تھا تو اُس نے خدا کی اُلوہیت کو ایک بچے کی طرح ہی ظاہر کِیا۔ جُوں جُوں اُس کا جسم بڑھتا گیا تو خدا کی اُلوہیت بھی اُس کے ساتھ ساتھ بڑھتی اور نمایاں ہوتی گئی۔ چھوٹی عُمر کا لڑکا، چھوٹے بچے سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے اور بڑی عُمر کا آدمی چھوٹے لڑکے سے زیادہ عقل و دانش رکھتا ہے۔ عبرانیوں کے پہلے باب کی ۳ آیت اِس بات کی مختلف انداز سے اِستعاراً تشریح کرتی ہے۔ ''وہ اُس کے جلال کا پَر تو اور اُس کی ذات کا نقش ہو کر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے۔'' (عبرانیوں ۱:۳) جلال کا پَر تو اور ذات کا نقش سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ یسوع محدُود کیوں تھا اِس کے باوجود کہ وہ جسم میں خدا تھا۔ فرض کریں کہ آپ کیمرے سے ایک تصویر بناتے ہیں۔ تصویر بالکل صاف اور واضح ہے مگر پھر بھی یہ اَصل کو پوری طرح اُجاگر نہیں کر رہی۔ جس چیز پر یہ تصور بنی ہے وہ مواد مادہ چیزوں کا مجموعہ ہے یعنی تصویر کا کوئی اَصلی وجود نہیں ہے، یہ محض اَصل کا نقش ہے۔ اَصلی شکل کی لمبائی چوڑائی اور گہرائی ہے اور ہم اُسے محسوس بھی کر سکتے ہیں، چکھ اور سُن بھی سکتے ہیں مگر تصویر کے اندر یہ تمام خوبیاں نہیں ہیں۔ اِسی

طرح یسوع خدا کی ذات کا مکمل نقش ہے مگر اِنسانی جسم اِسے پوری طرح ظاہر نہیں کر سکتا کہ درحقیقت خدا ہے کون۔

اَب سوال یہ ہے کہ کیا یسوع کو یہ سب سیکھنا تھا کہ کیا غلط ہے اور کیا صحیح؟ کیا اُس سے کبھی بچپن میں کوئی غلطی سَر زد ہوئی؟ پاک صحائف براہٗ راست اِن سوالوں کا جواب نہیں دیتے مگر پھر بھی دو باتیں ایسی ہیں جن سے ہم اُس کی شخصیت کے بارے میں کافی کچھ جان سکتے ہیں۔

پہلا یہ کہ یسوع نے کبھی گناہ نہیں کِیا۔ دوسرا یہ کہ یسوع ہر بات میں ہماری طرح آزمایا گیا۔ عبرانیوں کی اِلہامی کتاب کے ۴ باب کی ۱۵ آیت میں لکھا ہے، ''کیونکہ ہمارا ایسا سردار کاہن نہیں جو ہماری کمزوریوں میں ہمارا ہمدرد نہ ہو سکے بلکہ وہ سب باتوں میں ہماری طرح آزمایا گیا توَ بھی بے گناہ رہا۔'' (عبرانیوں ۱۵:۴) اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ یسوع جب بچہ تھا تو اُس نے اُن تمام حالات پر غلبہ پایا جن کا ایک بچہ سامنا کر سکتا ہے۔ ایک چھوٹا لڑکا ہونے کے ناطے اُس نے تمام مشکلوں پر غلبہ پایا جن کا ایک لڑکا سامنا کر سکتا ہے۔ اِسی طرح اُس نے تمام آزمائشوں پر قابو پایا جب وہ ایک جوان لڑکا اور ایک بھرپور مَرد تھا۔ اُس نے تمام حالات کا سامنا کِیا اور ہمیشہ وہ کام کِیا جو خدا کی نظر میں اچھا ہے۔ اُس نے گناہ نہیں کِیا۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ یسوع پہلے سے سب کچھ جانتا تھا، کب کیسے کیا کرنا ہے۔ اِس میں شک

نہیں کہ اُس کو سماجی رکھ رکھاؤ اور دوسری روزمرہ کی باتوں کو سیکھنا تھا، اِس میں شک نہیں کہ اُسے کام کرنے کے اَوزاروں کا اِستعمال بھی سیکھنا تھا جس طرح دوسرے عام لوگ سیکھتے ہیں۔ اِس میں شک نہیں کہ اُسے اِسکول جانا تھا اور لکھنا پڑھنا سیکھنا تھا جس طرح اُس کے ہم عُمر لڑکے سیکھتے تھے۔ جبکہ پاک صحائف کہتے ہیں کہ وہ ہر بات میں ہماری طرح آزمایا گیا تو ممکن ہے کہ کچھ چیزیں وہ آسانی سے نہ سیکھ سکتا تھا مگر پھر بھی اُس نے ہر تکلیف، ہر مشکل اور ہر آزمائش کا بھرپور طریقے سے سامنا کِیا اور غلبہ پایا۔

نواں باب

راہ تیار کرنا

(لُوقا ۳:۱-۲۰)

جب ہم مسیح یسوع کی اِلٰہی خدمت پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو دنگ رہ جاتے ہیں کہ اُس نے صرف ساڑھے تین سال کے قلیل عرصہ میں کِتنا عظیم اور اعلیٰ ترین کام کِیا۔ مگر شائد یہ کہنا بجا ہو گا کہ وہ اِتنی چھوٹی سی مُدت میں اِتنا بڑا کام نہ کر سکتا اگر یُوحنا اِصطباغی اُس کا مددگار و معاون نہ ہوتا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۳ باب کی ۱ سے ۲۰ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا، یُوحنا کی خدمت بارے لکھتا ہے، "تِبریُس قیصر کی حکومت کے پندرھویں برس جب پُنطیس پیلاطُس یہودیہ کا حاکم تھا اور ہیرودیس گلیل کا اور اُس کا بھائی فِلپُس اِتوریہ اور ترخونی تِس کا اور لِسانیاس اَبلینے کا حاکم تھا اور حناہ اور کائفا سردار کاہن تھے، اُس وقت خدا کا کلام بیابان میں زکریاہ کے بیٹے یُوحنا پر نازل ہُوا۔ اور وہ یردن کے سارے گرد و نواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرنے لگا۔ جیسا یسعیاہ نبی کے کلام کی کتاب میں لکھا ہے کہ بیابان میں پُکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو، اُس کے راستے سیدھے بناؤ، ہر ایک گھاٹی بھر دی جائے گی اور ہر

ایک پہاڑ اور ٹیلہ نیچا کِیا جائے گا اور جو ٹیڑھا ہے سیدھا اور جو اُونچا نیچا ہے ہموار راستہ بنے گا اور ہر بشر خدا کی نجات دیکھے گا۔ پس جو لوگ اُس سے بپتسمہ لینے کو نکل کر آتے تھے وہ اُن سے کہتا تھا اَے سانپ کے بچو! تمہیں کِس نے جتایا کہ آنے والے غضب سے بھاگو؟ پس توبہ کے مُوافق پھل لاؤ اور اپنے دِلوں میں یہ کہنا شروع نہ کرو کہ ابرہام ہمارا باپ ہے کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ خدا اِن پتھروں سے ابرہام کے لئے اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ اور اَب تو درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہے۔ پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ لوگوں نے اُس سے پوچھا پھر ہم کیا کریں؟ اُس نے جواب میں اُن سے کہا، جس کے پاس دو کُرتے ہوں وہ اُس کو جس کے پاس نہ ہو بانٹ دے اور جس کے پاس کھانا ہو وہ بھی ایسا ہی کرے۔ اور محصول لینے والے بھی بپتسمہ لینے کو آئے اور اُس سے پوچھا کہ اَے اُستاد ہم کیا کریں؟ اُس نے اُن سے کہا جو تمہارے لئے مقرر ہے اُس سے زیادہ نہ لینا، اور سپاہیوں نے بھی اُس سے پوچھا کہ ہم کیا کریں؟ اُس نے اُن سے کہا، نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ کسی سے ناحق کچھ لو اور اپنی تنخواہ پر کفایت کرو۔ جب لوگ مُنتظر تھے اور سب اپنے اپنے دِل میں یُوحنا کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں، تو یُوحنا نے اُن سب سے جواب میں کہا، مَیں تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں مگر جو مجھ سے زور آور ہے وہ آنے والا ہے۔ مَیں اُس کی جُوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق

نہیں۔ وہ تمہیں رُوح اُلقدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔ اُس کا چھاج اُس کے ہاتھ میں ہے تاکہ وہ اپنے کھلیہان کو خوب صاف کرے اور گیہوں کو اپنے کھتے میں جمع کرے مگر بُھوسی کو اُس آگ میں جلائے گا جو بجھنے کی نہیں۔ پس وہ اور بہت سی نصیحت کر کے لوگوں کو خوشخبری سُناتا رہا۔ لیکن چوتھائی مُلک کے حاکم ہیرودیس نے اپنے بھائی فلپُس کی بیوی ہیرودیاس کے سبب سے اور اُن سب بُرائیوں کے باعث جو ہیرودیس نے کی تھیں یُوحنا سے ملامت اُٹھا کر، اِن سب سے بڑھ کر یہ بھی کِیا کہ اُس کو قید میں ڈالا۔'' (لُوقا ۳:۱-۲۰)

اِنجیلِ مُقدس کے اِس بیان سے ہم سیکھتے ہیں کہ یُوحنا کی اِلٰہی خدمت کوئی جھوٹی من گھڑت کہانی نہیں تھی جو کسی کے مذہبی ایجنڈے کو پھیلانے کے لئے گھڑی گئی۔ اِس کے برعکس یُوحنا نے جو کام کِیا اُس کی جڑیں درحقیقت تاریخ کے ساتھ جُڑی ہوئی ہیں۔ جن حکمرانوں کی فہرست اُس نے اپنے اِلہامی بیان میں قلمبند کی ہے، اُن کو ہم یہودی اور رُومی دونوں تاریخ دانوں کے سبب سے جانتے پہچانتے ہیں۔ اُس زمانے کے لوگوں کے لئے بہت ہی آسان تھا کہ وہ لُوقا کی لکھی ہوئی باتوں کی تحقیق اور تفتیش کرتے۔

ہم یہ بھی سیکھتے ہیں کہ یُوحنا کی اِلٰہی خدمت پیشین گوئی کی تکمیل تھی۔ سینکڑوں سال پہلے یسعیاہ نبی نے پیش گوئی کرتے ہوئے کہا تھا

کہ کوئی ایسا ہو گا جو آنے والے مسیح کی راہ تیار کرے گا۔ اور یہی یُوحنا کی خدمت کا مرکزی اور بُنیادی مقصد تھا۔

اَب سوال یہ ہے کہ یُوحنا کیسے آنے والے مسیح کی راہ تیار کرے گا؟ ایک چیز جس کا اُس نے لوگوں میں احساس جگایا، وہ گناہ تھا یعنی سب گناہگار ہیں اور سب کو توبہ کرنے اور معافی پانے کی ضرورت ہے۔ اُس نے یہ بھی سکھایا کہ سچی اور حقیقی توبہ اِنسان کے چال چلن اور سیرت و کردار سے نظر آتی ہے۔ محض اپنی ذات کے لئے سوچنا ہی کافی نہیں بلکہ دوسروں کے ساتھ بھی محبت و سخاوت سے پیش آنا چاہیے۔ محصُول لینے والا اپنے عہدے کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے دھوکا دہی نہ کرے۔ سپاہی اپنی تنخواہ پر کفایت کرے اور لوگوں کے ساتھ بے اِنصافی نہ کریں۔

یُوحنا کی تعلیم و پیغام کی وجہ سے لوگوں کے لئے آسان ہو گیا کہ یسوع کی تعلیم کو قبول کریں۔ مثال کے طور پر لُوقا ۷ باب کی ۲۹ سے ۳۰ آیت میں خدا کے رُوح کی تحریک سے لکھتا ہے، ''اور سب عام لوگوں نے جب سُنا تو اُنہوں نے اور محصُول لینے والوں نے بھی یُوحنا کا بپتسمہ لے کر خدا کو راستباز مان لیا۔ مگر فریسیوں اور شرح کے عالموں نے اُس سے بپتسمہ نہ لے کر خدا کے ارادہ کو اپنی نسبت باطِل کر دیا۔'' (لُوقا ۷:۲۹-۳۰)

یُوحنا نے نہ صرف توبہ کے بارے میں لوگوں کو سکھایا بلکہ مسلسل یہ بھی کہا کہ وہ موعودہ مسیح نہیں ہے۔ اگرچہ وہ مسیح نہیں مگر

جس مسیح کے آنے کی صدیوں پہلے پیشین گوئیاں کی گئیں تھیں، وہ آنے والا تھا۔ یُوحنا کی مسیح کے بارے میں تعلیم، پیغام اور دعوے نے لوگوں کے اندر اُمید کی ایک نئ کرن جگا دی۔ اور جب یسوع دُنیا میں آیا تو اُنہوں نے اُسے قبول کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ مثال کے طور پر یُوحنا رسول لکھتا ہے، ''وہ پھر یردن کے پار اُس جگہ چلا گیا جہاں یُوحنا پہلے بپتسمہ دیا کرتا تھا اور وہیں رہا۔ اور بہتیرے اُس کے پاس آئے اور کہتے تھے کہ یُوحنا نے کوئی معجزہ نہیں دِکھایا مگر جو کچھ یُوحنا نے اِس کے حق میں کہا تھا وہ سچ تھا۔ اور وہاں بہتیرے اُس پر اِیمان لائے۔'' (یوحنا ۱۰:۴۰۔۴۲)

یُوحنا نے اِس بات کی بھی وضاحت کی کہ اُس کے کام میں اور آنے والے مسیح کے کام میں فرق ہے یعنی یُوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا مگر جو آنے والا ہے وہ رُوح اُلقدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔ اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خدا کا پاک رُوح یُوحنا کی خدمت پر نہیں تھا یا وہ رُوح کے تحت کام نہیں کر رہا تھا جس کے وسیلہ سے اُس نے لوگوں کو گناہوں سے توبہ، معافی اور بپتسمہ کے لئے راغب کِیا۔ مگر رُوح اُلقدس کی پوری برکت و طاقت صرف اور صرف مسیح کے وسیلہ سے مِل سکتی ہے۔ ہمیں یُوحنا کے بیان کا یہ مطلب بھی نہیں نکالنا چاہیے کہ پاک رُوح پانی میں بپتسمہ کو بدل دیتا ہے۔ مسیح یسوع نے خود پانی میں بپتسمہ لیا اور اپنے شاگردوں کو بھی تعلیم دی کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔

فرق صرف یہ ہے کہ مسیح کے آنے کے بعد پاک رُوح پیروکاروں کو پانی میں بپتسمہ لینے کے وقت دیا گیا۔ مثال کے طور پر پینتِکُوست کے دِن پطرس رسول نے لوگوں کے مجمع سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا، ''...توبہ کرو اور تم میں سے ہر ایک اپنے گناہوں کی معافی کے لئے یسوع مسیح کے نام پر بپتسمہ لے تو تم رُوح اُلقدس اِنعام میں پاؤ گے۔'' (اعمال ۳۸:۲) اگر ہم رُوح اُلقدس پانا چاہتے ہیں تو ہمیں بھی چاہیے کہ اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور نجات پانے کے لئے بپتسمہ لیں۔

یُوحنا نے کہا کہ آنے والا مسیح آگ سے بپتسمہ دے گا۔ آگ ہمیں پاک صاف کرتی اور خالص بناتی ہے۔ یسوع نے اپنے شاگردوں کو پاک صاف کِیا تاکہ وہ خدائے قدوس کی پاک حضوری میں کھڑے ہو سکیں۔ مگر یُوحنا نے ایک اَور طرح کی آگ کا بھی ذِکر کِیا، ایک نہ بجھنے والی آگ جو اُن نافرمانوں کو جلا کر بھسم کر دے گی جو مسیح کو قبول نہیں کرتے بلکہ اُس کا اِنکار کرتے ہیں۔ مسیح نے ہمیں آزادی دی ہے کہ اپنے لئے جو آگ چاہیں چُن لیں، خدا کے پاک رُوح کی آگ جو ہمیں گناہوں سے دُھو کر پاک صاف بناتی ہے یا وہ آگ جو ہمیں جلا کر بھسم کر دے گی۔

یُوحنا نے کسی طرف داری سے کام نہیں لیا، اُس نے نہ صرف عام لوگوں کے گناہوں کے خلاف آواز اُٹھائی کہ توبہ کرو بلکہ اُس نے دولتمندوں اور طاقت ور لوگوں کے گناہوں کے خلاف بھی نعرۂ نجات بلند

کِیا کہ توبہ کرو۔ مگر بعض اوقات اِیمانداری، اِنصاف اور جرأت سے بات کرنا آپ کو خطرے میں بھی ڈال سکتا ہے۔ اور ایسا ہی کچھ یُوحنا کے ساتھ بھی ہُوا۔ جب اُس نے ہیرودیس بادشاہ کے بُرے کاموں پر ملامت کی تو اُس نے اُسے جیل میں پھینک دیا۔

دسواں باب

میرا پیارا بیٹا

(لُوقا ۳:۲۱۔۳۸)

ملاکی نبی کے بعد چار سو سال تک خدا کی طرف سے کسی پیشین گوئی کا کوئی بیان نہیں۔ اِس لئے یہودی لوگ بڑے پُرجوش اور پُراُمید ہوئے جب پھر ایک اَور نبی ظاہر ہُوا اور اُن سے ہمکلام ہُوا۔ اُس نبی کا نام تھا یُوحنا۔ اُس نے لوگوں کو گناہوں سے معافی کے لئے توبہ کے بپتسمہ کا پیغام دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُس کے پیغام کے سبب سے بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور بپتسمہ لیا۔

مگر ایک دِن ایسا کیا ہُوا کہ یُوحنا اپنے سامنے آسمانی نظارہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل ۳ باب اُس کی ۲۱ سے ۲۳ آیت میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا ہمیں اِس واقعہ کے بارے میں یوں بتاتا ہے۔ ”جب سب لوگوں نے بپتسمہ لیا اور یسوع بھی بپتسمہ پا کر دُعا کر رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ آسمان کھل گیا، اور رُوح اُلقدس جسمانی صورت میں کبوتر کی مانند اُس پر نازل ہُوا اور آسمان سے آواز آئی کہ تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے مَیں خوش ہوں۔“ (لُوقا ۳:۲۱۔۲۳)

یسوع کے بپتسمہ نے ایک اہم سوال اُٹھایا۔ یُوحنا نے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور بپتسمہ لیں، مگر یسوع مکمل طور پر گناہ سے پاک تھا۔ اُس کو بپتسمہ لینے کی کیا ضرورت تھی؟ یُوحنا مُناسب نہیں سمجھتا تھا کہ یسوع بپتسمہ لے۔ متی رسول اِس بارے میں لکھتا ہے، ''اُس وقت یسوع گلیل سے یردن کے کنارے یُوحنا کے پاس اُس سے بپتسمہ لینے آیا، مگر یُوحنا یہ کہہ کر اُسے منع کرنے لگا کہ مَیں آپ تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تُو میرے پاس آیا ہے؟ یسوع نے جواب میں اُس سے کہا، اَب تو ہونے ہی دے کیونکہ ہمیں اِسی طرح ساری راستبازی پوری کرنا مُناسب ہے۔ اِس پر اُس نے ہونے دیا۔'' (متی ۳:۱۳-۱۵)

سوال یہ ہے کہ یسوع کے بپتسمہ نے خدا کے ازلی مقصد کو پورا کرنے میں کیا کردار ادا کِیا؟ یاد رہے کہ یُوحنا کا بپتسمہ توبہ کا بپتسمہ تھا۔ جب ہم توبہ کے بارے میں سوچتے ہیں تو اِس کا مطلب ہے کہ اپنے پُرانے طرزِ زندگی سے منہ موڑ لینا، لیکن یسوع میں نہ تو گناہ تھا اور نہ ہی کوئی بُری عادت جس سے وہ توبہ کرتا مگر اِس مقام سے آگے اُس کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی آنے والی تھی۔ اُس نے اپنے گاؤں ناصرۃ میں بڑھئی کے کام کو خیرباد کہا اور اَب اُس کی مکمل توجہ خدا کے مشن کو پورا کرنا تھا جس کے لئے وہ دُنیا میں آیا۔ بپتسمہ لینے سے اُس نے اپنی پُرانی زندگی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

اِس سے بھی اہم بات یہ کہ بپتسمہ لینے سے یسوع کو آسمانی بُلاہٹ مِلی۔ جونہی اُس نے بپتسمہ لیا تو خدا کا پاک رُوح اُس پر نازل ہُوا اور آسمان سے ایک آواز آئی، ''تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے مَیں خوش ہوں۔'' (لُوقا ۳:۲۳) اِس سارے واقعہ کی کیا اہمیت ہے؟ اِس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ صرف یسوع کو خدا کی طرف سے اِلٰہی خدمت کو پورا کرنے کی اِجازت و منظوری مِلی بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بپتسمہ کے وقت یسوع عظیم خدمت کے لئے مَسح بھی ہُوا۔ اُس نے ناصرۃ کے عبادتخانہ میں یسعیاہ نبی کا صحیفہ پڑھ کر اِس کی تصدیق کی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۴ باب کی ۱۷ سے ۲۱ آیت میں لکھا ہے، ''اور یسعیاہ نبی کی کتاب اُس کو دی گئی اور کتاب کھول کر اُس نے وہ مقام نکالا جہاں یہ لکھا تھا کہ خداوند کا رُوح مجھ پر ہے، اِس لئے کہ اُس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے مَسح کِیا۔ اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سُناؤں، کچلے ہوؤں کو آزاد کروں اور خداوند کے سالِ مقبول کی مُنادی کروں۔ پھر وہ کتاب بند کر کے اور خادم کو واپس دے کر بیٹھ گیا اور جِتنے عبادتخانہ میں تھے سب کی آنکھیں اُس پر لگی تھیں۔ وہ اُن سے کہنے لگا کہ آج یہ نوشتہ تمہارے سامنے پورا ہُوا۔'' (لُوقا ۴:۱۷-۲۱)

بعد میں پطرس رسول نے کرنیلیُس کے گھر میں اِسی پیشین گوئی کی طرف اِشارہ کِیا۔ لکھا ہے، ''اُس بات کو تم جانتے ہو جو یُوحنا کے

بپتسمہ کی منادی کے بعد گلیل سے شروع ہو کر تمام یہودیہ میں مشہور ہو گئی کہ خدا نے یسوع ناصری کو رُوح اُلقدس اور قدرت سے کِس طرح مَسح کِیا۔ وہ بھلائی کرتا اور اُن سب کو جو اِبلیس کے ہاتھ سے ظلم اُٹھاتے تھے شِفا دیتا پھرا کیونکہ خدا اُس کے ساتھ تھا۔" (اعمال ١٠: ٣٧۔٣٨)

خدا کا رُوح بپتسمہ کے وقت یسوع پر نازل ہُوا۔ اُسی وقت اُسے اِلٰہی خدمت کرنے کی بُلاہٹ ہوئی اور اُسی وقت وہ طاقت و قدرت سے معمور ہُوا تاکہ خدمت کے اِس عظیم کام کو سر انجام دے سکے۔

ممکن ہے کہ کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ کیا یسوع یہودیوں کے بادشاہ کی طور پر پیدا نہیں ہوا تھا؟ کیا وہ اپنی پیدائش کے وقت نجات دہندہ، مسیح اور خداوند کے طور پر جانا پہچانا نہیں گیا تھا؟ اگر یہ سب صحیح ہے تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ بپتسمہ کے وقت مَسح کِیا گیا؟ شائد اِس صورتِ حال کی دُنیاوی بادشاہت کی مثال سے مزید وضاحت ہو جائے۔ فرض کریں کسی بادشاہ کے ہاں ایک وارث پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ شاہی خاندان سے ہے اور کوئی شک نہیں کہ بادشاہت اُسے وراثت میں مِلے گی اور بے شک بادشاہ ہونے کے لئے پیدا ہُوا ہے مگر وہ اُس وقت تک حقیقی بادشاہ نہیں بن سکتا جب تک وہ تاج پُوشی کی رسم سے نہیں گزرتا۔ اِسی طرح بِلا شک و شبہ یسوع پیدا ہی مسیح ہونے کے لئے ہُوا ہے مگر جب تک اُسے بپتسمہ سے مَسح نہیں کِیا گیا وہ مسیح نہیں بنا۔

یسوع کے بپتسمہ کا ذِکر کرنے کے بعد لُوقا اُس کا نسب نامہ بتاتا ہے۔ ہم ناموں کی طویل فہرست نہیں دیکھیں گے، ہاں کچھ اہم باتوں پر روشنی ضرور ڈالیں گے۔ پہلی یہ کہ لُوقا کا نسب نامہ متی رسول کے دیئے گئے نسب نامے سے بہت مختلف ہے، ایسا کیوں ہُوا؟ متی، یُوسف کی نسل کو قلمبند کرتا ہے۔ اگرچہ یُوسف، یسوع کا حقیقی باپ نہیں تھا مگر دُنیاوی حیثیت سے قانونی طور پر وہ اُس کا باپ ہی مانا جاتا تھا۔ اِس کے برعکس لُوقا، یسوع کے حقیقی خونی رشتے کا تعلق اُس کی ماں مریم سے واضح کرتا ہے کیونکہ لُوقا، یُوسف کو یسوع کا فرضی باپ مانتا ہے۔ پھر وہ یسوع کے حقیقی آباؤ اجداد کا ذِکر کرتا ہے۔ متی کی اِلہامی انجیل میں ہمیں یسوع کا قانونی نسب نامہ مِلتا ہے، مگر لُوقا کی اِلہامی اِنجیل میں ہمیں یسوع کا حقیقی خونی رشتہ سے جُڑا ہُوا نسب نامہ مِلتا ہے، اور اہم بات یہ ہے کہ دونوں نسب نامے داؤد بادشاہ سے جا مِلتے ہیں۔ خواہ کوئی کسی طرح بھی یسوع کے نسب نامے کو دیکھے، قانونی طور پر یا خونی رشتے کی روشنی میں، یسوع ہر لحاظ سے داؤد بادشاہ کا وارث ہے، اور یہ اُن پیشین گوئیوں کی تکمیل ہے کہ مسیح داؤد کی نسل سے ہو گا۔

دوسرا نام جو اِن نسب ناموں میں نمایاں ہے وہ ہے ابرہام۔ یسوع کے وسیلہ سے خدا، ابرہام سے کِئے گئے وعدے پورے کرے گا۔ پیدایش کی اِلہامی کتاب کے ۱۲ باب کی ۳ آیت میں لکھا ہے، ''جو تجھے مُبارک کہیں اُن کو مَیں برکت دوں گا اور جو تجھ پر لعنت کرے اُس پر

مَیں لعنت کروں گا اور زمین کے سب قبیلے تیرے وسیلہ سے برکت پائیں گے۔'' (پیدایش ۱۲:۳)

لُوقا اِس بات پر زور دیتا ہے کہ یسوع، خدا کا بیٹا ہے۔ بپتسمہ کے وقت آسمان سے آواز نے دعوے سے کہا کہ تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ لُوقا، یسوع کی نسل کو آدم سے مِلاتا ہے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل ۳ باب اُس کی ۳۸ آیت میں لکھا ہے، ''اور وہ (یعنی آدم) خدا کا تھا۔'' (لُوقا ۳:۳۸) آدم کی طرح یسوع کا بھی کوئی جسمانی باپ نہیں۔ پیدایش کی اِلہامی کتاب کے ۲ باب کی ۷ آیت میں آدم کے بارے میں لکھا ہے، ''اور خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے اِنسان کو بنایا اور اُس کے نتھنوں میں زندگی کا دَم پھُونکا تو اِنسان جیتی جان ہُوا۔'' (پیدایش ۲:۷) آدم کے برعکس یسوع کو خدا نے تخلیق نہیں کِیا بلکہ وہ ابتدا ہی سے خدا کے ساتھ تھا، مگر اِنسانی شکل اِختیار کرنے کے لئے یسوع پاک رُوح کی طاقت و قدرت کے ساتھ عورت سے پیدا ہُوا۔ اُس کی ماں مریم کنواری تھی۔ جبکہ آدم اور یسوع کا کوئی جسمانی باپ نہیں، لہٰذا مُناسب ہے کہ دونوں کو خدا کا بیٹا کہا جائے۔ یہ وجہ ہے کہ یسوع کو بعض اوقات دوسرا آدم بھی کہا جاتا ہے، مگر آدم اور یسوع میں بُنیادی فرق یہ ہے کہ جب آدم پر آزمائش کی گھڑی آئی تو وہ شیطان کے پھیلائے ہوئے گناہ کے جال میں پھنس گیا۔ جب دوسرے آدم یعنی یسوع کو شیطان نے آزمائش میں پھنسانے کی کوشش کی تو اُس نے شیطان کا سامنا کِیا۔

گیارھواں باب

ہماری طرح آزمایا گیا

(لُوقا ۴: ۱-۱۳)

بعض اوقات ہمیں رُوحانی طور پر کامیابی کے بعد اچانک بہت ہی کٹھن اور مُشکل حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ خدا نے مسیح یسوع کو بپتسمہ کے وقت پاک رُوح اور قدرت و طاقت سے مَسح کِیا۔ اور خدا نے یہ بھی دعویٰ کِیا کہ ''تُو میرا پیارا بیٹا ہے۔ تجھ سے مَیں خوش ہوں۔'' (لُوقا ۳: ۲۲) لیکن اِس کے بعد یسوع کو ایک مشکل ترین آزمائش سے گزرنا پڑا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۴ باب کی ۱ سے ۱۳ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ''پھر یسوع رُوح اُلقدس سے بھرا ہُوا یردن سے لَوٹا اور چالیس دِن تک رُوح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا، اور ابلیس اُسے آزماتا رہا۔ اُن دِنوں میں اُس نے کچھ نہ کھایا اور جب وہ دِن پورے ہو گئے تو اُسے بھوک لگی، اور ابلیس نے اُس سے کہا کہ اگر تُو خدا کا بیٹا ہے تو اِس پتھر سے کہہ کہ روٹی بن جائے۔ یسوع نے اُس کو جواب دیا، لکھا ہے کہ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا۔ اور ابلیس نے اُسے اُونچے پر لے جا کر دُنیا کی سب سلطنتیں پل بھر میں دِکھائیں، اور اُس سے کہا کہ یہ سارا اِختیار اور اُن کی شان و

شوکت میں تجھے دے دوں گا کیونکہ یہ میرے سُپرد ہے اور جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ پس اگر تُو میرے آگے سجدہ کرے تو یہ سب تیرا ہو گا۔ یسوع نے جواب میں اُس سے کہا، لکھا ہے کہ تُو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی عبادت کر۔ اور وہ اُسے یروشلیم میں لے گیا اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اُس سے کہا، اگر تُو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں یہاں سے نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیرے بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ تیری حفاظت کریں، اور یہ بھی کہ وہ تجھے ہاتھوں پر اُٹھا لیں گے، مبادا تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔ یسوع نے جواب میں اُس سے کہا، فرمایا گیا ہے کہ تُو خداوند اپنے خدا کی آزمایش نہ کر۔ جب ابلیس تمام آزمائشیں کر چکا تو کچھ عرصہ کے لئے اُس سے جُدا ہُوا۔" (لُوقا ۴:۱۔۱۳)

اَب سوال یہ ہے کہ خدا نے اپنے بیٹے کو جس سے وہ محبت رکھتا تھا اور نہایت خوش تھا کیوں اِتنی کٹھن اور مشکل آزمائش سے گزرنے دیا؟ ایک وجہ تو یہ ہے کہ بنی نوع اِنسان کا نجات دہندہ بننے کے لئے مسیح یسوع کو اُن تمام آزمائشوں سے گزرنا تھا جن سے ہم اِنسان گزرتے ہیں۔ بائبل مُقدس میں عبرانیوں کی اِلہامی کتاب کا مصنف اِس بارے میں لکھتا ہے، "پس اُس کو (یعنی مسیح کو) سب باتوں میں اپنے بھائیوں کی مانند بننا لازم ہُوا تاکہ اُمت کے گناہوں کا کفارہ دینے کے واسطے اُن باتوں میں جو خدا سے علاقہ رکھتی ہیں ایک رحمدل اور دیانتدار

سردار کاہن بنے، کیونکہ جس صورت میں اُس نے خود ہی آزمایش کی حالت میں دُکھ اُٹھایا تو وہ اُن کی بھی مدد کر سکتا ہے جن کی آزمایش ہوتی ہے۔'' (عبرانیوں ۲:۱۷-۱۸)

لیکن ایک اَور وجہ بھی ہے جس کے سبب سے خدا نے مسیح یسوع کو آزمائش میں سے گزرنے دیا۔ جن آزمائشوں سے وہ گزرا، وہی ہیں جن سے بنی اِسرائیل گزرے۔ چالیس دِن کی آزمائش جو یسوع پر گزری ویسی ہی آزمائش سے بنی اِسرائیل چالیس سال تک بیابان میں بھٹکتے رہے جب خدا نے اُنہیں مصر کے بادشاہ فرعون کی غلامی سے نجات دی۔ مگر بدقسمتی سے اِسرائیلی قوم نے کبھی بھی خدا کے منصوبہ اور اِرادے کو پورا نہیں کِیا اور مُسلسل ناکام ہوتے رہے۔ خدا نے اِسرائیل کو اپنا بیٹا کہا، غور طلب بات یہ ہے کہ جہاں خدا کا بیٹا اِسرائیل بار بار ناکام رہا وہاں خدا کا سچا اور حقیقی بیٹا یسوع مسیح ہر قدم پر کامیاب رہا۔ یسوع، بنی اِسرائیل کے لئے خدا کے مقصد اور منصوبہ کی تکمیل ہے۔

شیطان کی پہلی آزمائش جسمانی ضرورت یعنی بھوک مِٹانے کے لئے تھی۔ بائبل مُقدس میں اِستثنا کی اِلہامی کتاب کے ۸ باب کے مطابق بنی اِسرائیل کو بھوک سے آزمایا گیا تاکہ وہ خدا پر بھروسہ اور اعتماد کرنا سیکھیں۔ لکھا ہے، ''اور تُو اُس سارے طریق کو یاد رکھنا جس پر اِن چالیس برسوں میں خداوند تیرے خدا نے تجھ کو اِس بیابان میں چلایا تاکہ وہ تجھ کو عاجز کر کے آزمائے اور تیرے دِل کی بات دریافت کرے کہ تُو

اُس کے حکموں کو مانے گا یا نہیں۔ اور اُس نے تجھ کو عاجز کِیا بھی اور تجھ کو بُھوکا ہونے دیا اور وہ مَن جِسے نہ تُو نہ تیرے باپ دادا جانتے تھے تجھ کو کھلایا تا کہ تجھ کو سکھائے کہ اِنسان صرف روٹی ہی سے جِیتا نہیں رہتا بلکہ ہر بات سے جو خداوند کے منہ سے نکلتی ہے وہ جِیتا رہتا ہے۔" (اِستثنا ۸:۲۔۳)

بنی اِسرائیل اِس امتحان میں بار بار ناکام ہوئے مگر مسیح یسوع کامیاب رہا کیونکہ اُس کا پورا یقین اور اِیمان خدا کے کلام پر تھا اور جسمانی بھوک پیاس ہونے کے باوجود خدا کا وفادار اور تابعدار رہا۔

اگلی آزمائش عبادت کے بارے میں تھی۔ اگرچہ بنی اِسرائیل کو بار بار کہا گیا کہ وہ خدائے واحد کی عبادت و پرستش کریں، اور اُنہوں نے ایسا کرنے کا وعدہ بھی کِیا مگر بار بار بُت پرستی میں گرتے رہے۔ لیکن مسیح یسوع نے شیطان کی اِس آزمائش کا جواب اِستثنا ۶ باب کی ۱۳ آیت سے دیا۔ "تُو خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا اور اُسی کی عبادت کرنا اور اُسی کے نام کی قَسم کھانا۔" (اِستثنا ۶:۱۳)

یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ شیطان نے دُنیا کی دولت اور جاہ و جلال کو اِستعمال کِیا کہ اگر وہ اُس کی عبادت کرے تو سب کچھ اُسے مِل جائے گا۔ خدا کا مَسح کِیا ہُوا بادشاہ ہونے کے ناطے ساری دُنیا کا مالک تو مسیح یسوع ہی ہے، مگر وہ خدا کے مناسب وقت کا اِنتظار کر رہا تھا۔ وہ خدا کی مرضی کے خلاف وقت سے پہلے جلد بازی سے جاہ و جلال حاصل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی ابدیت کو چھوڑ کر فوری اور وقتی فائدہ حاصل

نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اُس نے شیطان کو سجدہ کرنے سے اِنکار کِیا تو وہ دِن دُور نہیں جب ہر ایک گھٹنا اُس کے سامنے جھکے گا۔

تیسری آزمائش اِیمان کے بارے میں تھی کہ کیا خدا واقعی تیرے ساتھ ہے یا نہیں؟ یہی وہ سوال ہے جو بنی اِسرائیل نے بھی پوچھا کہ کیا خدا اُن کے ساتھ تھا۔ بائبل مُقدس میں خروج کی اِلہامی کتاب ۱۷ باب کی ۱ سے ۷ آیت میں لکھا ہے، ''پھر بنی اِسرائیل کی ساری جماعت سِین کے بیابان سے چلی اور خداوند کے حکم کے مطابق سفر کرتی ہوئی رفیدیم میں آ کر ڈیرا کِیا۔ وہاں اُن لوگوں کے پینے کو پانی نہ مِلا۔ وہاں وہ لوگ موسیٰ سے جھگڑا کر کے کہنے لگے کہ ہم کو پینے کو پانی دے۔ موسیٰ نے اُن سے کہا کہ تم مجھ سے کیوں جھگڑتے ہو اور خداوند کو کیوں آزماتے ہو؟ وہاں اُن لوگوں کو بڑی پیاس لگی۔ سو وہ لوگ موسیٰ پر بُڑبڑانے لگے اور کہا کہ تُو ہم کو اور ہمارے بچوں اور چوپایوں کو پیاسا مارنے کے لئے ہم لوگوں کو کیوں مُلکِ مِصر سے نکال لایا؟ موسیٰ نے خداوند سے فریاد کر کے کہا کہ مَیں اِن لوگوں سے کیا کروں؟ وہ سب تو ابھی مجھے سنگسار کرنے کو تیار ہیں۔ خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ لوگوں کے آگے ہو کر چل اور بنی اِسرائیل کے بزرگوں میں سے چند کو اپنے ساتھ لے لے اور جس لاٹھی سے تُو نے دریا پر مارا تھا اُسے اپنے ہاتھ میں لیتا جا۔ دیکھ مَیں تیرے آگے جا کر وہاں حورِب کی ایک چٹان پر کھڑا رہوں گا اور تُو اُس چٹان پر مارنا تو اُس میں سے

پانی نکلے گا کہ یہ لوگ پئیں۔ چنانچہ موسیٰ نے بنی اِسرائیل کے بزرگوں کے سامنے یہی کِیا۔ اور اُس نے اُس جگہ کا نام مسہّ اور مریبہ رکھا کیونکہ بنی اِسرائیل نے وہاں جھگڑا کِیا اور یہ کہہ کر خداوند کا اِمتحان کِیا کہ خداوند ہمارے بیچ میں ہے یا نہیں۔'' (خروج ۱:۱۷۔۷)

مسیح یسوع نے خدا کو آزمانے سے اِنکار کِیا اور بائبل مُقدس میں اِستثنا ۶ باب کی ۱۶ آیت کا حوالہ دے کر اُسے چُپ کرا دیا۔ ''تم خداوند اپنے خدا کو مت آزمانا جیسا تم نے اُسے مسہّ میں آزمایا تھا۔''

آزمائشوں کے بارے میں ایک اَور نظریہ بھی ہے۔ لُوقا آزمائش کے بیان سے پہلے یسوع کی نسل کا ذِکر کرتا ہے، اور اُس کا اختتام یوں کرتا ہے، ''...اور وہ آدم کا اور وہ خدا کا تھا۔'' (لُوقا۳:۳۸) یعنی وہ آدم کا اور خدا کا بیٹا تھا۔ اِس طرح لُوقا پہلے آدم اور دوسرے آدم میں فرق کو نمایاں کرتا ہے۔ پہلا آدم آزمائش میں پھنسا، دوسرا آدم یعنی یسوع ہر آزمائش پر غالب آیا۔ مسیح یسوع کے وسیلہ سے بنی نوع اِنسان پر آدم کے گناہ کے سبب سے آنے والی سزا ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئی۔ پَولُس رسول، خدا کی پاک رُوح کی تحریک سے لکھتا ہے، ''کیونکہ جب آدمی کے سبب سے موت آئی تو آدمی ہی کے سبب سے مُردوں کی قیامت بھی آئی۔ اور جیسے آدم میں سب مرتے ہیں ویسے ہی مسیح میں سب زِندہ کئے جائیں گے۔'' (۱۔کرنتھیوں ۱۵:۲۱۔۲۲)

مسیح یسوع نے شیطان کی ہر آزمائش پر اِس لئے غلبہ پایا کیونکہ اُس کا دِل اور دماغ خدا کے کلام سے بھرا ہُوا تھا۔ کیا ہمارا دِل بھی خدا کے کلام سے بھرا ہے تاکہ ہم بھی ابلیس کی ہر آزمائش پر غالب آئیں؟ بیابان میں چالیس دِن کی کٹھن آزمائش کے بعد جب یسوع واپس لوٹا تو اُسے ایک اَور مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔

بارھواں باب

خُوشخبری دینے کے لئے مَسح کِیا گیا

(لُوقا ۴: ۱۴-۳۰)

بچپن کی جان پہچان والوں سے زیادہ ہم ایسے لوگوں کی نصیحت اور ہدایت قبول کرنے کے لئے جلد تیار ہو جاتے ہیں جن سے ہماری کوئی خاص واقفیت نہیں ہوتی۔ مسیح یسوع کو بھی کچھ ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑا جب وہ وہاں آیا جہاں اُس نے پرورش پائی تھی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل ۴ باب اُس کی ۱۴ سے ۳۰ آیت میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا لکھتا ہے، ''پھر یسوع رُوح کی قوت سے بھرا ہُوا گلیل کو لوٹا اور سارے گرد و نواح میں اُس کی شہرت پھیل گئی۔ اور وہ اُن کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا رہا اور سب اُس کی بڑائی کرتے رہے۔ اور وہ ناصرۃ میں آیا جہاں اُس نے پرورش پائی تھی اور اپنے دستور کے مُوافق سبت کے دِن عبادتخانہ میں گیا اور پڑھنے کو کھڑا ہُوا۔ اور یسعیاہ نبی کی کتاب اُس کو دی گئی اور کتاب کھول کر اُس نے وہ مقام نکالا جہاں یہ لکھا تھا کہ خداوند کا رُوح مجھ پر ہے، اِس لئے کہ اُس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے مَسح کِیا۔ اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بِینائی پانے کی خبر سُناؤں۔ کچلے ہُوؤں کو آزاد کروں اور

خداوند کے سالِ مقبول کی منادی کروں۔ پھر وہ کتاب بند کر کے اور خادم کو واپس دے کر بیٹھ گیا اور جِتنے عبادتخانہ میں تھے سب کی آنکھیں اُس پر لگی تھیں۔ وہ اُن سے کہنے لگا کہ آج یہ نوشتہ تمہارے سامنے پورا ہُوا۔ اور سب نے اُس پر گواہی دی اور اُن پُرفضل باتوں پر جو اُس کے منہ سے نکلتی تھیں تعجب کر کے کہنے لگے، کیا یہ یُوسف کا بیٹا نہیں؟ اُس نے اُن سے کہا تم البتہ یہ مثل مجھ پر کہو گے کہ اَے حکیم! اپنے آپ کو تو اچھا کر۔ جو کچھ ہم نے سُنا ہے کہ کفرنحُوم میں کِیا گیا یہاں اپنے وطن میں بھی کر۔ اور اُس نے کہا، مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ کوئی نبی اپنے وطن میں مقبول نہیں ہوتا۔ اور مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایلیاہ کے دِنوں میں جب ساڑھے تین برس آسمان بند رہا یہاں تک کہ سارے مُلک میں سخت کال پڑا بہت سی بیوائیں اِسرائیل میں تھیں، لیکن ایلیاہ اُن میں سے کسی کے پاس نہ بھیجا گیا مگر مُلکِ صیدا کے شہر صارپت میں ایک بیوہ کے پاس۔ اور الیشع نبی کے وقت میں اِسرائیل کے درمیان بہت سے کوڑھی تھے لیکن اُن میں سے کوئی پاک صاف نہ کِیا گیا مگر نعمان سوریانی۔ جِتنے عبادتخانہ میں تھے اِن باتوں کو سُنتے ہی قہر سے بھر گئے، اور اُٹھ کر اُس کو شہر سے باہر نکالا اور اُس پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے جس پر اُن کا شہر آباد تھا تا کہ اُسے سَر کے بل گرا دیں۔ مگر وہ اُن کے بیچ میں سے نکل کر چلا گیا۔"
(لُوقا ۴:۱۴-۳۰)

یسوع نے چالیس دِن بیابان میں روزے سے گزارے اور اِس دوران شیطان اُسے آزماتا رہا۔ یقیناً وہ اِن مشکل ترین دِنوں میں کافی کمزوری محسوس کر رہا ہو گا مگر پاک صحائف میں اِس بارے میں کچھ خاص ذِکر نہیں ہے۔ ناصرۃ واپس آنے سے پہلے یسوع نے بہت سے معجزات دِکھائے، اور کافی لوگ اُس کے پیروکار بن گئے۔ لُوقا اِن واقعات کا زیادہ تفصیل سے ذِکر نہیں کرتا۔ وہ صرف یہ بتاتا ہے کہ یسوع گلیل کی عبادت گاہوں میں تعلیم دیتا تھا اور لوگ اُس کی تعریف کرتے تھے۔

ابھی تک یسوع نے کھلم کھلا طور پر اپنی خدمت کے مقصد کو واضح نہیں کِیا تھا اور نہ ہی اپنے آپ کو مسیح کی حیثیت سے لوگوں پر ظاہر کِیا تھا، مگر ناصرۃ میں یہودیوں کی عبادت گاہ میں تعلیم دیتے ہوئے سب کچھ تبدیل ہو گیا۔ اُس نے یسعیاہ نبی کی کتاب کے ۶۱ باب کا کچھ حِصہ پڑھا اور لوگوں کو یہ بھی بتایا کہ یسعیاہ نبی کی یہ پیشین گوئی اُن کی آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہے۔

یسوع کے اِس بیان میں بہت گہرے بھید چھپے تھے۔ اُس نے اپنے آپ کو خدا کا خادم کہنے سے یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی کو سچ کر دِکھایا کہ وہ آئے گا۔ خدا کا ایسا خادم جو لوگوں کو اُن کے گناہوں سے نجات دِلانے کے لئے اپنی جان قربان کرے گا۔ یسعیاہ نبی کے الفاظ کے مطابق یسوع نے دعویٰ کِیا کہ خدا کی رُوح اُس پر تھی۔

لُوقا نے پہلے ہی لکھ دیا ہے کہ خدا کا پاک رُوح بپتسمہ کے وقت یسوع پر نازل ہُوا اور وہ رُوح اُلقدس سے معمور ہو کر گلیل میں آیا۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ جو تعلیم لوگوں کو دیتا تھا اور جو کام وہ کرتا تھا، وہ اُس کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے تھے۔

یسوع نے فرمایا کہ اُسے مَسح کِیا گیا ہے تاکہ غریبوں کو خوشخبری سُنائے۔ یہ ایک صاف اور واضح دعویٰ تھا کہ وہ مسیح تھا۔ صدیوں سے یہودی لوگ اِنتظار کر رہے تھے کہ خدا اُن کی نجات کے لئے مسیح کو بھیجے گا، اور اَب مسیح اُن کے درمیان تھا۔ جن غریبوں اور محتاجوں میں مسیح خوشخبری پھیلائے گا، وہ مالی طور پر ہی نہیں بلکہ روحانی طور پر بھی غریب تھے۔ اُنہوں نے اپنی زندگیوں میں خدائے واحد کی کمی کو محسوس کِیا۔

یسعیاہ نبی کا باقی کا حوالہ جو مسیح یسوع نے پڑھا اُس خوشخبری کی تفصیل بتاتا ہے جو یسوع دُنیا میں پھیلائیں گے۔ وہ قیدیوں کو رہائی دیں گے۔ اِس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ جیل کے بند دروازے کھول دیں گے بلکہ یہ کہ وہ لوگوں کو گناہوں کی قید سے نجات دِلائیں گے۔ بہت سال بعد پَولُس رسول نے گلتیوں کے نام اپنے اِلہامی خط میں لکھا، ''مگر کتابِ مُقدس نے سب کو گناہ کا ماتحت کر دیا تاکہ وہ وعدہ جو یسوع مسیح پر اِیمان لانے پر موقوف ہے اِیمانداروں کے حق میں پورا کِیا

جائے۔'' (گلتیوں ۲۲:۳) بے شک یہ خوشی کی خبر ہے کہ یسوع گناہ کی غلامی میں جکڑے ہُوؤں کو چھڑا سکتا ہے۔

مسیح یسوع نے یہ بھی تعلیم دی کہ اندھے بِینا ہو جائیں گے۔ اگرچہ مسیح نے بہت سے اندھوں کو بِینائی دی مگر یہ اِس سے بڑی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ یہ یسوع مسیح ہی ہے جو رُوحانی تاریکی میں بھٹکنے والوں کو نور و روشنی میں لا سکتا ہے۔ ایک اَور موقع پر اُس نے فرمایا، ''...دُنیا کا نور مَیں ہوں، جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نور پائے گا۔'' (یُوحنا ۱۲:۸)

مسیح یسوع کی خوشخبری کا ایک اَور پہلو یہ ہے کہ وہ دُکھوں اور تکلیفوں میں گھرے ہوئے بے کس و لاچار اِنسان کو ہمیشہ کے لئے نجات دے گا۔ حقیقت میں ساری مُصیبتوں اور غموں کے پیچھے شیطان کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یُوحنا رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''...خدا کا بیٹا (یعنی مسیح) اِس لئے ظاہر ہُوا تھا کہ اِبلیس کے کاموں کو مِٹائے۔'' (۱-یوحنا ۸:۳) یقیناً ہمارے لئے یہ خدا کی لازوال محبت کا سال تھا جب مسیح یسوع نے یہ دعویٰ کِیا کہ گناہوں سے نجات پانے کا وقت آ گیا ہے۔

شروع میں تو یسوع کے گاؤں ناصرۃ کے لوگوں نے اُس کے ساتھ بہت اچھا رویہ رکھا مگر بعد میں وہ اُس سے ناراض ہو کر خلاف ہو گئے۔ اُن کی مخالفت کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی یہ کہ وہ یسوع کے خاندان کو خوب اچھی طرح سے جانتے تھے۔ جیسا کہ اُنہوں نے کہا،

''ہم یسوع کے خاندان کو جانتے ہیں، ہم اُسے لڑکپن سے جانتے ہیں، کیسے ممکن ہے کہ وہ بڑا ہو کر نبی بن گیا؟''

اُن کی مخالفت کی دوسری وجہ زیادہ سنجیدہ تھی۔ یسوع نے ایلیاہ نبی اور اِلیشع نبی کا حوالہ دے کر اُن کی کم اعتقادی کے سبب سے اُنہیں ڈانٹا۔ ناصرۃ کے لوگوں کی طرح آج بھی لوگ اپنے خاندان کے مذہبی عقائد سے تعلق یا اپنی خاندانی نسل کو خدا کے ساتھ رشتہ جوڑنے کے لئے اِستعمال کرتے ہیں۔ یسوع مسیح نے اُن پر واضح کِیا کہ خاندان یا نسل سے تعلق کی بِنا پر نہیں بلکہ اِیمان ہے جس سے خدا خوش ہوتا ہے۔ کسی مذہبی خاندان میں پیدا ہونے سے نہیں بلکہ مسیح کی سچے دِل سے پیروی کرنے سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ جب یسوع نے تمثیل دے کر لوگوں کو سمجھایا کہ کِس طرح خدا نے غیر یہودیوں کی حفاظت کی اور اُنہیں برکت دی تو لوگ یہ حقیقت سُن کر غصہ میں آ گئے اور اُسے پہاڑ سے نیچے گرا کر ہلاک کرنے کی کوشش کی، مگر یسوع کی قدرت و طاقت اِتنی زیادہ تھی کہ وہ لوگوں کے ہجوم میں سے بغیر تکلیف اُٹھائے گزر جاتے۔

تیرھواں باب

یہ کیسی تعلیم ہے؟

(لُوقا ۴: ۱۴-۳۰)

جب ہمیں کوئی نظر انداز کرتا ہے تو ہمارے رَدِ عمل سے ہماری اصلی شخصیت کھل کر سامنے آتی ہے۔ کچھ لوگ نظر انداز ہونے کو اِتنا سنجیدہ لیتے ہیں کہ اپنے آپ کو تباہی کے دھانے پر کھڑا کر دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو لوگوں سے الگ تھگ کر لیتے ہیں اور کچھ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اور کچھ لوگ نظر انداز کِئے جانے کو اپنے لئے ایک چیلنج بنا لیتے ہیں، وہ کہیں دوسری جگہ جا کر اپنی زندگی کے مقصد اور اپنے حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

یسوع نے خدا کی بادشاہی کی خوشخبری کی تعلیم ناصرۃ کے گاؤں میں پھیلانے کی کوشش کی، جہاں وہ پلا بڑھا تھا۔ مگر وہاں کے لوگ اُس سے ناراض ہوئے اور اُسے جان سے مارنے کی کوشش کی۔ بجائے اِس کے کہ وہ ہمت ہار کر خدا کے مشن کو چھوڑ دیتا، اُس نے وہاں سے کہیں اَور نکل جانا مناسب سمجھا۔ اُس نے گلیل کی جھیل کے کنارے آباد کفرنحُوم جا کر اپنی خدمت شروع کی۔ اِس جگہ کو چُننے کی وجہ کچھ بھی کیوں نہ ہو، اپنی ساری اِلٰہی خدمت کے دوران کفرنحُوم کو

یسوع نے اپنا گھر سمجھا۔ یہاں مُنتقل ہونے سے اُس کی خوشخبری اور خدمت دُور دُور تک پھیل گئی۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل ۴ باب اُس کی ۳۱ سے ۴۴ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ''پھر وہ گلیل کے شہر کفرنحُوم کو گیا اور سبت کے دِن اُنہیں تعلیم دے رہا تھا۔ اور لوگ اُس کی تعلیم سے حیران تھے کیونکہ اُس کا کلام اِختیار کے ساتھ تھا۔ اور عبادتخانہ میں ایک آدمی تھا جس میں ناپاک دیو کی رُوح تھی۔ وہ بڑی آواز سے چِلا اُٹھا کہ اَے یسوع ناصری ہمیں تجھ سے کیا کام؟ کیا تُو ہمیں ہلاک کرنے آیا ہے؟ مَیں تجھے جانتا ہوں کہ تُو کون ہے۔ خدا کا قدُوس ہے۔ یسوع نے اُسے جھڑک کر کہا، چُپ رہ اور اُس میں سے نکل جا۔

اِس پر بد رُوح اُسے بیچ میں پٹک کر بغیر ضرر پہنچائے اُس میں سے نکل گئی۔ اور سب حیران ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ یہ کیسا کلام ہے؟ کیونکہ وہ اِختیار اور قدرت سے ناپاک رُوحوں کو حکم دیتا ہے اور وہ نکل جاتی ہیں۔ اور گرد و نواح میں ہر جگہ اُس کی دُھوم مچ گئی۔

پھر وہ عبادتخانہ سے اُٹھ کر شمعون کے گھر میں داخل ہُوا اور شمعون کی ساس کو بڑی تپ چڑھی ہوئی تھی اور اُنہوں نے اُس کے لئے اُس سے عرض کی۔ وہ کھڑا ہو کر اُس کی طرف جُھکا اور تپ کو جھڑ کا تو اُتر گئی اور وہ اُسی دَم اُٹھ کر اُن کی خدمت کرنے لگی۔ اور سُورج کے ڈوبتے وقت وہ سب لوگ جن کے ہاں طرح طرح کی بیماریوں کے

مریض تھے اُنہیں اُس کے پاس لائے اور اُس نے اُن میں سے ہر ایک پر ہاتھ رکھ کر اُنہیں اچھا کِیا۔ اور بد رُوحیں بھی چِلا کر اور یہ کہہ کر کہ تُو خدا کا بیٹا ہے بہتوں میں سے نکل گئیں اور وہ اُنہیں جِھڑ کتا اور بولنے نہ دیتا تھا کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ یہ مسیح ہے۔

جب دِن ہُوا تو وہ نکل کر ایک ویران جگہ میں گیا اور بھیڑ کی بھیڑ اُس کو ڈھونڈتی ہوئی اُس کے پاس آئی اور اُس کو رُوکنے لگی کہ ہمارے پاس سے نہ جا۔ اُس نے اُن سے کہا مجھے اَور شہروں میں بھی خدا کی بادشاہی کی خوشخبری سُنانا ضرور ہے کیونکہ مَیں اِسی لئے بھیجا گیا ہوں۔ اور وہ گلیل کے عبادتخانوں میں منادی کرتا رہا۔''
(لُوقا ۴:۳۱-۴۴)

اگرچہ یسوع نے اِس سے پہلے بھی معجزات دِکھائے مگر کفرنحُوم میں جو واقعات پیش آئے اُن سے اُس کی شہرت سب لوگوں میں پھیل گئی۔ اپنی اِلٰہی خدمت کے دوران یسوع نے جِتنے بھی معجزات دِکھائے صرف چند کا ذِکر کِیا گیا ہے۔ اُس نے ہزاروں نہیں تو سینکڑوں بیماروں کو شِفا بخشی۔ اِس سے ایک سوال ذہن میں اُٹھتا ہے کہ معجزات دِکھانے کا مقصد کیا تھا؟ ایک چیز ہم جانتے ہیں کہ یسوع نے آج بہت سے لوگوں کے برعکس نہ تو ہجوم کو متاثر کرنے کے لئے اور نہ ہی سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے معجزے دِکھائے۔ ہم یہ اِس لئے کہہ سکتے ہیں کہ بہت مرتبہ اُس نے شِفا پانے والوں کو تنبیہ کی کہ کسی کو مت بتانا۔

اگر معجزے دِکھانے کا مقصد لوگوں کی توجہ اپنی طرف کروانا نہیں تھا تو پھر مقصد کیا تھا؟ ایک مقصد معجزات کا یہ تھا کہ وہ خدا کی طرف سے ایک نشان تھے۔ وہ لوگوں کو یسوع کی طبیعت بارے پہچان کرواتے تھے۔ اِس کے علاوہ معجزات دِکھانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کی آنکھیں کھلیں تاکہ وہ خدا کی ازلی سچائی کو سمجھ سکیں۔

معجزات سے یسوع کے اِلٰہی ہونے کی تصدیق بھی ہوتی تھی۔ معجزے ایک ثبوت تھے کہ یسوع خدا کی طرف سے ہے اور یہ سب کچھ خدا کی قدرت و طاقت سے کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر یوحنا رسول لکھتا ہے، ''پس یہودیوں نے اُس کے گرد جمع ہو کر اُس سے کہا، تُو کب تک ہمارے دِل کو ڈانواڈول رکھے گا؟ اگر تُو مسیح ہے تو ہم سے صاف کہہ دے۔ یسوع نے اُنہیں جواب دیا کہ مَیں نے تم سے کہہ دیا مگر تم یقین نہیں کرتے۔ جو کام مَیں اپنے باپ کے نام سے کرتا ہوں وہی میرے گواہ ہیں۔'' (یوحنا ۱۰:۲۴-۲۵) ایک اَور موقع پر اُس نے کہا، ''میرا یقین کرو کہ مَیں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں۔ نہیں تو میرے کاموں ہی کے سبب سے یقین کرو۔'' (یوحنا ۱۴:۱۱)

ایک اَور اہم بات یہ کہ یسوع نے بغیر سوچے سمجھے ہر کسی کو شِفا نہیں بخشی کہ جو بھی نظر آیا اُسے پکڑ کر شِفا دے دی، یا تو مریض کی طرف سے شِفا پانے کی درخواست ہوتی تھی یا اُس کو کسی پر رحم آ جاتا تھا کیونکہ وہ کسی کو مدد کے لئے پکار نہیں سکتا تھا۔

اِس موقع پر کفرنحُوم میں یسوع نے ایک شخص میں سے بد رُوح کو نکالا۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ اُس کے پاس شیطان پر غلبہ پانے کی طاقت و قدرت بھی تھی۔ اِس آدمی کو شِفا دینے کے نتیجہ میں لوگوں نے فوراً پہچان لیا کہ یسوع کے پاس اِلٰہی اِختیار ہے جس کی وجہ اُنہوں نے اُس کی تعلیم کو سُننا شروع کر دیا۔

بہت سے لوگ اِس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ شیطان اور بد رُوحیں اُس جگہ میں داخل نہیں ہو سکتی جو خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے۔ یہ بات دُرست نہیں کیونکہ وہ شخص جس میں بد رُوحیں تھیں عبادتخانہ میں آیا جہاں لوگ عبادت کے لئے اکٹھے ہوتے تھے۔ جگہ کی نہیں بلکہ ہمارے دِلوں کی حالت کی زیادہ اہمیت ہے۔ اگر کسی نے اپنے آپ کو مسیح یسوع کے سُپرد نہیں کِیا تو شیطان آج کسی کو کسی بھی جگہ اپنے شیطانی جال میں پھنسا سکتا ہے۔ یاد رکھیئے کہ مسیح کا پیروکار بننے اور خدا کے پاک رُوح کو اپنے اندر جگہ دینے ہی سے ہم شیطان کے حملہ سے بچ سکتے ہیں۔ شیطان، یہوداہ اِسکریوتی میں داخل ہُوا جبکہ وہ مسیح کا چُنا ہُوا شاگرد تھا۔ یسوع کے موجود ہونے کے باوجود شیطان نے یہوداہ اِسکریوتی کو اپنے جال میں پھنسا لیا اور اُس نے شیطانی کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اگر ہم خدا کی باتوں پر عمل نہیں کرتے تو گرجا گھر کی عمارت میں ہونے یا صلیب کا نشان پہن لینے سے ہم شیطان کے حملہ سے بچ نہیں سکتے۔

مسیح یسوع نے بَد رُوح زدہ شخص کو سبت کے دِن شِفا بخشی۔ یہ وہ دِن تھا جو موسوی شریعت کے مطابق لوگوں کے آرام کرنے اور خدا کی عبادت و پرستش کرنے کا دِن تھا۔ سُورج غروب ہوتے ہی سبت کا دِن ختم ہُوا اور کفرنحُوم کے لوگ اپنے بیماروں کو یسوع کے پاس لائے اور اُس نے سب کو شِفا بخشی۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جن بدَ رُوحوں کو مسیح یسوع نے نکالا وہ خوب جانتی تھیں کہ وہ کون ہے، مگر یسوع اُنہیں بولنے کی اِجازت نہیں دیتا تھا۔ اُس کو شیطان اور بد رُوحوں کی گواہی کی ضرورت نہیں تھی۔

بیماروں کو شِفا دینے کے بعد یسوع لوگوں کے ہجوم میں سے نکل گیا تاکہ کہیں اَور جانے کی تیاری کرے۔ جب لوگوں نے دوبارہ اُسے دیکھا تو اُس کی منت کی کہ وہ رُک جائے مگر یسوع نے اِنکار کِیا کیونکہ خدا نے اُسے دوسرے علاقوں میں بھی خوشخبری پھیلانے کو بھیجا تھا۔ یہ اہم بات ہم بعض اوقات بھول جاتے ہیں کہ مسیح یسوع صرف ہمارے لئے ہی اِس دُنیا میں نہیں آیا بلکہ ساری دُنیا کے اِنسانوں کے لئے، خواہ وہ کسی بھی رنگ و نسل سے کیوں نہ ہوں۔

کیا ہم خدا کی اِس عظیم خوشخبری کو صرف اپنے تک ہی محدُود رکھتے ہیں؟

چودھواں باب

شِکار کے لئے اپنے جال ڈالیں

(لُوقا ۵:۱۔۱۱)

کوئی کیسے اپنا وقت گزارتا ہے، اِسی سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اُس کے لئے سب سے اہم اور ضروری چیز کیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اپنے خاندان سے بے پناہ پیار کرتا ہے مگر اُن کے ساتھ وقت نہیں گزارتا بلکہ دوسرے کاموں میں مگن رہتا ہے حالانکہ وہ اپنے گھر کے لئے وقت نکال بھی سکتا ہے تو اُس کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ یہی اُصول رُوحانی باتوں پر بھی سچ ثابت ہوتا ہے۔ اگر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسیح یسوع سے محبت رکھتے ہیں مگر نہ تو اُس کے لئے وقت نکالتے ہیں اور نہ ہی اپنے وسائل اُس کے لئے وقف کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہم صرف باتوں سے کام لے رہے ہیں عملی طور پر کچھ نہیں۔

مسیح یسوع کی زمین پر خدمت کے دوران بہت سے لوگ اُس کے پیروکار بن گئے، اور وہ وقت بھی آیا جب مسیح نے اپنے پیروکاروں سے کہا کہ اُس کے ساتھ رہنے اور پیروی کرنے کا پکا وعدہ کریں۔ کیا وہ واقعی مسیح کی دِل و جان سے پیروی کریں گے یا اپنی زندگی میں پہلے

کی طرح مگن ہو جائیں گے؟ صُورتِ حال یہ تھی کہ ناصرۃ کے لوگوں کی طرف سے رَد کِئے جانے کے بعد مسیح یسوع کفرنحُوم کے قصبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں شروع کے چند ایک شاگرد رہتے تھے۔ ایک سبت کے دِن یسوع نے ایک بد رُوح زدہ آدمی کو عبادتخانہ میں شِفا دی۔ جونہی سبت ختم ہُوا تو کفرنحُوم کے لوگ بہت سے بیماروں کو اُس کے پاس لائے اور اُس نے اُنہیں شِفا دی۔

اگلے دِن یسوع اکیلا ہی دُعا مانگنے کے لئے کسی ویران جگہ پر چلا گیا۔ جب اُس کے شاگردوں نے اُسے ڈھونڈا تو اُنہوں نے اور لوگوں کے ہجوم نے اُس کی منت کی کہ وہ کفرنحُوم میں ہی رہے مگر یسوع نے کہا کہ لازم ہے کہ وہ دوسری جگہوں پر بھی تعلیم و پیغام دے۔ یوں لگتا ہے کہ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں سے بھی کہا کہ وہ اِس تبلیغی سفر میں اُس کے ساتھ چلیں مگر اُنہوں نے اِنکار کِیا۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۵ باب کی ۱ سے ۱۱ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، "جب بِھیڑ اُس پر گِری پڑتی تھی اور خدا کا کلام سُنتی تھی اور وہ گنیسرت کی جھیل کے کنارے کھڑا تھا تو ایسا ہُوا کہ اُس نے جھیل کے کنارے دو کشتیاں لگی دیکھیں لیکن مچھلی پکڑنے والے اُن پر سے اُتر کر جال دُھو رہے تھے۔ اور اُس نے اُن کشتیوں میں سے ایک پر چڑھ کر جو شمعون کی تھی اُس سے درخواست کی کہ کنارے سے ذرا ہٹا لے چل اور وہ بیٹھ کر لوگوں کو کشتی پر سے تعلیم دینے لگا۔

جب کلام کر چُکا تو شمعون سے کہا گہرے میں لے چل اور تم شکار کے لئے اپنے جال ڈالو۔ شمعون نے جواب میں کہا، اَے اُستاد ہم نے رات بھر محنت کی اور کچھ ہاتھ نہ آیا مگر تیرے کہنے سے جال ڈالتا ہوں۔ یہ کِیا اور وہ مچھلیوں کا بڑا غول گھیر لائے اور اُن کے جال پھٹنے لگے۔ اور اُنہوں نے اپنے شریکوں کو جو دوسری کشتی پر تھے اِشارہ کِیا کہ آؤ ہماری مدد کرو۔ پس اُنہوں نے آ کر دونوں کشتیاں یہاں تک بھر دیں کہ ڈوبنے لگیں۔ شمعون پطرس یہ دیکھ کر یسوع کے پاؤں میں گِرا اور کہا، اَے خداوند! میرے پاس سے چلا جا کیونکہ مَیں گنہگار آدمی ہوں۔ کیونکہ مچھلیوں کے اِس شکار سے جو اُنہوں نے کِیا وہ اور اُس کے سب ساتھی بہت حیران ہوئے۔ اور ویسے ہی زبدی کے بیٹے یعقوب اور یُوحنا بھی جو شمعون کے شریک تھے حیران ہوئے۔ یسوع نے شمعون سے کہا، خوف نہ کر۔ اَب سے تُو آدمیوں کا شکار کِیا کرے گا۔ وہ کشتیوں کو کنارے پر لے آئے اور سب کچھ چھوڑ کر اُس کے پیچھے ہو لئے۔'' (لُوقا ۵:۱۔۱۱)

لُوقا کے اِس بیان سے یوں لگتا ہے کہ جو آدمی جال دُھو رہے تھے اور جس شخص سے کشتی مانگی اُسے جانتے نہ تھے۔ مگر ہم دوسرے حوالاجات کے مطالعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یسوع پہلے سے شمعون، یعقوب اور یُوحنا کو جانتا تھا۔ درحقیقت یہ پہلے لوگ تھے جِنھوں نے مسیح یسوع کے پیغام کو سُنا اور اُس کے پیروکار بن گئے۔ وہ قانایِ گلیل

میں شادی کی ضیافت کے موقع پر اُس کے ساتھ تھے۔ وہ یسوع کے بہت سے معجزات کے چشم دِید گواہ تھے، بلکہ اُس نے شمعون کی ساس کو شفا دی تھی۔ جبکہ اِن لوگوں کا پہلے ہی سے یسوع کے ساتھ نزدیکی تعلق و رشتہ تھا تو کیوں وہ اپنے جال دھونے میں مصروف رہے بجائے یسوع کی لوگوں کو تعلیم دینے میں مدد کرتے، وہ اپنے مچھلیوں کے کاروبار میں کیوں واپس چلے گئے؟

اگرچہ پاک صحائف میں اِس بارے میں واضح بیان نہیں ہے لیکن یوں لگتا ہے کہ اُنہوں نے سوچا کہ پہلے ہی بہت سارا وقت یسوع کو دے دیا ہے اَب اُنہیں واپس اپنے کاروبار میں مگن ہو جانا چاہیے کیونکہ اُن کو اپنے بال بچوں کو بھی پالنا تھا۔ اگر وہ اپنا سارا وقت یسوع کے ساتھ ہی گزارتے تو اپنی دوسری ذمہ داریوں کو کیسے نبھاتے؟ مگر پھر بھی وہ یسوع کو سُننے اور جہاں تک ممکن تھا اُس کی مدد کرنے کو تیار تھے بشرطیکہ زیادہ وقت ضائع نہیں ہوتا۔

شمعون نے یسوع کو اپنی کشتی دے دی تاکہ وہ آسانی سے لوگوں کو تعلیم دے سکے، لیکن جب اُس نے شمعون کو جال پھینکنے کو کہا تو اُس نے اعتراض کِیا کہ ''ہم نے رات بھر محنت کی اور کچھ ہاتھ نہ آیا، اَب ہمارے آرام کا وقت ہے، ہم اَور زیادہ کام نہیں کر سکتے۔ مَیں نے اپنے جال دھو کر رکھ دیئے ہیں اور اگر پھر پانی میں پھینکوں گا تو مجھے پھر سے دُھونے پڑیں گے۔''

جب شمعون نے کہا کہ ہم نے ساری رات محنت کی ہے اور کچھ پکڑ نہ سکے تو اُس کا ایک اعتراض اَور بھی تھا کہ ایک بڑھئی مچھلیاں پکڑنے کے بارے میں کیا جانتا ہے، مَیں تو پیشہ ور مچھیرا ہوں اگر مَیں نہیں پکڑ سکا تو تم کیسے پکڑو گے؟ یہ محض وقت برباد کرنا ہے۔ شمعون یقیناً یہ سب اپنے دِل میں سوچ رہا تھا اور اسی لئے اُس نے یسوع سے ذرا چھیڑ خانی کرتے ہوئے کہا، ''اگر تُو کہتا ہے تو مَیں جال پانی میں پھینک دیتا ہوں۔ (مگر مَیں خوب جانتا ہوں کہ ایسا کرنا بالکل بیکار اور وقت برباد کرنا ہے۔)'' مگر جب اُس نے جال پانی میں پھینکے تو وہ اور اُس کے مچھلیاں پکڑنے والے ساتھی حیران و پریشان ہو گئے کیونکہ جالوں میں اِتنی مچھلیاں پکڑی گئی تھیں کہ ایک کشتی میں سما نہیں سکتی تھیں بلکہ مچھلیوں کی تعداد اِتنی زیادہ تھی کہ دونوں کشتیاں ڈوبنے لگیں اور پھر شمعون خیالوں کی دُنیا سے جاگا کہ اوہ! وہ کِتنا بے وقوف تھا۔ اور اُسے اپنی نااہلیت اور گنہگار ہونے کا احساس ہُوا۔

مگر پھر بھی شمعون نے ویسے ہی جواب دیا جیسے آج بہت سے لوگ دیں گے جب اُنہیں اُن کے گناہ پر ملامت کی جاتی ہے۔ بجائے اِس کے کہ شمعون توبہ کرتا، اُس نے گناہ پر ملامت کرنے والے کو کہا کہ وہ چلا جائے، مگر یسوع پر اِس کا کچھ اثر نہ ہُوا اور وہاں سے جانے کی بجائے اُس نے شمعون اور اُس کے ساتھیوں کو اپنی پیروی

کرنے کی دعوت دی اور کہا کہ اَب وہ مچھلیاں نہیں بلکہ آدمیوں کو پکڑیں گے۔

مسیح یسوع نے اُن کو اپنی پیروی کرنے کی جو دعوت دی وہ ایک بہت سنجیدہ نوعیت کی تھی۔ وہ یہ سوچنے میں حق بجانب تھے کہ اگر وہ یسوع کی پیروی کرتے ہیں تو اپنا مچھلیوں کا کاروبار جاری نہیں رکھ سکیں گے۔ اُنہیں فیصلہ کرنا تھا کہ اُن کے لئے کیا ضروری ہے۔ وہ یقیناً سوچ رہے ہوں گے کہ اگر وہ یسوع کی پیروی کرنے کی حامی بھر لیں تو اپنے خاندان والوں کو کیسے پالیں گے۔ مگر مچھلیوں کے جالوں کا بھرنا وہ معجزہ تھا جس میں ایک وعدہ پوشیدہ ہے کہ اگر میرے ساتھ چلو گے تو تمہاری اور تمہارے خاندانوں کی ہر ضرورت پوری ہوتی رہے گی۔ وہ خوب جانتے تھے کہ مچھلیوں کے کاروبار میں کوئی گارنٹی نہیں ہے، ممکن ہے کسی دِن کچھ پکڑ لیں اور کبھی ساری رات جال پھینکنے کے باوجود کچھ بھی نہ پکڑ سکیں۔ اُنہوں نے مسیح یسوع پر بھروسہ کِیا اور اپنی کشتیوں اور کاروباد کو خیرباد کہہ کر اُس کے پیچھے ہو لئے۔

آج ہمیں بھی ایک فیصلہ کرنا ہے کہ کیا ہم اپنا سب کچھ یسوع کی خدمت کے لئے چھوڑنے کو تیار ہیں؟

پندرھواں باب

تا کہ اُن کے لئے گواہی ہو

(لُوقا ۵:۱۲۔۲۶)

جب ہم مسیح یسوع کے معجزات پر غور کرتے ہیں تو دنگ رہ جاتے ہیں کہ وہ نہ صرف تعداد میں بہت زیادہ تھے بلکہ مختلف طرح کے تھے۔ معجزات کے ذریعہ یسوع نے قدرت، وقت اور بیماریوں پر اپنی اِلٰہی طاقت ظاہر کی۔ لیکن اِن معجزات نے ایک اہم سوال بھی اُٹھایا کہ اِنہیں کرنے کا مقصد کیا تھا؟ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ مسیح یسوع کو شہرت وغیرہ کی خواہش و تمنا ہرگز نہیں تھی کیونکہ کئی موقعوں پر اُس نے لوگوں سے کہا کہ کسی کو اِن معجزات کے بارے میں مت بتانا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب یسوع کے معجزات کی خبر چاروں طرف پھیل گئی تو وہ ہجوم کو چھوڑ کر کہیں دُور ویرانے میں چلا جاتا تھا، تو سوال پھر وہی ہے کہ اِن معجزات کا مقصد کیا تھا؟ ایک ایسے ہی معجزے کا حال خدا کا پیارا بندہ لُوقا بیان کرتا ہے جس سے مقصد صاف واضح ہو جاتا ہے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل ۵ باب ۱۲ سے ۱۶ آیت میں لکھا ہے، ”جب وہ ایک شہر میں تھا تو دیکھو کوڑھ سے بھرا ہُوا ایک آدمی یسوع کو دیکھ کر مُنہ کے بل گرا اور اُس کی مِنت کر کے کہنے لگا، اَے خداوند! اگر تُو چاہے تو مجھے

پاک صاف کر سکتا ہے۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر اُسے چُھوا اور کہا مَیں چاہتا ہوں، تُو پاک صاف ہو جا۔ اور فوراً اُس کا کوڑھ جاتا رہا، اور اُس نے اُسے تاکید کی کہ کسی سے نہ کہنا بلکہ جا کر اپنے تئیں کاہن کو دِکھا اور جیسا موسیٰ نے مُقرر کِیا ہے اپنے پاک صاف ہو جانے کی بابت نذر گذران تاکہ اُن کے لئے گواہی ہو۔ لیکن اُس کا چرچا زیادہ پھیلا اور بہت سے لوگ جمع ہوئے کہ اُس کی سُنیں اور اپنی بیماریوں سے شفا پائیں۔ مگر وہ جنگلوں میں الگ جا کر دُعا کِیا کرتا تھا۔'' (لُوقا ۵:۱۲-۱۶)

کوڑھ زدہ شخص نے مسیح یسوع سے شِفا کی اِلتجا کر کے بڑے اِیمان اور جرأت کا مظاہرہ کِیا کیونکہ موسوی شریعت کے مطابق کوڑھی کو ایک فاصلے پر رہنا چاہیے تھا، جیسا کہ لکھا ہے، ''اور جو کوڑھی اِس بَلا میں مُبتلا ہو، اُس کے کپڑے پھٹے اور اُس کے سَر کے بال بِکھرے رہیں اور وہ اپنے اُوپر کے ہونٹ کو ڈھانکے اور چلا چلا کر کہے، ناپاک ناپاک۔ جِتنے دِنوں تک وہ اِس بَلا میں مُبتلا رہے وہ ناپاک رہے گا اور وہ ہے بھی ناپاک۔ پس وہ اکیلا رہا کرے۔ اُس کا مکان لشکر گاہ کے باہر ہو۔'' (احبار ۱۳:۴۵-۴۶)

ظاہر ہے کہ اِس شخص نے یسوع کے پاس آ کر بڑی ہمت کا مظاہرہ کِیا، خاص طور یہ کہ کوڑھ کا مرض اُس کے صرف ایک حصہ پر نہیں بلکہ پورے بدن پر پھیلا ہُوا تھا۔ یقیناً وہ مکروہ اور گھناؤنا نظر آتا ہو

گا مگر پھر بھی اُس کے اِیمان نے اُسے مجبور کِیا کہ وہ ہجوم کے غصہ اور نفرت کو برداشت کرے۔

مگر اِس سے بھی زیادہ حیران کن اُس آدمی کو مسیح یسوع کا جواب تھا۔ یسوع اُس کی طرف بڑھا اور اُسے چھوأ۔ ایسا کرنے سے اُس نے کوڑھ کے مرض میں مُبتلا لوگوں سے نفرت و حقارت کو ختم کِیا اور ایک عام اِنسان کی طرح اُن سے میل مِلاپ کا عملی مظاہرہ کِیا۔ مسیح یسوع نے اُسے نہ صرف شِفا بخشی بلکہ اُس کا سماج میں کھویا ہُوا مقام بھی واپس دِلایا۔

اَب سوال یہ ہے کہ یسوع نے ایسا کیوں کِیا؟ اِس میں شک نہیں کہ یسوع نے اُس آدمی کے دُکھ اور اذیت کو دیکھ کر ترس کھایا، مگر اِس کے علاوہ ایک اَور وجہ بھی تھی۔ موسوی قانون کا تقاضا تھا کہ یہودی کاہن کوڑھی کی پہلے تصدیق کرے کہ وہ شِفا پا چُکا ہے تو پھر وہ عام لوگوں میں میل مِلاپ رکھ سکتا ہے۔ اِنسانی نکتۂ نظر سے ایسا ممکن نہیں تھا کہ پورے بدن پر پھیلے ہوئے کوڑھ کا مریض مکمل طور پر شِفا پا سکتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ مسیح یسوع کے پاس اُسے شِفا دینے کی طاقت و قدرت تھی جو بذاتِ خود ایک ثبوت تھا کہ مسیح ہے کون، یقیناً وہ خدا کی طرف سے تھا۔

مسیح یسوع نے ایک اَور موقع پر بیمار کو شِفا دے کر مذہبی رہنماؤں کو اپنی پہچان کروائی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۵ باب کی ۱۷

سے ۲۶ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ''اور ایک دِن ایسا ہُوا
کہ وہ تعلیم دے رہا تھا اور فریسی اور شرع کے مُعلم وہاں بیٹھے تھے جو
گلیل کے ہر گاؤں اور یہودیہ اور یروشلیم سے آئے تھے اور خداوند کی
قدرت شِفا بخشنے کو اُس کے ساتھ تھی۔ اور دیکھو کئی مرد ایک آدمی کو
جو مفلوج تھا چارپائی پر لائے اور کوشش کی کہ اُسے اندر لا کر اُس کے
آگے رکھیں۔ اور جب بھیڑ کے سبب سے اُس کو اندر لے جانے کی راہ
نہ پائی تو کوٹھے پر چڑھ کر کھپریل میں سے اُس کو کھٹولے سمیت بیچ
میں یسوع کے سامنے اُتار دیا۔ اُس نے اُن کا اِیمان دیکھ کر کہا کہ
اَے آدمی! تیرے گناہ معاف ہوئے۔ اِس پر فقیہ اور فریسی سوچنے لگے
کہ یہ کون ہے جو کفر بکتا ہے؟ خدا کے سِوا اَور کون گناہ معاف کر
سکتا ہے؟ یسوع نے اُن کے خیالوں کو معلوم کر کے جواب میں اُن سے
کہا، تم اپنے دِلوں میں کیا سوچتے ہو؟ آسان کیا ہے؟ یہ کہنا کہ تیرے
گناہ معاف ہوئے یا یہ کہنا کہ اُٹھ اور چل پھر؟ لیکن اِس لئے کہ تم
جانو کہ ابنِ آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اِختیار ہے (اُس نے
مفلوج سے کہا) مَیں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ اور اپنا کھٹولا اُٹھا کر اپنے
گھر جا۔ اور وہ اُسی دَم اُن کے سامنے اُٹھا اور جس پر پڑا تھا اُسے اُٹھا کر
خدا کی تمجید کرتا ہُوا اپنے گھر چلا گیا۔ وہ سب کے سب بڑے حیران
ہوئے اور خدا کی تمجید کرنے لگے اور بہت ڈر گئے اور کہنے لگے کہ آج
ہم نے عجیب باتیں دیکھیں۔'' (لُوقا ۵:۱۷-۲۶)

مذہبی رہنماؤں کی ایک ذمہ داری یہ بھی تھی کہ وہ لوگوں کو جھوٹی تعلیم سے باز رکھیں۔ یہ حیرت کی بات نہیں کہ جب مسیح یسوع ہر طرف مشہور ہو گیا تو یہی لوگ اُس کی تعلیم کے بارے میں سوال اُٹھانے لگے۔ کیا یسوع سچی تعلیم دے رہا ہے یا وہ اُس کی مخالفت کریں اور لوگوں کو اُس کی تعلیم سے دُور کریں؟

مذہبی رہنماؤں کے سوالوں کا جواب غیرمتوقع طور پر سامنے آیا۔ ہم کئی اَور موقعوں پر دیکھتے ہیں کہ بیمار اور کمزور لوگ مسیح کو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے لیکن کسی نے چھت توڑ کر شِفا پانے کی خواہش کبھی نہیں کی اور نہ ایسا سُنا۔ یسوع نے توڑ پھوڑ کرنے والوں کو جو جواب دیا وہ بھی کسی نے کبھی نہیں سُنا ہو گا۔ گھر کو نقصان پہنچانے والوں اور اُس کے پیغام میں رکاوٹ ڈالنے والوں کو لعنت ملامت کرنے کی بجائے یسوع نے بیمار آدمی کے گناہوں کو معاف کر دیا۔ ایسا کیسے ممکن ہے؟ جب آپ کے خلاف کوئی ذاتی طور پر گناہ کرتا ہے تو اُس کو معاف کرنا اَور بات ہے لیکن اُس شخص کو کیسے معاف کِیا جائے جس نے کسی اَور کے خلاف گناہ کِیا ہو؟ فریسیوں اور موسوی شریعت کے عالموں نے اپنے دِلوں میں دُرست سوچا کہ خدا کے علاوہ کسی اَور کو اِختیار نہیں کہ وہ گناہ معاف کرے۔ اگر ایسا ہی ہے تو ظاہر ہے کہ اُنہوں نے سوچا کہ کسی کے گناہ معاف کرنے سے مسیح یسوع نے وہ اِختیار اِستعمال کرنے کی کوشش کی ہے جو صرف خدا کا ہے، اِس کا

نہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ یسوع، خدا کے خلاف کفر کا مرتکب ہُوا ہے۔

عام حالات میں فریسیوں اور موسوی شریعت کے اُستادوں نے یسوع کے لئے جو نتیجہ نکالا وہ سچ ہوتا، اگر یسوع نے جو کِیا کسی اَور نے کِیا ہوتا تو یقیناً یہ کفر ہوتا۔ مگر مذہبی رہنما یہ بھول گئے تھے کہ مسیح یسوع کوئی عام آدمی نہیں، اُس نے اُن کو فوراً ثبوت دیا کہ وہ محض اِنسان نہیں بلکہ اُس کے پاس آسمانی قدرت و طاقت ہے۔ یسوع نے اُن کے دِل کے پوشیدہ خیالات ظاہر کر دیئے جو کہ کھلا ثبوت تھا کہ وہ اِنسان کے دِل کا حال جاننے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے جو صرف خدا کی خصوصیت ہے۔

اگر مذہبی رہنما عقل و شعور سے کام لیتے تو جانتے کہ اگر مسیح یسوع اُن کے دِلوں کا حال جان سکتا ہے تو وہ اُس مفلوج کے دِل کا حال بھی معلوم کر سکتا تھا۔ بہر حال یسوع خوب جانتا تھا کہ اِس آدمی نے اپنے گناہوں سے توبہ کی ہے یا نہیں۔ اپنے اِلٰہی اِختیار کا بھرپور مظاہرہ کرنے کے لئے کہ وہ گناہ معاف کر سکتا ہے، یسوع نے فوراً اُس مفلوج کو شِفا بخشی۔ عام ڈاکٹر یا حکیم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ اَب اُس کو کسی اَور علاج معالجے کی قطعی ضرورت نہیں تھی۔ مذہبی رہنماؤں نے اپنی آنکھوں کے سامنے یہ معجزہ دیکھا تو وہ حیرت میں ڈوب گئے اور خدا کی حمد و تمجید کرنے لگے۔

مگر مسیح یسوع کی آسمانی قدرت و طاقت دیکھنے کے باوجود وہ وقت آ گیا کہ جب اُنہوں نے دُنیا کے نجات دہندے کی مخالفت شروع کر دی۔

سولھواں باب

تندرستوں کو طبیب کی ضرورت نہیں

(لُوقا ۵:۲۷-۳۹)

بہت سے لوگ کسی خاص مقصد کے حصُول کے لئے بڑے گرمجوش نظر آتے ہیں جب تک کہ اُنہیں اُس کی خاطر کچھ چھوڑنے کو نہ کہا جائے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہم اپنی وفاداری کے معیار کو اِس طرح ناپتے ہیں کہ ہم کِس حد تک کچھ قربانی دینے کو تیار ہیں۔ شمعون، اِندریاس، یعقوب اور یُوحنا اپنے مچھلیوں کے کاروبار کو چھوڑ کر مسیح خداوند کے پیچھے ہو لئے تاکہ دِل و جان سے اُس کی پیروی کریں اور اُس کی تعلیم کو سُنیں۔ صرف وہی نہیں تھے جِنہوں نے ایسا کِیا بلکہ لُوقا ہمیں بتاتا ہے کہ ایک اَور آدمی بھی تھا جس نے مسیح کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ بعد میں پیش آیا جب مسیح یسوع نے اپنی آسمانی قدرت و طاقت کا مظاہرہ ایک مفلوج آدمی کے گناہ معاف کر کے اور اُس کو شِفا دے کر دِکھایا۔ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۵ باب کی ۲۷ سے ۳۲ آیت میں لکھتا ہے، ''اِن باتوں کے بعد وہ باہر گیا اور لاوی نام ایک محصُول لینے والے کو محصُول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اُس سے کہا، میرے پیچھے ہو لے۔ وہ سب کچھ چھوڑ کر اُٹھا اور اُس کے پیچھے ہو لیا۔

پھر لاوی نے اپنے گھر میں اُس کی بڑی ضیافت کی اور محصُول لینے والوں اور اَوروں کا جو اُن کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے بڑا مجمع تھا۔ اور فریسی اور اُن کے فقِیہ اُس کے شاگردوں سے یہ کہہ کر بُڑبُڑانے لگے کہ تم کیوں محصُول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کھاتے پیتے ہو؟ یسوع نے جواب میں اُن سے کہا کہ تندرستوں کو طبیب کی ضرورت نہیں بلکہ بیماروں کو، مَیں راستبازوں کو نہیں بلکہ گنہگاروں کو توبہ کے لئے بُلانے آیا ہوں۔" (لُوقا ۵:۲۷-۳۲)

جب مذہبی رہنماؤں نے مفلوج کو شفا پاتے دیکھا تو وہ خدا کی حمد و تمجید کرنے لگے۔ اُنہوں نے یقیناً حیرت انگیز شفائیہ معجزے کو ایک ثبوت سمجھا کہ مسیح یسوع کو یہ اِختیار خدا کی طرف سے مِلا ہے۔ اُنہوں نے اپنی پہلی سوچ کو جھٹک دیا کہ مسیح نے مفلوج کے گناہ معاف کر کے کُفر کِیا ہے، مگر جب اُنہوں نے دیکھا کہ مسیح نے ایک محصُول لینے والے کو اپنی پیروی کرنے کو کہا ہے تو مذہبی رہنماؤں کے دِل میں پھر اُس کے لئے شک پیدا ہو گیا۔ یہودیوں کے مطابق محصُول لینے والے غدار تھے، کیونکہ اُنہوں نے رُومیوں کی خدمت کرنے کے لئے اپنے لوگوں سے بے وفائی کی۔ وہ اُنہیں فاحشہ عورتوں، قاتلوں اور ڈاکوؤں کے برابر سمجھتے تھے، اور اُن سے کسی بھی قِسم کا کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔ محصُول لینے والے نہ تو عدالت میں گواہی دے سکتے تھے اور نہ مُنصف کی حیثیت سے عدالتی فیصلے کر سکتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ یہودیوں کی عبادت

گاہوں میں بھی داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ اِسی لئے مسیح یسوع نے اپنی ایک تمثیل میں کہا کہ ایک محصُول لینے والا دُور کھڑا دُعا مانگ رہا تھا۔

مگر یہودیوں کی لاوی سے نفرت کی کوئی اَور خاص وجہ بھی تھی۔ اپنے نام کے سبب سے یہ بھی عین ممکن ہے کہ لاوی کا تعلق اُس خاندان سے ہو جس کو خدا نے یروشلیم میں ہیکل میں خدمت کے لئے چُنا تھا۔ اگر ایسا ہی تھا تو اُس نے خدا کی اِس اعلیٰ اور باعزت ذمہ داری کو چھوڑ کر ایک ایسا پیشہ اِختیار کِیا جو یہودیوں کے نزدیک قابلِ نفرت تھا۔ وہ یقیناً اپنے مذہب اور ممکن ہے اپنے خاندان سے بھی نکال دیا گیا ہو۔ لیکن اِس کے باوجود کہ محصُول لینے والے اِس شخص کو یہودی نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے مگر پھر بھی وہ سچائی کو پیار کرتا تھا۔ جب مسیح یسوع نے اُسے بُلایا تو اُس نے کسی قِسم کی جھجھک کا مظاہرہ نہیں کِیا بلکہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر مسیح کا شاگرد بن گیا۔ شائد اِس کی ایک وجہ یہ تھی کہ مسیح یسوع نے اُس کے پیشے کو اُس کے خلاف اِستعمال نہیں کِیا۔ یسوع نے اُس کے پیشے پر نہیں بلکہ یہ دیکھا کہ وہ آگے چل کر کیا ہو گا، نہ کہ وہ کیا تھا۔

مسیح یسوع کے لئے جو عزت و احترام وہ رکھتا تھا اُس کا عملی مظاہرہ اُس نے گھر پر ضیافت کر کے دیا۔ جبکہ عزت دار لوگ ایک محصُول لینے والے کی اِس دعوت میں شریک ہونے کے لئے بالکل تیار نہ تھے تو لاوی نے اپنے جیسے لوگوں کو ضیافت میں آنے کو کہا، یعنی

محصُول لینے والوں کو اور ایسے دوسرے لوگوں کو جن کی معاشرے میں کوئی عزت و قدر نہیں تھی۔

یسوع مسیح اِس ضیافت کو قبول کرے گا اور محصُول لینے والوں کے ساتھ کھائے پیئے گا جن کو یہودی لوگ دُھتکار چکے تھے یقیناً اِس سے مذہبی رہنما ناراض ہوں گے۔ ظاہر ہے جو خدا کی طرف سے آیا ہے وہ گناہگاروں اور محصُول لینے والوں سے میل مِلاپ نہیں رکھے گا۔ کیا ہم لوگوں کو اُن کے ملنے جلنے والوں کی صُحبت سے پہچان نہیں سکتے؟ اگر مسیح گناہگاروں کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے تو کیا وہ اُنہی کی طرح نہیں؟

یسوع نے مذہبی رہنماؤں کے سوالوں کا جواب یہ کہہ کر دیا کہ ''تندرستوں کو طبیب کی ضرورت نہیں بلکہ بیماروں کو۔'' اِس سے پہلے ناصرۃ کے گاؤں میں مسیح یسوع نے یسعیاہ نبی کے صحیفہ میں سے پڑھ کر واضح کِیا کہ اُس کے دُنیا میں آنے کا مقصد اُن لوگوں کو شفا دینا ہے جو رُوحانی طور پر بیمار ہیں اور اَب اُس نے کہا کہ وہ راستبازوں کو نہیں بلکہ گناہگاروں کو بُلانے آیا ہے۔ یسوع گناہگاروں کے ساتھ اِس لئے کھاتا پیتا، اُٹھتا بیٹھتا نہیں تھا کہ اُنہی میں سے تھا بلکہ وہ چاہتا تھا کہ وہ رُوحانی بیماری سے شفا پائیں۔

لاوی محصُول لینے والا ہمارے لئے ایک اچھی مثال ہے کہ مسیح یسوع کے پاس رُوحانی بیماروں کو شفا دینے کی قدرت و طاقت ہے۔

ہم اُس محصُول لینے والے لاوی کے ایک اَور نام سے اچھی طرح سے واقف ہیں، اور وہ ہے متی، جس کا مطلب ہے، ''خدا کا تحفہ۔'' یہ وہی متی ہے جس نے چار پاک اناجیل میں سے ایک کو خدا کے رُوح کی تحریک سے لکھا۔ مسیح یسوع نے ایک دھتکارے ہوئے قابلِ نفرت محصُول لینے والے کو کلیسیا کے لئے خدا کے تحفہ میں تبدیل کر دیا۔ اِس کے علاوہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یسوع کے شاگردوں میں سے کم از کم ایک زیلوتیس سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ زیوتیس انتہائی قوم پرست ذہن کے مالک تھے جو ایسے یہودیوں کو قتل کر دیتے تھے جو رُومی حکمرانوں کا ساتھ دیتے تھے۔ مگر مسیح یسوع نے ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے دشمنوں کو محبت کرنے والے ہمخدمتوں میں تبدیل کر دیا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ لاوی کا ایک بھائی یعقوب بھی یسوع کا شاگرد تھا۔ یہ مسیح کی لازوال محبت ہی تھی جس نے دو بھائیوں کے بیچ میں صُلح کروائی۔ جس طرح مسیح نے لاوی کو تبدیل کر دیا اُسی طرح وہ آج ہمیں بھی بدل سکتا ہے۔

جو کچھ مسیح یسوع نے کہا، اُس پر مذہبی رہنما کوئی بحث و تنقید نہیں کر سکے مگر اُنہوں نے کسی اَور بات کو پکڑا جس پر وہ تنقید کر سکتے تھے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل اُس کے ۵ باب کی ۳۳ سے ۳۵ آیت میں لکھا ہے، ''اور اُنہوں نے اُس سے کہا کہ یُوحنا کے شاگرد اکثر روزہ رکھتے اور دعائیں کِیا کرتے ہیں اور اِسی طرح فریسیوں کے بھی، مگر

تیرے شاگرد کھاتے پیتے ہیں۔ یسوع نے اُن سے کہا، کیا تم براتیوں سے جب تک دُلہا اُن کے ساتھ ہے روزہ رکھوا سکتے ہو؟ مگر وہ دِن آئیں گے اور جب دُلہا اُن سے جُدا کِیا جائے گا تب اُن دِنوں میں وہ روزہ رکھیں گے۔'' (لُوقا ۵:۳۳-۳۵)

مذہبی رہنماؤں کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اگر مسیح کے شاگرد صحیح معنوں میں دیندار و راستباز ہوتے تو وہ ضیافت میں شریک نہ ہوتے بلکہ روزہ رکھتے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ یسوع کو تنقید کا نشانہ بنا رہے تھے کہ وہ اپنے شاگردوں کو حوصلہ دے رہا ہے کہ پرہیزگاری اور راستبازی سے دُور رہیں۔ مسیح یسوع نے اُن پر واضح کِیا کہ روزہ رکھنے اور ضیافت کرنے کا اپنا اپنا وقت ہے یعنی دینی باتوں پر غور و فکر کرنے کا ایک وقت ہے اور خوشی منانے کا بھی ایک وقت ہے۔ کیا یسوع کے شاگرد محصُول لینے والے کی زندگی میں تبدیلی دیکھ کر خوشی نہ مناتے؟

مذہبی رہنماؤں کے نزدیک کسی کو پرکھنے کا پیمانہ کہ مذہبی ہے یا نہیں دینی رسم و رواج پر عمل کرنا تھا۔ یسوع نے اپنی وضاحت جاری رکھتے ہوئے مذہبی رہنماؤں پر زور دیا کہ وہ اپنی سوچ کو بدلیں۔ آیت ۳۶ سے ۳۹ میں لُوقا لکھتا ہے، ''اور اُس نے اُن سے ایک تمثیل بھی کہی کہ کوئی آدمی نئی پوشاک میں سے پھاڑ کر پُرانی پوشاک میں پیوند نہیں لگاتا ورنہ نئی بھی پھٹے گی اور اُس کا پیوند پُرانی میں میل بھی نہ

کھائے گا۔ اور کوئی شخص نئ مَے پُرانی مشکوں میں نہیں بھرتا۔ نہیں تو نئ مَے مشکوں کو پھاڑ کر خود بھی بہہ جائے گی اور مشکیں بھی برباد ہو جائیں گی بلکہ نئ مَے نئ مشکوں میں بھرنا چاہیے اور کوئی آدمی پُرانی مَے پی کر نئ کی خواہش نہیں کرتا کیونکہ کہتا ہے کہ پُرانی ہی اچھی ہے۔''
(لُوقا ۵:۳۶-۳۹)

سترھواں باب

سبت کا مالِک

(لُوقا ۶:۱-۱۱)

ہم میں سے اکثر کی زیادہ تر یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہماری زندگی ایک نظم و ضبط میں رہے۔ زندگی کے اِسی ضابطہ کو قائم و دائم رکھنے کے لئے ہم مختلف رسم و رواج اور روایات کا سہارا لیتے ہیں۔ جبکہ رسموں، رواجوں اور روایتوں کی پیروی کرنے سے ہماری زندگی قدرے آسان ہو جاتی ہے مگر بعض اَوقات ہم اِن کو ضرورت سے زیادہ ہی اہمیت دے دیتے ہیں۔ ہم اپنے لئے بہتر راستہ چُننے کے برعکس دُنیاوی رسم و رواج میں اُلجھ کر رہ جاتے ہیں۔ ہماری اِن روایتوں اور رسموں کے پیچھے ایک بہت بڑا اُصول چُھپا ہے۔

مسیح یسوع پر مذہبی رہنماؤں کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ وہ اُن کے رسم و رواج اور روایات کی کچھ پرواہ نہیں کرتا بلکہ توڑتا ہے، اور مسیح کی تعلیم یہ تھی کہ رسمیں اور روایتیں خدا اور لوگوں کی خدمت کی جگہ نہیں لے سکتی۔ شائد مسیح نے مذہبی رہنماؤں کو سبت کے بارے میں رسم و رواج خاص طور پر ناراض کر دیا۔ سبت کیا تھا؟ یہ ہر ہفتے کا ساتواں دِن یعنی ہفتہ تھا۔ موسوی شریعت میں خاص طور پر وضاحت کی

گئی کہ سبت کا دِن آرام کا دِن تھا۔ اُس دِن کوئی کام نہیں کرے گا، مگر سالوں سے مذہبی رہنماؤں نے اِس قانون میں اپنی روایات اور رسم و رواج شامل کر دیئے کہ سبت کے دِن کیا کرنا اور کیا نہیں کرنا ہے۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ٦ باب کی آیت ۱ سے ۵ میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے کہ مذہبی رہنما سبت کو سامنے رکھتے ہوئے مسیح یسوع کو کیسے تنقید کا نشانہ بنا رہے تھے۔ ''پھر سبت کے دِن یوں ہُوا کہ وہ کھیتوں میں ہو کر جا رہا تھا اور اُس کے شاگرد بالیں توڑ توڑ کر اورہاتھوں سے مل مل کر کھاتے جاتے تھے۔ اور فریسیوں میں سے بعض کہنے لگے تم وہ کام کیوں کرتے ہو جو سبت کے دِن کرنا روا نہیں؟ یسوع نے جواب میں اُن سے کہا، کیا تم نے یہ بھی نہیں پڑھا کہ جب داؤد اور اُس کے ساتھی بُھوکے تھے تو اُس نے کیا کِیا۔ وہ کیونکر خدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹیاں لے کر کھائیں جن کو کھانا کاہنوں کے سِوا اَور کسی کو روا نہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دِیں؟ پھر اُس نے اُن سے کہا کہ ابنِ آدم سبت کا مالک ہے۔'' (لُوقا ٦:۱-۵)

یہ بات قابلِ غور ہے کہ موسوی قانون وضاحت سے کہتا ہے کہ اگر کسی کو بھوک لگی ہو تو وہ کسی کے بھی کھیت سے بالیں توڑ کر کھا سکتا ہے۔ لکھا ہے، ''جب تُو اپنے ہمسایہ کے کھڑے کھیت میں جائے تو اپنے ہاتھ سے بالیں توڑ سکتا ہے پر اپنے ہمسایہ کے کھڑے کھیت کو ہنسوا نہ لگانا۔'' (استثنا ۲۳:۲۵)

موسوی شریعت کے اِس حوالہ کو مدِنظر رکھتے ہوئے مذہبی لیڈروں کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے تھا کہ مسیح کے شاگرد چلتے ہوئے بالیں توڑ کر کیوں کھا رہے ہیں۔ رہنماؤں کی ناراضگی کی وجہ یہ تھی کہ روایتوں میں کہا گیا ہے کہ کھیتوں سے کچھ ہی بالیں توڑنا ایسا ہی تھا جیسے فصل کاٹنا۔ جبکہ موسوی قانون سبت کے دِن کام کرنے سے منع کرتا ہے لہذا مذہبی رہنماؤں کی نظر میں مسیح کے شاگرد سبت کو توڑ کر جُرم کر رہے تھے۔

مسیح یسوع نے فریسیوں سے فصل کاٹنے اور روایتوں کے بارے میں کچھ بحث نہیں کی بلکہ اُس نے اُن کی توجہ ایک گہرے اور اہم اُصول کی طرف دلوائی۔ داوٗد بادشاہ نے موسوی قانون کی بے حرمتی کی جب اُس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہیکل میں وہ روٹیاں کھائیں جن کو کھانا منع تھا مگر فریسیوں نے اُس پر کوئی اعتراض نہیں کِیا۔ مسیح کا نکتۂ نظر یہ تھا کہ ایک وقت ہوتا ہے جب خدا کے دونوں معیار اور اُصول ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے ہیں۔ ایسی صورتِ حال میں ہمیں وہ چُننا ہے جو زیادہ اہم ہے۔ ایک اَور موقع پر مسیح نے واضح کِیا کہ کاہنوں نے بھی خدا کے حکم کی تابعداری کرنے کے لئے سبت کو توڑا کہ لازم ہے کہ لڑکوں کا آٹھویں دِن ختنہ ہو۔ اُنہوں نے چھوٹے اُصول کے مقابلے میں بڑے اُصول کی پیروی کرنا مناسب سمجھا۔ اِسی طرح خدا نے سبت کو نقصان کے لئے نہیں بلکہ لوگوں کے فائدے کے لئے مقرر کِیا۔

لیکن مسیح یسوع نے بڑے اُصول کی طرف اُن کی توجہ دِلوائی کہ خدا ہے جس نے سبت اور اُس کے ضابطوں کو مقرر کِیا۔ مفلوج آدمی کو شفا دینے کے واقعہ میں مسیح یسوع نے گناہ معاف کرنے کے اپنے اِلٰہی اِختیار اور قدرت و طاقت کا بھرپور مظاہرہ کِیا۔

جیسا کہ مسیح جو خداوند اور جسم میں خدا ہے، نے کہا کہ اُس کے پاس سبت کا پورا اِختیار ہے، اُسی طرح وہی جانتا ہے کہ کیسے سبت کی بے حرمتی ہوتی ہے اور کیسے نہیں ہوتی۔ اگر اُس نے اپنے شاگردوں کو کھیتوں سے بالیں توڑنے پر ملامت نہیں کی تو فریسیوں کے پاس کچھ کہنے کا کیا جواز ہے؟

اگرچہ مسیح یسوع نے اِس موقع پر فریسیوں کے منہ بند کر دیئے مگر جلد ہی اُنہوں نے اُس پر تنقید کرنے کے لئے ایک اَور موقع نکال لیا۔ لُوقا ۶ باب کی ۶ سے ۱۱ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''اور یوں ہُوا کہ کسی اور سبت کو وہ عبادت خانہ میں داخل ہو کر تعلیم دینے لگا اور وہاں ایک آدمی تھا جس کا دہنا ہاتھ سُوکھ گیا تھا۔ اور فقیہ اور فریسی اُس کی تاک میں تھے کہ آیا سبت کے دِن اچھا کرتا ہے یا نہیں تاکہ اُس پر اِلزام لگانے کا موقع پائیں۔ مگر اُس کو اُن کے خیال معلوم تھے۔ پس اُس نے اُس آدمی سے جس کا ہاتھ سُوکھا تھا کہا، اُٹھ اور بیچ میں کھڑا ہو۔ وہ اُٹھ کھڑا ہُوا۔ یسوع نے اُن سے کہا، مَیں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ آیا سبت کے دِن نیکی کرنا روا ہے یا بدی کرنا؟ جان بچانا یا ہلاک

کرنا؟ اور اُن سب پر نظر کر کے اُس سے کہا، اپنا ہاتھ بڑھا ۔ اُس نے بڑھایا اور اُس کا ہاتھ دُرست ہو گیا۔ وہ آپے سے باہر ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم یسوع کے ساتھ کیا کریں؟'' (لُوقا ۶:۶-۱۱)

اِس واقعہ سے پہلے ہی مذہبی لیڈر اپنے دماغ میں فیصلہ کر چکے تھے کہ اُنہوں نے مسیح کے ساتھ کیا کرنا ہے۔ اِس کے باوجود کہ اُس نے اُن کے سامنے ثبوت دے کر ثابت کِیا کہ وہ خدا کی طرف سے آیا اور بولتا ہے مگر وہ اپنی روایات کے خلاف بات برداشت نہ کر سکے۔ اِس واقعہ نے اُن کی ریاکاری کو بے نقاب کر دیا کہ سبت کے دِن کو خدا کے جلال کے لئے اِستعمال کرنے کی بجائے مسیح کو اپنے جال میں پھنسانے کا ایک حربہ سمجھا۔ اُن کی یہ منصوبہ بندی اُنہی کے اپنے قانون کی جِسے وہ پاک و مُقدس سمجھتے تھے خلاف ورزی کر رہی تھی۔ اِس سے مسیح یسوع کے سوال کو ایک خاص طاقت و قوت ملتی ہے کہ ''آیا سبت کے دِن نیکی کرنا روا ہے یا بدی کرنا؟'' مذہبی رہنما اِس سوال کا کیسے جواب دیتے؟ کیونکہ اِس طرح تو وہ اپنے قول و فعل کی خود ہی مذمت کر رہے ہوتے، لہٰذا وہ چُپ ہی رہے۔

جبکہ مذہبی لیڈر اپنی ریاکاری و منافقت کا بھرپور مظاہرہ کر رہے تھے تو مسیح نے اُس مفلوج آدمی کو جس کا ہاتھ سُوکھا ہُوا تھا کہا کہ وہ کھڑا ہو جائے اور سب کے سامنے اپنا ہاتھ آگے بڑھائے۔ اُس آدمی کے

سُوکھے ہاتھ کا کوئی علاج نہیں تھا۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے پاس اُس کے مُردہ اور مفلوج ہاتھ کو شفا دینے کے لئے کوئی دوا نہیں تھی۔ لیکن جس خدا نے کُل کائنات کو تخلیق کِیا اُس کے لئے مُردہ ہاتھ میں جان ڈالنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مسیح کو اُسے کچھ کہنے کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی اُس نے اُسے چُھوا۔ جب مفلوج آدمی نے مسیح یسوع کے حکم کی تابعداری کرتے ہوئے اپنا مُردہ ہاتھ آگے بڑھایا تو ایک دَم اُس میں زندگی آ گئی اور وہ مکمل طور پر شفا یاب ہو گیا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مسیح نے مذہبی لیڈروں کی اُن باتوں کو بھی جان لیا جو ابھی منہ سے نکلی بھی نہ تھیں اور یہ بھی سچ ہے کہ اُس نے مفلوج کے لاعلاج مُردہ ہاتھ میں زندگی ڈال دی، یہ دیکھ کر دیکھنے والوں کو یقین آ جانا چاہیے تھا کہ مسیح، خدا کی طرف سے ہے۔ مگر افسوس کہ مذہبی لیڈروں کو اپنی روایات اور رسم و رواج کے سِوا کچھ اَور نظر ہی نہ آتا تھا۔ سبت کے دِن کے خود ساختہ قانون و ضابطے بنا کر وہ سبت کے حقیقی مقصد کو ہی بھول گئے۔ خدا کی نظر میں سبت کے دِن کو ماننے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو ہمیشہ یاد رہے کہ اُنہیں کِس طرح غلامی سے آزادی ملی۔ موسوی شریعت میں لکھا ہے، ”اور یاد رکھنا کہ تُو مُلکِ مِصر میں غلام تھا اور وہاں سے خداوند تیرا خدا اپنے زور آور ہاتھ اور بلند بازو سے تجھ کو نکال لایا۔ اِس لئے خداوند تیرے خدا نے تجھ کو سبت کے دِن کو ماننے کا حکم دیا۔“ (اِستثنا ۵:۱۵)

خدا کے اِس واضح حکم کے باوجود ریاکار و منافق مذہبی رہنما جو سبت کے مُحافظ ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، مسیح یسوع کو تنقید کا نشانہ بنا رہے تھے کہ اُس نے سبت کے دِن مفلوج آدمی کو اپاہج پن کی غلامی سے چُھٹکارا دے کر صحت و تندرستی کی آزادی بخشی۔

اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم بھی مذہبی رہنماؤں کی طرح سچائی سے منہ موڑ کر دُنیاوی رسم و رواج اور روایات کو زیادہ اہمیت تو نہیں دے رہے؟ کیا ہم مسیح یسوع کی پیروی کرنا چاہتے ہیں یا رسم و رواج کی؟

اٹھارھواں باب

برکت اور افسوس

(لُوقا ۶:۱۲۔۲۶)

تاریخ میں ایسے رہنماؤں کی کمی نہیں جنہوں نے اپنی سیرت و کردار اور قول و فعل سے نہ جانے کتنے ہی لوگوں کو اپنا پیروکار بنا لیا، مگر جب لیڈر مر گیا تو اُس کے ساتھ ہی اُس کی جماعت یا تنظیم اور وہ مقصد بھی فنا ہو گیا جس کے لئے وہ لڑ رہا ہوتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ کیونکہ اُس نے دوسروں کو تیار نہیں کِیا کہ اُس کے کام کو جاری رکھ سکیں۔

یہ وہ احمقانہ غلطی ہے جو مسیح یسوع نے نہیں کی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۶ باب کی ۱۲ سے ۱۶ آیت میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا لکھتا ہے، ''اور اُن دِنوں میں ایسا ہُوا کہ وہ پہاڑ پر دُعا کرنے کو نکلا اور خدا سے دُعا کرنے میں ساری رات گذاری۔ جب دِن ہُوا تو اُس نے اپنے شاگردوں کو پاس بُلا کر اُن میں سے بارہ چُن لئے اور اُن کو رُسول کا لقب دیا۔ یعنی شمعون جس کا نام اُس نے پطرس بھی رکھا اور اُس کا بھائی اندریاس اور یعقوب اور یُوحنا اور فلپس اور برتلمائی، اور متی اور توما اور حلفئی کا بیٹا یعقوب اور شمعون جو زیلوتیس کہلاتا تھا، اور یعقوب کا بیٹا یہوداہ اور یہوداہ اِسکریوتی جو اُس کا پکڑوانے والا ہُوا۔'' (لُوقا ۶:۱۲۔۱۶)

کیا وجہ تھی کہ سینکڑوں پیروکاروں کو چھوڑ کر مسیح یسوع نے اِنہی بارہ کو چُنا؟ اگر اِنسانی نکتہٗ نگاہ سے دیکھا جائے تو اُن میں کوئی ایسی خاص قابلیت اور اہلیت بھی نہیں تھی۔ ہاں، ایک بات اُن سب میں نمایاں تھی کہ وہ سب عام سے آدمی تھے اور کبھی باقاعدہ تعلیم بھی نہیں حاصل کی تھی (اعمال ۴:۱۳)۔ پیشے کے لحاظ سے چار تو اُن میں سے ماہی گیر تھے۔ دو ایک دوسرے کے قدرتی طور پر دُشمن تھے یعنی متی محصول لینے والا جس کو یہودی اپنی قوم کا غدار سمجھتے تھے اور شمعون زیلوتیس ایک اِنتہا پسند قومی تنظیم سے تعلق رکھتا تھا۔ اُن میں سے بیشتر گلیل سے آئے تھے، ایک ایسا صوبہ جس کو یہودی نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اُن کے مفلسانہ پس منظر کے باوجود مسیح نے اُن میں اپنے اِلٰہی مشن کو آگے بڑھانے کی قابلیت اور اہلیت دیکھی۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ مسیح یسوع نے اُن کو اُس وقت تک نہیں چُنا جب تک اُس نے ساری رات دُعا میں نہیں گذاری، کیونکہ مسیح نے اُن کو چُننے کے عمل میں اپنے آسمانی خدا کی مرضی کو ترجیح دی۔ اُس نے اُنہیں خدا کی خدمت کے لئے پورے طور پر تیار کِیا۔ وہ آج ہمیں بھی اِسی طرح سے اپنی خدمت کے لئے تیار کر سکتا ہے بشرطیکہ ہم بھی تابعداری سے اُس کی پیروی کریں۔

مسیح یسوع نے اِن بارہ کو رسول ہونے کے لئے چُنا۔ رسول کا مطلب ہے، ''بھیجا گیا۔'' اُس نے اُن کو چُنا کہ وہ ساری دُنیا میں جا کر

یہ خوشخبری سُنائیں کہ خدا کی بادشاہی قریب آ گئی ہے اور اَب لوگ خدا کے ساتھ اپنا ٹوٹا ہُوا رشتہ پھر سے بحال کر سکتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ مسیح نے رسولوں کو ایک دِن میں چُنا اور اگلے دِن بشارتی مشن پر بھیج دیا بلکہ اُس نے اُنہیں خوشخبری پھیلانے کے لئے پورے طور پر تیار کِیا۔ اُس نے بتایا کہ خدا کی بادشاہت میں کیسے لوگ شامل ہوں گے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۶ باب کی ۱۷ سے ۲۶ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا، مسیح کی اِلٰہی تعلیم کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔ ''اور وہ اُن کے ساتھ اُتر کر ہموار جگہ پر کھڑا ہُوا اور اُس کے شاگردوں کی بڑی جماعت اور لوگوں کی بڑی بھیڑ وہاں تھی جو سارے یہودیہ اور یروشلیم اور صُور اور صیدا کے بحری کنارے سے اُس کی سُننے اور اپنی بیماریوں سے شِفا پانے کے لئے اُس کے پاس آئی تھی۔ اور جو ناپاک رُوحوں سے دُکھ پاتے تھے وہ اچھے کِئے گئے۔ اور سب لوگ اُسے چُھونے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ قوت اُس سے نکلتی اور سب کو شفا بخشتی تھی۔ پھر اُس نے اپنے شاگردوں کی طرف نظر کر کے کہا، مُبارک ہو تم جو غریب ہو کیونکہ خدا کی بادشاہی تمہاری ہے۔ مُبارک ہو تم جو اَب بھوکے ہو کیونکہ آسُودہ ہو گے۔ مُبارک ہو تم جو اَب رُوتے ہو کیونکہ ہنسو گے۔ جب ابنِ آدم کے سبب سے لوگ تم سے عداوت رکھیں گے اور تمہیں خارج کر دیں گے اور لعن طعن کریں گے اور تمہارا نام بُرا جان کر کاٹ دیں گے تو تم مُبارک ہو گے۔ اُس دِن خوش ہونا اور خوشی کے مارے اُچھلنا۔

اِس لئے کہ دیکھو آسمان پر تمہارا اَجر بڑا ہے کیونکہ اُن کے باپ دادا نبیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کِیا کرتے تھے۔ مگر افسوس تم پر جو دولتمند ہو کیونکہ تم اپنی تسلی پا چکے۔ افسوس تم پر جو اَب سیر ہو کیونکہ بھوکے ہو گے۔ افسوس تم پر جو اَب ہنستے ہو کیونکہ ماتم کرو گے اور روؤ گے۔ افسوس تم پر جب سب لوگ تمہیں بھلا کہیں کیونکہ اُن کے باپ دادا جھوٹے نبیوں کے ساتھ ایسا ہی کِیا کرتے تھے۔" (لُوقا ۶:۱۷-۲۶)

مسیح یسوع کے کام اور کلام سے صاف پتہ چلتا ہے کہ دُنیاوی بادشاہی اور اِلٰہی بادشاہی میں بہت ہی گہرا فرق ہے۔ دُنیا کی بادشاہت طاقت و قوت سے دوسروں پر فتح پانے اور اپنا اِختیار و حکمرانی قائم کرنے کو ترجیح دیتی ہے۔ مگر اِس کے برعکس مسیح نے اپنی اِلٰہی طاقت و قوت کو لوگوں کو شفا دینے اور غلامی سے چھڑانے میں لگایا۔

اِسی طرح دُنیاوی بادشاہت اور خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے والوں میں بہت فرق ہے۔ غریب لوگوں کی دُنیاوی بادشاہی میں کوئی قدر و وقعت نہیں بلکہ اکثر اُن کا استحصال ہوتا ہے اور اُن کے حقوق پامال کِئے جاتے ہیں۔ مگر اِس کے برعکس مسیح نے فرمایا کہ غریب خدا کے بادشاہی کے وارث ہوں گے۔ اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہر وہ مفلس و غریب جس کے پاس مال و دولت نہیں وہ خدا کی بادشاہی کا وارث ہو گا، نہ ہی اِس کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی بادشاہی میں صرف وہی لوگ داخل ہوں گے جن کے پاس دُنیا کا مال و اسباب نہیں۔ خدا کی

بادشاہی میں وہ لوگ شامل ہوں گے جو محض اپنی طاقت و ہمت پر بھروسہ کرنے والے نہیں بلکہ اپنی زندگی میں خدا کی پہچان اور رُوحانی غریبی و مفلسی کو محسوس کرتے ہیں۔

غریبوں کے برعکس مسیح یسوع نے امیروں پر افسوس کِیا کہ وہ خدا کی بادشاہی میں ہرگز داخل نہ ہوں گے کیونکہ وہ خدا سے آرام و تسلی نہیں پاتے بلکہ اُن کا دِل اپنے مال و دولت میں لگا رہتا ہے۔ وہ اِسی غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ روپیہ پیسہ ہی سب کچھ ہے اِسی لئے خدا کے فضل کی کثرت کو محسوس نہیں کرتے۔

مسیح نے بھوکوں کو بھی برکت دی کہ وہ آسودہ ہوں گے۔ اکثر لوگ یہ سوچتے ہیں کہ اُن کی زندگی میں کسی نہ کسی چیز کی کمی ہے۔ وہ اِسی تلاش میں رہتے ہیں کہ کہیں سے اُن کی رُوحانی بھوک پیاس مِٹ سکے، مگر نہیں جانتے ہیں کہ یہ بھوک پیاس صرف اور صرف مسیح یسوع ہی مِٹا سکتے ہیں۔ ایک اَور موقع پر اُنہوں نے فرمایا، ”...زندگی کی روٹی مَیں ہوں۔ جو میرے پاس آئے وہ ہرگز بھوکا نہ ہو گا اور جو مجھ پر اِیمان لائے وہ کبھی پیاسا نہ ہو گا۔“ (یوحنا ۶:۳۵)

رُوحانی طور پر بھوکوں کے برعکس وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی زندگی میں کسی قِسم کی اِلٰہی بھوک محسوس نہیں کرتے۔ وہ مسیح کے پاس زندگی کی روٹی کھانے کے لئے نہیں آتے بلکہ اپنی رُوح کو دُنیاوی لذتوں سے بھر لیتے ہیں۔ اور اِس طرح خدا کی بادشاہی میں تیار کردہ

ضیافت کی میز پر آ کے رُوحانی آسودگی حاصل کرنے کی بجائے ہمیشہ بھوکے ہی رہتے ہیں۔

مسیح نے رونے والوں کو بھی برکت دی کہ وہ ہنسیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اپنے گناہوں پر پشیمانی اور ملال ہے۔ وہ دوسروں کے ساتھ بے ایمانی اور بے انصافی دیکھ کر روتے ہیں۔ وہ خدا کے اِلٰہی معیار کی دھجیاں بکھرتے دیکھ کر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ خدا کی بادشاہی میں ایسے لوگ ہمیشہ کے لئے خوش رہیں گے۔

اِس کے برعکس وہ لوگ ہیں جن پر مسیح نے افسوس کِیا کہ وہ دُنیا کی عیش و عشرت میں ڈوبے رہتے ہیں، ہاں وہ وقتی طور پر تو خوشی کا جشن مناتے ہیں مگر وہ وقت قریب ہے جب وہ ماتم کریں گے۔

ہم عام طور پر نہیں سوچتے کہ جو نفرت و اِذیت اور دُکھ تکلیف اُٹھاتے ہیں وہ برکت پاتے ہیں۔ مسیح یسوع نے فرمایا جو میرے نام کی خاطر دُکھ تکلیف اُٹھاتے اور رَد کِئے جاتے ہیں اُن پر خدا کی خاص برکت ہے۔ وہ لوگ جو مسیح کی پیروی کرتے ہوئے مُصیبتوں اور تکلیفوں سے گزرتے ہیں یقیناً اُن کا اِنعام آسمان پر ہے۔ خدا کی نظر میں جو بہن بھائی مسیح کے لئے دُکھ و اذیت سہتے ہیں اُن کا مقام وہی ہے جو اُس کے نبیوں کا تھا۔

اِس کے برعکس افسوس اُن پر جو دُنیا کی نظر میں مقبول و عزت دار ہیں، کیونکہ دُنیاوی عہدہ و رتبہ اور عزت و مقبولیت خدا کے ہاں ویسی

نہیں جیسی مسیح کے نام پر دُکھ و اذیت اُٹھانے والوں کے لئے ہے، کیونکہ جھوٹے نبی بھی عوام میں بہت مقبول ہوتے ہیں اور اپنی عزت و شہرت کے مزے لوٹتے ہیں۔

اَب غور طلب سوال یہ ہے کہ اگر مسیح یسوع آج ہم سے مخاطب ہے تو وہ ہمیں برکت دے گا یا افسوس کرے گا؟

اُنّیسواں باب

رحم دِل ہو

(لُوقا ۶:۲۷۔۴۲)

مسیح یسوع اور دوسرے مذہبی رہنماؤں کی تعلیم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ بُنیادی فرق بہت ہی نمایاں اور واضح ہے کہ مسیح نے اپنے پیروکاروں کو ہدایت دی کہ اپنے دُشمنوں سے کیسے برتاؤ کریں۔ اِسی سے دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔

اپنے بارہ شاگردوں کو رسول کی حیثیت سے چُنے جانے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مسیح نے اُنہیں خبردار کِیا کہ اُنہیں ظلم و ستم اور اذیتوں کا سامنا کرنا ہو گا۔ اَب سوال یہ ہے کہ دُکھوں اور تکلیفوں میں اُن کا رَدِ عمل کیا ہو گا؟

اِنجیلِ مُقدس میں لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۶ باب کی ۲۷ سے ۳۶ آیت میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا، مسیح کی ہدایات کو یوں بیان کرتا ہے۔ ’’لیکن مَیں تم سُننے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنے دُشمنوں سے محبت رکھو۔ جو تم سے عداوت رکھیں اُن کا بھلا کرو۔ جو تم پر لعنت کریں اُن کے لئے برکت چاہو۔ جو تمہاری تحقیر کریں اُن کے لئے دُعا کرو۔ جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اُس کی طرف پھیر دے

اور جو تیرا چوغہ لے اُس کو کُرتہ لینے سے بھی منع نہ کر۔ جو کوئی تجھ سے مانگے اُسے دے اور جو تیرا مال لے لے اُس سے طلب نہ کر۔ اور جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی کرو۔ اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گناہگار بھی اپنے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اگر تم اُن ہی کا بھلا کرو جو تمہارا بھلا کریں تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گناہگار بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور اگر تم اُن ہی کو قرض دو جن سے وُصول ہونے کی اُمید رکھتے ہو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ گناہگار بھی گناہگاروں کو قرض دیتے ہیں تاکہ پورا وُصول کر لیں۔ مگر تم اپنے دُشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر اُمید ہوئے قرض دو تو تمہارا اَجر بڑا ہو گا اور تم خدا تعالےٰ کے بیٹے ٹھہرو گے کیونکہ وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے۔ جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحمدل ہو۔" (لُوقا ۶:۲۷-۳۶)

موسوی شریعت کے مطابق اپنے دُشمنوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ جیسا کہ لکھا ہے، "تُو اِنتقام نہ لینا اور نہ اپنی قوم کی نسل سے کینہ رکھنا بلکہ اپنے ہمسایہ سے اپنی مانند محبت کرنا۔" (احبار ۱۹:۱۸) ایک اَور مقام پر لکھا ہے، "...اِنتقام لینا اور بدلہ دینا میرا کام ہو گا..." (اِستثنا ۳۲:۳۵) بلکہ موسوی قانون میں اپنے دُشمنوں کی مدد کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ لکھا ہے، "اگر تیرے دُشمن کا بیل یا گدھا تجھے

بھٹکتا ہُوا مِلے تو تُو ضرور اُسے اُس کے پاس پھیر کر لے آنا۔ اگر تُو اپنے دُشمن کے گدھے کو بُوجھ کے نیچے دَبا ہُوا دیکھے اور اُس کی مدد کرنے کو جی بھی نہ چاہتا ہو تو بھی ضرور اُسے مدد دینا۔" (خرُوج ۲۳:۴-۵)

مگر مسیح یسوع نے دُشمن سے اِنتقام نہ لینے اور مدد کرنے کے سنہری اُصول کو اَور بھی سنہرا بنا دیا کہ ہمیں چاہیے کہ نہ صرف اپنے ہمسائے سے بلکہ اپنے دُشمنوں سے بھی محبت رکھیں۔ ہم نہ صرف اپنے دُشمنوں کی مدد کریں بلکہ اُن کے لئے دُعا کریں اور برکت چاہیں۔ در حقیقت ہمیں دوسروں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے جیسا ہم چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے ساتھ کریں۔

اپنے دُشمن سے محبت رکھنا بہت ہی مشکل کام ہے خاص طور پر جب اُن کے دِل میں ہمارے لئے نفرت بھری ہو اور وہ ہمارے خلاف زہر اُگل رہے ہوں۔ مگر ایسی صورت میں ہمارا ردِ عمل کیا ہونا چاہیے جبکہ وہ ہمیں جسمانی تکلیف پہنچانے اور ہمارا سب کچھ لوٹنے کے در پر ہوں؟ مسیح یسوع کی تعلیم یہ ہے کہ ایسی صورتِ حال میں بھی ہمیں اُن سے محبت پیار سے پیش آنا ہے نہ کہ اُنہی کی طرح نفرت و لڑائی سے۔ مسیح کا یہ پیغام محض ایسے ہی نہیں تھا بلکہ وہ وقت آیا جب لوگوں نے اُن کے خلاف نفرت و حقارت کے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ وہ اُس کے خلاف نہ صرف باتیں کرنے لگے بلکہ اُس کے منہ پر تھوکا اور طمانچہ

بھی رسید کِئے، اور مارنے پیٹنے کے بعد صلیب پر لٹکا دیا۔ اَب سوال یہ ہے کہ مسیح یسوع نے اپنی ہی کہی ہوئی باتوں پر کیسے عمل کِیا، کیسے اُنہوں نے اپنے دُشمنوں کی نفرت اور بے عزتی کا جواب دیا؟ پطرس رسول لکھتا ہے، ''اور تم اِسی کے لئے بُلائے گئے ہو کیونکہ مسیح بھی تمہارے واسطے دُکھ اُٹھا کر تمہیں ایک نمونہ دے گیا ہے تاکہ اُس کے نقشِ قدم پر چلو۔ نہ اُس نے گناہ کِیا اور نہ اُس کے منہ سے کوئی مکر کی بات نکلی۔ نہ وہ گالیاں کھا کر گالی دیتا تھا اور نہ دُکھ پا کر کسی کو دھمکاتا تھا بلکہ اپنے آپ کو سچے اِنصاف کرنے والے کے سُپرد کرتا تھا۔'' (۱-پطرس ۲:۲۱-۲۳) مسیح یسوع جب صلیب پر تکلیف و اِذیت سہہ رہا تھا تو اپنی ہی سکھائی ہوئی تعلیم پر عمل کر کے ہمارے لئے دُشمنوں سے محبت کا ایک اعلیٰ ترین نمونہ پیش کِیا، اُس نے خدا سے کہا کہ اِنہیں معاف کر دے کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں۔ اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنے دُشمنوں سے ایسا ہی کریں گے؟ کیا ہم اُن کے ساتھ رحمدلی سے پیش آئیں گے جو ہمارے ساتھ رحمدل نہیں؟

مسیح یسوع نے ہمیں سکھایا ہے کہ دُشمنوں سمیت ہر کسی کے ساتھ رحمدلی سے پیش آئیں۔ اُس نے یہ بھی ہدایت دی کہ ہمارا رویہ دوسرے لوگوں کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے۔ ''عیب جوئی نہ کرو، تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے گی۔ مجرم نہ ٹھہراؤ، تم بھی مجرم نہ ٹھہرائے جاؤ گے۔ خلاصی دو، تم بھی خلاصی پاؤ گے۔ دِیا کرو، تمہیں بھی دِیا جائے

گا۔ اچھا پیمانہ داب داب کر اور ہلا ہلا کر اور لبریز کر کے تمہارے پلے میں ڈالیں گے کیونکہ جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اُسی سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔ اور اُس نے اُن سے ایک تمثیل بھی کہی کہ کیا اندھے کو اندھا راہ دِکھا سکتا ہے؟ کیا دونوں گڑھے میں نہ گریں گے؟ شاگرد اپنے اُستاد سے بڑا نہیں بلکہ ہر ایک جب کامِل ہُوا تو اپنے اُستاد جیسا ہو گا۔ تُو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تِنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تُو اپنی آنکھ کے شہتیر کو نہیں دیکھتا تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ بھائی لا اُس تِنکے کو جو تیری آنکھ میں ہے نکال دوں؟ اَے ریاکار! پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال، پھر اُس تِنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ میں ہے اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔" (لُوقا ۶: ۳۷-۴۲)

ہم دوسروں پر اُن کے پہناوے اور شخصیت پر تنقید کرتے ہیں کیونکہ وہ ہماری طرح نہیں۔ ہم خاص طور اُن کی سوچ اور طرزِ زندگی کو نشانہ بناتے ہیں کیونکہ اُن کی سوچ و خیال اور اُٹھنا بیٹھنا ہم سے مختلف ہے۔ ہم خوامخواہ اُن کو دیکھ کے تکلیف اُٹھاتے ہیں حالانکہ اُن کے دِل میں ہمارے خلاف کوئی بات ہی نہیں۔ مگر مسیح یسوع نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم ایمانداری سے اپنے اندر جھانک کر دیکھیں، اِس سے پہلے کہ دوسروں پر تنقید کریں۔ اکثر ہم ہی میں کوئی خامی یا بُرائی ہوتی ہے جس کی دوسروں کو ملامت کر رہے ہوتے ہیں۔ اَب سوال

یہ ہے ہم کیسے کسی کے عیب و بُرائی کو دُور کر سکتے ہیں جبکہ ہم خود ہی بُرائیوں کے سبب سے اندھے ہیں؟ یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب ہم خود ایمانداری سے اپنے اندر جھانک کر دیکھیں گے اور اپنی اصلاح کریں گے تو دوسروں کی بھی اچھی طرح مدد و رہنمائی کر سکیں گے۔

بہت سے لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کیونکہ مسیح نے فرمایا کہ عیب جوئی نہ کرو۔ کسی کی بُرائی، عیب اور گناہ آلودہ طرزِ زندگی کی نشاندہی کرنا دُرست نہیں۔ یقیناً مسیح یسوع کا یہ مطلب ہرگز نہیں کیونکہ اُس نے خود گناہ اور ریاکاری پر لعن طعن کی۔ بات غلط اور دُرست کی نہیں جس کے خلاف مسیح نے ایسا کہا بلکہ کسی کو کم تر سمجھ کر تباہ و برباد کرنے سے رُوکا گیا ہے۔ ایک اَور موقع پر مسیح یسوع نے فرمایا، ’’ظاہر کے مُوافق فیصلہ نہ کرو بلکہ اِنصاف سے فیصلہ کرو۔‘‘ (یوحنا ۷:۲۴) بالکل واضح ہو گیا کہ مسیح نے اِس طرح عیب جوئی، اصلاح اور اِنصاف کرنے سے منع کِیا ہے جس میں کسی کے خلاف تکبر و غرور شامل ہو یعنی ہم دوسروں سے اچھے ہیں۔ صرف خدا ہے جو کسی کو گناہگار ٹھہرا کر سزا دے سکتا ہے۔

اور اگر ہمیں کسی کو لعن طعن یا تنقید کا نشانہ بنانے کی ضرورت بھی پڑ جائے تو مسیحی محبت اور ہمدردی سے اصلاح ہونی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی کامِل نہیں۔ ہم سب گناہگار ہیں۔ خدا ہمارے ساتھ بالکل ایسے ہی برتاؤ کرے گا جس طرح ہم

دوسروں سے پیش آتے ہیں۔ خدا ہمارا ایسے ہی اِنصاف کرے گا جس طرح ہم دوسروں کا اِنصاف کرتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہمیں معاف کر دے تو لازم ہے کہ پہلے دوسروں کو معاف کرنا سیکھیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہمیں دِل کھول کر دے تو لازم ہے کہ ہم بھی دوسروں کو دینا سیکھیں۔

بیسواں باب

مضبوط بُنیاد

(لُوقا ۶: ۴۳-۴۹)

مسیح یسوع کا پیروکار بننا نہایت مشکل ہے یا یوں کہہ لیں کہ مسیح کو اپنانے کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ جب شاگردوں نے اپنے خداوند کی پیروی کرنے کا اِرادہ کِیا تو اُنہیں اپنا کاروبار اور ذریعہ معاش چھوڑنا پڑا۔ اُن کو مسیح کی خاطر اپنے ساتھیوں، اپنی سیاسی وابستگیوں بلکہ یہاں تک کہ اپنے خاندان کو بھی خیرباد کہنا پڑا۔ یہ کوئی آسان کام نہیں مگر مسیح نے اُن سے اِس سے بڑا وعدہ لیا کیونکہ دُنیا کے نجات دہندہ کی پیروی کرنے کے لئے اِنسان کو اپنا رویہ اور سیرت و کردار تبدیل کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۶ باب کی ۳۹ سے ۴۰ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، "اور اُس نے اُن سے ایک تمثیل بھی کہی کہ کیا اندھے کو اندھا راہ دِکھا سکتا ہے؟ کیا دونوں گڑھے میں نہ گِریں گے؟ شاگرد اپنے اُستاد سے بڑا نہیں بلکہ ہر ایک جب کامِل ہُوا تو اپنے اُستاد جیسا ہو گا۔" (لُوقا ۶: ۳۹-۴۰)

بہت سے لوگ چرچ میں عہدہ اور رُتبہ محض اِس غرض سے لینا چاہتے ہیں کہ اِس سے اُن کو عزت و شہرت مِلے گی۔ پہلے پہل مسیح کے

شاگردوں کی سوچ بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ کئی مرتبہ اُس نے اُن کو تنبیہ و ملامت کی کہ آپس میں بحث مت کرو کہ تم میں بڑا کون ہے۔ مسیح یسوع نے اُنہیں سمجھایا کہ عزت و بڑائی اعلیٰ عہدے یا حیثیت سے نہیں ملتی بلکہ اِنسان کی سیرت و کردار سے۔ اگر کوئی اپنے آپ کو لیڈر سمجھتا ہے اور اُس کا کردار و رویہ پیروی کرنے والوں سے بُرا ہے تو ایسا لیڈر فائدہ دینے کی بجائے نقصان ہی پہنچائے گا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا ایک اندھا دوسرے اندھے کو راہ دِکھانے میں رہنمائی کرے۔ یقیناً وہ اُسے بھی اپنے ساتھ تباہ و برباد کرے گا۔ شاگردوں کو چاہیے تھا کہ عہدے اور حیثیت کو چھوڑ کر اپنے اُستاد مسیح یسوع کی مانند بننے کی کوشش کرتے۔

اَب سوال یہ ہے مسیح نے اپنے شاگردوں کے سامنے اپنے کردار و سیرت کا ایسا کیا عملی نمونہ پیش کِیا کہ وہ اُسی کی طرح بنیں؟ ایک اَور موقع پر مسیح یسوع نے فرمایا، ”میرا جوأ اپنے اُوپر اٹھا لو اور مجھ سے سیکھو کیونکہ مَیں حلیم ہوں اور دِل کا فروتن۔ تو تمہاری جانیں آرام پائیں گی کیونکہ میرا جُوأ ملائم ہے اور میرا بُوجھ ہلکا۔“ (متی ۱۱:۲۹) مسیح نے یہ بھی فرمایا، ”...جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ تمہارا خادِم بنے، اور جو تم میں اول ہونا چاہے وہ سب کا غلام بنے۔ کیونکہ ابنِ آدم بھی اِس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اِس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فِدیئے میں دے۔“ (مرقس ۱۰:۴۳-۴۵) ہم نے

دیکھا کہ مسیح یسوع اپنے شاگردوں اور پیروکاروں سے کِس حلیمی سے دوسروں کی خدمت کی توقع رکھتے ہیں۔

صرف حلیم ہونا اور دوسروں کی خدمت کرنا ہی کافی نہیں، مسیح ہم سے اِس سے کہیں زیادہ چاہتا ہے۔ حلیمی اور دوسروں کی خدمت کرنا ہماری سیرت و کردار سے جھلکنا چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہماری شخصیت و سیرت اِس طرح مسیح کے رنگ میں رنگی جائے کہ اُس کا نتیجہ حلیمی اور دوسروں کی خدمت سے ظاہر ہو۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۶ باب کی ۴۳ سے ۴۵ آیت میں لُوقا، مسیح کی اِس تعلیم بارے لکھتا ہے، ”کیونکہ کوئی اچھا درخت نہیں جو بُرا پھل لائے اور نہ کوئی بُرا درخت ہے جو اچھا پھل لائے۔ ہر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے کیونکہ جھاڑیوں سے انجیر نہیں توڑتے اور نہ جھڑبیری سے انگور۔ اچھا آدمی اپنے دِل کے اچھے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے اور بُرا آدمی بُرے خزانہ سے بُری چیزیں نکالتا ہے کیونکہ جو دِل میں بھرا ہے وہی اُس کے منہ پر آتا ہے۔“ (لُوقا ۶:۴۳-۴۵)

مسیح یسوع کی تعلیم کا لب و لباب بہت سادہ اور واضح ہے۔ جو ہمارے اندر ہوتا ہے وہ ہمارے فعل سے نظر آتا ہے۔ اگر ہمارا دِل پاک صاف ہے تو ہم اچھا ہی سوچیں گے اور اچھا کریں گے، اور اگر ہمارے دِل میں بُرائی ہے تو بُرائی فِتنہ بن کے باہر آ جائے گی۔ اور یہ اِس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہمارا کردار بُرا ہے۔ اور اگر ہمارے کام

مُسلسل اچھے اور نیک ہیں تو اِس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارا دِل پاک صاف ہے۔ اگر ہم بُرے آدمی ہیں تو ممکن ہے کہ وقتی طور پر اپنی بُرائی کو اچھے کاموں کا لبادہ اُوڑھ کر چھپا لیں۔ اور اگر اچھے آدمی ہیں تو ممکن ہے کہ کبھی کبھی ہم سے کوئی بُرا کام بھی سَرزد ہو جائے۔ اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو ہمارے جاننے والے توقع نہیں کرتے کہ ایسی غلطی سَرزد ہو گئی ہے۔ ہماری حقیقی شخصیت کا ہمارے طرزِ زندگی سے پتہ چلتا ہے۔ کچھ دیر پہلے ہم نے دیکھا کہ مسیح نے دوسروں سے نفرت و حقارت اور عیب جوئی و ملامت بارے سبق دیا تھا۔ اگر ہم دوسروں سے نفرت اور ملامت کرتے ہیں تو اِس سے نظر آتا ہے کہ ہمارے دِل میں کیا ہے۔

ہماری شخصیت اور طبیعت کی اصلیت اُس وقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے جب ہم دوسروں کے سامنے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ ہماری بول چال، اُٹھنا بیٹھنا سب کچھ لوگوں کو نظر آ جاتا ہے۔ جیسا کہ مسیح یسوع نے فرمایا کہ جو دِل میں بھرا ہوتا ہے وہی منہ پر آ جاتا ہے۔ یہ بات اُس وقت زیادہ سچ ثابت ہوتی ہے جب بولنے سے پہلے سوچتے نہیں۔ مثال کے طور پر جب ہم اچانک کسی چیز سے ڈر جائیں یا اپنے آپ کو زخمی کر لیں تو ہمارے منہ سے غیر ارادی طور پر کچھ ایسے الفاظ نکلتے ہیں جن کو ہم نے پہلے سے سوچا نہیں ہوتا۔ کیا ہمارے منہ سے کسی کے لئے لعنت ملامت نکلتی ہے؟ کیا ہم غصے سے چیختے ہیں؟ یا خدا سے مخاطب ہوتے ہیں کہ وہ ہماری مدد کرے؟ کیا ہم خود سے ہی خدا کا شکر

ادا کرتے ہیں کہ اِس سے کہیں زیادہ بُرا ہو سکتا تھا مگر خدا نے بچا لیا؟ کیا ہمارے منہ سے شکرانے اور تعریف کے الفاظ نکلتے ہیں؟ اچانک دہشت زدہ اور شدید زخمی ہونے کی حالت میں ہمارے اندر سے بغیر سوچے سمجھے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ در حقیقت ہماری شخصیت و طبیعت کی ترجمانی کرتے ہیں کہ ہم ہیں کیا؟

مسیح کے پیروکاروں میں ایک اَور خوبی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ نہ صرف وہ ایک دوسرے کو معاف کریں، لعنت ملامت نہ کریں، اور جو اچھا ہے وہ بولیں اور کریں، بلکہ اُن کا دِل بھی پاک صاف اور تابعداری سے بھرا ہونا چاہیے۔ لُوقا ٦ باب کی آیت ۴٦ سے ۴۹ میں مسیح یسوع اپنی تعلیم جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ''جب تم میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے تو کیوں مجھے خداوند خداوند کہتے ہو؟ جو کوئی میرے پاس آتا اور میری باتیں سُن کر اُن پر عمل کرتا ہے مَیں تمہیں جتاتا ہوں کہ وہ کِس کی مانند ہے۔ وہ اُس آدمی کی مانند ہے جس نے گھر بناتے وقت زمین گہری کھود کر چٹان پر بُنیاد ڈالی۔ جب طوفان آیا اور سیلاب اُس گھر سے ٹکرایا تو اُسے ہِلا نہ سکا کیونکہ وہ مضبوط بنا ہُوا تھا۔ لیکن جو سُن کر عمل میں نہیں لاتا وہ اُس آدمی کی مانند ہے جس نے زمین پر گھر کو بے بُنیاد بنایا۔ جب سیلاب اُس پر زور سے آیا تو وہ فی الفُور گر پڑا اور وہ گھر بالکل برباد ہُوا۔'' (لُوقا ٦:۴٦-۴۹)

مسیح یسوع کے فرمان کے مطابق دُنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو اُنہیں خداوند تو کہتے ہیں اور بہت ہیں جو اپنے آپ کو مسیحی کہلواتے ہیں مگر مسیح کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے۔ ہاں، یہ تو ممکن ہے کہ اُس کی تعلیم کو پورے طور پر جانتے ہوں، یہ بھی ممکن ہے کہ جو اُس نے فرمایا سب کچھ زبانی یاد بھی ہو۔ لیکن اگر ہم اُس کی ہدایت اور حکموں پر عمل نہیں کرتے تو یہ دعویٰ کرنا سرا سر جھوٹ ہے کہ یسوع ہمارا خداوند ہے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے مسیح کے نام پر بڑے بڑے کام کِئے ہوں مگر پھر بھی اُس کے ہاں ہماری خوشنودی نہیں۔ متی کی اِنجیل میں اِسی بارے میں مسیح یسوع فرماتے ہیں۔ ''اُس دِن بہتیرے مجھ سے کہیں گے، اَے خداوند اَے خداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بد رُوحوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دِکھائے؟ اُس وقت مَیں اُن سے صاف کہہ دوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔ اَے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ۔'' (متی ۷:۲۲-۲۳) مسیح کے الفاظ بالکل صاف اور واضح ہیں، اگر ہم اُس کی تعلیم اور فرمان پر عمل نہیں کرتے تو ہم بدکار ٹھہرتے ہیں، کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم کِتنا چیخ چیخ کے اُسے خداوند کہتے ہیں۔

اَب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسیح یسوع کی تعلیم و فرمان اِسقدر اہم اور ضروری کیوں ہیں؟ ایک اَور موقع پر اُس نے فرمایا، ''زندہ

کرنے والی تو رُوح ہے۔ جسم سے کچھ فائدہ نہیں۔ جو باتیں مَیں نے تم سے کہی ہیں وہ رُوح ہیں اور زندگی بھی ہیں۔'' (یوحنا ۶:۶۳)

جیسا کہ یسوع نے واضح کِیا کہ اگر ہم اُس کے کلام پر عمل کریں گے تو اُس چٹان کی مانند ہو جائیں گے جِسے کوئی ہلا نہیں سکتا۔ اگر مسیح کا کلام و پیغام زندگی ہے تو ہم اُسے رَد کر کے زندہ نہیں رہ سکتے۔ بہت سے لوگوں کی زندگی کی بُنیاد دُنیاوی فلسفیانہ سوچ، عقل و دانش، طاقت، اثر و رسوخ اور مال اسباب پر ہوتی ہے۔ دیکھنے والوں کو اُن کی ظاہری حالت بڑی خوبصوت اور مضبوط و پائدار لگتی ہے مگر کیونکہ اُن کی بُنیاد کھوکھلی ہوتی ہے اِس لئے اُن کا گھر یعنی اُن کی زندگی اِلٰہی عدالت کے دِن قائم نہیں رہ سکتی۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے اپنا گھر مسیح یسوع کی تابعداری میں رہتے ہوئے مضبوط چٹان پر بنایا ہے؟ یا ہمارا اعتماد و بھروسہ ہلتی ہوئی ریت اور دُنیاوی وعدوں پر ہے؟

اکیسواں باب

بلکہ کہہ دو

(لُوقا ۶: ۴۳-۴۹)

جب حالات اچھے ہوں اور ہمیں ہر طرح سے کوئی بھی پریشانی نہ ہو تو اپنے اِیمان کا دعویٰ کرنا بہت آسان ہوتا ہے اور دوسروں کو مضبوط اِیمان کی تلقین و نصیحت کرنا بھی مشکل نہیں ہوتا۔ مگر ہمارے اِیمان کا پتہ اُس وقت چلتا ہے جب ہم تکلیفوں اور پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہوتے ہوں، یہی ہمارے اِیمان کا اصل امتحان ہوتا ہے۔ کیا ہم دُکھوں، تکلیفوں اور مُصیبتوں میں بھی خدا کے وعدوں پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں؟ کیا ہم اِیمان رکھتے ہیں کہ خدا ہمیں اَب بھی پیار کرتا ہے اور ہماری تکلیف و پریشانی میں بھی ہمارے لئے بھلائی کی کوئی راہ نکالے گا؟

صدیوں سے یہودی لوگ مسیح کی اُمید لگائے بیٹھے تھے کہ ایک راستباز بادشاہ دُنیا میں آئے گا جو اُن پر عدل و اِنصاف اور سچائی کے ساتھ حکومت کرے گا۔ لیکن جب خدا نے یسوع کو نجات دہندہ ہونے کے لئے مَسح کِیا تو بہت سے یہودیوں نے اُسے قبول نہ کِیا۔ وہ ایسا مسیح نہیں تھا جو اُن کے ذہن کے مطابق کام کرتا، یہاں تک کہ مسیح یسوع کے نزدیکی پیروکار جن کو اُس نے چُنا کہ اُس کے شاگرد ہوں پورے

طور پر اُسے سمجھ نہ سکے۔ اِسی لئے مسیح نے اکثر اُن کو اُن کی کم اعتقادی اور اِیمان کی کمزوری کی وجہ سے ڈانٹا۔

یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ جس شخص نے مسیح یسوع کو پورے طور پر سمجھا اور جانا کہ مسیح ہے کون اور مکمل اِیمان لایا وہ ایک غیر مُلکی، غیر یہودی تھا۔ یہ شخص نہ صرف پردیسی تھا بلکہ ایک ایسے گروپ سے تعلق رکھتا تھا جن کو یہودی ظلم و ستم ڈھانے والے سمجھتے تھے۔ وہ رُومی فوج کا صُوبہ دار تھا۔

یہ واقعہ اُس وقت پیش آیا جب مسیح یسوع اپنے شاگردوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ اُنہیں کیسا اِنسان ہونا چاہیے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۷ باب کی پہلی دَس آیات میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا اِس بارے میں یوں بیان کرتا ہے، ”جب وہ لوگوں کو اپنی سب باتیں سُنا چُکا تو کفرنحوم میں آیا۔ اور کسی صُوبہ دار کا نوکر جو اُس کو عزیز تھا بیماری سے مرنے کو تھا۔ اُس نے یسوع کی خبر سُن کر یہودیوں کے کئی بزرگوں کو اُس کے پاس بھیجا اور اُس سے درخواست کی کہ آ کر میرے نوکر کو اچھا کر۔ وہ یسوع کے پاس آئے اور اُس کی بڑی منت کر کے کہنے لگے کہ وہ اِس لائق ہے کہ تُو اُس کی خاطر یہ کرے کیونکہ وہ ہماری قوم سے محبت رکھتا ہے اور ہمارے عبادتخانہ کو اُسی نے بنوایا۔ یسوع اُن کے ساتھ چلا مگر جب وہ گھر کے قریب پہنچا تو صُوبہ دار نے بعض دوستوں کی معرفت اُسے یہ کہلا بھیجا کہ اَے خداوند تکلیف نہ

کر کیونکہ مَیں اِس لائق نہیں کہ تُو میری چھت کے نیچے آئے۔ اِسی سبب سے مَیں نے اپنے آپ کو بھی تیرے پاس آنے کے لائق نہ سمجھا بلکہ زبان سے کہہ دے تو میرا خادم شِفا پائے گا۔ کیونکہ مَیں بھی دوسرے کے اِختیار میں ہوں اور سپاہی میرے ماتحت ہیں اور جب ایک سے کہتا ہوں کہ جا تو وہ جاتا ہے اور دوسرے سے آ تو وہ آتا ہے، اور اپنے نوکر سے کہ یہ کر تو وہ کرتا ہے۔ یسوع نے یہ سُن کر اُس پر تعجب کِیا اور پھر کر اُس بھیڑ سے جو اُس کے پیچھے آتی تھی کہا، مَیں تم سے کہتا ہوں کہ مَیں نے ایسا اِیمان اِسرائیل میں بھی نہیں پایا۔ اور بھیجے ہوئے لوگوں نے گھر میں واپس آ کر اُس نوکر کو تندرست پایا۔"
(لُوقا ۷:۱-۱۰)

اگرچہ رُومی فوج کا صُوبہ دار غیریہودی تھا مگر وہ اپنے دِل میں یہودیوں کے لئے نفرت نہیں رکھتا تھا بلکہ اُن کا ہمدرد تھا۔ جہاں تک ہم اِس شخص کے بارے میں جانتے ہیں اُس کا تعلق خدا کے وجود کا اِنکار کرنے والے بُت پرست خاندان سے تھا مگر اُس نے یہودی مذہب میں سچائی کو دیکھا اور پہچانا۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ جب اُس نے خدا کی وحدانیت کو سمجھا تو وہ سچے دِل سے خدائے قدُوس پر اِیمان لایا۔ اگرچہ اُس نے یہودی دین تو اِختیار نہ کِیا مگر اُس نے کفرنحوم میں یہودیوں کے لئے ایک عبادت گاہ تعمیر کروائی۔

کسی طرح سے اِس نے مسیح یسوع کے بارے میں سُنا، شائد اُس نے اُن معجزات کے بارے میں سُنا جو یسوع نے کفرنحوم میں دِکھائے۔ بہت سے یہودی رہنماؤں کے برعکس جو مسیح کے معجزات کو شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ اُن پر سچے دِل سے اِیمان لایا۔ وہ جانتا تھا کہ مسیح یسوع میں اُس کے نوکر کو شفا دینے کی بھرپور قدرت و طاقت ہے۔ صرف سوال یہ تھا کہ مسیح ایسا کرے گا یا نہیں۔ کیا مسیح کے دِل میں بھی یہودیوں کی طرح غیر یہودیوں کے لئے نفرت تھی اور وہ اُنہیں حقیر و ناچیز جان کر کوئی مدد نہیں کرے گا۔

صُوبہ دار چاہتا تھا کہ مسیح اُس کی درخواست کا جواب ہاں میں دے اِسی لئے اُس نے کچھ عزت دار یہودیوں کو بھیجا۔ مسیح یسوع کے پاس صُوبہ دار اور یہودی بزرگوں کا جانا یقیناً ایک غیرمعمولی بات تھی۔ صُوبہ دار کے لئے اِس لئے کہ اُس نے یہودیوں کے لئے اپنی سخاوت و محبت کا بھرپور نمونہ پیش کِیا۔ یہودی بزرگوں کے لئے اِس لئے غیرمعمولی بات تھی کہ وہ دِل سے تیار تھے کہ صُوبہ دار کی درخواست پر عمل کریں۔ کسی نے سہی کہا ہے کہ محبت دو فریقوں کے بیچ میں ایک پُل کا کام کرتی ہے کہ سارے تفرقہ اور نفرتیں مِٹا کر محبت سے ایک ہو جائیں۔

مسیح یسوع اُس غیریہودی کی مدد کرنے کے لئے تیار تھا اور یقیناً اِس سے صُوبہ دار کا حوصلہ ضرور بڑھا ہو گا۔ مگر اُسے احساس ہُوا کہ

مسیح کا اُس کے گھر آنا خطرے سے خالی نہیں، لوگ اُس کو سخت تنقید کا نشانہ بنائیں گے۔ اگرچہ مسیح یسوع نے محبت، بھائی چارے اور صُلح کے پیغام کا پرچار کِیا، مگر آسمان پر واپس جانے اور کلیسیا قائم ہونے کے بعد اُس کے پیروکار اُن یہودیوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھیں گے جو غیر یہودیوں سے تعلقات رکھتے ہیں۔ جب خدا کے حکم سے پطرس رسول نے اِنجیل کی خوشخبری ایک اَور رُومی صُوبہ دار کے گھر پر سُنائی تو اُس کے ساتھی اِیمانداروں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ ''اور رسولوں اور بھائیوں نے جو یہودیہ میں تھے سُنا کہ غیر قوموں نے بھی خدا کا کلام قبول کِیا۔ جب پطرس یروشلیم میں آیا تو مختون اُس سے یہ بحث کرنے لگے کہ تُو نامختونوں کے پاس گیا اور اُن کے ساتھ کھانا کھایا۔'' (اعمال ۱۱:۱-۳)

شائد صُوبہ دار کو ایسی ہی تنقید کا ڈر تھا اِسی لئے اُس نے مسیح یسوع کو پیغام بھیجا کہ اُس کے گھر پر نہ آئے۔ وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ اِس قابل نہیں کہ یسوع مسیح جیسی پاک و راستباز ہستی اُس کی چھت کے نیچے آئے۔ صُوبہ دار کی اپنے بارے میں حقیقت پسندی کی اِنتہا نہیں کہ وہ خود سے جانتا تھا کہ وہ اِس لائق نہیں کہ مسیح اُس کے گھر میں آئے۔ مگر اُس کی گفتگو کا اگلا حِصہ ایسا تھا جس نے مسیح یسوع کو حیران کر دیا۔ صُوبہ دار خوب جانتا تھا کہ اُس کے نوکر کو شفا دینے کے لئے مسیح یسوع کا اُس کے گھر پر ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ ایک حکم سے جہاں کہیں بھی ہو میرے نوکر کو شفا دے سکتا ہے۔

صُوبہ دار خود کسی کے اِختیار میں تھا لہٰذا مسیح کے حکم دینے کے اِختیار اور اُس کی تابعداری کو خوب سمجھتا تھا۔ مسیح یسوع صُوبہ دار کے مضبوط اِیمان کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اور کہا کہ مَیں نے ایسا اِیمان اِسرائیل میں بھی نہیں دیکھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے مسیح یسوع کی شفا دینے اور معجزات دِکھانے کی قدرت و طاقت کو پورے طور پر پہچانا اور سمجھا۔ اِس سے پہلے یہودیوں کے مذہبی رہنما نیکدیمُس نے مسیح کے بارے میں کہا کہ ''...ہم جانتے ہیں کہ تُو خدا کی طرف سے اُستاد ہو کر آیا ہے کیونکہ جو معجزے تُو دِکھاتا ہے کوئی شخص نہیں دِکھا سکتا جب تک خدا اُس کے ساتھ نہ ہو۔'' (یوحنا ۳:۲) مگر پھر بھی وہ اُس ازلی حقیقت کو نہ پہچان سکا کہ خدا نہ صرف مسیح کے ساتھ ہے بلکہ اُس کے پاس آسمانی اِختیار بھی ہے لہٰذا اُس کی تابعداری کرنا لازم ہے۔ مگر اِس ازلی سچائی کو ایک غیر یہودی نا مختون نے پورے طور پر سمجھا کہ مسیح یسوع درحقیقت ہے کون۔ صُوبہ دار کا اِیمان رائگاں نہیں گیا کیونکہ جب پیغام لے کر جانے والے آدمی گھر واپس آئے تو نوکر کو بالکل تندرست اور صحت مند پایا۔

رُومی فوج کا صُوبہ دار ہمارے لئے ایک زبردست مثال ہے۔ اگرچہ ہم اُس کا نام بھی نہیں جانتے مگر بہت کم اُس کے عظیم اِیمان کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ کیا ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا اِیمان اُس کی طرح مضبوط ہے؟ کیا ہم یہ حقیقت تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ ہم اِس لائق

نہیں کہ مسیح کی پاک حضوری میں آ سکیں؟ کیا ہمارا اِیمان اِتنا بھرپور ہے کہ ہم مسیح یسوع کی آسمانی قدرت و طاقت کو پہچان کر اُس کی تابعداری کر سکیں؟

بائیسواں باب

مت رو

(لُوقا ۷:۱۱۔۱۷)

دُنیا میں ہر طرح کے لوگ بستے ہیں جن کی عادات، سیرت و کردار ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہوتے ہیں یعنی یکساں نہیں۔ مگر ایک لحاظ سے سب ایک جیسے ہیں۔ خدا کے عظیم نبی داوؔد کے بیٹے سلیمان نے اِس حقیقت کا بیان کچھ یوں کِیا ہے۔ ''سب کچھ سب پر یکساں گذرتا ہے۔ صادِق اور شریر پر، نیکوکار اور پاک اور ناپاک پر، اُس پر جو قربانی گذرانتا ہے اور اُس پر جو قربانی نہیں گذرانتا ایک ہی حادثہ واقع ہوتا ہے۔ جیسا نیکوکار ہے ویسا ہی گناہگار ہے۔ جیسا وہ جو قَسم کھاتا ہے، ویسا ہی وہ جو قَسم سے ڈرتا ہے۔ سب چیزوں میں جو دُنیا میں ہوتی ہیں ایک زبونی یہ ہے کہ ایک ہی حادثہ سب پر گذرتا ہے۔ ہاں بنی آدم کا دِل بھی شرارت سے بھرا ہے اور جب تک وہ جیتے ہیں حماقت اُن کے دِل میں رہتی ہے اور اِس کے بعد مُردوں میں شامل ہوتے ہیں۔'' (واعظ ۹:۲۔۳)

یقیناً اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم کون ہیں، کِتنا مال اسباب ہمارے پاس ہے اور ہم نے اپنی زندگی میں کیا کِیا ہے، ایک دِن ہم سب کو مرنا ہے۔ اِس کی کیا وجہ ہے کہ خواہ ہم اِیماندار یا راستباز

ہوں یا بے اِیمان یا بدمعاش ہم سب کو مرنا ہے؟ جسمانی موت ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے۔ جب خدا نے پہلے اِنسان آدم اور حَوا کو تخلیق کِیا تو اُنہیں ایک خوبصورت باغ میں رکھا اور حکم دیا کہ سوائے ایک درخت کے، تم باغ کے کسی بھی درخت کا پھل کھا سکتے ہو۔ لکھا ہے، ''لیکن نیک و بد کی پہچان کے درخت کا کبھی نہ کھانا کیونکہ جس روز تُو نے اُس میں سے کھایا تُو مرا۔'' (پیدایش ۲:۱۷)

بدقسمتی سے آدم اور حَوا نے خدا کی ہدایت پر توجہ نہ دی، اور منع کِیے گئے درخت کا کچھ پھل کھایا، جس کی وجہ سے اُن کا خدا کے ساتھ وہ قریبی رشتہ نہ رہا جو پہلے تھا۔ اور آخرِ کار اُن کی اِس نافرمانی کی بدولت دونوں کو اُس زندگی سے محرُوم ہونا پڑا جس کا دَم خدا نے اُن میں پُھونکا تھا۔ لفظ موت کا بُنیادی مطلب علیحدگی یا جُدائی ہے۔ جب سے پہلا گناہ سَرزد ہُوا ہے، گناہ نے بنی نوع اِنسان کو خدا سے علیحدہ یا جُدا کر دیا ہے، اور وہ دِن آئے گا جب ہر ایک اِنسان جسمانی زندگی سے بھی جُدا ہو جائے گا۔

اگرچہ موت عالمگیر ہے مگر ہم نے کبھی بھی اِس سے سمجھوتہ نہیں کِیا۔ ہم میں کچھ ہے جو موت کے خلاف جنگ کرتا ہے کہ یہ کبھی نہ آئے۔ ہم ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں کہ موت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ موت جن کو ہم سے چھین لیتی ہے ہم اُن پر ماتم کرتے ہیں۔

پاک صحائف واضح کرتے ہیں کہ مسیح یسوع کے دُنیا میں آنے کا ایک مقصد یہ تھا کہ وہ ہمیں گناہ سے چھٹکارا دِلائے۔ مسیح نہ صرف بنی نوع اِنسان کے گناہوں کو معاف کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے بلکہ وہ اُنہیں گناہ کے ایک انجام سے بھی بچا سکتا ہے، اور وہ ہے موت۔ رُومی صُوبہ دار کے نوکر کو شفا دینے کے کچھ ہی عرصہ بعد ایک اَور واقعہ پیش آیا جس سے مسیح یسوع کی موت پر قدرت و طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۷ باب کی ۱۱ سے ۱۷ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا اِس بارے میں یوں بیان کرتا ہے۔ ''تھوڑے عرصہ کے بعد ایسا ہُوا کہ وہ نائین نام ایک شہر کو گیا اور اُس کے شاگرد اور بہت سے لوگ اُس کے ہمراہ تھے۔ جب وہ شہر کے پھاٹک کے نزدیک پہنچا تو دیکھو ایک مُردہ کو باہر لئے جاتے تھے۔ وہ اپنی ماں کا اِکلوتا بیٹا تھا اور وہ بیوہ تھی اور شہر کے بہتیرے لوگ اُس کے ساتھ تھے۔ اُسے دیکھ کر خداوند کو ترس آیا اور اُس سے کہا، مت رو۔ پھر اُس نے پاس آکر جنازہ کو چُھوا اور اُٹھانے والے کھڑے ہو گئے اور اُس نے کہا، اَے جوان مَیں تجھ سے کہتا ہوں اُٹھ۔ وہ مُردہ اُٹھ بیٹھا اور بولنے لگا۔ اور اُس نے اُسے اُس کی ماں کو سُونپ دیا۔ اور سب پر دہشت چھا گئی اور وہ خدا کی تمجید کر کے کہنے لگے کہ ایک بڑا نبی ہم میں برپا ہُوا ہے اور خدا نے اپنی اُمت پر توجہ کی ہے۔ اور اُس کی نسبت یہ خبر سارے یہودیہ اور تمام گرد و نواح میں پھیل گئی۔'' (لُوقا ۷:۱۱-۱۷)

کسی بھی جوان شخص کی موت زیادہ تکلیف دہ اور غمناک ہوتی ہے۔ اگرچہ ہم بوڑھے شخص کی موت پر بھی ماتم کرتے ہیں مگر بوڑھا آدمی اپنی زندگی کا تجربہ حاصل کر چُکا ہوتا ہے۔ اگر اُس نے اپنی زندگی کے اچھے لمحات کو ضائع نہیں کِیا تو وہ در حقیقت خوشی، محبت اور سکون سب مزہ چکھ چُکا ہوتا ہے اور اپنے پیچھے عقل و دانش اور حکمت و سمجھ کی یادیں اور میراث چھوڑ جاتا ہے۔ مگر جو جوانی ہی میں مر جاتا ہے وہ زندگی کا بھرپور مزہ چکھنے سے محرُوم رہتا ہے۔

نائین میں رہنے والے اِس جوان کی موت اِس لئے بھی زیادہ تکلیف دہ اور غمناک تھی کہ وہ اپنی ماں کا اِکلوتا بیٹا تھا اور اُس کے مرنے کے بعد ماں بالکل بے سہارا اور بے یار و مددگار ہو گئی۔ نہ صرف وہ ماں کا اِکلوتا بیٹا تھا بلکہ ماں کا شوہر بھی مر چُکا تھا۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کِتنے عرصہ سے بیوہ تھی مگر یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ شوہر کی وفات کے بعد گزر بسر کا سارا بوجھ بیٹے کے کندھوں پر آن پڑا ہو گا۔ اَب جبکہ وہ بھی موت کی آغوش میں سو گیا تو اُس کی مدد کرنے والا کوئی نہ تھا۔

مسیح یسوع نے جب جنازہ اور ہجوم کو دیکھا تو یقیناً پہلے پہل کافی عجیب سا ماحول پیدا ہو گیا ہو گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دیکھنے والوں میں بے چینی اور حیرت کا سبب بھی بنا ہو۔ پہلے مسیح نے غمزدہ ماں سے کہا کہ مت رو۔ یہ بات یقیناً دیکھنے اور سُننے والوں کو ناگوار گذری

ہو گی۔ کِتنی بے حسی کی بات ہے کہ مرنے والے کے عزیز رشتہ دار سے کہنا کہ اپنے پیارے کی موت کا ماتم مت کرو۔ اور پھر مسیح نے جنازہ کو چُھوا۔ کسی بھی مذہبی لیڈر کا یہ فعل بالکل نامناسب تھا کیونکہ مُردہ چُھونے سے آدمی رسمی طور پر ناپاک ہو جاتا تھا۔ اور آخر میں مسیح نوجوان کو حکم دیتے ہوئے مخاطب ہُوا۔ ظاہر ہے دیکھنے والے حیرت میں ڈوب ہوگئے ہوں کہ کون پاگل مُردہ بدن کو حکم دے سکتا ہے؟

مگر جب ہم پوری سچائی کے ساتھ مسیح یسوع کو سمجھ لیتے ہیں تو اُس کے اِس نامناسب فعل کو اِلٰہی حکمت و دانش کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ لُوقا لکھتا ہے کہ یسوع کو اُس بیوہ پر ترس آیا۔ اور اُس نے اُسے کہا کہ مت رو، ایسا نہیں کہ وہ بے حِس و سخت دِل تھا یا اُسے ماں کے غم اور دُکھ تکلیف کی کوئی پرواہ نہیں تھی بلکہ اُس کا دِل دُکھی ماں کے لئے تڑپ اُٹھا۔ جب مسیح یسوع ہمیں کچھ کہتا ہے جس کی ہمیں سمجھ نہیں تو کیا ہمارا اِتنا اِیمان ہے کہ بُرا نہ منائیں؟

اِس واقعہ میں لُوقا، مسیح کو خداوند کہتا ہے، جس کا بُنیادی مطلب ہے حاکم یا حکمران۔ اگر مسیح درحقیقت حاکم و حکمران ہے تو حکم دینا اُس کا حق ہے اور حکم کی تابعداری کرنا ہمارا فرض۔ مُردہ شخص کے لئے اُس کے الفاظ ظاہری عظمت و حشمت دِکھانے کے لئے نہیں تھے۔ اور جو نتیجہ نکلا اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح یسوع کو یہ الفاظ کہنے

کا مکمل اور پورا اِختیار تھا۔ مُردہ نوجوان زندہ ہو گیا اور مسیح نے اُسے اُس کی ماں کو سُونپ دیا۔

یقیناً دیکھنے والوں پر خوف و ہراس چھا گیا اور وہ خدا کی حمد و تمجید کرنے لگے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ جب خدا کی قدرت و طاقت کو کام کرتے دیکھیں تو ایسے ہی دِل میں خوف رکھتے ہوئے خدائے بزرگ و برتر کی حمد و تمجید کریں۔ ہم اُس کے حضور پورے احترام و تقدس کے ساتھ حاضر ہوں کیونکہ وہ ہماری دیکھ بھال اور نگہبانی کرتا ہے۔ اِس واقعہ سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ ہجوم کو احساس ہُوا کہ مسیح یسوع حشمت و جلال اور قدرت و طاقت سے بھرپور نبی ہے۔ بِلا شک و شبہ وہ مسیح کے مُردہ نوجوان کو کہے گئے الفاظ پہچانتے تھے کیونکہ اِلیاہ نبی نے جب مُردہ لڑکے کو زندہ کِیا تو ایسے ہی الفاظ اِستعمال کِئے تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسیح یسوع کو خدا کی طرف سے بھیجا ہُوا عظیم نبی مانتے ہیں؟

اَب دیکھنا یہ ہے کہ مسیح کے اِس معجزے کی ہمارے لئے کیا اہمیت ہے؟ مسیح یسوع کا مُردہ نوجوان کو زندہ کرنا اِس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ وہ تمام مُردوں کو زندہ کرے گا۔ مسیح اِس لئے دُنیا میں آیا کہ موت کی بے اِنصافی کا ہمیشہ کے لے خاتمہ کرے۔ ہم آدم کے گناہ کے سبب سے مرتے ہیں، مگر مسیح نے ہم سے زندگی کا وعدہ کِیا ہے۔ جو بھی اُس کی پیروی کرے گا وہ اُسے ہمیشہ کی زندگی دے گا۔ پاک کلام میں لکھا ہے، ''...وہ خود بھی اُن کی طرح اُن میں شریک

ہُوا تاکہ موت کے وسیلہ سے اُس کو جِسے موت پر قدرت حاصل تھی یعنی اِبلیس کو تباہ کر دے، اور جو عُمر بھر موت کے ڈر سے غلامی میں گرفتار رہے اُنہیں چُھڑائے۔'' (عبرانیوں ۲:۱۴-۱۵)

سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے دِل سے مسیح یسوع کو اپنا خداوند اور نجات دہندہ تسلیم کِیا ہے یا ابھی تک موت کے ڈر سے غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں؟

تیئیسواں باب

سب سے بڑا

(لُوقا ۷:۱۸-۳۵)

جب ہمارے حالات اچھے ہوں اور ہم کامیابی کی بلندیوں کو چُھو رہے ہوں اور ہر کوئی ہمیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھ رہا ہو تو خدا پر اِیمان رکھنا آسان ہوتا ہے۔ مگر جب حالات سازگار نہ ہوں، اور ظلم و اِذیت سہہ رہے ہوں، خاص طور پر جب ہم اچھے اور بھلائی کے کام کرنے کے نتیجہ میں ظلم و ستم اُٹھا رہے ہوں تو خدا کے وعدوں پر اِیمان اور یقین رکھنا آسان نہیں ہوتا۔ خدا کے عظیم بندے یُوحنا اصطباغی نے گناہوں سے توبہ کا پرچار کِیا۔ اُس نے لوگوں پر زور دیا کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور آنے والے مسیح کے لئے اپنے دِلوں کو تیار کریں۔ یُوحنا نے نہ صرف یہ کہا کہ اُس کا آنا قریب ہے جس کے بارے میں یہودی نبیوں نے پیشین گوئی کی، بلکہ اُس نے یسوع کو مسیحِ موعود کے طور پر جانا اور پہچانا۔ مگر جب اُس نے ہیرودیس بادشاہ کو غیر قانونی شادی کرنے پر ملامت کی تو اُس نے اُسے جیل میں پھینک دیا۔

جب یوحنا جیل میں تھا تو اُس کے دِل میں شک پیدا ہونے لگا۔ اُس نے سُنا کہ یسوع کِتنے عجیب کام کر رہا ہے مگر شک کی بِنا پر سوچنے

لگا کہ کیا یسوع واقعی آنے والا مسیح ہے۔ پاک کلام سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اُس کے دِل میں یسوع کے لئے شک کیوں پیدا ہُوا۔ شائد یُوحنا کے دماغ میں بھی بہت سے دوسرے یہودیوں کی طرح آنے والے مسیح کے بارے میں غلط فہمی پر مبنی تصور تھا کہ جب مسیح آئے گا تو وہ رُومیوں کو فلستین سے مار بھگائے گا اور اِسرائیل کی بادشاہت بحال کرے گا۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو یسوع کسی طرح بھی یُوحنا کی اِن توقعات پر پورا نہیں اُتر رہا تھا۔ مسیح یسوع کی تعلیم اور اُس کا مشن بالکل غیر سیاسی تھا۔ اُس نے جو معجزات دِکھائے وہ صاف ظاہر کرتے تھے کہ اُس کے پاس مکمل اِلٰہی اِختیار ہے مگر اپنی یہ طاقت و قدرت وہ حکمرانوں کے خلاف یا سیاسی مقاصد کے لئے اِستعمال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے یُوحنا کو جیل سے چُھڑانے کے لئے بھی کچھ نہیں کِیا تھا حالانکہ وہ بے اِنصافی اور بے اِیمانی سے جیل میں پھینکا گیا تھا۔ اپنے شک و شبہات دُور کرنے کے لئے یُوحنا نے اپنے کچھ شاگردوں کو یسوع کے پاس بھیجا کہ کیا تُو وہی ہے جس کی ہم راہ دیکھ رہے ہیں؟

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۷ باب کی ۱۸ سے ۲۳ آیت میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا اِس بارے میں لکھتا ہے، ''اور یُوحنا کو اُس کے شاگردوں نے اِن سب باتوں کی خبر دی۔ اِس پر یُوحنا نے اپنے شاگردوں میں سے دو کو بُلا کر خداوند کے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا کہ آنے والا تُو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟ اُنہوں نے اُس کے پاس آ کر کہا، یُوحنا

بپتسمہ دینے والے نے ہمیں تیرے پاس یہ پوچھنے کو بھیجا کہ آنے والا تُو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟ اُسی گھڑی اُس نے بہتوں کو بیماریوں اور آفتوں اور بُری رُوحوں سے نجات بخشی اور بہت سے اندھوں کو بینائی عطا کی۔ اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ جو کچھ تم نے دیکھا اور سُنا ہے جا کر یُوحنا سے بیان کر دو کہ اندھے دیکھتے ہیں، لنگڑے چلتے پھرتے ہیں، کوڑھی پاک صاف کِئے جاتے ہیں، بہرے سُنتے ہیں، مُردے زندہ کِئے جاتے ہیں، غریبوں کو خوشخبری سُنائی جاتی ہے، اور مُبارک ہے وہ جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔" (لُوقا ۷:۱۸۔۲۳)

یُوحنا نے مسیح یسوع سے ایک سادہ اور سیدھا سوال کِیا: "آنے والا تُو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟" مگر مسیح نے یُوحنا کو سیدھا جواب دینے کی بجائے اپنے اُن معجزات کا حوالہ دیا جو اُس نے دِکھائے۔ یسوع کا یہ جواب یسعیاہ نبی کی مسیح کے بارے میں پیشین گوئیوں کی عکاسی کرتا ہے۔ اِس سے پہلے اُس نے ناصرۃ کی عبادت گاہ میں یسعیاہ نبی کی کتاب میں سے کچھ حِصہ پڑھا، "...اُس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے مَسح کِیا۔ اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی پانے کی خبر سُناؤں۔ کچلے ہوؤں کو آزاد کروں، اور خداوند کے سالِ مقبول کی منادی کروں۔" (لُوقا ۴:۱۸۔۱۹) کلامِ مُقدس کا یہ حوالہ پڑھنے کے بعد مسیح نے فرمایا، "...آج یہ نوشتہ تمہارے سامنے پورا ہُوا۔" (لُوقا ۴:۲۱)

جب یُوحنا کے شاگرد مسیح کے پاس آئے تو اُس نے اُن کی توجہ اپنے معجزات کی طرف کروائی جس کے وہ خود گواہ تھے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ جبکہ یسوع وہ کام کر رہا تھا جو یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی کے مطابق آنے والا مسیح کرے گا تو یُوحنا کو کسی بھی قِسم کا شک نہیں ہونا چاہیے تھا کہ یسوع ہی وہ مسیح ہے جس کا وعدہ پاک صحائف کی پیشین گوئیوں میں کِیا گیا تھا۔ مسیح یسوع نے اپنا پیغام ختم کرتے ہوئے فرمایا، ''...مُبارک ہے وہ جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔'' (لُوقا ۷:۲۳)

اِس کا لُب و لباب یہ ہے کہ جب ہم پر مشکل وقت آن پڑے تو ہمیں اُن باتوں پر شک نہیں کرنا چاہیے جو خدا نے اچھے وقت میں ہم پر ظاہر کیں۔ شک و شبہات کو دُور کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم خدا کی کہی ہوئی باتوں پر غور کریں۔ اُس نے اپنے کلام میں کیا فرمایا ہے؟ اگر ہم تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں تو یقین آئے گا کہ خدا ہمیشہ اپنے وعدوں پر قائم و دائم رہا ہے۔ اور جبکہ خدا کبھی تبدیل نہیں ہوتا تو ہمیں اُس کی پاک ذات پر پورا بھروسہ ہونا چاہیے کہ وہ ہمیشہ اپنے وعدوں پر قائم رہے گا۔

لُوقا ۷ باب کی ۲۴ سے ۲۸ آیت میں لکھتا ہے، ''جب یُوحنا کے قاصِد چلے گئے تو یسوع، یُوحنا کے حق میں لوگوں سے کہنے لگا کہ تم بیابان میں کیا دیکھنے گئے تھے؟ کیا ہَوا سے ہلتے ہوئے سرکنڈے کو؟ تو

پھر کیا دیکھنے گئے تھے؟ کیا مہین کپڑے پہنے ہوئے شخص کو؟ دیکھو جو چمکدار پوشاک پہنتے اور عیش و عشرت میں رہتے ہیں وہ بادشاہی محلوں میں ہوتے ہیں۔ تو پھر تم کیا دیکھنے گئے تھے؟ کیا ایک نبی؟ ہاں، مَیں تم سے کہتا ہوں بلکہ نبی سے بڑے کو۔ یہ وہی ہے جس کی بابت لکھا ہے کہ دیکھ مَیں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیرے آگے تیار کرے گا۔ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں اُن میں یُوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں، لیکن جو خدا کی بادشاہی میں چھوٹا ہے وہ اُس سے بڑا ہے۔'' (لُوقا ۷:۲۴۔۲۸)

مسیح یسوع نے یُوحنا کے بارے میں ایک پُرحکمت سوال اُٹھایا کہ وہ کِتنا عظیم تھا۔ در حقیقت مسیح نے اعلان کِیا کہ آدمیوں میں یُوحنا سب سے عظیم تر ہے۔ یقیناً مسیح کا یہ دعویٰ یہودیوں کے لئے حیران کن ہو گا کیونکہ وہ ابرہام، موسیٰ اور ایلیاہ کو آدمیوں میں سب سے عظیم سمجھتے تھے۔ اَب سوال یہ ہے کہ یُوحنا عظیم کیوں تھا؟ مسیح نے یہ کیوں کہا کہ وہ نبی سے بھی بڑا ہے؟ اِس لئے کہ یُوحنا اُس سے پہلے خدا کی طرف سے بھیجا گیا جس نے آنے والے مسیح کی راہ تیار کی۔

مگر پھر مسیح نے کہا کہ جو خدا کی بادشاہی میں چھوٹا ہے وہ یُوحنا سے بڑا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ مسیح یسوع نے اِس کی مزید وضاحت نہیں کی، لیکن یہ ہیں کچھ اہم باتیں جن کی روشنی میں کہہ سکتے ہیں جو خدا کی بادشاہی میں ہیں وہ یُوحنا سے بڑے ہیں۔ اگرچہ یُوحنا

نے آسمان کی بادشاہی کے آنے کی خوشخبری تو دی مگر ذاتی طور پر اُس کا تجربہ حاصل نہ ہُوا۔ اِس کے علاوہ جو خدا کی بادشاہی میں ہیں اُن کے پاس نہ صرف نئ اور ہمیشہ کی زندگی ہے بلکہ اُن کے اندر رُوح اُلقدس یعنی خدا کا رُوح بھی بسا ہُوا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جو لوگ خدا کی بادشاہی میں ہیں وہ بذاتِ خود یوحنا سے عظیم نہیں بلکہ اُن کو یہ اعلیٰ اور افضل مقام بخشا گیا ہے۔ وہ جو بادشاہی میں ہیں مسیح کی وجہ سے عظیم ہیں کیونکہ وہ مسیح میں ہیں اِسی لئے وہ اُس کے جلال میں شریک ہیں۔

اَب سوال یہ ہے کہ لوگ یُوحنا اور مسیح کی خوشخبری کو سُن کر کیسے جواب دیں؟ اِس بارے میں لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۷ باب اُس کی ۲۹ سے ۳۵ آیت میں لکھا ہے، ''اور سب عام لوگوں نے جب سُنا تو اُنہوں نے اور محصُول لینے والوں نے بھی یُوحنا کا بپتسمہ لے کر خدا کو راستباز مان لیا۔ مگر فریسیوں اور شرع کے عالموں نے اُس سے بپتسمہ نہ لے کر خدا کے اِرادہ کو اپنی نسبت باطِل کر دیا۔ پس اِس زمانہ کے آدمیوں کو مَیں کِس سے تشبیہ دُوں اور وہ کِس کی مانند ہیں؟ اُن لڑکوں کی مانند ہیں جو بازار میں بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں کہ ہم نے تمہارے لئے بانسلی بجائی اور تم نہ ناچے۔ ہم نے ماتم کِیا اور تم نہ روئے، کیونکہ یُوحنا بپتسمہ دینے والا نہ تو روٹی کھاتا ہُوا آیا، نہ مَے پیتا ہُوا اور تم کہتے ہو کہ اُس میں بد رُوح ہے۔ ابنِ آدم کھاتا پیتا آیا اور تم کہتے ہو کہ دیکھو کھاؤ اور شرابی آدمی محصُول لینے والوں

اور گنہگاروں کا یار۔ لیکن حکمت اپنے سب لڑکوں کی طرف سے راست ثابت ہوئی۔'' (لُوقا ۷:۲۹-۳۵)

مختصراً یہ کہ وہ جو اپنے سِینے میں نیک اور اِیماندار دِل رکھتے ہیں، وہ یسوع کو بحیثیت مسیح کے قبول کریں گے۔ اور جِنہوں نے اُسے قبول نہیں کرنا وہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی عذر ہی ڈھونڈتے ہی رہیں گے۔

چوبیسواں باب

دو قرض دار

(لُوقا ۷:۳۶۔۵۰)

کچھ لوگ کیوں کسی نہ کسی سنگین مسئلہ اور بحث و تکرار میں ہی گھرے رہتے ہیں، اور اپنے لئے وفاداری یا نفرت کے جذبات اور احساسات کیوں پیدا کر لیتے ہیں؟ اِس لئے کہ ایسے لوگ ہمیں چیلنج کرتے اور اُبھارتے ہیں کہ ہم اپنے عقائد و نظریات کا بخوبی جائزہ لیں۔ وہ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم اپنے اندر تبدیلی لائیں۔ مسیح یسوع کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ جب بھی کسی نے اُن کا سامنا کِیا تو ناممکن ہے کہ وہ ہاتھ پہ ہاتھ دَھرے بیٹھا رہے اور لاتعلقی یا لاپرواہی کا مظاہرہ کرے۔ وہ دو کام لازمی کرے گا یا تو مسیح کی پیروی کرے یا اُس کی مخالفت میں کھڑا ہو جائے۔

مسیح یسوع کے سامنے لوگوں کا رَدِ عمل کیا ہوتا تھا اِس کی مثال کھانے کی ایک ضافت سے مِل جاتی ہے جہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۷ باب کی ۳۶ سے ۵۰ آیت میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا اِس بارے میں یوں لکھتا ہے، ''پھر کسی فریسی نے اُس سے درخواست کی کہ میرے ساتھ کھانا کھا۔ پس وہ اُس فریسی کے گھر جا

کر کھانا کھانے بیٹھا۔ تو دیکھو ایک بد چلن عورت جو اُس شہر کی تھی یہ جان کر کہ وہ اُس فریسی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے سنگِ مرمر کے عطر دان میں عطر لائی، اور اُس کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہو کر اُس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اور اپنے سَر کے بالوں سے اُن کو پُونچھا اور اُس کے پاؤں بہت چُومے اور اُن پر عطر ڈالا۔ اُس کی دعوت کرنے والا فریسی یہ دیکھ کر اپنے جی میں کہنے لگا کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اُسے چُھوتی ہے وہ کون اور کیسی عورت ہے کیونکہ بد چلن ہے۔ یسوع نے جواب میں اُس سے کہا، اَے شمعون مجھے تجھ سے کچھ کہنا ہے۔ اُس نے کہا، اَے اُستاد کہہ۔ کسی ساہوکار کے دو قرضدار تھے، ایک پانچ سو دِینار کا دوسرا پچاس کا۔ جب اُن کے پاس ادا کرنے کو کچھ نہ رہا تو اُس نے دونوں کو بخش دیا۔ پس اُن میں سے کون اُس سے زیادہ محبت رکھے گا؟ شمعون نے جواب میں کہا، میری دانست میں وہ جِسے اُس نے زیادہ بخشا۔ اُس نے اُس سے کہا، تُو نے ٹھیک فیصلہ کِیا۔ اور اُس عورت کی طرف پھر کر اُس نے شمعون سے کہا، کیا تُو اِس عورت کو دیکھتا ہے؟ مَیں تیرے گھر میں آیا تُو نے میرے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا مگر اِس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے بھگو دیئے اور اپنے بالوں سے پونچھے۔ تُو نے مجھ کو بُوسہ نہ دیا مگر اِس نے جب سے مَیں آیا ہوں میرے پاؤں چُومنا نہ چھوڑا۔ تُو نے میرے سَر میں تیل نہ ڈلا مگر اِس نے میرے پاؤں پر عطر ڈالا ہے۔ اِسی لئے

مَیں تجھ سے کہتا ہوں کہ اِس کے گناہ جو بہت تھے معاف ہوئے کیونکہ اِس نے بہت محبت کی مگر جس کے تھوڑے گناہ معاف ہوئے وہ تھوڑی محبت کرتا ہے۔ اور اُس عورت سے کہا، تیرے گناہ معاف ہوئے۔ اِس پر وہ جو اُس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے اپنے جی میں کہنے لگے کہ یہ کون ہے جو گناہ بھی معاف کرتا ہے؟ مگر اُس نے عورت سے کہا، تیرے اِیمان نے تجھے بچا لیا ہے، سلامت چلی جا۔'' (لُوقا ۷:۳۶۔۵۰)

اِس سارے واقعہ کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم یاد رکھیں کہ کھانے کی دعوت کرنے والا ایک فریسی تھا۔ فریسیوں کا فرقہ یہودیوں میں سے ہی تھا جنہوں نے اپنے آپ کو موسیٰ کی شریعت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ جب کوئی خدا کے احکامات کی پیروی کرنے کا فیصلہ کرتا ہے تو یہ نہایت قابلِ تحسین بات ہوتی ہے۔ در حقیقت وقت کے ساتھ ساتھ ایسا ہر ایک یہودی کو کرنا چاہیے تھا۔ ہر یہودی کا فرض تھا کہ وہ موسوی شریعت کی پابندی کرے۔ مگر فریسی خدا کی تابعداری کرنے کے لئے موسیٰ نبی کی معرفت نازل کی گئی آسمانی شریعت سے بھی آگے نکل گئے۔ وہ عالموں کی روایات اور توضیحات کو جو اُنہیں اپنے باپ دادا سے ورثہ میں مِلی تھیں ساتھ ساتھ لے کر چلتے رہے، بلکہ موسوی شریعت کی بجائے روایات اور رسم و رواج کو زیادہ اہمیت دیتے رہے۔ روایات کی پیروی کرتے ہوئے وہ اپنے آپ کو عام لوگوں سے زیادہ پارسا اور راستباز سمجھتے تھے۔ اِسی لئے مسیح یسوع نے بہت سے

فریسیوں کے اِس رویے کو ایک تمثیل میں یوں بیان کِیا، ''دو شخص ہیکل میں دُعا کرنے گئے۔ ایک فریسی، دوسرا محصُول لینے والا۔ فریسی کھڑا ہو کر اپنے جی میں یوں دُعا کرنے لگا کہ اَے خدا! مَیں تیرا شکر کرتا ہوں کہ باقی آدمیوں کی طرح ظالم، بے اِنصاف، زناکار یا اِس محصُول لینے والے کی مانند نہیں ہوں۔ مَیں ہفتہ میں دو بار روزہ رکھتا اور اپنی ساری آمدنی پر دَہ یکی دیتا ہوں۔'' (لُوقا ۱۸:۱۰۔۱۲)

ہم نہیں جانتے کہ شمعون فریسی نے یسوع کو کیوں اپنے گھر دعوت پر بُلایا۔ شائد اُس کے دِل میں مسیح کی تعلیم کے لئے سچی خواہش تھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مسیح یسوع جیسی مشہور ہستی کو گھر پر بُلا کر اپنی اہمیت دِکھانا چاہتا تھا۔ اُس کا مقصد کچھ بھی کیوں نہ ہو ہم اِتنا جانتے ہیں کہ اُس کے دِل میں مسیح کے لئے کوئی خاص عزت نہیں تھی کیونکہ اُس نے زیادہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ نہ کِیا تھا۔ اُن دِنوں لوگ کھلی چپلی پہنتے تھے، گلیوں میں مٹی اور کیچڑ پھیلا ہوتا تھا، اِسی لئے رواج تھا کہ جب کوئی مہمان گھر پر آتا تو میزبان کے نوکر اُس کے پاؤں دھوتے۔ شمعون نے ایسا کچھ نہیں کِیا۔ یہ بھی رواج تھا کہ میزبان اپنے مہمان کو اِستقبالیہ بُوسہ دیتا تھا، مگر شمعون نے بُوسہ نہ دیا۔ یہ بھی رواج تھا کہ میزبان، مہمان کے سَر کے بالوں میں ملنے کے لئے خوشبودار تیل مُہیا کرے، مگر شمعون نے ایسا کچھ نہ کِیا۔

شمعون فریسی کے بر عکس اُس عورت نے میزبان سے کہیں زیادہ محبت، خدمت و وفاداری کا مظاہرہ کِیا۔ اُس نے یسوع کے پاؤں اپنے آنسوؤں سے دُھوئے، اور لوگوں کی پرواہ کِئے بغیر اپنے کھلے بالوں سے پونچھے۔ یہودیوں کے نزدیک عورت کا سَر عام بال کھولنا ایک نازیبا حرکت تھی مگر اُس نے کسی کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اُس نے اِسقتبالیہ بُوسہ دینے کی بجائے مسیح کے پاؤں چُومے، اور عام تیل اِستعمال کرنے کی بجائے قیمی عطر یسوع کے پاؤں پر ڈالا۔

بجائے اِس کے کہ شمعون فریسی عورت کی مسیح کے ساتھ محبت و وفاداری سے متاثر ہوتا، اُس کے دِل میں شک و شبہات اور حسد و نفرت نے جگہ لے لی۔ اُس نے سوچا کہ یہ سب جو ہُوا ہے اِس کی روشنی میں مسیح یسوع نبی نہیں ہے۔ کیسے ممکن ہے ایک نبی لوگوں کے دِل کا حال نہ جان سکے، اگر یہ نبی ہوتا تو جانتا کہ یہ کِس طرح کی عورت ہے۔ دوسرا یہ کہ یقیناً یہ پاک و راستباز ہستی نہیں کیونکہ اُس نے ایک بد چلن گنہگار عورت کو اِجازت دی کہ اُس کو چُھوئے۔

مسیح یسوع نے شمعون فریسی کے دِل کا حال معلوم کر کے اُس کے شک و شبہات دُور کرنے کے لئے ایک سادہ سی کہانی یا تمثیل سُنائی۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ نہ صرف عورت کی سوچ و خیالات کو جانتا ہے بلکہ وہ تجھے یعنی شمعون کو بھی خوب اچھی طرح سے سمجھتا ہے کہ اِس وقت ذہن میں شک و شبہات کا کیسا طوفان برپا ہے۔ کون ایسا کر سکتا

ہے؟ یقیناً صرف خدا کا سچا نبی ہی دِلوں کا حال جان سکتا ہے۔ مسیح نے یہ تمثیل کہی تا کہ شمعون اچھی طرح اپنے اندر جھانک کر دیکھ سکے اور اُس نے دو قرضداروں کی تمثیل کے جواب میں اپنے آپ پر بہت ملامت کی۔

اکثر ہم اپنے بارے میں سمجھتے ہیں کہ ہم دوسروں کے مقابلہ میں اِتنے بُرے نہیں۔ ہم اپنے قدرے چھوٹے گناہ کو دَر گزر کر جاتے ہیں کیونکہ لوگ تو نہ جانے کِتنے بڑے بڑے سنگین گناہ کرتے ہیں۔ شمعون فریسی نے مسیح کی خدمت اور قیمتی عطر ملنے والی عورت کی کوئی قدر و عزت نہ کی بلکہ اُسے نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ مگر مسیح یسوع نے واضح کِیا کہ جس طرح قرض دینے والے خواہ اُن کا قرض چھوٹا تھا یا بڑا اپنا قرضہ واپس نہیں کر سکے، اور دونوں کو معافی اور بخشش کی ضرورت تھی، اُسی طرح ممکن ہے شمعون فریسی اُس عورت سے زیادہ راستباز ہو مگر خدا کی نظر میں دونوں ہی گنہگار ہیں، اور دونوں کو خدا کی بخشش اور معافی کی ضرورت تھی۔

اَب سوال یہ ہے کہ شمعون فریسی اور اُس عورت میں فرق کیا تھا؟ بُنیادی فرق یہ ہے کہ عورت نے مسیح یسوع کی محبت و عقیدت کے جذبات سے معمُور ہو کر دِل و جان سے خدمت کی اور شمعون فریسی نے ایسا کچھ نہیں کِیا، بلکہ شمعون نے ظاہری محبت کا مظاہرہ بھی نہ کِیا مگر عورت نے دِل سے یسوع کی قدر و عزت کی۔ اِس سے ہمیں یہ سبق مِلا کہ معافی پانے کے لئے محبت ایک قدرتی جواب ہے، اِسی لئے عورت کے

بہت سے گناہ معاف ہوئے اور شمعون کا کوئی گناہ بخشا نہ گیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح یسوع نے عورت کو سیدھا مخاطب ہو کر کہا کہ تیرے اِیمان نے تجھے بچا لیا یعنی تیرے گناہ معاف ہوئے۔

یقیناً یہ دیکھ کر دوسرے مہمان حیرت میں ڈوب گئے ہوں گے کہ کیا مسیح گناہ بھی معاف کر سکتا ہے؟ ہاں، وہ واقعی گناہ خواہ وہ کِتنے ہی سنگین کیوں نہ ہوں معاف کر سکتا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے گناہ معاف ہو جائیں تو ہمیں اُس عورت کی طرح اپنے گناہوں پر رونے اور پچھتانے کی ضرورت ہے اور جس طرح اُس نے اپنا پورا اِیمان مسیح پر رکھا، ہمیں بھی مکمل بھروسہ کے ساتھ خداوند یسوع مسیح کے قدموں میں آنا چاہیے۔ کیا ہم اُس عورت کی طرح توبہ کیلئے تیار ہیں یا شمعون فریسی کی طرح اپنے آپ کو اخلاقی طور پر سب سے بلند سمجھ کر معافی پائے بغیر گناہوں کی دلدل میں ہی دھنستے چلے جائیں گے؟

پچّیسواں باب
زمین کی قِسمیں
(لُوقا ۸:۱-۱۵)

اگرچہ مسیح یسوع نے آدمیوں کو اپنا رسول ہونے کے لئے چُنا مگر حقیقت یہ ہے کہ عورتوں نے اُس کی زمینی خدمت میں ایک اہم کردار ادا کِیا۔ اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۸ باب کی پہلی تین آیات میں خدا کا نیک بندہ لُوقا کچھ عورتوں کا ذِکر کرتا ہے، ''تھوڑے عرصہ کے بعد یوں ہُوا کہ وہ مُنادی کرتا اور خدا کی بادشاہی کی خوشخبری سُناتا ہُوا شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھِرنے لگا اور وہ بارہ اُس کے ساتھ تھے۔ اور بعض عورتیں جِنھوں نے بُری رُوحوں اور بیماریوں سے شفا پائی تھی یعنی مریم جو مگدلینی کہلاتی تھی جس میں سے سات بد رُوحیں نکلی تھیں۔ اور یُوانہ، ہیرودیس کے دیوان خُوزہ کی بیوی اور سُوسناہ اور بہتیری اَور عورتیں بھی تھیں جو اپنے مال سے اُن کی خدمت کرتی تھیں۔'' (لُوقا ۸:۱-۳)

ہم اِن عورتوں سے کیا سبق سیکھتے ہیں؟ اِن سب میں یکساں بات یہ تھی کہ مسیح نے اُن سب کو شفا بخشی تھی۔ مسیح یسوع نے جو اُن کے لئے کِیا وہ بھی اُس کی اِلٰہی خدمت کو پھیلانے کے لئے وفاداری سے اُس کی مدد کرنا چاہتی تھیں تاکہ ہر کوئی خوشخبری کو سُن سکے۔ آج

ہمیں اِن عورتوں کی مثال کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اگر ہم مسیح کے پیروکار ہیں تو یقیناً اُس نے ہمیں رُوحانی بیماریوں سے شفا بخشی ہے، تو ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ اپنی عقیدت کا اِظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو اُس کے لئے وقف کر دیں اور دِل و جان سے اُس کی خدمت کریں۔ درحقیقت شکر گزاری مسیح کے پیروکار کی ایک نمایاں خوبی ہونی چاہیے۔

ہر کوئی شکر گزار نہیں ہوتا، اور نہ ہی ہر کوئی مسیح کے پیغام کو قبول کرتا ہے۔ مسیح یسوع نے ایک تمثیل کہی جس سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف لوگوں کا خدا کے کلام کو سُن کر کیا رَدِ عمل ہوتا ہے۔ لُوقا ۸ باب ۴ سے ۸ آیت میں لُوقا اِس بارے میں کہتا ہے، ''پھر جب بڑی بھیڑ جمع ہوئی اور ہر شہر کے لوگ اُس کے پاس چلے آتے تھے، اُس نے تمثیل میں کہا کہ ایک بونے والا اپنا بیج بونے نکلا اور بوتے وقت کچھ راہ کے کنارے گِرا اور روندا گیا اور ہَوا کے پرندوں نے اُسے چُگ لیا۔ اور کچھ چٹان پر گِرا اور اُگ کر سُوکھ گیا اِس لئے کہ اُس کو تری نہ پہنچی۔ اور کچھ جھاڑیوں میں گِرا اور جھاڑیوں نے ساتھ ساتھ بڑھ کر اُسے دبا لیا۔ اور کچھ اچھی زمین میں گِرا اور اُگ کر سو گُنا پھل لایا۔ یہ کہہ کر اُس نے پُکارا، جس کے سُننے کے کان ہوں وہ سُن لے!'' (لُوقا ۸:۴۔۸)

مسیح کی اِلٰہی حکمت و دانشمندی کا یہ عالم تھا کہ وہ گہری سے گہری رُوحانی سچائی کی ایسے سادہ الفاظ میں تصویر کشی کرتے تھے کہ ہر

کوئی اُن کے پیغام کو آسانی سے سمجھ سکتا تھا۔ آج بھی جبکہ لوگوں کی اکثریت شہروں میں آباد ہے اور اُنہیں کھیتی باڑی کا کوئی تجربہ بھی نہیں مگر اُن کے ذہن میں مسیح کی تمثیلوں کی ایک تصویر سی بن جاتی ہے۔

اگرچہ مسیح کی سچائی پر مبنی کہانیاں اور تمثیلیں اِرد گرد کے حالات و ماحول کی بڑی سادگی سے عکاسی کرتی تھیں مگر اُن کے مطلب کو سمجھنا اِتنا آسان نہیں۔ یہاں تک کہ مسیح کے شاگردوں کے لئے بھی اکثر سمجھنا مشکل ہو جاتا تھا۔ آیت ۹ اور ۱۰ میں لُوقا لکھتا ہے، ''اُس کے شاگردوں نے اُس سے پوچھا کہ یہ تمثیل کیا ہے؟ اُس نے کہا، تم کو خدا کی بادشاہی کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے مگر اَوروں کو تمثیلوں میں سُنایا جاتا ہے تاکہ دیکھتے ہوئے نہ دیکھیں اور سُنتے ہوئے نہ سمجھیں۔'' (لُوقا ۸:۹۔۱۰)

اَب سوال یہ ہے کہ مسیح یسوع تمثیلوں کو اِستعمال کیوں کرتے تھے جبکہ اُن کے اپنے شاگردوں کو سمجھنے میں دُشواری پیش آتی تھی؟ ظاہر ہے کہ وہ چاہتے تھے کہ اُن کی تعلیم ہر کسی کو آسانی سے سمجھ آ جائے مگر اُنہوں نے اپنے شاگردوں کو تمثیلوں میں باتیں کرنے کی ایک اَور وجہ بھی بتائی کہ سچائی اُن کے مخالفین سے چھپی رہے۔ اِس کے باوجود کہ مسیح کے سب معجزات اُنہوں نے دیکھے مگر پھر بھی اُن کی مخالفت بڑھتی ہی چلی گئی۔ اور جبکہ اُنہوں نے اِلٰہی سچائی کو جو بڑی سادگی اور وضاحت سے اُن کے سامنے پیش کی گئی اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے رَد

کر دیا تو مسیح یسوع نے سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے تمثیلوں کا اِستعمال شروع کر دیا تا کہ وہ خدا کی بادشاہی کے بھیدوں کو جاننے اور سمجھنے سے محرُوم رہیں۔ ہم اپنے لئے جیسی بھی راہ کیوں نہ چُنیں خدا ہماری مدد کرتا ہے۔ اگر ہمارے دِل میں اِلٰہی سچائی جاننے اور سمجھنے کی خواہش ہے تو وہ کسی نہ کسی وسیلہ سے ہمارے سامنے ظاہر کر دے گا۔ جبکہ مذہبی رہنماؤں نے خدا کی سچائی کو اپنے دِلوں کی سختی کے سبب سے رَد کر دیا تو خدا بھی اپنی سچائی کو اُن سے چھپائے گا، یہی وجہ تھی مسیح یسوع اُن سے تمثیلوں میں باتیں کرتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے اِس نکتہ کی ٹھوس تائید کے لئے یسعیاہ نبی کی اِلہامی کتاب کے ٦ باب کی ۹ سے ۱۰ آیت کا حوالہ دیا۔ اِس کے بر عکس مسیح یسوع اُن پر اِلٰہی بھید اور سچائی ظاہر کرنے کے لئے تمثیلوں کا اِستعمال کرتے تھے جو دِل سے حق و سچائی جان کر خدا کی مرضی کو پورا کرنا چاہتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے مسیح نے کہا کہ وہ اپنے فہم و شعور سے تمثیلوں کو سمجھ جائیں گے۔

لُوقا ۸ باب کی ۱۱ سے ۱۵ آیت میں مسیح یسوع نے بیج بونے والے کسان کی تمثیل کی وضاحت و تشریح پیش کرتے ہوئے فرمایا، ''وہ تمثیل یہ ہے کہ بیج خدا کا کلام ہے۔ راہ کے کنارے کے وہ ہیں جِنہوں نے سُنا پھر اِبلیس آ کر کلام کو اُن کے دِل سے چھین لے جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اِیمان لا کر نجات پائیں۔ اور چٹان پر کے وہ ہیں جو سُن کر کلام کو خوشی سے قبول کر لیتے ہیں لیکن جڑ نہیں رکھتے مگر کچھ عرصہ تک اِیمان

رکھ کر آزمایش کے وقت پھر جاتے ہیں۔ اور جو جھاڑیوں میں پڑا اُس سے وہ لوگ مُراد ہیں جِنہوں نے سُنا لیکن ہوتے ہوتے اِس زندگی کی فکروں اور دولت اور عیش و عشرت میں پھنس جاتے ہیں اور اُن کا پھل پکتا نہیں۔ مگر اچھی زمین کے وہ ہیں جو کلام کو سُن کر عمدہ اور نیک دِل میں سنبھالے رہتے اور صبر سے پھل لاتے ہیں۔'' (لُوقا ۸:۱۱-۱۵)

مسیح کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ چار قِسم کی زمین یا مٹی کی نہیں بلکہ چار قِسم کے لوگوں کی بات کر رہے ہیں۔ خدائے بزرگ و برتر بلِا تفریق رنگ و نسل ہر کسی کو اپنا کلام جاننے اور سمجھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ اَب یہ ہر آدمی کی ذمہ داری ہے کہ وہ خدا کے کلام کو عمل میں لائے۔ مگر ہر کوئی خدا کے کلام کا جواب ایک ہی طرح سے نہیں دیتا، یعنی جیسے سخت زمین کی راہ اُن کی مانند ہے جن کے دِل سخت ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے کلام کو قبول نہیں کرتے اِسی لئے بے اثر رہتے ہیں۔ خدا کی سچائی کو جاننے کا قیمتی موقع گنوا کر اِبلیس یعنی شیطان کو موقع دیتے ہیں کہ وہ سچائی کو اُن سے چھین لے۔

ایک اَور قِسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو خوشی سے خدا کے کلام کو قبول کرتے ہیں مگر پتھریلی چٹان پر مٹی کی پتلی سی طے کے باعث کوئی گہرائی نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے خدا کا کلام اُن میں بس سطحی طور پر کام کرتا ہے۔ ایسے لوگ اِس غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں کہ مسیح کی پیروی کرنے سے اُن کے مسائل حل ہو جائیں گے اور دُکھوں

تکلیفوں سے چھٹکارا مِل جائے گا، مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ خدا اکثر دُکھ تکلیف اور مسائل کو ہماری بہتری کے لئے اِستعمال کرتا ہے تاکہ ہم اِیمان میں اَور زیادہ مضبوط ہوں۔ مگر جب مُصیبتیں اور مشکلیں آتی ہیں تو یہ لوگ حوصلہ ہار کر کہتے ہیں، ''مسیحیت میرے لئے کام نہیں کر رہی'' اور گمراہ و برگشتہ ہو کر اِیمان سے بھاگ جاتے ہیں۔

ایک اَور قِسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو خدا کے کلام کو قبول تو کرتے ہیں مگر اپنی زندگیوں میں اُسے وہ مقام و درجہ نہیں دیتے جو دینا چاہیے۔ وہ دوسری دُنیاوی چیزوں میں اُلجھ کر خدا کے کلام کو پوری طرح کام نہیں کرنے دیتے اور اُس کے اثر کو ختم کر دیتے ہیں۔ دُنیاوی کاموں اور ذمہ داریوں میں اِتنے کھو جاتے ہیں کہ اُن کے پاس اِتنی ہمت و طاقت ہی نہیں ہوتی کہ خدا کے کلام کا بغور مطالعہ کر کے اپنی زندگیوں میں لاگو کر سکیں۔ دُنیاوی کام کاج کرنا، اپنے خاندان کی دیکھ بھال کرنا کوئی بُری بات نہیں بلکہ اچھی بات ہے مگر جب ہم اِن کی وجہ سے خدا کے کلام کو پیچھے چھوڑ دیں اور عبادت و پرستش کے لئے وقت ہی نہ نکالیں تو ایسے میں یقیناً ہماری رُوحانی ترقی رُک جائے گی اور ہم اُلجھنوں کا شکار ہی رہیں گے۔ ایسے لوگ میدان میں بکھری جھاڑیوں کی مانند ہیں جو اُگنے والے اچھے پودوں کو سورج، پانی اور کئی دوسری طاقت پہنچانے والی غذاؤں سے رُوکتی ہیں جو اُنہیں پھلنے پھولنے میں مدد دے سکتی ہیں۔

خوش قسمتی سے ہر کوئی ایسا نہیں۔ لوگوں کی ایسی قِسم بھی ہے جو نیک و پارسا اور دِل کے شکستہ ہیں۔ وہ اُس زمین کی مانند ہیں جہاں کثرت سے اچھی فصل اُگتی ہے۔ یہ لوگ نہ صرف خدا کے کلام کو سُنتے ہیں بلکہ اپنے دِل و دماغ میں بِٹھا لیتے ہیں۔ وہ دُکھ تکلیف اور مسائل کا سامنا کر کے ہمت نہیں ہار دیتے بلکہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور اُن کا یہی صبر راستبازی کا پھل پیدا کرتا ہے۔ اَب ہمیں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنا ہے کہ ہم کِس قِسم کی زمین یا مٹی ہیں؟ کیا ہم خدا کے کلام کو اپنے اندر جڑ پکڑنے دیتے ہیں کہ اُس سے راستبازی کے پھل پیدا ہوں؟

چھبّیسواں باب

خبردار رہو کہ تُم کِس طرح سُنتے ہو

(لُوقا ۸:۱۶۔۲۱)

اکثر لوگ یقین رکھتے ہیں کہ خدا قادرِ مطلق ہے۔ کوئی بھی اُس کو کچھ کرنے سے رُوک نہیں سکتا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ خدا طاقت و قدرت والا خدا ہے، لیکن وہ ایک عادل خدا بھی ہے۔ اگر خدا کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہ ہو تو پھر وہ کیسے ہمارے اعمال کا حساب لے سکتا ہے؟ ہم اِس حقیقت کے ساتھ کیسے سمجھوتہ کر لیں کہ لوگ یہ سوچ کر گناہ اور بُرے کام کرتے ہیں کہ خدا ایک اچھا، محبت کرنے والا خدا ہونے کے ساتھ طاقت و قدرت والا خدا بھی ہے؟

اِس اہم سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا نے جان بوجھ کر اپنی طاقت و قدرت کو محدُود کر دیا ہے تاکہ ہمیں اپنی مرضی سے جینے کی آزادی دے۔ وہ ہمیں گناہ کرنے پر مجبور نہیں کرتا لہٰذا وہ اچھا بھی ہے اور عدل و اِنصاف کرنے والا بھی ہے۔ یہ ہر اِنسان پر منحصر ہے کہ وہ خدا کے پیغام کا کیسے جواب دیتا ہے۔ خدا کا کلام کمزوریوں سے پاک ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ مگر ہر کوئی خدا کے کلام کو نہ تو سُنتا ہے اور نہ ہی قبول کرتا ہے۔ مسیح یسوع نے ایک کہانی یا تمثیل کے ذریعہ

خدا کے کلام کو ایک بیج سے تشبیہ دی کہ وہ مختلف طرح کی زمین پر گِرا۔ کچھ سخت زمین پر گِرا اور ہَوا کے پرندوں نے اُسے چُگ لیا۔ کچھ پتھریلی زمین پر گِرا اور جڑ نہ پکڑنے کے سبب سے فنا ہو گیا۔ کچھ جھاڑیوں بھری زمین پر گِرا، اور جب پودا بڑھا تو جھاڑیوں نے اُسے دبُوچ لیا۔ اور کچھ اچھی زمین پر گِرا جس سے فصل پیدا ہوئی۔ مسیح یسوع نے واضح کِیا کہ مختلف طرح کی زمین در حقیقت لوگوں کو ظاہر کرتی ہے کہ کِس طرح کلام کو سُنتے اور عمل کرتے ہیں۔ کیا اُن میں خدا کا کلام جڑ پکڑے اور پھل پیدا کرے گا؟

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۸ باب کی ۱۶ سے ۱۸ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا مسیح یسوع کے بارے میں لکھتا ہے، ”کوئی شخص چراغ جلا کر برتن سے نہیں چھپاتا نہ پلنگ کے نیچے رکھتا ہے بلکہ چراغدان پر رکھتا ہے تاکہ اندر آنے والوں کو روشنی دِکھائی دے، کیونکہ کوئی چیز چھپی نہیں جو ظاہر نہ ہو جائے گی اور نہ کوئی ایسی پوشیدہ بات ہے جو معلوم نہ ہو گی اور ظہور میں نہ آئے گی۔ پس خبردار رہو کہ تم کِس طرح سُنتے ہو کیونکہ جس کے پاس ہے اُسے دیا جائے گا اور جس کے پاس نہیں ہے اُس سے وہ بھی لے لیا جائے گا جو اپنا سمجھتا ہے۔“ (لُوقا ۸:۱۶-۱۸)

یوں لگتا ہے کہ مسیح کے اِس بیان کا مختلف زمین پر گِرنے والے بیج کی تمثیل سے کوئی تعلق واسطہ نہیں، مگر اِن میں گہرا رشتہ اور تعلق ہے۔ مسیح نے واضح کِیا کہ ہم چیزیں اپنے مقصد کے لئے بناتے ہیں۔

مثال کے طور پر چراغ کا مقصد اور کام یہ ہے کہ روشنی دے، ہر وہ چیز جو اندھیرے میں ہے روشن ہو جائے۔ یہ بے وقونی کی اِنتہا ہو گی کہ چراغ جلا کر اُسے ایسی جگہ چھپا دیا جائے جہاں اُس کی روشنی نظر ہی نہ آئے۔ اِس طرح چراغ جلانے کا مقصد ہی پورا نہیں ہو گا اور ہمارے اِرد گِرد تاریکی ہی رہے گی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ روشنی نہ ہو تو ہمیں چراغ جلانا ہی نہیں چاہیے کیونکہ یہ تو احمقانہ بات ہے کہ چراغ جلا کر کہیں چھپا دیا جائے۔

مسیح یسوع کی تمثیل کا مطلب بالکل واضح ہے۔ بنی نوع اِنسان کو خدا کا کلام کسی مقصد کے تحت دیا گیا ہے۔ اگر ہم خدا کے کلام کے مقصد کو پورا نہیں کرتے تو ہم بھی اُس جلتے ہوئے چراغ کی طرح جو چھپا دیا گیا، بے کار اور بے فائدہ ہیں۔

اَب سوال یہ ہے کہ خدا نے اپنا کلام ہمیں کِس مقصد کے لئے دیا ہے؟ پہلا یہ کہ ہمارے اپنے دِلوں کو روشن کرے۔ خدا کا نیک بندہ پَولُس رسول اِس بارے میں لکھتا ہے، ''اِس لئے کہ خدا ہی ہے جس نے فرمایا کہ تاریکی میں سے نُور چمکے اور وہی ہمارے دِلوں میں چمکا تا کہ خدا کے جلال کی پہچان کا نُور یسوع مسیح کے چہرے سے جلوہ گر ہو۔'' (۲۔کرنتھیوں ۴:۶) یہ خدا کا کلام ہی ہے جو ہمیں ہماری سچی پہچان کرواتا ہے کہ در حقیقت ہم ہیں کون۔ یہ کلامِ خدا ہی ہے جو ہمارے اندر تبدیلی پیدا کرتا ہے تا کہ خدا کی خوشنودی حاصل کریں۔ پاک

صحائف خدا کے زندہ کلام کو اِس طرح بیان کرتے ہیں، ''کیونکہ خدا کا کلام زندہ اور مُؤثر اور ہر ایک دو دھاری تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جان اور رُوح اور بند بند اور گودے کو جُدا کر کے گذر جاتا ہے اور دِل کے خیالوں اور اِرادوں کو جانچتا ہے۔ اور اُس سے مخلُوقات کی کوئی چیز چھپی نہیں بلکہ جس سے ہم کو کام ہے اُس کی نظروں میں سب چیزیں کھلی اور بے پردہ ہیں۔'' (عبرانیوں ۴:۱۲-۱۳)

کیونکہ خدا کا کلام روشنی پھیلا دیتا ہے، لہذا سچائی سے بچنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ خدا کے کلام کی روشنی ہمارے اندر کے اندھیرے کو بالکل مِٹا ڈالتی ہے، اور ہماری ہر پوشیدہ بات ظاہر ہو جاتی ہے۔

لیکن خدا کے کلام کا ہمیں دیئے جانے کا ایک اَور مقصد بھی ہے، اور وہ یہ کہ ہم نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کی زندگی بھی کلامِ اِلٰہی سے روشن کریں۔ پَولُس رسول لکھتا ہے، ''سب کام شکایت اور تکرار بغیر کِیا کرو تاکہ تم بے عیب اور بھولے ہو کر ٹیڑھے اور کجرَو لوگوں میں خدا کے بے نقص فرزند بنے رہو، (جن کے درمیان تم دُنیا میں چراغوں کی طرح دِکھائی دیتے ہو، اور زندگی کا کلام پیش کرتے ہو)...'' (فلپیوں ۲:۱۴-۱۶)

کیونکہ خدا کا کلام روشنی بکھیرتا اور ہر چیز کو ظاہر کر دیتا ہے لہذا بہت ہی ضروری ہے کہ ہم کلامِ اِلٰہی کو کیسے سُنتے ہیں۔ مسیح یسوع نے واضح کِیا کہ جو خدا کے کلام کو سُن کر اپنے اندر تبدیلی لائیں گے،

وہ پھل پیدا کریں گے اور خدا اُنہیں اپنے زندہ کلام سے اَور زیادہ مالامال کرے گا۔ مگر جو اِسے رَد کریں گے یا سُن کر تبدیلی نہیں لائیں گے تو جو تھوڑا بہت اُن کے پاس ہے وہ بھی لے لیا جائے گا، اور تھوڑی سی روشنی جو اُن کے پاس ہے وہ بھی اُن سے دُور کر دی جائے گی اور وہ پہلے سے زیادہ اندھیرے میں ڈوب جائیں گے۔

مسیح یسوع نے نہ صرف خدا کے کلام کو سُننے اور عمل کرنے کی اہمیت پر زور دیا بلکہ اُس نے اِس کا عملی مظاہرہ بھی کر کے دِکھایا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۸ باب کی ۱۹ سے ۲۱ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''پھر اُس کی ماں اور اُس کے بھائی اُس کے پاس آئے مگر بھیڑ کے سبب سے اُس تک پہنچ نہ سکے۔ اور اُسے خبر دی گئی کہ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ میری ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں جو خدا کا کلام سُنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں۔'' (لُوقا ۸:۱۹-۲۱)

لُوقا ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ مسیح کی ماں اور بھائی کیوں ملنے آئے، مگر مرقُس اپنی اِلہامی اِنجیل میں اِس کی وضاحت کرتا ہے کہ جب اُنہیں پتہ چلا کہ یسوع کِتنی محنت سے دِن رات کام کرتا ہے تو اُنہیں اُس کی فکر ہوئی کہ اِسے نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ وہ اُسے اِلٰہی خدمت کے کام سے دُور لے جانا چاہتے تھے تاکہ وہ کچھ آرام کر لے، اور اِسی لئے وہ اُسے لینے آئے تھے۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اُن کا

اِرادہ اچھا تھا۔ وہ اپنے خاندان کے فرد سے محبت کرتے تھے، مگر وہ مسیح یسوع کے کام اور مقصد کو نہ سمجھتے تھے۔ اُنہیں قطعی کوئی احساس نہیں تھا کہ خدا کے کلام کی خوشخبری کو پھیلانے کی ضرورت و اہمیت کیا تھی۔

مسیح یسوع نے اُنہیں جواب میں کہا، خدا کے کلام کو دِل سے سُننے اور عمل کرنے والے مجھے اپنے خونی رشتوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ جیسا کہ پَولُس رسول نے ایک اَور مقام پر کہا، ''چنانچہ اُس نے ہم کو بنایِ عالم سے پیشتر اُس میں چُن لیا تا کہ ہم اُس کے نزدیک محبت میں پاک اور بےعیب ہوں۔ اور اُس نے اپنی مرضی کے نیک اِرادہ کے مُوافق ہمیں اپنے لئے پیشتر سے مُقرر کِیا کہ یسوع مسیح کے وسیلہ سے اُس کے لے پالک بیٹے ہوں۔'' (افسیوں ١:۴-۵) مگر صرف وہی اُس کے لے پالک بیٹے یعنی اُس کے خاندان میں شامل ہوں گے جو خدا کے کلام کو سُنتے اور عمل کرتے ہیں۔ اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم خدا کے زندہ کلام کو سُنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں تا کہ اُس کے رُوحانی خاندان کا حِصہ بن سکیں؟

ستائیسواں باب

طُوفان کا تھم جانا

(لُوقا ۸:۲۲۔۳۹)

جب ہم کہیں تباہ کن طوفان کے بارے میں سُنتے یا دیکھتے ہیں تو ہماری رُوح خدا کی بے پناہ آسمانی طاقت و قدرت کو دیکھ کر دہل جاتی ہے۔ ہم حیرانی و پریشانی کے عالم میں صرف اُس وقت تک خدا کی عظیم طاقت و قوت کا ہیبتناک نظارہ کر سکتے ہیں جب تک کسی محفوظ مقام پر پناہ لئے ہوئے ہوتے ہیں، مگر جب ہم خود اُس سنگین طوفان میں پھنسے ہوئے ہوں تو ڈر اور خوف کے مارے ہماری جان ہی نکل جائے گی۔

اَب ذرا سوچیئے کہ اگر ہم تباہ کن طوفان میں خدا کی طاقت و قدرت کو دیکھ کر ڈر جاتے ہیں تو اُس وقت ہمارا کیا حشر ہو گا جب ہمارا اُس عظیم ہستی سے سامنا ہو جائے جو ہلاکت خیز طوفان پر پورا اِختیار رکھتی ہے؟ اِس کے باوجود کہ مسیح یسوع نے بیماروں کو شفا دی اور مُردوں کو زندہ کِیا مگر اُس کے شاگرد پھر بھی اُس کے اِلٰہی اِختیار کو پہچان نہ سکے۔ مگر پھر ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مسیح کے لئے اُن کے خیالات اور سوچ میں تبدیلی آ گئی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۸ باب کی ۲۲ سے ۲۵ آیت میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا لکھتا ہے، ’’پھر ایک دِن ایسا

ہُوا کہ وہ اور اُس کے شاگرد کشتی میں سوار ہوئے اور اُس نے اُن سے کہا، آؤ جھیل کے پار چلیں۔ پس وہ روانہ ہوئے مگر جب کشتی چلی جاتی تھی تو وہ سو گیا اور جھیل پر بڑی آندھی آئی اور کشتی پانی سے بھری جاتی تھی اور وہ خطرے میں تھے۔ اُنہوں نے پاس آ کر اُسے جگایا اور کہا کہ صاحب، صاحب ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں! اُس نے اُٹھ کر ہَوا کو اور پانی کے زور شور کو جھڑکا اور دونوں تھم گئے اور امن ہو گیا۔ اُس نے اُن سے کہا، تمہارا اِیمان کہاں گیا؟ وہ ڈر گئے اور تعجب کر کے آپس میں کہنے لگے کہ یہ کون ہے؟ یہ تو ہَوا اور پانی کو حکم دیتا ہے اور وہ اُس کی مانتے ہیں۔'' (لُوقا ٨:٢٢۔٢٥)

جب ہم اِس واقعہ کے بارے میں پڑھتے ہیں تو ذہن میں رہے کہ مسیح کے کچھ شاگرد پیشہ ور مچھیرے تھے۔ وہ کشتیوں اور جھیل کے بارے میں خوب جانتے تھے۔ اُنہوں نے اپنی ساری پیشہ ور زندگی کشتیوں اور جھیل میں ہر طرح کے موسمی حالات کا سامنا کرتے ہوئے گزار دی تھی۔ اُنہوں نے اپنے تجربہ سے دیکھ لیا کہ جھیل میں بہت زیادہ خطرناک طوفان آیا ہُوا ہے اور اُن کی جانیں خطرے میں ہیں۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں طوفان میں غرق ہونے کا خطرہ موجود تھا لیکن اُن کے اِیمان کی کمزوری پر مسیح یسوع نے اُنہیں ملامت کی۔ اُن پر لازم تھا کہ جب مسیح نے اُنہیں جھیل کے پار جانے کو کہا تو اُن کو اِتنا اعتماد و بھروسہ ہونا چاہیے تھا کہ خواہ کِتنا ہی ہلاکت خیز طوفان کیوں نہ

ہو وہ اُنہیں صحیح سلامت پار لے کر ہی جائے گا۔ کاش، ہمارا بھی ایسا ہی اِیمان ہو کہ خواہ ہمارے حالات کِس قدر خراب کیوں نہ ہوں ہمارا خداوند اپنے کلام و قول کے مطابق بھلائی پیدا کرے گا۔ پَولُس رسول اِس بارے میں کہتا ہے، ''اور مجھے اِس بات کا بھروسا ہے کہ جس نے تم میں نیک کام شروع کِیا ہے وہ اُسے یسوع مسیح کے دِن تک پورا کر دے گا۔'' (فلپیوں ۱:۶)

مسیح یسوع کی طوفان پر قدرت و طاقت دیکھ کر شاگرد ڈرنے اور تعجب کرنے لگے کہ یہ کون ہے؟ یہ پہلا موقع تھا کہ اُنہوں نے اُس کا لوگوں کے علاوہ قدرتی طاقتوں پر اِختیار دیکھا۔ اور اُنہیں یہ بھرپور احساس ہُوا کہ مسیح کے بارے میں جو اُن کا تصور تھا وہ اُس سے کہیں عظیم، اعلیٰ و افضل ہے۔

مسیح یسوع کے عجیب کام دیکھ کر صرف شاگردوں پر ہی ڈر خوف نہیں چھایا۔ آیت ۲۶ سے ۳۹ میں لُوقا لکھتا ہے، ''پھر وہ گراسینیوں کے علاقہ میں جا پہنچے جو اُس پار گلیل کے سامنے ہے۔ جب وہ کنارے پر اُترا تو اُس شہر کا ایک مرد اُسے مِلا جس میں بد رُوحیں تھیں، اور اُس نے بڑی مُدت سے کپڑے نہ پہنے تھے اور وہ گھر میں نہیں بلکہ قبروں میں رہا کرتا تھا۔ وہ یسوع کو دیکھ کر چِلایا اور اُس کے آگے گر کر بلند آواز سے کہنے لگا، اَے یسوع! خدا تعالےٰ کے بیٹے مجھے تجھ سے کیا کام؟ تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے عذاب میں نہ ڈال۔ کیونکہ وہ اُس ناپاک

رُوح کو حکم دیتا تھا کہ اِس آدمی میں سے نکل جا۔ اِس لئے کہ اُس نے اُس کو اکثر پکڑا تھا اور ہر چند لوگ اُسے زنجیروں اور بیڑیوں سے جکڑ کر قابو میں رکھتے تھے تَو بھی وہ زنجیروں کو توڑ ڈالتا تھا اور بد رُوح اُس کو بیابانوں میں بھگائے پھرتی تھی۔ یسوع نے اُس سے پوچھا، تیرا کیا نام ہے؟ اُس نے کہا، لشکر کیونکہ اُس میں بہت سی بد رُوحیں تھیں۔ اور وہ اُس کی منت کرنے لگِیں کہ ہمیں اتھاہ گڑھے میں جانے کا حکم نہ دے۔ وہاں پہاڑ پر سؤروں کا ایک بڑا غول چر رہا تھا۔ اُنہوں نے اُس کی منت کی کہ ہمیں اُن کے اندر جانے دے۔ اُس نے اُنہیں جانے دیا۔ اور بد رُوحیں اُس آدمی میں سے نکل کر سؤروں کے اندر گئِیں اور غول کڑاڑے پر سے جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا اور ڈوب مرا۔ یہ ماجرا دیکھ کر چرانے والے بھاگے اور جا کر شہر اور دیہات میں خبر دی۔ لوگ اُس ماجرے کے دیکھنے کو نکلے اور یسوع کے پاس آ کر اُس آدمی کو جس میں سے بد رُوحیں نکلی تھیں کپڑے پہنے اور ہوش میں یسوع کے پاؤں کے پاس بیٹھے پایا اور ڈر گئے۔ اور دیکھنے والوں نے اُن کو خبر دی کہ جس میں بد رُوحیں تھیں وہ کِس طرح اچھا ہُوا۔ اور گراسینیوں کے گرد و نواح کے سب لوگوں نے اُس سے درخواست کی کہ ہمارے پاس سے چلا جا کیونکہ اُن پر بڑی دہشت چھا گئی تھی۔ پس وہ کشتی میں بیٹھ کر واپس گیا۔ لیکن جس شخص میں سے بد رُوحیں نکل گئی تھیں وہ اُس کی منت کر کے کہنے لگا کہ مجھے اپنے ساتھ رہنے دے مگر یسوع نے اُسے رُخصت کر

کے کہا، اپنے گھر لوٹ کر لوگوں سے بیان کر کہ خدا نے تیرے لئے کیسے بڑے کام کِئے۔ وہ روانہ ہو کر تمام شہر میں چرچا کرنے لگا کہ یسوع نے میرے لئے کیسے بڑے کام کِئے۔'' (لُوقا ۸:۲۶-۳۹)

جس طرح اِنسان قدرتی طاقتوں کو اپنے اِختیار میں نہیں کر سکتا اُسی طرح وہ رُوحانی طاقتوں کو بھی اپنے کنٹرول میں نہیں کر سکتا۔ لوگوں نے بڑی کوشش کی کہ بد رُوحوں پر قابو پا لیں مگر ناکام رہے، مگر مسیح یسوع کوئی عام ہستی نہیں تھا اِسی لئے بد رُوحیں جانتی تھیں یہ کون ہے، اور یہ کہ اُس کے پاس آسمانی اِختیار ہے کہ اُنہیں اپنے تابع رکھے۔ یہاں تک کہ وہ سؤاروں کے غول میں بھی مسیح کی اِجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتی تھیں۔ یہ ہمارے لئے اُمید سے بھرپور حوصلہ افزا بات ہے کہ جب تک ہم مسیح یسوع کے ہیں، ہمیں بد رُوحوں اور شیطانی قوتوں سے ڈرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ اگر مسیح اُن کو کچھ کرنے کی اِجازت نہ دے تو وہ کچھ نہیں کر سکتیں۔ جیسا کہ پَولُس رسول لکھتا ہے، ''کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ خدا کی جو محبت ہمارے خداوند مسیح یسوع میں ہے اُس سے ہم کو نہ موت جُدا کر سکے گی نہ زندگی، نہ فرشتے نہ حکومتیں، نہ حال کی نہ اِستقبال کی چیزیں، نہ قدرت نہ بلندی، نہ پستی نہ کوئی اور مخلوق۔'' (رومیوں ۸:۳۸-۳۹)

اِس سے ہم کچھ اَور سبق بھی سیکھتے ہیں کہ نجات پانے کے لئے محض مسیح کی شخصیت کو مان لینا کہ وہ کون ہے کافی نہیں۔ دُنیا میں بہت

سے لوگ ہیں جو یہ حقیقت تسلیم کرتے ہیں کہ مسیح خدا تعالےٰ کا بیٹا ہے۔ مگر بد رُوحوں کی طرح وہ بھی ہمیشہ کی آگ میں ڈالے جائیں گے کیونکہ اُنہوں نے پورے طور پر اپنے آپ کو مسیح کے سُپرد نہیں کِیا۔ جیسا کہ مسیح یسوع نے ایک اَور موقع پر فرمایا، ''...اگر کوئی مجھ سے محبت رکھے تو وہ میرے کلام پر عمل کرے گا اور میرا باپ اُس سے محبت رکھے گا اور ہم اُس کے پاس آئیں گے اور اُس کے ساتھ سکونت کریں گے۔ جو مجھ سے محبت نہیں رکھتا وہ میرے کلام پر عمل نہیں کرتا اور جو کلام تم سُنتے ہو وہ میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے جس نے مجھے بھیجا۔'' (یوحنا ۱۴:۲۳۔۲۴)

کچھ ایسے بھی ہیں جو کہیں گے کہ مسیح کے پیروکار اپنا دماغ کھو بیٹھے ہیں۔ ہم نے اِس واقعہ میں دیکھا کہ اِس کے برعکس مسیح یسوع نے ہماری دُرست اور صحیح سوچ کو بحال کِیا، اُسی نے ہمیں صاف شفاف سوچنے کے قابل بنایا، اُسی نے ہمیں توفیق بخشی کہ حقیقت و سچائی کو پہچان سکیں۔

اُس علاقے کے لوگوں نے جب اُس آدمی میں سے بد رُوحوں کو نکلتے دیکھا تو اُن پر خوف چھا گیا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مسیح یسوع کی اِلٰہی طاقت و قدرت دیکھ کر ڈر گئے مگر یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ اُن کا یہ ڈر خوف مالی نقصان کے سبب سے تھا، کیونکہ اُن کی نظر میں شفا پانے والے آدمی سے زیادہ سؤاروں کی اہمیت و قدر تھی۔

اَب ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا ہم دوسروں سے اِتنی محبت کرتے ہیں کہ اُن کی فلاح و بہبود اور بہتری کے لئے اپنا مالی نقصان اُٹھانے کو بھی تیار ہیں؟

بد رُوحوں سے شفا پانے والا آدمی مسیح کے ساتھ جانا چاہتا تھا مگر وہ اُس سے کہیں زیادہ اہم و ضروری کام کروانا چاہتا تھا۔ یسوع نے اُس آدمی سے کہا کہ تُو یہیں رہ اور لوگوں میں گواہی دے کہ مَیں نے تیرے لئے کیا کِیا ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح جب دوبارہ اُسی علاقہ میں آیا تو وہی لوگ اُس کے اِستقبال کو نکلے جنہوں نے پہلے اُسے نکل جانے کو کہا تھا۔

اٹھائیسواں باب

شفا بخش اِیمان

(لُوقا ۸:۴۰۔۵۶)

ماں باپ کا پیار ایک ایسی طاقت ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اگرچہ اُس زمانہ کے مذہبی لیڈروں نے مسیح یسوع کی مخالفت کی مگر ایک نے اپنی بیٹی سے بے پناہ محبت کی خاطر اپنے ہی لوگوں کی ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کی۔ لُوقا کی اِلہامی انجیل کے ۸ باب کی ۴۰ سے ۵۶ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ”جب یسوع واپس آ رہا تھا تو لوگ اُس سے خوشی کے ساتھ مِلے کیونکہ سب اُس کی راہ تکتے تھے۔ اور دیکھو یائیر نام ایک شخص جو عبادت خانہ کا سردار تھا آیا اور یسوع کے قدموں پر گر کر اُس سے منت کی کہ میرے گھر چل۔ کیونکہ اُس کی اِکلوتی بیٹی جو قریباً بارہ برس کی تھی مرنے کو تھی، اور جب وہ جا رہا تھا تو لوگ اُس پر گرے پڑتے تھے۔ اور ایک عورت نے جس کے بارہ برس سے خون جاری تھا اور اپنا سارا مال حکیموں پر خرچ کر چکی تھی اور کسی کے ہاتھ سے اچھی نہ ہو سکی تھی، اُس کے پیچھے آ کر اُس کی پوشاک کا ایک کنارہ چھُوا اور اُسی دَم اُس کا خون بہنا بند ہو گیا۔ اِس پر یسوع نے کہا، وہ کون ہے جس نے مجھے چھُوا؟ جب سب اِنکار کرنے

لگے تو پطرس اور اُس کے ساتھیوں نے کہا کہ اَے صاحب، لوگ تجھے دباتے اور تجھ پر گرے پڑتے ہیں۔ مگر یسوع نے کہا کہ کسی نے مجھے چھوُا تو ہے کیونکہ مَیں نے معلوم کِیا کہ قوت مجھ سے نکلی ہے۔ جب اُس عورت نے دیکھا کہ مَیں چھپ نہیں سکتی تو کانپتی ہوئی آئی اور اُس کے آگے گر کر سب لوگوں کے سامنے بیان کِیا کہ مَیں نے کِس سبب سے تجھے چھوُا اور کِس طرح اُسی دَم شفا پا گئی۔ اُس نے اُس سے کہا، بیٹی! تیرے اِیمان نے تجھے اچھا کِیا ہے۔ سلامت چلی جا۔ وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ عبادت خانہ کے سردار کے ہاں سے کسی نے آ کر کہا کہ تیری بیٹی مر گئی۔ اُستاد کو تکلیف نہ دے۔ یسوع نے سُن کر اُسے جواب دیا کہ خوف نہ کر فقط اِعتماد رکھ۔ وہ بچ جائے گی۔ اور گھر میں پہنچ کر پطرس اور یُوحنا اور یعقوب اور لڑکی کے ماں باپ کے سِوا کسی کو اپنے ساتھ اندر نہ جانے دیا۔ اور سب اُس کے لئے رو پیٹ رہے تھے، مگر اُس نے کہا، ماتم نہ کرو۔ وہ مر نہیں گئی بلکہ سوتی ہے۔ وہ اُس پر ہنسنے لگے کیونکہ جانتے تھے کہ وہ مر گئی ہے۔ مگر اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور پکار کر کہا، اَے لڑکی اُٹھ۔ اُس کی رُوح پھر آئی اور وہ اُسی دَم اُٹھی۔ پھر یسوع نے حکم دیا کہ لڑکی کو کچھ کھانے کو دیا جائے۔ اُس کے ماں باپ حیران ہوئے اور اُس نے اُنہیں تاکید کی یہ ماجرا کسی سے نہ کہنا۔'' (لُوقا ۸:۴۰۔۵۶)

اپنی جوان بیٹی کی خاطر یائیر کی طرح رحم کی اِلتجا کرنا کسی کے لئے بھی شرمندگی کا باعث ہے۔ یہ تو خاص طور پر اَور بھی مشکل ہے اگر منت کرنے والا کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہو۔ عبادت خانہ کے سردار یائیر کے لئے یہ حوصلہ کی بات ہو گی کہ مسیح یسوع نے بغیر کسی ہچکچاہٹ اور دیر کِئے ہوئے اُس کے گھر جانے کا فیصلہ کِیا، مگر یائیر کی اُمید پر اُس وقت پانی پھر گیا ہو گا جب گھر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں کسی اَور ضرورتمند کی وجہ سے مسیح کو رُکنا پڑا۔ اور پھر جب اُسے یہ غمناک پیغام مِلا کہ اُس کی بیٹی مر گئی ہے تو یقیناً اُس کو شدید صدمہ پہنچا ہو گا۔ اُس نے ضرور سوچا ہو گا کہ ''اگر یسوع نے راستے میں دیر نہ کی ہوتی تو میری بیٹی زندہ بچ جاتی۔'' شائد اُس کا غم اَور بھی شدت اِختیار کر گیا کہ کاش وہ یسوع کو جھیل سے پار جانے سے پہلے گھر پر آنے کو کہہ دیتا تو اِتنا وقت ضائع نہ ہوتا۔

اِن حالات میں بہت سے لوگ مسیح یسوع پر غصہ کرنے لگتے کہ تُو نے وعدہ کِیا کہ اگر اِیمان و اِعتقاد رکھو گے تو تمہاری بیٹی شفا پا جائے گی۔ ہماری بیٹی تمہاری دیر کرنے کی وجہ سے مر گئی اور تُو ہمیں کہتا ہے کہ اِیمان رکھو؟ ہم نے تجھ پر بھروسہ اور یقین کِیا کہ ہماری بیٹی کے لئے کچھ کرو، مگر تُو نے کچھ نہیں کِیا اور اَب بہت دیر ہو چُکی۔ لیکن یہ عبادت خانہ کے سردار یائیر کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ اُس نے بالکل غصہ نہیں کِیا، بلکہ جو مسیح یسوع نے کہا اُس پر پورا اعتقاد

رکھا۔ اُس نے پیشہ ور ماتم کرنے والوں کی طنز و تمسخر کی بھی کوئی پرواہ نہ کی۔ یائیر کے مضبوط اِیمان کا اُسے پھل مِل گیا۔ مسیح کے ایک ہی بار کہنے سے اُس کی مُردہ لڑکی واپس زندگی میں آ گئ، اور اُٹھ کر کھڑی ہو گئ۔

مسیح یسوع نے اِس واقعہ سے پہلے بد رُوحوں کے شکنجے میں پھنسے ہوئے لاچار آدمی کو شفا دینے کے بعد کہا کہ جا کر سب لوگوں کو بتا کہ خدا نے تیرے لئے کیا کِیا ہے، مگر جب اُس نے یائیر کی بیٹی کو زندہ کِیا تو ماں باپ سے کہا کہ کسی کو مت بتانا۔ ایسا فرق کیوں ہے؟ مسیح نے لڑکی کے والدین سے کیوں کہا کہ وہ اپنی قدرتی خواہش کا لوگوں سے اِظہار نہ کریں کہ اُن کی بیٹی زندہ ہو گئی ہے؟ پاک صحائف ہمیں یہ نہیں بتاتے کہ مسیح نے ایسا حکم کیوں دیا۔ شائد یہ وجہ تھی کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُسے اَور زیادہ شہرت مِلے۔ لُوقا لکھتا ہے کہ ہجوم اِتنا زیادہ تھا کہ لوگ اُس پر گرے پڑتے تھے۔ شائد یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح یسوع یائیر کو خاموش رہنے کا حکم دے کر اُسے کسی بھی قسم کے نقصان سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اُس وقت تک فریسی اور شرع کے عالم پہلے ہی یسوع کو بدنام اور خاموش کرنے کے لئے لگاتار کوشش کر رہے تھے۔ مسیح یسوع کا اپنی آسمانی طاقت و قدرت کا مظاہرہ مذہبی لیڈروں کے اِس مکارانہ فتوے کی قلعی کھول رہا تھا کہ یسوع خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ اگر عبادت خانہ کا سردار یائیر کھلم کھلا

لوگوں کو کہنا شروع کر دیتا کہ یسوع نے میری مُردہ بیٹی کو زندہ کر دیا ہے تو عین ممکن ہے کہ مذہبی رہنما اُس کے بھی دُشمن بن جاتے۔

مگر اُس عورت کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے یسوع کی پوشاک کا کنارہ چُھونے ہی سے شفا پا لی؟ یائیر کی طرح وہ بھی یسوع سے مدد لینے کے بعد کچھ کم خطرے میں نہیں تھی۔ جس طرح کی اُسے بیماری تھی اُس کا عوامی جگہ پر ہونا شرعی قانون کے خلاف تھا (احبار ۱۵:۲۵-۳۱)۔ وہ اپنے آپ کو لوگوں سے دُور رکھے تاکہ وہ ناپاک نہ ہو جائیں۔ اگر لوگوں کے ہجوم کو اُس کی اِس تکلیف بارے علم ہو جاتا تو وہ یقیناً غصہ میں آ جاتے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے۔ مگر جسمانی نقصان پہنچانا تو ایک طرف، عوام میں اپنی اِس بیماری کے بارے میں بتانا بِلا شک و شبہ شرمندگی اور ندامت کا سبب ٹھہرتا۔ اِسی لئے اُس عورت نے شفا پانے کے لئے ایک ایسا طریقہ ڈھونڈا کہ کسی کو پتہ ہی نہ چلے۔

یہ اُس عورت کی بڑی ہمت اور جُرأت ہے کہ لوگوں کے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بے پناہ ہجوم کو چیرتے ہوئے آگے بڑھی کہ یسوع کی پوشاک کا کنارہ چُھو لے۔ اِس سے اُس کے مضبوط اِیمان کا پتہ چلتا ہے۔ اُس کو یقینِ کامِل تھا کہ یسوع اُسے نہ صرف شفا دے سکتا ہے بلکہ وہ اُسے شفا دے گا، بے شک اُس کو منہ سے کچھ کہنے کی

ضرورت نہیں۔ اور اُس کو اپنے مضبوط اِیمان کا اِنعام مِل گیا۔ جونہی اُس نے یسوع کی پوشاک کو چُھوا وہ مکمل طور پر شفا پا گئی۔

شاگرد حیران پریشان رہ گئے جب یسوع نے اُن سے پوچھا کہ اُسے کِس نے چُھوا ہے کیونکہ اُس کے چاروں طرف لوگوں کا ایک جمِ غفیر تھا کہ لوگ اُس پر گرے پڑتے تھے۔ ایسے میں مسیح یسوع کا پوچھنا کہ کسی خاص شخص نے مُجھے چُھوا ہے یقیناً شاگردوں کے لئے حیرت کی بات تھی۔ اِس سے ذہن میں ایک اَور سوال اُبھرتا ہے کہ ظاہر ہے اُس ہجوم میں اَور لوگ بھی ہوں جن کو طرح طرح کی بیماریاں ہوں گی، اور وہ بھی کسی نہ کسی طرح اُسے چُھو رہے ہوں گے تو کیا وجہ ہے کہ صرف اِسی عورت نے شفا پائی؟ اگر محض مسیح کو چُھونے ہی سے شفا ملتی تو باقی لوگوں کی دردیں، داغ دھبے اور زخم کیوں ٹھیک نہیں ہوئے؟ اِتنے بڑے مجمع میں صرف ایک وہی عورت ہی کیوں شفایاب ہوئی؟ اِس لئے کہ اُس نے شفا پانے کے اِرادہ سے پورے اِیمان کے ساتھ مسیح کو چُھوا کہ اگر صرف پوشاک کا کنارہ ہی چُھو لوں تو شفا پا لوں گی۔

اگرچہ عورت نے شفا تو پائی مگر برکت نہ پائی جب تک اُس نے کھلم کھلا تسلیم نہ کِیا کہ آخر ہُوا کیا تھا۔ آج بہت سے لوگ مسیح کی پیروی کر کے ذاتی مفاد تو حاصل کرنا چاہتے ہیں مگر عورت کی طرح لوگوں کے ہجوم میں چھپے رہنا بھی پسند کرتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے

کہ ہم کھلم کھلا، سرِ عام مسیح یسوع کا اِقرار کریں۔ اِس بارے میں مسیح نے فرمایا، ''...جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اِقرار کرے، ابنِ آدم بھی خدا کے فرشتوں کے سامنے اُس کا اِقرار کرے گا۔ مگر جو آدمیوں کے سامنے میرا اِنکار کرے خدا کے فرشتوں کے سامنے اُس کا اِنکار کِیا جائے گا۔'' (لُوقا ۱۲: ۸-۹)

اَب سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے مسیح یسوع کو نجات دہندے کے طور پر تسلیم کِیا ہے؟

اُنتیسواں باب

بارہ کو بھیجا

(لُوقا ۹:۱-۹)

فرض کریں کہ آپ کوئی کارُوبار کرتے ہیں، اور یہ آپ کا اپنا بزنس ہے، تو آپ کیا ضروری اقدام اُٹھائیں گے کہ بڑھاپے میں یعنی ریٹائرمنٹ کے بعد بھی آپ کا کارُوبار جاری رہے؟ پہلے تو آپ ایسے لوگوں کا انتخاب کریں گے جو کام کرنے کے قابل ہوں۔ پھر آپ اُنہیں کارُوبار کے طریقۂ کار سے آگاہ کریں گے اور پوری تربیت دیں گے۔ اور پھر آخر میں اُنہیں کام پر لگائیں گے تا کہ وہ ملازمت کے دوران ہی تجربہ حاصل کر سکیں۔ بہت سے کارُوبار یا تو ناکام ہو جاتے ہیں یا رُک جاتے ہیں کیونکہ مالک نے بڑھاپے تک پہنچنے سے پہلے جبکہ وہ کام کرنے کے قابل نہیں رہا، ہر لحاظ سے تیاری نہیں کی ہوتی۔

کچھ یہی حال مذہبی اداروں اور عبادت گاہوں کا بھی ہوتا ہے۔ اکثر مذہبی لیڈر مُستقبل کی دانشمندانہ منصوبہ بندی نہیں کرتے۔ عبادت گاہیں اور خدمتی ادارے ٹوٹ پھوٹ جاتے ہیں کیونکہ اُن کے رہنما نئے لوگوں کو سِکھاتے نہیں۔ یہ وہ سنگین غلطی تھی جو مسیح یسوع نے نہیں کی۔

اُس نے اپنا زیادہ تر وقت اپنے چُنے ہوئے بارہ شاگردوں کے ساتھ گزارا تاکہ اُنہیں تیار کرے کہ وہ نجات کی خوشخبری کو پھیلا سکیں۔

اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۹ باب کی پہلی ۶ آیات میں خدا کا پیارا بندہ لُوقا اِس بارے میں لکھتا ہے، ''پھر اُس نے اُن بارہ کو بُلا کر اُنہیں سب بد رُوحوں پر اِختیار بخشا اور بیماریوں کو دُور کرنے کی قدرت دی۔ اور اُنہیں خدا کی بادشاہی کی منادی کرنے اور بیماروں کو اچھا کرنے کے لئے بھیجا، اور اُن سے کہا کہ راہ کے لئے کچھ نہ لینا، نہ لاٹھی، نہ جھولی، نہ روٹی، نہ روپیہ، نہ دو دو کُرتے رکھنا۔ اور جس گھر میں داخل ہو وہیں رہنا اور وہیں سے روانہ ہونا۔ اور جس شہر کے لوگ تمہیں قبول نہ کریں، اُس شہر سے نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ دینا تاکہ اُن پر گواہی ہو۔ پس وہ روانہ ہو کر گاؤں گاؤں خوشخبری سُناتے اور ہر جگہ شفا دیتے پھرے۔'' (لُوقا ۹:۱-۶)

اِس مختصر بیان سے ہم کچھ ایسے اُصولوں کے بارے میں سیکھتے ہیں جن کی مدد سے ہم آنے والی نسل کو خدا کی خدمت کے لئے تیار کر سکتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ مسیح نے ایسا کیسے کِیا؟

۱۔ مسیح نے اُن بارہ کو اُس وقت تک خوشخبری پھیلانے کے لئے نہیں بھیجا جب تک وہ اُس کی تعلیم سے خوب اچھی طرح واقف نہ ہو گئے۔ پچھلے باب میں لُوقا ہمارے سامنے مسیح کی تعلیم کا خلاصہ رکھتا ہے جو اُس نے اپنے شاگردوں کو دی۔ اِس کے علاوہ وہ سب مسیح کے ساتھ

تھے جب اُس نے بیماروں کو شفا دی اور فریسیوں اور مذہبی لیڈروں سے بحث مباحثہ کِیا۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ بارہ شاگرد خدا کی بادشاہی کے بارے میں مسیح کے پیغام کو خوب سمجھتے تھے جس کی تبلیغ اُنہیں ساری دُنیا میں کرنا تھی۔ مسیح کے برعکس ہم دوسروں کو باقاعدہ تعلیم نہیں دیتے اور نہ ہی اپنے کردار و سیرت سے مائل کرتے ہیں کہ کیسے کام کریں۔

۲۔ مسیح نے شاگردوں کو پہلے اپنی مثالی زندگی اور تعلیم سے تیار کِیا پھر اُنہیں بھیجا کہ وہ جائیں اور خدا کی بادشاہی کا پرچار کریں۔ خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے کہ اُس نے اُنہیں قوت و طاقت دی۔ اگر وہ اُنہیں بغیر قدرت و طاقت دیئے بھیج دیتا تو اُن سے بیماروں کو شفا دینے کی توقع کیسے کرتا۔ بدقسمتی سے بہت سے مذہبی رہنما ہیں جو اپنی طاقت اور اِختیار کو بانٹنا نہیں چاہتے بلکہ مضبوطی سے پکڑے رکھتے ہیں۔ اُنہیں یہ خدشہ رہتا ہے کہ اگر اُنہوں نے کسی اَور کو کوئی کام کرنے کے لئے اپنا تجربہ اور قابلیت سُونپ دی تو عین ممکن ہے کہ کہیں وہ اُن سے آگے نہ نکل جائیں۔ کیونکہ ایسے لوگ بُنیادی طور پر حاسد اور غیر محفوظ شخصیت کے مالک ہوتے ہیں اِسی لئے دوسروں کی قابلیت کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تربیت اور ٹریننگ سے باز رہتے ہیں۔

۳۔ مسیح نے نہ صرف بارہ کو اپنی قابلیت و اہلیت اِستعمال کرنے کی اِجازت دی بلکہ لُوقا لکھتا ہے کہ اُس نے اُنہیں طاقت و اِختیار بھی

دیا۔ ایسی قابلیت کا کیا فائدہ کہ وہ اُسے اِستعمال نہ کر سکیں؟ کوئی بھی اُس وقت تک قابلیت کی اِنتہا تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اُسے اپنی قابلیت کے اِظہار کا موقع نہ مِلے۔ بدقسمتی سے بہت سے نام نہاد لیڈر دوسروں کو وہ موقع فراہم نہیں کرتے کہ وہ اپنی خداداد قابلیت و اہلیت کو اِستعمال کر سکیں۔

۴۔ مسیح نے اپنے بارہ شاگردوں کو نہ صرف تعلیم و سیرت کے زیور سے آراستہ کِیا بلکہ اُن پر مکمل اعتماد اور بھروسہ بھی کِیا۔ اُس نے اُنہیں دُور دراز علاقوں میں بھیجا جہاں وہ اُن کی نگرانی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ کام کی تکمیل کے لئے ہر وقت اُن کے سَر پر کھڑا نہیں رہتا تھا کہ وہ کام کرتے ہیں یا نہیں۔ اِس اعتماد اور بھروسہ نے شاگردوں کو حوصلہ دیا کہ وہ اپنے اندر چھپی ہوئی قابلیت و اہلیت کو پہچانیں کہ وہ ہر کام بخوبی کر سکتے ہیں۔ اُس نے اُن کا حوصلہ بڑھایا۔ مسیح کے برعکس، بہت سے نام نہاد لیڈر اپنے ماتحت کام کرنے والوں کو خود سے آزادانہ فیصلہ کرنے کی آزادی نہیں دیتے کہ وہ اپنی سوچ و قابلیت سے کام لیتے ہوئے کچھ کریں، بلکہ ہر کام میں اپنا کنٹرول جمائے رکھتے ہیں۔

۵۔ مسیح نے اپنے بارہ شاگردوں کو بڑی وضاحت و صفائی سے بتایا کہ اُن کا کیا کام ہے۔ اُس نے اُنہیں کہا کہ جاؤ اور خدا کی بادشاہی کی منادی کرو اور بیماروں کو شفا دو۔ بہت سے مسیحی رہنما آج اپنے ساتھیوں کو صاف طور پر ہدایت نہیں دیتے، اور جب وہ ہدایت کے

مطابق اُن کی توقعات پر پورے نہیں اُترتے تو اُن کو تنقید کا نشان بناتے ہیں۔

۶۔ مسیح یسوع نے اِس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے بارہ شاگردوں کو ایمان کے بارے میں تعلیم دی کہ اُنہیں اپنی ضروریات اور حاجات کے لئے خدا پر مکمل بھروسہ اور یقین کرنا چاہیے۔ ہمارے لئے یہ بالکل سیدھا سا سبق ہے کہ اگر مسیح یسوع ہمیں کچھ کرنے کو کہتا ہے تو وہ وسائل بھی مُہیا کرے گا جن کے وسیلہ سے اُس کے کام کو سَر انجام دے سکتے ہیں۔ آج بہت سے مذہبی رہنما اپنے ایمان کی مضبوطی کا دعویٰ کرتے ہیں مگر نہ تو خود عمل کرتے ہیں اور نہ اپنے ساتھیوں کو عمل کرنے دیتے ہیں جب تک اُن کے پاس پہلے سے وسائل موجود ہوں۔

۷۔ مسیح نے اپنے شاگردوں کو یہ بھی کہا کہ اُنہیں ناکامی کا سامنا بھی کرنا پڑے گا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ خدا کی بادشاہی کے پیغام کو ہر کوئی قبول نہیں کرے گا۔ شاگردوں پر اِلزام دھرنے کی بجائے اُس نے اُن کو قصوروار ٹھہرایا جِنہوں نے خدا کی خوشخبری کو سُننے سے اِنکار کِیا۔ یقیناً اِس سے شاگردوں کو کافی اِطمینان و سکون مِلا ہو گا کیونکہ بہت سے لیڈر ناکامی کا ذمہ دار اپنے ماتحتوں کو ٹھہراتے ہیں۔

مسیح یسوع کی حکمت، سمجھ و دانش سے بھرپور رہنمائی اور تربیت نے شاگردوں کو اِس قابل بنا دیا کہ اُنہوں نے بعد میں دُنیا ہی پلٹ کر رکھ دی (اعمال ۱۷:۶)۔

مسیح اور اُس کے شاگردوں نے خدا کی بادشاہی کی تعلیم اور بیماروں کو شفا دے کر بہت اچھا کام کِیا۔ مگر اُن کی اِن اِلٰہی سرگرمیوں نے لوگوں کو اُن کے بارے میں حیرت انگیز طور پر سوچنے پر بھی مجبور کر دیا کہ یہ کون ہے جو اِتنی عجیب و انوکھی باتیں کرتا ہے؟ یہ وہ سوال تھا جس نے مُلک کے حکمرانوں اور صاحبِ اِختیار کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا۔ آیت ۷ سے ۹ میں لُوقا لکھتا ہے، ''اور چوتھائی مُلک کا حاکم ہیرودیس سب احوال سُن کر گھبرا گیا۔ اِس لئے کہ بعض کہتے تھے کہ یوحنا مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ اور بعض یہ کہ ایلیاہ ظاہر ہُوا ہے اور بعض یہ کہ قدیم نبیوں میں سے کوئی جی اُٹھا ہے۔ مگر ہیرودیس نے کہا کہ یوحنا کا تو مَیں نے سَر کٹوا دیا، اَب یہ کون ہے جس کی بابت ایسی باتیں سُنتا ہوں؟ پس اُسے دیکھنے کی کوشش میں رہا۔'' (لُوقا ۹:۷-۹)

رُومیوں نے فلستین کو چار حِصوں میں تقسیم کر دیا۔ ہیرودیس بادشاہ گلیل کے علاقہ کا حکمران تھا۔ قدرتی بات ہے کہ وہ جاننا چاہتا تھا کہ اُس کی سلطنت میں یہ کون ہے جو ہر طرف تہلکہ مچا رہا ہے۔ مگر مسیح کے بارے میں اُسے مِلی جلی اِطلاعات مِل رہی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شائد یوحنا اصطباغی مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ کیا وہ یوحنا کی طرح مسیح کا سَر بھی قلم کر دے؟

تیسواں باب

آسمان کی روٹی

(لُوقا ۹:۱۰۔۱۷)

بائبل مُقدس میں یسوع مسیح کی زندگی اور اِلٰہی خدمت کے حالات و واقعات کو چار اناجیل میں قلمبند کِیا گیا ہے۔ ہر اِنجیل یسوع کی تعلیم اور کام کے مختلف پہلوؤں پر زور دیتی ہے۔ مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے علاوہ اُس کے لاثانی معجزات میں سے پانچ ہزار لوگوں کو کھانا کِھلانا ایک ایسا معجزہ ہے جس کا بیان چاروں اناجیل میں ہے۔ جبکہ چاروں اناجیل اِس معجزے کا ذِکر کرتی ہیں اِسی لئے اِس کی ایک خاص اہمیت ہے۔

گلیل کی جھیل کے مشرقی کنارے پر یہ واقعہ پیش آیا۔ اِس کی کئی وجوہات ہیں کہ مسیح یسوع کیوں اپنے شاگردوں کو گلیل سے دُور لے گئے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ تھک گئے تھے اور اُن کو آرام کی ضرورت تھی، وہ ابھی تبلیغی مشن سے واپس آئے تھے۔ مسیح اور اُن کے شاگردوں پر اِلٰہی خدمت کا بوجھ اِتنا زیادہ تھا کہ اُن کے پاس کھانا کھانے کو بھی وقت نہیں تھا۔ اور اُنہوں نے ہیرودیس بادشاہ کے ہاتھوں یوحنا کے قتل کی خبر سُنی تھی جس کے سبب وہ غم سے نڈھال تھے۔ اِس

کے علاوہ ہیرودیس یسوع سے بھی ملنا چاہتا تھا۔ اور یہ ایسا وقت نہیں تھا کہ مسیح یسوع، یوحنا کے قاتل کا سامنا کرتے لہٰذا اُنہوں نے مناسب جانا کہ گلیل سے نکل جائیں۔

مسیح یسوع نے لوگوں کے ہجوم سے دُور رہ کر آرام کرنے کا جو سوچا تھا ویسا نہ ہُوا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۹ باب کی ۱۰ سے ۱۱ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا اِس بارے میں لکھتا ہے، ''پھر رسُولوں نے جو کچھ کِیا تھا لوٹ کر اُس سے بیان کِیا اور وہ اُن کو الگ لے کر بیت صیدا نام ایک شہر کو چلا گیا۔ یہ جان کر بھیڑ اُس کے پیچھے گئی اور وہ خوشی کے ساتھ اُن سے مِلا اور اُن سے خدا کی بادشاہی کی باتیں کرنے لگا اور جو شفا پانے کے مُحتاج تھے اُنہیں شفا بخشی۔'' (لُوقا ۹:۱۰-۱۱)

مسیح یسوع اور اُن کے شاگردوں کو اُسی ہجوم کو دیکھ کر بڑی مایوسی ہو گی جن سے جان چھڑا کر کچھ دیر آرام کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ بُری طرح سے تھک گئے تھے۔ مگر مسیح کی عظمت کی گواہی ہے کہ وہ پھر بھی لوگوں سے خفا ہونے کی بجائے خوشی سے مِلے، اور اُن کے بیماروں کو شفا بخشی اور خدا کی بادشاہی کا پیغام بھی سُنایا۔ اِس بارے میں بہت سال بعد پَولُس رسول لکھتا ہے، ''ہر ایک اپنے ہی احوال پر نہیں بلکہ ہر ایک دوسروں کے احوال پر بھی نظر رکھے۔ ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔'' (فلپیوں ۲:۴-۵) سوال یہ ہے کہ کیا

ہم مسیح یسوع کی طرح دوسروں کی بے لوث اور بے غرض خدمت کرتے ہیں؟

اگرچہ لُوقا ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ مسیح اور اُس کے شاگرد بظاہر بیت صیدا سے کشتی میں بیٹھ کر رات کو یا صبح سویرے ہجوم سے کہیں دُور ویران جگہ میں چلے گئے۔ مگر بدقسمتی سے ہجوم کو کسی طرح سے معلوم ہو گیا اور ڈھونڈتے ہوئے اُن تک جا پہنچے۔ مسیح یسوع ہجوم کو دیکھ کر خوش ہوئے اور اُنہیں خدا کی بادشاہی کی تعلیم دینے لگے۔ آیت ۱۲ سے ۱۷ میں لُوقا لکھتا ہے، ''جب دِن ڈھلنے لگا تو اُن بارہ نے آ کر اُس سے کہا کہ بھیڑ کو رُخصت کر کہ چاروں طرف کے گاؤں اور بستیوں میں جا ٹکیں اور کھانے کی تدبیر کریں کیونکہ ہم یہاں ویران جگہ میں ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا، تم ہی اِنہیں کھانے کو دو۔ اُنہوں نے کہا، ہمارے پاس صرف پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں ہیں، مگر ہاں ہم جا کر اِن سب لوگوں کے لئے کھانا مول لے آئیں؟ کیونکہ وہ پانچ ہزار مرد کے قریب تھے۔ اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اُن کو تخمیناً پچاس پچاس کی قطاروں میں بٹھاؤ۔ اُنہوں نے اُسی طرح کِیا اور سب کو بٹھایا۔ پھر اُس نے وہ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں لِیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر اُن پر برکت بخشی اور توڑ کر اپنے شاگردوں کو دیتا گیا کہ لوگوں کے آگے رکھیں۔ اُنہوں نے کھایا اور سب سیر ہو گئے

اور اُن کے بچے ہوئے ٹکڑوں کی بارہ ٹوکریاں اُٹھائی گئیں۔"
(لُوقا ۹:۱۲-۱۷)

ہم وثوق سے نہیں کہہ سکتے ہیں کہ شاگردوں کو لوگوں کی اِتنی ہی فکر تھی جب اُنہوں نے مسیح سے کہا کہ اِنہیں جانے دے کہ اپنے لئے کھانے پینے اور رہنے کا بندوست کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شاگرد اپنے آرام کی خاطر یہ سب کہہ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ اِس ویران جگہ میں آرام کی غرض سے آئے تھے۔ لوگوں کی پھر سے آمد اور اُن کو تعلیم دینے سے وہ آرام نہیں کر سکتے تھے۔ اگر شاگردوں کا یہ اِرادہ تھا کہ مسیح سے لوگوں کی بھوک مِٹانے کی ہمدردانہ درخواست کو اپنے آرام کے لئے اِستعمال کریں کہ اُن کے جانے سے اُنہیں کچھ تنہائی مِل جائے گی تو مسیح کو اُن کی نیت کا پتہ چل گیا تھا۔ اِسی لئے اُس نے اُن سے کہا کہ اگر تمہیں لوگوں کی بھوک پیاس کی اِتنی ہی فکر ہے تو خود ہی اُن کے کھانے پینے کا بندوبست کرو۔

شاگرد یقیناً مسیح کا جواب سُن کر حیران و پریشان ہو گئے ہوں گے کہ وہ کیسے اِتنے بڑے ہجوم کو کھانا کھلائیں؟ وہاں عورتوں اور بچوں کے علاوہ تقریباً پانچ ہزار مرد موجود تھے۔ لُوقا کے بیان سے کہیں زیادہ حالت خراب تھی کیونکہ دوسری اناجیل میں اِسی واقعہ کے بارے میں ذِکر ہے کہ اُن کے پاس پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کے ہونے کی بُنیادی وجہ ایک لڑکا تھا جس نے وہ شاگردوں کو دے دیں۔

اور اگر اُنہیں اِتنے بڑے ہجوم کے لئے اِتنا کھانا خریدنا پڑتا تو اُن کی جمع پونجی خالی ہو جاتی۔ اور اگر وہ چاہتے بھی تو اِتنی بڑی مقدار میں وہ کھانا کہاں سے خریدتے اور کیسے لاتے؟ اِنسانی نکتۂ نظر سے لوگوں کے اِتنے بڑے مجمع کو کھانا کھلانا ناممکن سی بات تھی۔ مگر مسیح یسوع نے شاگردوں کے ساتھ کوئی بحث مباحثہ نہیں کِیا بلکہ کہا کہ لوگوں کو پچاس پچاس کی قطاروں میں بٹھا دو۔ شاگردوں کے حق میں یہ بات جاتی ہے کہ اُنہوں نے مسیح سے اِس بارے میں کوئی سوال جواب نہیں کِیا اور جیسا اُن کے اُستاد نے کہا ویسا ہی کِیا۔ شاگردوں کی یہی وفاداری تھی جس کے سبب سے مسیح یسوع کے لئے ممکن ہُوا کہ وہ اِتنے بڑے ہجوم کو ایک منظم اور باعزت طریقہ سے کھانا کِھلا سکیں۔ یقیناً یہ ناممکن سی بات تھی کہ اگر لوگ قطاروں میں نہ بیٹھتے تو مسیح اُن کو کھانا کِھلا سکتے۔ ہمارے لئے اِس میں ایک نہایت اہم سبق ہے۔ جب ہم وہ کریں جو مسیح ہمیں کرنے کو کہتا ہے تو خواہ ہماری سمجھ کے مطابق وہ ناممکن ہی کیوں نہ ہو ہمارا فرض ہے کہ صبر سے اِیمان کے ساتھ خدا کی قدرت و طاقت کا اِنتظار کریں۔ شائد یہ ایک وجہ ہے کہ خدا ہماری دُعاؤں پر کان نہیں دَھرتا کیونکہ جو اُس نے ہمیں کرنے کو کہا ہے وہ ہم نہیں کرتے۔

اگر اِنسانی نکتۂ نظر سے دیکھا جائے تو پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں اِتنے بڑے ہجوم کو کھلانے کے لئے کافی نہیں تھیں، مگر مسیح یسوع نے

پھر بھی اُن پر خدا کا شکر ادا کِیا۔ ہم اکثر شکایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ نہیں یا وہ نہیں مگر کبھی خدا کا شکر بجا نہیں لاتے جو اُس نے ہمیں دیا ہُوا ہے۔ خدا ہمیں اَور کیوں دے جبکہ جو اُس نے پہلے سے دیا ہُوا ہے اُس کے لئے شکر گزار نہیں؟ بلکہ جو ہے اُس کو اپنے تک ہی محدُود رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں دوسروں کی مدد نہیں کرتے۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ اگر خدا کا شکر ادا کریں گے اور خدا کی راہ میں دیں گے تو وہ ہمیں پہلے سے زیادہ برکت دے گا اور ہماری زندگی میں عجیب کام کرے گا۔ پانچ روٹیاں اور دو مچھلیاں تو شاگردوں کی بھوک مِٹانے کے لئے کافی نہیں تھیں تو اُن سے پانچ ہزار سے زیادہ لوگوں کی بھوک کیسے مِٹ سکتی؟ مگر جب مسیح یسوع نے اُن پر خدا کا شکر ادا کِیا تو نہ صرف سب نے پیٹ بھر کر کھایا بلکہ اِتنا کھانا بچ گیا کہ شاگردوں نے بھری ہوئی بارہ ٹوکریاں اُٹھائیں۔

لُوقا کے علاوہ دوسری اناجیل میں قلمبند ہے کہ جب ہجوم نے یہ سب دیکھا تو اُنہوں نے مسیح کو اپنا بادشاہ بنانا چاہا۔ اور جب مسیح یسوع نے لوگوں پر واضح کِیا کہ یہ جسمانی خوراک اُس رُوحانی خوراک کی ایک شکل یا شبیہ ہے جو وہ اُنہیں دینے والا ہے تو لوگ اُس کے خلاف ہو گئے۔ وہ خدا کی طرف سے دی ہوئی آسمانی خوراک کے حاجتمند نہیں تھے جو اُن کے جسم کی ہی نہیں بلکہ رُوح کی بھوک پیاس بھی مِٹا سکتی

تھی۔ وہ صرف جسمانی خوراک سے اپنے پیٹ بھرنا چاہتے تھے، اور جب مسیح نے ایسا کرنے سے اِنکار کِیا تو بہت سے پیروکار اُسے چھوڑ گئے۔

بدقسمتی سے آج بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مسیح یسوع کی پیروی صرف جسمانی خوراک یعنی دُنیاوی فائدے کے لئے کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہمارے خداوند نے صاف صاف فرمایا ہے کہ جو کوئی میری پیروی کرے گا اُسے نہ صرف اپنی خودی کا اِنکار کرنا پڑے گا بلکہ بھاری قیمت بھی ادا کرنا پڑے گی، اور شائد اُسے اپنی جان ہی سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔

اکتّیسواں باب

خُدا کا مسیح

(لُوقا ۹:۱۸-۲۷)

مسیح یسوع لوگوں کی توقعات کے خلاف ایسے عجیب اور انوکھے کام کرتے تھے کہ دیکھنے والے حیران و پریشان ہو جاتے تھے۔ آج بہت سے مذہبی لیڈر بڑھ چڑھ کر بتاتے ہیں کہ وہ کون ہیں۔ وہ اپنی ڈگریوں، سندوں اور ایوارڈز کے بارے میں اُٹھتے بیٹھتے شیخی مارتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں لوگ اُنہیں دینی علوم کا ڈاکٹر یا سینئر پاسٹر کہہ کر مخاطب کریں، وہ اپنے نام کے آگے فخریہ انداز سے یہ سب لکھتے ہیں، مگر مسیح نے ایسا کچھ نہیں کِیا اور نہ ہی اُونچی آواز میں ڈھنڈورا پیٹا کہ وہ کون ہے بلکہ اپنے کام و عمل کو موقع دیا کہ لوگ دیکھ کر خود سے اُن کو جانیں اور پہچانیں۔ اُس کی تعلیم اور معجزات کا پاک صحائف سے موازنہ کر کے پرکھیں کہ وہی ہے جس کے بارے میں نبیوں نے پہلے سے پیشین گوئی کر دی تھی۔ مثال کے طور پر یوحنا نے ذرہ سا شک ظاہر کِیا کہ کیا تُو وہی ہے جس کو دُنیا میں آنا تھا تو مسیح نے تصدیق کرتے ہوئے اُس کی توجہ اُن عجیب اور انوکھے معجزات و واقعات کی طرف کروائی جو

لوگوں کے درمیان ہو رہے تھے اور جن کے بارے میں یسعیاہ نبی نے پہلے سے بتا دیا تھا کہ آنے والا مسیح ایسے حیرت انگیز کام کرے گا۔

مگر بدقسمتی سے بعض اوقات لوگ اُس کے بارے میں غلط نتیجہ نکال لیتے تھے کہ وہ کون ہے۔ جیسا کہ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۹ باب کی ۱۸ سے ۲۰ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ”جب وہ تنہائی میں دُعا کر رہا تھا اور شاگرد اُس کے پاس تھے تو ایسا ہُوا کہ اُس نے اُن سے پوچھا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں؟ اُنہوں نے جواب میں کہا، یُوحنا بپتسمہ دینے والا اور بعض ایلیاہ کہتے ہیں اور بعض یہ کہ قدیم نبیوں میں سے کوئی جی اُٹھا ہے۔ اُس نے اُن سے کہا، لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو؟ پطرس نے جواب میں کہا کہ خدا کا مسیح۔ اُس نے اُن کو تاکید کر کے حکم دیا کہ یہ کسی سے نہ کہنا۔“ (لُوقا ۹:۱۸-۲۰)

یہ نہایت دلچسپ بات ہے کہ لوگوں میں اور اُن کے مذہبی رہنماؤں کی سوچ میں بہت فرق تھا۔ اُس وقت کے دینی رہنما مسیح یسوع پر اِلزام لگاتے تھے کہ وہ دُھوکے باز ہے اور شیطانی طاقت سے بیماروں کو شفا دیتا ہے۔ مگر عوام بغیر کسی شک کے یہ سمجھتے تھے کہ مسیح خدا کی طرف سے بھیجا ہُوا نبی ہے، ہاں صرف یہ سوال اُن کے ذہن میں گھومتا تھا کہ کون سا نبی۔

کچھ کہتے تھے کہ مسیح، یوحنا اصطباغی ہے جِسے ہیرودیس نے موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ کسی لحاظ سے اُن کا وہم اور وسوسہ ٹھیک ہی تھا

کیونکہ مسیح یسوع نے بھی ویسے ہی تعلیم دی جیسے یوحنا دیا کرتا تھا۔ ''...توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔'' (متی ۴:۱۷)

مگر لوگوں کو یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ یسوع، یوحنا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ یہ یوحنا ہی تھا جس نے مسیح یسوع کو بپتسمہ دیا۔ اِس کے علاوہ دونوں میں یہ بھی فرق تھا کہ یوحنا نے کوئی معجزہ کر کے نہیں دکھایا۔

کچھ لوگوں نے سمجھا کہ مسیح، ایلیاہ نبی ہے۔ یہ موازنہ کسی حد تک دُرست تھا کیونکہ مسیح نے تعلیم دی کہ خدا کی بادشاہی نزدیک ہے، اور ملاکی نبی نے پیشین گوئی کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایلیاہ، مسیح کی دُنیا میں آمد سے پہلے آئے گا (ملاکی ۴:۵)۔ اِس کے علاوہ مسیح کے کچھ معجزات یعنی بیماروں کو شفا اور مُردوں کو زندہ کرنا ایلیاہ نبی کی طرح ہی تھے۔

مگر کچھ لوگ سمجھتے تھے کہ مسیح قدیم نبیوں میں سے کوئی ہے جو جی اُٹھا ہے لیکن وہ خوب جانتے تھے کہ یہ ایلیاہ نہیں ہے۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ لوگوں کی آپس میں مسیح کے بارے میں کافی بحث ہوتی ہو گی کہ یہ کون ہے۔

اپنے بارے میں لوگوں کی مختلف قیاس آرائیاں سُن کر مسیح یسوع نے شاگردوں سے پوچھا کہ وہ اُس کے بارے میں کیا سوچتے ہیں کہ کون ہے۔ پطرس نے سب کی طرف سے جواب دیا کہ تُو خدا کا مسیح ہے۔ اگر دیکھا جائے تو پطرس رسول کا جواب بہت ہی سادہ تھا مگر اِنتہائی گہرا اور عمیق۔ مسیح کا مطلب ہے مَسح کِیا ہُوا۔ اور یہ الفاظ کہ

''خدا کا مسیح'' اِسرائیل کے پچھلے وقتوں کے نبی اور بادشاہوں کی طرف اِشارہ ہے جن کے بارے میں پاک صحائف میں لکھا ہے کہ ''خدا کا مَسح کِیا ہُوا۔'' کاہن بھی خدا کے کام کے لئے مَسح کِئے جاتے تھے۔ یہ تینوں یعنی نبی، بادشاہ اور کاہن، مسیح یسوع میں مکمل ہوتے ہیں۔ اَب سوال یہ ہے کہ اِس کی کیا اہمیت ہے؟ جب ہم یسوع کو خدا کا مسیح کہتے ہیں تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا کا نبی ہے یعنی وہ خدا کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اور جو کوئی بھی ایسا پیغام لے کر آتا ہے جو مسیح کی تعلیم سے مختلف ہے تو وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ مسیح ہونے کی وجہ سے یسوع ہمارا کاہن بھی ہے۔ وہ ہمارے اور خدا کے بیچ درمیانی یعنی شفاعت کا کام کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کے اِلہامی کلام میں لکھا ہے کہ مسیح نے ہمارے لئے ایک مکمل قربانی دی جس کے وسیلہ سے ہم خدا کی نظر میں پاک ٹھہرتے ہیں۔ اِس کے علاوہ مسیح ہونے کی وجہ سے یسوع ہمارا بادشاہ بھی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اُس کی اطاعت و تابعداری کریں۔ وہ ہم پر محض حکمران ہی نہیں بلکہ ہمیں ہمارے دُشمنوں سے محفوظ بھی رکھتا ہے، یہاں تک کہ ہم پر موت کا اِختیار بھی نہیں رہتا۔

یسوع نے اپنے شاگردوں کو حُکم دیتے ہوئے کہا کہ کسی کو مت بتائیں کہ وہ مسیح ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسیح نے یہ سچائی کیوں چھپائی؟ کیا یہ ضروری نہیں تھا کہ لوگوں کو پتہ چلتا کہ یسوع وہی ہے جس کے دُنیا میں آنے کی پیشین گوئیاں قدیم نبیوں نے کی تھیں؟ ہاں،

یہ نہایت اہم بات ہے کہ سب لوگ یسوع کے بارے میں جانیں کہ وہ کون ہے۔ مگر ہر بات کا ایک مناسب وقت ہوتا ہے۔ بہت سے یہودی بلکہ یسوع کے چُنے ہوئے شاگرد بھی یہ سمجھتے تھے کہ مسیح دُنیا کی بادشاہت قائم کر کے حکمرانی کرے گا۔ اُن کو کچھ خبر نہ تھی کہ خدا کی آسمانی بادشاہی رُوحانی ہو گی۔ اگر یسوع کھُلم کھُلا طور پر اپنی پہچان و شناخت کروا دیتے کہ وہ مسیح ہے تو رُومی حکومت کے خلاف قوم پرست سوچ کے حامل لوگ اُٹھ کھڑے ہوتے، اور یہ بھی خطرہ تھا کہ یسوع کو قید کر کے جیل میں ڈال دیتے اور خدا کے مقررہ وقت سے پہلے اُس کو صلیب پر لٹکا دیتے کیونکہ بنی نوع اِنسان کے لئے خدا کا ایک منصوبہ تھا کہ کب اور کِس وقت مسیح کو گناہگاروں کے واسطے اپنا پاک و معصوم خون بہا کر نجات دِلانا ہے۔

اپنی پہچان و شناخت نہ کروانے کی ایک اَور وجہ یہ بھی تھی کہ شاگردوں کو ابھی مسیح کی دُنیا میں آمد کے مقصد کو سمجھنا تھا اور خدا کی بادشاہی کی بُنیاد رکھنے سے پہلے اُسے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا تھا۔ آیت ۲۲ سے ۲۷ آیت میں لُوقا لکھتا ہے۔ ''...ضرور ہے کہ ابنِ آدم بہت دُکھ اُٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقِیہ اُسے رَد کریں اور وہ قتل کِیا جائے اور تیسرے دِن جی اُٹھے۔ اور اُس نے سب سے کہا، اگر کوئی میرے پیچھے آنا چاہے تو اپنی خودی سے اِنکار کرے اور ہر روز اپنی صلیب اُٹھائے اور میرے پیچھے ہو لے۔ کیونکہ جو کوئی اپنی جان بچانا

چاہے وہ اُسے کھوئے گا اور جو کوئی میری خاطر اپنی جان کھوئے وہی اُسے بچائے گا۔ اور آدمی اگر ساری دُنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کو کھو دے یا اُس کا نقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہو گا؟ کیونکہ جو کوئی مجھ سے اور میری باتوں سے شرمائے گا ابنِ آدم بھی جب اپنے اور اپنے باپ کے اور پاک فرشتوں کے جلال میں آئے گا تو اُس سے شرمائے گا۔ لیکن مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اُن میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعض ایسے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہی کو دیکھ نہ لیں موت کا مزہ ہرگز نہ چکھیں گے۔'' (لُوقا ۹:۲۲-۲۷)

مسیح یسوع کے یہ الفاظ مسیحیت کا مرکزی اور بنُیادی نچوڑ ہیں۔ کچھ حاصل کرنے کے لئے کچھ دینا ضروری ہوتا ہے۔ مسیح بادشاہ ہونے کے لئے پیدا ہُوا تھا۔ وہ بنی نوع اِنسان کو نجات دینے کے لئے دُنیا میں آیا۔ مگر اپنی بادشاہت حاصل کرنے کے لئے اور نجات دہندہ بننے کے لئے لازم تھا کہ وہ موت کا مزہ چکھے یعنی مَر جائے۔ مسیح کے شاگرد اُس کی یہودی بادشاہی میں اعلیٰ عہدہ پانے کا خواب دیکھ رہے تھے، مگر مسیح نے اُن سے صاف صاف کہہ دیا کہ اُنہیں اپنی خودی کا اِنکار کرنا پڑے گا۔ مسیح یسوع کی پیروی کرنے کا مطلب ہے اپنے آپ کو خالی کر دینا یعنی اگر اپنے خداوند کی خاطر جان بھی دینا پڑے تو تیار رہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسے مسیح کے لئے لازم تھا کہ وہ رَد کِیا جائے، دُکھ اُٹھائے اور مِر جائے اور تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھے، صرف وہی جو

مسیح کی خاطر اپنی جان قربان کریں گے اپنی جان بچائیں گے، صرف وہی جو مسیح کے لئے دُنیاوی عیش و آرام اور شان و شوکت کو قربان کریں گے آسمانی بادشاہت و جلال میں داخل ہوں گے۔ بہت سے لوگ جن میں نامی مسیحی بھی شامل ہیں اِس اہم بات کو نہیں سمجھتے اور نہ ہی سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنے بڑے بڑے عہدوں کے ساتھ جُڑے رہتے ہیں اور شہرت و بلندی کی تلاش میں رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر کام میں ہر جگہ پہلے نمبر پر ہوں۔ مگر نہیں جانتے ہیں کہ جب تک وہ اپنی خودی کا اِنکار نہیں کریں گے اپنی جان سے ہاتھ دُھو بیٹھیں گے۔

مسیح یسوع نے کہا کہ جو مجھے سُن رہے ہیں وہ خدا کی بادشاہی کو دیکھیں گے۔ اِس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے فوری بعد زمین پر پینتِکُست کے دِن اپنا چرچ یعنی کلیسیا قائم کریں گے۔ صرف وہی لوگ جنہوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے معافی پائی ہو گی اور مسیح کی موت میں بپتسمہ لیا ہو گا اُس کی دوبارہ دُنیا میں آمد کے موقع پر اُس کے جلال میں شامل ہوں گے۔

بتّیسواں باب

اِس کی سُنو

(لُوقا ۹:۲۸۔۳۶)

اکثر لوگ غرور و تکبر سے کام لیتے ہوئے بڑھ چڑھ کر ڈینگیں ماریں گے کہ وہ کون ہیں اور کیا کر سکتے ہیں۔ مگر کہنا اَور بات ہے اور کرنا اَور۔ یعنی کچھ کر کے اپنی پہچان کروانا اَور بات ہے اور محض لفظوں سے زمین آسمان کے قلابے مِلانا اَور بات۔ مسیح یسوع کے شاگردوں نے اِقرار کِیا کہ وہ خدا کا مسیح ہے۔ یہ حقیقت اُن کو اُس وقت ہی تسلیم کر لینی چاہیے تھی جب اُنہوں نے حیرت انگیز اور انوکھے معجزات دیکھے۔ مگر مسیح نے دو اَور دعوے بھی کِئے جن کے سبب سے شاگردوں کے لئے اِس ازلی سچائی کو ماننا نہایت مشکل ہو گیا تھا۔ ایک یہ کہ مسیح مَر جائیں گے اور مُردوں میں سے جی اُٹھیں گے۔ اَور پھر زمین پر اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ واپس آئیں گے۔

یسوع کے یہ کہنے کے کچھ ہی دِن بعد اُن کے کچھ شاگردوں نے پہاڑ پر ایک ایسا زبردست جلال سے بھرپور نُورانی نظارہ دیکھا جس نے اپنے اُستاد و خداوند کی کہی ہوئی بات کو سچ کر دِکھایا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۹ باب کی ۲۸ سے ۳۶ آیت میں خدا کا پیارا بندہ

لُوقا لکھتا ہے، ''پھر اِن باتوں کے کوئی آٹھ روز بعد ایسا ہُوا کہ وہ پطرس اور یُوحنا اور یعقوب کو ہمراہ لے کر پہاڑ پر دُعا کرنے گیا۔ جب وہ دُعا کر رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ اُس کے چہرہ کی صُورت بدل گئی اور اُس کی پوشاک سفید براق ہو گئی۔ اور دیکھو دو شخص یعنی موسیٰ اور ایلیاہ اُس سے باتیں کر رہے تھے۔ یہ جلال میں دِکھائی دیئے اور اُس کے اِنتقال کا ذِکر کرتے تھے جو یروشلیم میں واقع ہونے کو تھا۔ مگر پطرس اور اُس کے ساتھی نیند میں پڑے تھے اور جب اچھی طرح بیدار ہوئے تو اُس کے جلال کو اور اُن دو شخصوں کو دیکھا جو اُس کے ساتھ کھڑے تھے۔ جب وہ اُس سے جُدا ہونے لگے تو ایسا ہُوا کہ پطرس نے یسوع سے کہا، اَے اُستاد، ہمارا یہاں رہنا اچھا ہے۔ پس ہم تین ڈیرے بنائیں۔ ایک تیرے لئے، ایک موسیٰ کے لئے، ایک ایلیاہ کے لئے۔ لیکن وہ جانتا نہ تھا کہ کیا کہتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہی تھا کہ بادل نے آ کر اُن پر سایہ کر لیا اور جب وہ بادل میں گھرنے لگے تو ڈر گئے۔ اور بادل میں سے ایک آواز آئی کہ یہ میرا برگزیدہ بیٹا ہے۔ اِس کی سُنو۔ یہ آواز آتے ہی یسوع اکیلا دِکھائی دیا اور وہ چُپ رہے اور جو باتیں دیکھی تھیں اُن دِنوں میں کسی کو اُن کی کچھ خبر نہ دی۔'' (لُوقا ۹:۲۸۔۳۶)

مسیح کے پیروکار اکثر اُس عظیم قربانی کا ذِکر کرتے ہیں جو اُس نے صلیب پر اپنا خون بہا کر دی، مگر ہم اُس قربانی کو بھول جاتے ہیں جو مسیح نے آسمان سے زمین پر آ کر دی۔ اِنسانی صُورت اِختیار کرنے

کے لئے اُسے اپنا آسمانی جلال پیچھے چھوڑنا تھا۔ پَولُس رسول لکھتا ہے، ''ویسا ہی مزاج رکھو جیسا مسیح یسوع کا بھی تھا۔ اُس نے اگرچہ خدا کی صُورت پر تھا خدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا بلکہ اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صُورت اِختیار کی اور اِنسانوں کے مشابہ ہو گیا۔'' (فلپیوں ۲:۵-۷)

ہم نہیں جانتے کہ مسیح یسوع کو آسمانی جلال چھوڑنے اور ہمیں نجات دینے کے لئے کِتنی بھاری قیمت چکانا پڑی۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ مسیح چاہتا تھا کہ جو جلال وہ آسمان پر چھوڑ آیا ہے اُسے پھر سے حاصل کرے۔ موت سے کچھ ہی دیر پہلے اُس نے یوں دُعا کی، ''جو کام تُو نے مجھے کرنے کو دیا تھا اُس کو تمام کر کے مَیں نے زمین پر تیرا جلال ظاہر کِیا۔ اور اَب اَے باپ! تُو اُس جلال سے جو مَیں دُنیا کی پیدایش سے پیشتر تیرے ساتھ رکھتا تھا مجھے اپنے ساتھ جلالی بنا دے۔'' (یوحنا ۱۷:۴-۵)

اگرچہ ہم مسیح یسوع کے جلال کو تصور میں نہیں لا سکتے مگر خدا کے نیک اور پیارے بندوں پطرس، یعقوب اور یوحنا نے پہاڑ پر اِس کی چھوٹی سی جھلک دیکھی۔ اُنہوں نے دیکھا کہ اُس کے چہرے کی صُورت بدل گئی اور اُس کی پوشاک سفید براق ہو گئی۔ یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ شاگرد نیند میں ہونے کے باعث اپنے خداوند کا جلال دیکھنے سے تقریباً محروم رہ جاتے کیونکہ جب مسیح اُن کو دُعا کے لئے پہاڑ پر لے گیا تو

دُعا کرنے کی بجائے وہ وہاں سو گئے، اور جب اُن کی آنکھ کھلی تو موسیٰ اور ایلیاہ، مسیح کو چھوڑ کر جانے ہی والے تھے۔ اِس سے ہمارے ذہن میں ایک دلچسپ سوال اُبھرتا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم بھی خدا کے جلال کو دیکھ نہیں پاتے کیونکہ ہمارا دھیان اُس کی طرف نہیں ہوتا؟ جب ہمیں خدا سے دُعا میں باتیں کرنا ہوتی ہیں تو ہم نیند میں سو رہے ہوتے ہیں۔

اور جب شاگردوں کی آنکھ کھلی تو اُنہوں نے موسیٰ اور ایلیاہ کو یسوع کے ساتھ دیکھا۔ اَب سوال یہ ہے کہ یہ دو ہی کیوں وہاں یسوع کے ساتھ تھے؟ کیونکہ یہودیوں کے نزدیک اِن دونوں کا ایک خاص مقام تھا۔ موسیٰ کے ذریعہ خدا نے اپنی شریعت بھیجی تاکہ یہودیوں کے ساتھ وہ اپنا عہد باندھ سکے، مگر اِس سے بھی اہم اور ضروری بات یہ تھی کہ خدا نے موسیٰ کو چُنا کہ وہ ایک طرح سے مسیح یسوع کی دُنیا میں آمد بارے لوگوں کو آگاہی دے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ موسیٰ، مسیح یسوع کا مثیل تھا۔ خدا نے موسیٰ کے بارے میں فرمایا، ''مَیں اُن کے لئے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ مَیں اُسے حُکم دُوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا۔'' (اِستثنا ۱۸:۱۸) اِسی طرح ایلیاہ نبی بھی آنے والے مسیح کی نمائندگی کرتا تھا۔ جیسا کہ اِلہامی کتاب میں خدا نے ملاکی نبی کی معرفت فرمایا، ''دیکھو مَیں اپنے رُسول کو بھیجوں گا اور

وہ میرے آگے راہ دُرست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہان اپنی ہیکل میں آ موجود ہو گا۔ ہاں، عہد کا رُسول جس کے تم آرزومند ہو آئے گا رب افواج فرماتا ہے۔'' (ملاکی ۳:۱) ملاکی ہی کتاب میں خدا کہتا ہے، ''دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دِن کے آنے سے پیشتر مَیں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔'' (ملاکی ۴:۵)

یہ بھی ایک اہم نکتہ ہے کہ موسیٰ اور ایلیاہ یروشلیم میں مسیح کی موت بارے بات کر رہے تھے۔ لُوقا وہی لفظ اِستعمال کر رہا ہے جو بنی اِسرائیل کے مِصر کو چھوڑنے کا حال بتاتے وقت اِستعمال کِئے گئے تھے۔ جس طرح موسیٰ نے اِسرائیلوں کو مِصر کی غلامی سے نجات بخشی اُسی طرح مسیح یسوع بھی صلیب پر اپنی جان قربان کر کے گناہگار اِنسان کو گناہ کی غلامی سے نجات دیں گے۔ موسیٰ اور ایلیاہ کو مسیح کی قربانی میں ذاتی طور پر دلچسپی تھی کیونکہ اِس سے اُن کی اپنے گناہوں سے مکمل طور پر نجات ممکن تھی۔ پاک صحائف بڑی ہی وضاحت سے کہتے ہیں کہ گناہوں سے چھٹکارا پانے کے لئے موسوی شریعت کے مُوافق جانوروں کی قربانی کافی نہیں تھی۔ صرف اور صرف بے گناہ و پاک مسیح ہی اپنی جان قربان کر کے بنی نوع اِنسان کے گناہوں کا کفارہ ادا کر سکتا تھا (عبرانیوں ۱۰:۱-۱۰)۔

بہت سے لوگوں کو جب کسی غیر معمول صُورتِ حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو وہ پطرس رُسول کی طرح خاموش نہیں رہ سکتے اور کچھ ایسا کہہ جاتے ہیں جس کا کوئی سَر پاؤں نہیں ہوتا یعنی اُس نے بغیر

سوچ سمجھے مشورہ دیا کہ شاگرد یہاں پہاڑ پر مسیح اور آنے جانے والوں کے لئے تین ڈیرے بنائیں۔ ظاہر ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ موسیٰ اور ایلیاہ یہیں رہیں۔ مگر ماضی کو ہی تھامے رکھنا جیسا کہ موسیٰ اور ایلیاہ نے نمائندگی کر کے ظاہر کِیا اِلٰہی منصوبہ میں شامل نہیں تھا۔ پہاڑ پر بادل نے اُن پر سایہ کر لیا اور بادل میں سے خدا اُن سے مخاطب ہُوا کہ یسوع کی سُنو۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہ بادل شاگردوں کو اُس اِلٰہی آسمانی بادل کی یاد دِلا رہا تھا جس کی رہنمائی میں بنی اِسرائیل نے مِصر سے کنعان کی سَر زمین میں قدم رکھا۔ ایک بار پھر اِلٰہی رہنمائی بادل کی شکل میں اُن کے درمیان ظاہر ہوئی، اِس کے بعد شاگردوں کے لئے لازم تھا کہ اپنے خداوند یسوع مسیح کے فرمان و احکام کو موسیٰ اور ایلیاہ سے زیادہ اعلیٰ و افضل مقام و ترجیح دیں۔

خدا نے مسیح یسوع کو اپنا چُنا ہُوا بیٹا کہہ کر مخاطب کِیا کہ اِس کی سُنو۔ یہ اُس واقعہ کی پھر سے تصدیق یا دعویٰ تھا جب یسوع بپتسمہ لے کر پانی سے باہر آیا تو آسمان کھل گیا اور خدا کی آواز آئی کہ ''تُو میرا پیارا بیٹا ہے تجھ سے مَیں خوش ہوں۔'' بہت سے لوگوں کو خدا کا مسیح کو بیٹا کہنا اچھا نہیں لگتا اور وہ ازلی سچائی پر اعتراض کرتے ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ اگر خدا جو ہمارا تخلیق کار ہے، مسیح کو بیٹا کہتا ہے اور دعوے سے کہتا ہے تو مخلوق ہوتے ہوئے ہم کون ہیں جو اعتراض کریں؟ کیا تخلیق، تخلیق کار سے کہہ سکتی ہے تو وہ کیا کرے اور کیا

نہ کرے؟ جبکہ مسیح کا کوئی جسمانی باپ نہیں ہے تو اُسے خدا کا بیٹا کہنا نہایت مُناسب اور معقول بات ہے۔

شاگردوں نے پہاڑ پر جو جلالی نظارہ دیکھا اور جو کچھ سُنا وہ اُسے بھول نہیں سکتے تھے۔ اپنی موت سے کچھ پہلے پطرس رُسول نے اپنے اِلہامی خط میں لکھا، ''...جب ہم نے تمہیں اپنے خداوند یسوع مسیح کی قدرت اور آمد سے واقف کِیا تھا تو دغابازی کی گھڑی ہوئی کہانیوں کی پیروی نہیں کی تھی بلکہ خود اُس کی عظمت کو دیکھا تھا کہ اُس نے خدا باپ سے اُس وقت عزت اور جلال پایا جب اُس افضل جلال میں سے اُسے یہ آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے جس سے مَیں خوش ہوں۔ اور جب ہم اُس کے ساتھ مُقدس پہاڑ پر تھے تو آسمان سے یہی آواز آتی سُنی۔'' (۲۔پطرس ۱:۱۶۔۱۸)

تینتیسواں باب

بے اِعتقاد اور کج رَو

(لُوقا ۹: ۳۷۔۴۵)

بعض اوقات ہماری سب سے بڑی رُوحانی ناکامی، ہماری بڑی کامیابی کے بعد دِکھائی دیتی ہے۔ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو قدرت و طاقت بخشی کہ وہ بیماروں کو شفا دیں اور اُنہیں تعلیم دی کہ وہ جا کر لوگوں کو خدا کی بادشاہی کی خوشخبری سُنائیں۔ اُنہوں نے مسیح کے ساتھ اِس سفر میں بہت اچھا وقت گزارا۔ اُنہوں نے دیکھا کہ یسوع نے صرف پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں پر دُعا کر کے پانچ ہزار لوگوں کو کھانا کِھلایا۔ اور جب مسیح نے اُن سے پوچھا کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں یعنی مَیں کون ہوں تو پطرس رُسول نے بھرپور اِیمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِقرار کِیا کہ ”تُو خدا کا مسیح ہے۔“ اِس کے ایک ہفتہ بعد پطرس، یعقوب اور یوحنا نے پہاڑ پر مسیح یسوع کا آسمانی جلال دیکھا کہ وہ موسیٰ اور ایلیاہ سے باتیں کر رہا ہے۔ اِسی موقع پر اُنہوں نے بادل میں سے خدا کی آواز سُنی کہ ”یہ میرا برگزیدہ بیٹا ہے، اِس کی سُنو۔“

اِس کے باوجود کہ شاگردوں نے مسیح یسوع کی اِلٰہی طاقت و قدرت کا اپنی آنکھوں سے نظارہ کِیا مگر پھر بھی بہت جلد مختلف حالات و

واقعات میں اُن کے اِیمان کی کشتی ڈولتی نظر آنے لگی۔ پہلی مرتبہ تب اِیمان کی کمزوری نے سَر اُٹھایا جب وہ اپنے خداوند مسیح یسوع کا آسمانی جلالی نظارہ دیکھ کر پہاڑ سے نیچے اُترے تھے۔ بائبل مُقدس میں لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۹ باب کی ۳۷ سے ۴۵ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ''دوسرے دِن جب وہ پہاڑ سے اُترے تھے تو ایسا ہُوا کہ ایک بڑی بھیڑ اُس سے آ مِلی۔ اور دیکھو ایک آدمی نے بھیڑ میں سے چلا کر کہا، اَے اُستاد! مَیں تیری منت کرتا ہوں کہ میرے بیٹے پر نظر کر کیونکہ وہ میرا اِکلوتا ہے۔ اور دیکھو ایک رُوح اُسے پکڑ لیتی ہے اور وہ یکایک چیخ اُٹھتا ہے اور اُس کو ایسا مروڑتی ہے کہ کف بھر لاتا ہے اور اُس کو کُچل کر مشکل سے چھوڑتی ہے۔ اور مَیں نے تیرے شاگردوں کی منت کی کہ اُسے نکال دیں لیکن وہ نہ نکال سکے۔ یسوع نے جواب میں کہا، اَے بے اعتقاد اور کجرو قوم، مَیں کب تک تمہارے ساتھ رہوں گا اور تمہاری برداشت کروں گا؟ اپنے بیٹے کو یہاں لے آ۔ وہ آتا ہی تھا کہ بدرُوح نے اُسے پٹک کر مروڑا اور یسوع نے اُس ناپاک رُوح کو جھڑکا اور لڑکے کو اچھا کر کے اُس کے باپ کو دے دیا۔ اور سب لوگ خدا کی شان کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ لیکن جس وقت سب لوگ اُن سب کاموں پر جو وہ کرتا تھا تعجب کر رہے تھے اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا، تمہارے کانوں میں یہ باتیں پڑی رہیں کیونکہ ابنِ آدم آدمیوں کے ہاتھ میں حوالہ کِئے جانے کو ہے، لیکن وہ

اِس بات کو سمجھتے نہ تھے بلکہ یہ اُن سے چھپائی گئی تاکہ اُسے معلوم نہ کریں اور اِس بات کی بابت اُس سے پوچھتے ہوئے ڈرتے تھے۔'' (لُوقا ۹:۳۷-۴۵)

جب پطرس رُسول نے مسیح، ایلیاہ اور موسیٰ کو باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو اُس نے کہا، ''اَے اُستاد! ہمارا یہاں رہنا اچھا ہے۔'' (لُوقا ۹:۳۳) یقیناً اگر ہم وہاں ہوتے تو ہم بھی یہی چاہتے کہ آسمانی جلالی منظر میں کھوئے رہیں۔ مگر حقیقت میں ہماری پاکیزگی کا تعلق ہمارے خوابوں کی تعداد سے نہیں بلکہ ہماری اُس خدمت سے ہے جو خلوصِ دِل سے دوسروں کے لئے کرتے ہیں۔ لہذا لازم ہے کہ خوابوں کے پہاڑ سے نیچے اُتریں اور لوگوں کی دِل کھول کر خدمت کریں۔

جبکہ یسوع، یعقوب اور پطرس پہاڑ پر تھے تو باقی نو شاگردوں کو ایسی صُورتِ حال کا سامنا تھا جو اُن کی اہلیت سے زیادہ تھی۔ ایک آدمی نے اُن کی منت کرتے ہوئے کہا کہ میرے بیٹے میں سے بدرُوح کو نکال دو، مگر وہ ناکام رہے حالانکہ اُنہیں چاہیے تھا کہ شیطانی رُوح کو نکال باہر کریں کیونکہ ابھی کچھ ہی دِن پہلے مسیح یسوع نے اُنہیں قدرت و طاقت بخشی کہ وہ بدرُوحوں کو نکالیں۔ اَب سوال یہ ہے کہ وہ ایسا کیوں نہ کر سکے؟

جب مسیح نے یہ سُنا کہ وہ ناکام رہے ہیں تو اُسے بہت افسوس ہُوا اور کہا، ''اَے بے اعتقاد اور کجرو قوم، مَیں کب تک تمہارے ساتھ

رہوں گا اور تمہاری برداشت کروں گا۔" (لُوقا ۹:۴۱) صاف ظاہر ہے کہ وہ اُس لڑکے کے باپ سے تو مخاطب نہیں تھا کیونکہ وہ تو بھرپور اِیمان کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو شاگردوں کے پاس لایا تھا۔ اگر اُسے یقین و اعتقاد نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی اُسے شاگردوں کے پاس لے کر نہ آتا۔ تو صاف ظاہر ہُوا کہ مسیح یسوع اپنے شاگردوں پر افسوس کر رہے تھے۔ اِس کے باوجود کہ وہ اپنے خداوند کے ساتھ رہتے تھے، اور اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے انوکھے اور حیران کن معجزات ہوتے ہوئے دیکھے اور مسیح نے اُنہیں شفا دینے کی قدرت و طاقت بھی بخشی مگر پھر بھی اُن کا اِیمان کمزور تھا۔ اِسی لئے اُس نے اُن کی بے اعتقادی کو دیکھتے ہوئے کہا کہ "اَے کجرو قوم۔" اَب سوال یہ ہے کہ شاگردوں کا اِیمان کِس لحاظ سے کمزور تھا؟ اگرچہ لُوقا اِس بارے میں نہیں بتاتا مگر دوسری اناجیل میں قلمبند ہے کہ جب شاگردوں نے مسیح سے پوچھا کہ وہ کیوں بدرُوح کو نکالنے میں ناکام رہے تو اُس نے جواب دیا کہ اِس طرح کی شیطانی رُوح صرف اور صرف دُعا ہی سے نکل سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ شاگرد ویسے دُعا نہیں مانگ رہے تھے جیسے کہ مانگنی چاہیے تھی۔ ذہن میں رہے کہ جب مسیح یسوع، پطرس، یعقوب اور یوحنا کو پہاڑ پر لے گئے تو اُن کا مقصد دُعا کرنا تھا مگر دُعا کرنے کی بجائے وہ وہاں سو گئے، اور اُن کی آنکھ تب کھلی جب موسیٰ اور ایلیاہ ظاہر ہوئے۔ اور نو شاگرد جو پیچھے رہ گئے تھے اُنہوں نے بھی دُعا کو کچھ

اہمیت نہ دی۔ وہ دُعا نہ کرنے کے سبب خدا کی قدرت و طاقت سے الگ ہو چکے تھے۔ وہ خدا کی بجائے اپنی اہلیت و قابلیت پر بھروسہ کر رہے تھے، اِسی لئے لڑکے میں سے بدرُوح کو نکالنے میں ناکام رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسیح یسوع نے اُن پر افسوس کرتے ہوئے کجرو قوم کہا۔ یقیناً یہ ہمارے لئے بھی ایک انتباہ اور وارننگ ہے۔ اکثر ہم خدا کے کام کو اپنی قابلیت اور اہلیت پر بھروسہ کر کے انجام دینا چاہتے ہیں۔ ہم شیخی مارتے اور تکبر کرتے ہیں کہ جیسے یہ سب کچھ ہمیں خدا کی طرف سے نہیں بلکہ خود سے پیدا کِیا ہے۔ جب ہمیں خدا سے مدد مانگنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم سو رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم اپنی طاقت و قابلیت سے کام کرتے ہیں خواہ وہ اچھا اور بھلائی کا کام کیوں نہ ہو تو مسیح یسوع کی نظر میں بے اعتقاد اور کجرو ٹھہریں گے۔

مگر شاگردوں کے برعکس جب مسیح یسوع نے لڑکے کو شفا بخشی اور اُس کے باپ کے حوالہ کِیا تو سب لوگ خدا کی قدرت و طاقت دیکھ کر حیران رہ گئے۔ لیکن مسیح اپنے شاگردوں کی توجہ اِس معجزے سے بھی اہم بات کی طرف لگانا چاہتے تھے کیونکہ اُن کا دُنیا میں آ کر معجزے دِکھانا مقصد نہیں تھا کہ لوگ دیکھ کر حیرت میں ڈوب جائیں بلکہ اُن کا بُنیادی مقصد بنی نوع اِنسان کو گناہوں سے نجات دِلانا تھا۔ اُنہیں اپنے شاگردوں کو اِس اہم ترین کام کے لئے تیار کرنا تھا، اُنہوں نے خبردار کرتے ہوئے کہا کہ کوئی اُسے دُھوکہ دے گا۔ یہ

کوئی پہلا موقع نہیں تھا کہ اُنہوں نے شاگردوں کو اپنی آنے والی موت کے بارے میں بتایا۔ جب پطرس رُسول نے اپنے خداوند کو خدا کا مسیح کہا تو اُنہوں نے اپنے شاگردوں پر صاف طور پر واضح کِیا کہ وہ دُکھ اُٹھائیں گے، رَد کِئے جائیں گے اور قتل کِئے جائیں گے۔

یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ شاگرد اپنے خداند یسوع مسیح کی اِتنی صاف اور واضح بات کو سمجھ نہ سکے کہ اُن کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ کیا مسیح نے کچھ ایسے الفاظ اِستعمال کِئے جن کا ترجمہ کرنا ہی مشکل تھا؟ نہیں ایسا نہیں تھا! تو پھر کیا وجہ ہے کہ شاگرد اِتنی آسان بات سمجھنے سے قاصر تھے؟ اِس کی ایک اہم وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ شاگرد تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مسیح یسوع کے ساتھ ایسا کچھ ہو گا کیونکہ اُن کے ذہن میں مسیح کے دُنیا میں آنے کا مقصد ہی کچھ اَور تھا۔ وہ تو ابھی تک دُنیاوی اور سیاسی بادشاہت کے چکر میں پڑے ہوئے تھے۔ وہ تو یہ اُمید لگائے بیٹھے تھے کہ مسیح اپنی طاقت و قدرت سے رُومی حکمرانوں کو مار بھگائیں گے اور پھر حکومت ہماری ہو گی اور ہم اچھے اچھے عہدوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ یہ تصور کہ مسیح دُکھ اُٹھائے گا اور قتل کِیا جائے گا اُن کی سوچ سے بالکل مختلف تھا، وہ تو مُستقبل کے حسین خوابوں میں کھوئے ہوئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ بجائے خدا کے منصوبے کی تکمیل کے جس میں بنی نوع اِنسان کو گناہوں سے نجات دینا مقصد تھا، مسیح اپنے آپ کو اُن کے دُنیاوی تصورات میں ڈھالیں۔ یہی وجہ

تھی کہ مسیح یسوع کی اپنے بارے میں پیشین گوئی کہ وہ دُکھ اُٹھائیں گے اور قتل کِئے جائیں گے، شاگردوں کی دُنیاوی سوچ و سمجھ سے بالاتر تھی، وہ تو اِس کے برعکس تصور لِئے بیٹھے تھے۔

یہ شاگردوں کی بے اعتقادی اور اِیمان کی کمزوری تھی کہ وہ اپنے اُستاد و خداوند سے اِس کا مطلب پوچھنے سے ڈرتے تھے۔ آخر اُن کے دِلوں میں ایسا بھی کیا ڈر تھا؟ کیا وہ ڈرتے تھے کہ کہیں مسیح اُن کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ڈانٹ نہ پلا دیں؟ یہ کوئی مناسب بات نہیں لگتی کیونکہ مسیح تو ہر سنجیدہ سوال پوچھنے والے کے ساتھ صبر و تحمل سے کام لیتے تھے۔ شائد اُن کے ڈر کی ایک وجہ یہ تھی کہ اُنہیں اپنی سوچ و منصوبہ کو بدلنے کی ضرورت پڑ جاتی۔ اُن کے نزدیک اپنی غلطی کو تسلیم کرنے سے بہتر تھا کہ جہالت میں ہی ڈوبے رہیں کیونکہ یہ اُنہیں آسان لگتا تھا۔ آج بھی بہت سے لوگ ہیں جن کے نزدیک مسیح یسوع کی تعلیم پر اِیمان نہ رکھنے کا عذر ڈھونڈنا آسان ہے کیونکہ اِس سے اُن کی دُنیاوی سوچ و تصور میں تبدیلی آ سکتی ہے۔

چونتیسواں باب

سب سے بڑا کون ہے؟

(لُوقا ۹: ۴۶۔۵۶)

بہت سے لوگ مسیح یسوع کی تعلیم کو اِس لئے قبول نہیں کرتے کیونکہ وہ اُس سے قطعی طور پر مختلف ہے جو اُنہوں نے سُن رکھی ہے۔ اُن کی تعلیم میں ایسی انوکھی بات تھی جو اِنسانی سوچ اور طبیعت کے بالکل برعکس ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اُنہوں نے فرمایا کہ اِنتقام لینے کی بجائے اپنے دُشمنوں کے لئے دُعا کرو اور اُن کا بھلا کرو۔ اُنہوں نے یہ بھی تعلیم دی کہ کچھ لینے کے لئے دینا ضروری ہے۔ اُنہوں نے یہ بھی سِکھایا کہ جب ہم اِنجیل کی خاطر ستائے جائیں یا ہم پر ظلم و اذیت برپا کِیا جائے تو خوش و شادمان ہوں۔ یہ بھی اُن کا فرمان ہے کہ ہمیشہ کی زندگی پانے کے لئے لازم ہے کہ اپنی خودی کو قربان کر دیں۔

مسیح کی تعلیم کی سب سے مشکل بات جِسے قبول کرنا لوگوں کے لئے آسان نہ تھا وہ دُنیاوی عہدے اور حیثیت کے بارے میں تھی۔ ایک آدمی بڑا کیسے بن سکتا ہے؟ مسیح نے اِس سوال کا جو جواب دیا وہ دُنیاداری کی تعلیم و تصور سے بالکل مختلف تھا، اور اِسے قبول کرنے کے لئے یقیناً بڑے مضبوط اِیمان کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں تک اُس کے

نزدیک ترین ساتھی بھی اِسے پورے طور پر سمجھ نہ سکے۔ وہ اِسی غلط فہمی میں تھے کہ مسیح زمین پر ایک دُنیاوی بادشاہت قائم کریں گے اور اُنہیں اہم اور اعلیٰ عہدے ملیں گے۔ اپنے اِنہی خوابوں کی تکمیل نے اُنہیں یہ سوال پوچھنے پر مجبور کر دیا کہ مسیح جب اپنی زمینی بادشاہت قائم کریں گے تو حکومت میں کِس کو کیا عہدہ مِلے گا؟ لگتا ہے کہ اِس مسئلہ پر شاگردوں کی آپس میں رقابت تھی۔

اور ایک دِن اِس رقابت نے سَر اُٹھایا اور وہ اپنے خداوند سے پوچھنے پر مجبور ہو گئے کہ اُن میں بڑا کون ہو گا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۹ باب کی ۴۶ سے ۵۰ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے۔ ’’پھر اُن میں یہ بحث شروع ہوئی کہ ہم میں سے بڑا کون ہے؟ لیکن یسوع نے اُن کے دِلوں کا خیال معلوم کر کے ایک بچہ کو لیا اور اپنے پاس کھڑا کر کے اُن سے کہا، جو کوئی اِس بچہ کو میرے نام پر قبول کرتا ہے وہ مجھے قبول کرتا ہے اور جو مجھے قبول کرتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو قبول کرتا ہے کیونکہ جو تم میں سب سے چھوٹا ہے وہی بڑا ہے۔ یُوحنا نے جواب میں کہا، اَے اُستاد ہم نے ایک شخص کو تیرے نام سے بدرُوحیں نکالتے دیکھا اور اُس کو منع کرنے لگے کیونکہ وہ ہمارے ساتھ تیری پیروی نہیں کرتا۔ لیکن یسوع نے اُس سے کہا کہ اُسے منع نہ کرنا، کیونکہ جو تمہارے خلاف نہیں وہ تمہاری طرف ہے۔‘‘ (لُوقا ۹:۴۶۔۵۰)

ہم نہیں جانتے کہ اُن میں یہ بحث کہ ''بڑا کون ہے'' کِس نے شروع کی۔ ہو سکتا ہے کہ جب مسیح یسوع، پطرس، یعقوب اور یوحنا کو لے کر پہاڑ پر گئے تو جو نو شاگرد پیچھے رہ گئے تھے وہ حسد کرنے لگے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اُن میں سے ایک یا زیادہ نے یہ سوچا ہو کہ مسیح اُنہیں اپنے ساتھ پہاڑ پر کیوں لے کر نہیں گیا، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو تین ساتھ تھے اُن کے درمیان ہی یہ بحث چل نکلی ہو کہ اُن میں سے کِس کی اہمیت زیادہ ہے اور کون لیڈر بننے کا اہل ہے۔ یہ بحث جیسے بھی شروع ہوئی یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ سارے ہی شاگرد اِس میں شامل تھے۔ شائد وہ ایک دوسرے کی حمایت میں ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ نے دوسروں کو تنقید کا نشانہ بنانا شروع کر دیا کہ اپنے آپ کو اُونچا دِکھائیں۔

شاگردوں کو یہ احساس ہی نہیں تھا کہ اُن کی یہ دُنیاوی خواہش کِتنی احمقانہ ہے۔ اگر مسیح واقعی اُن کا مالک و خداوند تھا تو کِس کو کیا عہدہ یا حیثیت مِلے گی یہ فیصلہ کرنا اُس کا کام تھا۔ شاگردوں کی یہ ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ اپنے عہدے اور مرتبے چُنتے پھریں کہ کون بڑا اور کون اہم ہو گا۔

یہ بحث مسیح یسوع نے اپنے کانوں سے نہیں سُنی بلکہ اُن کی اِلٰہی قدرت و طاقت نے شاگردوں کے خیالات و سوچ کو پڑھ لیا کہ اُن کے دماغ میں اِس وقت کیا چل رہا ہے۔ شاگردوں نے خواہ چھپانے کی کِتنی

ہی کوشش کی کہ مسیح کو اُن کے درمیان چلنے والی بحث، رقابت و حسد کا پتہ نہ چلے مگر وہ اپنے خداوند سے اپنے دِل کا حال چھپا نہ سکے۔ مسیح نے جب شاگردوں کے دُنیاوی خیالات و خواہشات کو جان لیا تو اُنہوں نے ڈانٹنے کی بجائے اُن کی آنکھوں کے سامنے ایک جیتی جاگتی زندہ مثال پیش کی کہ بڑا ہونا درحقیقت ہے کیا۔

دُنیا میں لوگ اپنی حیثیت اور اعلیٰ رُتبہ کا اندازہ اِس بات سے لگاتے ہیں کہ کِتنے آدمی اُن کی خدمت پر مامُور ہیں، مگر مسیح کی بادشاہی میں رُتبہ اور مرتبہ کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ کوئی جِتنے زیادہ لوگوں کی خدمت کرے گا اُتنا ہی بڑا مقام پائے گا۔ جب ہم کسی ایسے آدمی کی خدمت کرتے ہیں جس کا معاشرے میں کوئی اعلیٰ عہدہ اور مرتبہ نہیں ہوتا جیسے ایک بچہ تو درحقیقت ہم مسیح کی خدمت کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم اپنی طاقت و قابلیت پر بھروسہ کر کے بڑا نہیں بنتے بلکہ اپنے آپ کو عجز و انکساری اور حلیمی و فروتنی سے نیچا کر کے اُن حاجتمندوں کی مدد کر کے بڑا بنتے ہیں جن کا معاشرے میں کوئی مقام و حیثیت نہیں ہوتی۔

شاگردوں نے جب اُس شخص کو منع کِیا جو یسوع کے نام پر بدرُوحوں کو نکالتا تھا تو درحقیقت اُنہوں نے خدمت کے اُصولوں کو فراموش کر کے اپنی ناکامی کا مظاہرہ کِیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ اُس شخص کو منع کر رہے تھے جو عام لوگوں کی خدمت کر رہا تھا۔ ایک ایسے شخص کو رُوکنا جو بدرُوحوں کو نکال رہا تھا مُناسب بات

نہیں تھی کیونکہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے وہ شیطانی رُوحوں کو نکالنے میں ناکام رہے تھے۔ مسیح یسوع نے صُورتِ حال کو دیکھتے ہوئے شاگردوں سے کہا کہ ایسے شخص کو منع نہ کرو جو بڑی حلیمی و فروتنی سے خدا کی خدمت کر رہا ہے۔ وہ اپنے رتبہ اور حیثیت کو بچانے کے لئے دوسروں کو مت رُوکیں جو اُنہی کی طرح خدمت کر رہے ہیں۔

پھر ایک اَور واقعہ ہُوا جس سے شاگردوں کی ناکامی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ مسیح خداوند کے دُنیا میں آنے کے مقصد اور دوسروں کی خدمت کے جذبہ کو پوری طرح سے سمجھ ہی نہ سکے تھے۔ لُوقا ۹ باب کی ۵۱ سے ۵۵ آیت میں لُوقا، خدا کی تحریک سے کہتا ہے، ''جب وہ دِن نزدیک آئے کہ وہ اُوپر اُٹھایا جائے تو ایسا ہُوا کہ اُس نے یروشلیم جانے کو کمر باندھی اور اپنے آگے قاصد بھیجے۔ وہ جا کر سامریوں کے ایک گاؤں میں داخل ہوئے تاکہ اُس کے لئے تیاری کریں۔ لیکن اُنہوں نے اُس کو ٹکنے نہ دیا کیونکہ اُس کا رُخ یروشلیم کی طرف تھا۔ یہ دیکھ کر اُس کے شاگرد یعقوب اور یوحنا نے کہا، اَے خداوند، کیا تُو چاہتا ہے کہ ہم حکم دیں کہ آسمان سے آگ نازل ہو کر اُنہیں بھسم کر دے (جیسا ایلیاہ نے کِیا)؟ مگر اُس نے پھر کر اُنہیں جھڑکا اور کہا، تم نہیں جانتے کہ تم کیسی رُوح کے ہو کیونکہ ابنِ آدم لوگوں کی جان برباد کرنے نہیں بلکہ بچانے آیا۔ پھر وہ کسی اَور گاؤں میں چلے گئے۔''
(لُوقا ۹:۵۱-۵۵)

یہودی اور سامری لوگ مذہبی وجوہات کی بِنا پر ایک دوسرے سے عداوت رکھتے تھے۔ سامریوں نے یروشلیم میں واقع خدا کی عبادت گاہ ہیکل کو رَد کر دیا تھا، لہذا یہ حیرت کی بات نہیں تھی کہ سامری گاؤں کے لوگ اُن یہودیوں کا اِستقبال کرنے کو راضی نہ تھے جن کا رُخ یروشلیم کی طرف تھا۔ اُنہوں نے جان بوجھ کر مسیح اور اُس کی تعلیم کو رَد نہیں کیا بلکہ یہ محض یہودیوں سے نفرت و تعصب کا اِظہار تھا۔

خیر جو بھی ہُوا یعقوب اور یُوحنا کی برداشت سے باہر تھا اور وہ غصہ کرنے لگے اور چاہتے تھے کہ اِس گاؤں کو جلا کر بھسم کر دیا جائے۔ اِس سے کچھ ہی دیر پہلے وہ ایلیاہ نبی کو مسیح یسوع کے ساتھ پہاڑ پر جلال میں دیکھ چکے تھے۔ اِسی لئے اُن کے ذہن میں خیال آیا کہ جس طرح ایلیاہ کے کہنے پر آسمان سے آگ نازل ہوئی تھی، اُسی طرح اَب آسمان سے آگ نازل ہو اور سامریوں کا گاؤں جل کر راکھ ہو جائے۔ یقیناً یہ بات اُن کے لئے حیرت کا باعث ہو گی جب مسیح نے اُن کی اِس تجویز کو قبول نہ کِیا۔ وہ بھول گئے تھے کہ خداوند مسیح نے اُنہیں دُشمنوں سے محبت کا سبق دیا تھا بلکہ اِس سے بُرا یہ کہ وہ سَراسَر بھول چکے تھے کہ مسیح یسوع دُنیا میں تباہی مچانے نہیں بلکہ زندگی اور نجات دینے آئے ہیں۔ مسیح کا یروشلیم جانے کا ارادہ مصمم اور پکا تھا جہاں اُنہیں بنی نوع اِنسان کی نجات کے لئے عظیم قربانی دینا تھی۔

ہم نے دیکھا کہ دُشمنوں پر غلبہ پانے کے لئے دو راستے ہوتے ہیں۔ ایک یعقوب اور یوحنا کا راستہ کہ سارے گاؤں کو نیست و نابود کر دیا جائے اور دوسرا مسیح کا راستہ کہ دُشمنوں سے محبت و اچھائی کا برتاؤ اور خدمت کر کے اُنہیں جیت لیا جائے جیسا کہ مسیح یسوع نے کِیا۔ یہاں تک کہ جب وہ صلیب پر درد و کرب کی حالت میں تھے تو اُنہوں نے اپنے اُوپر ظلم و ستم کرنے والوں کے لئے دُعا کی کہ اَے خدا اِنہیں معاف کر۔ اَب سوال یہ ہے کہ آپ اپنے دُشمن پر غلبہ پانے کے لئے کون سا راستہ اپنائیں گے؟ دُشمن کو نیست و نابود کرنے کا یا محبت و اچھائی سے جیتنے کا؟

مسیح یسوع کا پیروکار بن کر ہی ہم اپنی سوچ و رویہ کو تبدیل کر سکتے ہیں تاکہ دُنیا میں ہر طرف محبت و پیار کی خوشبو پھیلائیں اور اپنے مالک و خداوند کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔

پینتیسواں باب

مسیح کی پیروی کرنے کی قیمت

(لُوقا ۹:۵۷۔۶۲)

کسی بھی چیز کی اہمیت اور قدر کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہم اُس پر کِتنا خرچ کرنے کو تیار ہیں۔ مثال کے طور پر تعلیم ہی کو لے لیجئے، اگر طالبِ علم پیسے ہوتے ہوئے بھی اپنی فیس ادا نہیں کرنا چاہتا یا کلاس میں جانے سے کتراتا ہے اور وقت نہیں نکالتا یا اُستاد نے جو گھر کا کام دیا ہے وہ نہیں کرتا تو اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ اُس کے دِل میں علم و تعلیم کی کوئی اہمیت و قدر نہیں۔ اِس کے بر عکس وہ طالبِ علم جو پورے دِل سے کام کرتا ہے اور کتابیں وغیرہ خریدنے اور فیس کے لئے اپنی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر پیسے خرچ کرتا ہے تو مطلب یہ ہُوا کہ وہ علم و تعلیم کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ یہی اُصول ہمارے ذاتی تعلقات پر بھی سچ ثابت ہوتا ہے۔ ہم جن لوگوں کی عزت و قدر کرتے ہیں، اُن کو اپنا وقت بھی دیتے ہیں اور اُن پر اپنا روپیہ پیسہ بھی لٹاتے ہیں۔ مثال کے طور پر والدین اپنے بچوں کے لئے کچھ بھی کر سکتے ہیں کیونکہ وہ اُنہیں پیار کرتے ہیں، بچوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اگر پیار میں حد سے گزر

چکے ہیں تو اپنے بچوں کی خاطر اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

مگر محبت پیار اور ایثار و قربانی کا یہ اُصول ایک سوال کو جنم دیتا ہے کہ ہمارے دِل میں مسیح یسوع کے لئے کِتنی عزت و قدر ہے؟ اِس کا اندازہ ہماری اُس قربانی سے لگایا جا سکتا ہے جو ہم اپنے خداوند کے لئے دینے کو تیار ہیں۔ مسیح کی پیروی کرنے کی ایک قیمت ہے۔ ہمیں کسی قِسم کی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ مسیح یسوع کی پیروی کرنے سے زندگی ہر وقت آسان اور آسودہ ہو گی۔ اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسیح یسوع کی اِتنی قدر اور عزت کرتے ہیں کہ ہر قِسم کی قیمت ادا کرنے کو تیار رہیں؟

مسیح کے بارہ شاگردوں کے علاوہ بھی لوگ تھے جو اُس کی پیروی کرنا چاہتے تھے مگر اُس نے بارہ کو چُنا کہ رسول ہوں کیونکہ جو قدر و اہمیت وہ اپنے اُستاد و خداوند کے لئے رکھتے تھے وہ دوسروں کے دِل میں نہیں تھی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۹ باب کی ۵۷ سے ۶۲ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ”جب وہ راہ میں چلے جاتے تھے تو کسی نے اُس سے کہا، جہاں کہیں تُو جائے مَیں تیرے پیچھے چلوں گا۔ یسوع نے اُس سے کہا کہ لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہَوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابنِ آدم کے لئے سَر دھرنے کی بھی جگہ نہیں۔ پھر اُس نے دوسرے سے کہا، میرے پیچھے چل۔ اُس نے کہا، اَے

خداوند! مجھے اِجازت دے کہ پہلے جا کر اپنے باپ کو دفن کروں۔ اُس نے اُس سے کہا کہ مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے لیکن تُو جا کر خدا کی بادشاہی کی خبر پھیلا۔ ایک اَور نے بھی کہا، اَے خداوند، مَیں تیرے پیچھے چلوں گا لیکن پہلے مجھے اِجازت دے کہ اپنے گھر کے لوگوں سے رُخصت ہو آؤں۔ یسوع نے اُس سے کہا، جو کوئی اپنا ہاتھ ہل پر رکھ کر پیچھے دیکھتا ہے وہ خدا کی بادشاہی کے لائق نہیں۔"
(لُوقا ۹:۵۷۔۶۲)

پہلے شخص نے سیدھا مسیح یسوع سے کہا کہ وہ پیروی کرنا چاہتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ اُس نے پیروی کرنے کی قیمت بارے میں نہ سوچا ہو۔ شائد وہ آج کے بہت سے لوگوں کی طرح سوچ رہا ہو کہ مسیح کی پیروی کرنے سے اُس کو بہت روپیہ پیسہ اور دُنیاوی فائدہ پہنچے گا۔ پَولُس رُسول نے بہت سال بعد اِس بارے میں یوں لکھا، "...اُن آدمیوں میں رَد و بدل پیدا ہوتا ہے جن کی عقل بگڑ گئی ہے اور وہ حق سے محروم ہیں اور دینداری کو نفع ہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔" (۱۔ تیمتھیس ۶:۵)

اگر یہ آدمی سمجھ رہا تھا کہ مسیح کی پیروی کرنے سے اُسے مال و دولت، گھر اور پلاٹ مِلے گا تو یہ اُس کی بہت بڑی غلط فہمی تھی کیونکہ یسوع نے فوراً اُس کی اِس سوچ کو رَد کرتے ہوئے جواب دیا کہ پرندوں اور جنگلی جانوروں کے پاس رہنے کو ٹھکانہ ہوتا ہے مگر ابنِ آدم کے پاس نہ گھر ہے نہ جائداد۔ اگر کسی کے دِل میں واقعی

مسیح کی محبت و قدر ہے تو بجائے اِس کے کہ وہ مالی فائدے کی اُمید لگائے اپنا سب کچھ اپنے خداوند کے لئے قربان کر دے گا۔ لازم ہے کہ ہمارا رویہ اور طرزِ زندگی پَولُس رسول جیسا ہونا چاہیے۔ وہ کہتا ہے، ''لیکن جتنی چیزیں میرے نفع کی تھیں اُن ہی کو مَیں نے مسیح کی خاطر نقصان سمجھ لیا ہے، بلکہ مَیں اپنے خداوند مسیح یسوع کی پہچان کی بڑی خوبی کے سبب سے سب چیزوں کو نقصان سمجھتا ہوں جس کی خاطر مَیں نے سب چیزوں کا نقصان اُٹھایا اور اُن کو کوڑا سمجھتا ہوں تا کہ مسیح کو حاصل کروں۔'' (فلپیوں ۳:۷-۸)

اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسیح یسوع کو اِتنی اہمیت دیتے ہیں کہ ہمیں اپنی ہر چیز کوڑے کا ڈھیر دِکھائی دیتی ہے؟ کیا ہم مسیح کی پیروی کرنے کے لئے اپنا سارا مال اسباب قربان کرنے کو تیار ہیں؟

مسیح یسوع نے ایک اَور آدمی کو یہی موقع فراہم کِیا جو اِس سے پہلے رسولوں کو فراہم کِیا تھا۔ مسیح نے اُس سے کہا، ''میرے پیچھے چل۔'' وہ مان گیا مگر ایک شرط رکھی کہ پہلے جا کر اپنے باپ کو دفن کر آؤں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اُس نے مسیح سے زیادہ اپنے باپ کو اہمیت دی۔

اپنے باپ کی عزت و تکریم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ درحقیقت پاک صحائف ہمیں حکم دیتے ہیں کہ اپنے ماں باپ کی عزت و قدر کریں۔ مگر یہاں سوال فوقیت و ترجیح دینے کا تھا۔ یسوع کو مسیح ماننے

کا مطلب ہے کہ ہم اُسے بحیثیت اپنا بادشاہ اور مالک کے قبول کرتے ہیں۔ اور اگر وہ ہمارا بادشاہ اور مالک ہے تو پھر ہمیں اُسے اپنے ماں باپ سے کہیں زیادہ اہمیت و فوقیت دینی چاہیے۔ ہم پر لازم ہے کہ وہی کریں جو مسیح ہمیں کرنے کو کہتا ہے خواہ اپنے باپ کی خواہشات کو نظر انداز ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ یقیناً یہ آدمی ایسا کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ صرف اُسی صُورت میں مسیح کی پیروی کرنا چاہتا تھا جب تک اُس کے باپ کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔

یوں لگتا ہے کہ مسیح یسوع کا اُس آدمی کو جواب کافی سخت و ناگوار تھا، ''مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے۔'' مگر جب اِس جواب کو مسیح کے حکم کی روشنی میں دیکھیں تو بات سمجھ آ جاتی ہے، ''لیکن تُو جا کر خدا کی بادشاہی کی خبر پھیلا۔'' مسیح نے اُسے ایک اہم کام کی ذمہ داری سونپی کہ وہ خدا کی بادشاہی کی خوشخبری سُنائے تاکہ لوگ نجات و زندگی پائیں۔ مگر یہ آدمی اُس مُردہ شخص پر زیادہ توجہ دے رہا تھا جو مسیح کی بخشی ہوئی زندگی کو قبول ہی نہیں کر سکتا تھا، بلکہ ایک رکاوٹ تھا۔ اِسی لئے مسیح یسوع نے کہا کہ رُوحانی طور پر مُردوں کو اپنے مُردے دفن کرنے دے کیونکہ وہ خداوند کے لائق نہیں۔

پھر ایک اَور آدمی نے مسیح کی پیروی کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر چاہتا تھا کہ پہلے اپنے گھر والوں کو خدا حافظ کہہ آئے۔ بظاہر یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ وہ بالکل مُتفق تھا کہ مسیح کی خاطر گھر والوں کو

چھوڑ دے مگر پھر بھی وہ پیروی کے لائق کیوں نہیں تھا؟ کیونکہ اُس کی توجہ صرف مسیح کی طرف نہیں تھی بلکہ پیچھے گھر کی طرف بھی دھیان تھا۔ وہ مسیح کی پیروی کر کے باقی شاگردوں کی طرح عزت و قدر تو چاہتا تھا مگر اُس کا دِل اپنے گھر میں پھنسا ہُوا تھا۔ مسیح یسوع نے واضح کِیا کہ یہ احمقانہ سی بات ہے کہ کوئی زمین کی کاشت کے لئے ہل پر ہاتھ رکھے مگر دھیان کہیں اَور پھنسا ہُوا ہو۔ اِس سے نہ تو زمین میں ہل چل سکتا ہے اور نہ ہی بندہ سوچوں کے بھنور سے نکل سکتا ہے۔ ہل چلانے کے لئے لازم ہے کہ پورا دھیان اُسی ایک کام پر لگا ہو، ماضی کے بکھیڑوں میں نہیں۔

ہمیں مسیح یسوع کی پیروی کرنے کے لئے مکمل دھیان اور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہم ماضی میں اُلجھ کر یا دُنیاوی مسائل میں پھنس کر مسیح کے سچے پیروکار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ہمیں ایک پکا عزم اور ارادہ کرنا ہے کہ اپنے مالک و خداوند کو مرکز و بُنیاد بنا کر مکمل طور پر اُس کی وفاداری و تابعداری کریں گے اور اپنے ماضی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پیچھے چھوڑ دیں گے۔ پطرس رسول خدا کی تحریک سے معمُور ہو کر کیا خوب کہتا ہے، ”اِس واسطے کہ غیرقوموں کی مرضی کے مُوافق کام کرنے اور شہوت پرستی، بُری خواہشوں، مَے خواری، ناچ رنگ، نشہ بازی اور مکرُوہ بُت پرستی میں جس قدر ہم نے پہلے وقت گذارا وہی بہت ہے۔ اِس پر وہ تعجب کرتے ہیں کہ تم اُسی سخت بدچلنی تک اُن کا ساتھ

نہیں دیتے اور لعن طعن کرتے ہیں۔ اُنہیں اُسی کو حساب دینا پڑے گا جو زندوں اور مُردوں کا اِنصاف کرنے کو تیار ہے۔'' (۱-پطرس ۴:۳-۵)

فرض کریں کہ اگر آج مسیح یسوع ہمیں اپنی پیروی کرنے کو کہتا ہے تو کیا ہمارا جواب اِن لوگوں سے مختلف ہو گا جن کا حال ابھی آپ سُن چُکے ہیں؟ ذرا سُوچیئے کہ ہمارا جواب کیا ہو گا؟ کیا ہم مسیح کی پیروی مالی اور سماجی فائدہ اور پہچان کے لئے کرنا چاہتے ہیں؟ کیا ہمیں ڈر ہے کہ ہمارے گھر والے اعتراض کریں گے؟ کیا ہم مسیح یسوع کی پیروی کر کے بڑا نام تو کمانا چاہتے ہیں مگر کیا اُس کے ساتھ وفاداری بھی نبھانا چاہتے ہیں؟ کیا ہم مسیح کے پیچھے چل کر اپنے جان و مال کی قربانی دینے کو تیار ہیں؟

چھتّیسواں باب

خُوشی کی وجہ

(لُوقا ۱۰:۱-۲۴)

اپنے دین و مذہب کی پیروی کرنے والے اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ سارا کام کرنے کی ذمہ داری صرف اُن کے لیڈر یا رہنما کی ہے کیونکہ اُسے اِس کی اُجرت ملتی ہے۔ مگر خدا کی بادشاہی میں ہر کسی کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام ضرور ہوتا ہے خواہ وہ لیڈر کی حیثیت سے چُنے گئے کیوں نہ ہوں۔ مسیح یسوع کے اُن بارہ رسولوں کے علاوہ اور بہت سے شاگرد تھے۔ خداوند نے اُنہیں بھی خوشخبری پھیلانے کا حکم دیا۔ لُوقا کی الہامی اِنجیل کے ۱۰ باب کی ایک سے ۲۴ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ”اِن باتوں کے بعد خداوند نے ستر آدمی اَور مُقرر کِئے اور جس جس شہر اور جگہ خود جانے والا تھا وہاں اُنہیں دو دو کر کے اپنے آگے بھیجا، اور وہ اُن سے کہنے لگا کہ فصل تو بہت ہے لیکن مزدُور تھوڑے ہیں اِس لئے فصل کے مالک کی منت کرو کہ اپنی فصل کاٹنے کے لئے مزدُور بھیجے۔ جاؤ، دیکھو مَیں تم کو گویا بروں کو بھیڑیوں کے بیچ میں بھیجتا ہوں، نہ بٹوا لے جاؤ نہ جھولی، نہ جُوتیاں اور نہ راہ میں کسی سے سلام کرو، اور جس گھر میں داخل ہو پہلے کہو کہ اِس گھر کی سلامتی ہو۔

اگر وہاں کوئی سلامتی کا فرزند ہو گا تو تمہارا سلام اُس پر ٹھہرے گا، نہیں تو تم پر لوٹ آئے گا۔ اُسی گھر میں رہو اور جو کچھ اُن سے مِلے کھاؤ پیؤ کیونکہ مزدُور اپنی مزدُوری کا حقدار ہے۔ گھر گھر نہ پھرو۔ اور جس شہر میں داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول کریں تو جو کچھ تمہارے سامنے رکھا جائے کھاؤ۔ اور وہاں کے بیماروں کو اچھا کرو اور اُن سے کہو کہ خدا کی بادشاہی تمہارے نزدیک آ پہنچی ہے۔ لیکن جس شہر میں داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول نہ کریں تو اُس کے بازاروں میں جا کر کہو کہ ہم اِس گرد کو بھی جو تمہارے شہر سے ہمارے پاؤں میں لگی ہے تمہارے سامنے جھاڑے دیتے ہیں مگر یہ جان لو کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آ پہنچی ہے۔ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اُس دِن سدُوم کا حال اُس شہر کے حال سے زیادہ برداشت کے لائق ہو گا۔ اَے خرازین تجھ پر افسوس! اَے بیت صیدا تجھ پر افسوس! کیونکہ جو معجزے تم میں ظاہر ہوئے اگر صور اور صیدا میں ظاہر ہوتے تو وہ ٹاٹ اُوڑھ کر اور خاک میں بیٹھ کر کب کے توبہ کر لیتے، مگر عدالت میں صور اور صیدا کا حال تمہارے حال سے زیادہ برداشت کے لائق ہو گا۔ اور اَے کفرنحُوم کیا تُو آسمان تک بلند کِیا جائے گا؟ نہیں، بلکہ تُو عالمِ ارواح میں اُتارا جائے گا۔ جو تمہاری سُنتا ہے وہ میری سُنتا ہے اور جو تمہیں نہیں مانتا وہ مجھے نہیں مانتا اور جو مجھے نہیں مانتا وہ میرے بھیجنے والے کو نہیں مانتا۔ وہ ستر خوش ہو کر پھر آئے اور کہنے لگے، اَے

خداوند تیرے نام سے بدرُوحیں بھی ہمارے تابع ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا، مَیں شیطان کو بجلی کی طرح آسمان سے گِرا ہُوا دیکھ رہا تھا۔ دیکھو مَیں نے تم کو اِختیار دیا کہ سانپوں اور بچھوؤں کو کچلو اور دُشمن کی ساری قدرت پر غالب آؤ اور تم کو ہرگز کسی چیز سے ضرر نہ پہنچے گا، تَو بھی اِس سے خوش نہ ہو کہ رُوحیں تمہارے تابع ہیں بلکہ اِس سے خوش ہو کہ تمہارے نام آسمان پر لکھے ہوئے ہیں۔

اُسی گھڑی وہ رُوح اُلقدس سے خوشی میں بھر گیا اور کہنے لگا، اَے باپ، آسمان اور زمین کے خداوند! مَیں تیری حمد کرتا ہوں کہ تُو نے یہ باتیں داناؤں اور عقلمندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کِیں۔ ہاں، اَے باپ، کیونکہ ایسا ہی تجھے پسند آیا۔ میرے باپ کی طرف سے سب کچھ مجھے سُونپا گیا اور کوئی نہیں جانتا کہ بیٹا کون ہے سِوا باپ کے اور کوئی نہیں جانتا کہ باپ کون ہے سِوا بیٹے کے اور اُس شخص کے جس پر بیٹا اُسے ظاہر کرنا چاہے۔ اور شاگردوں کی طرف متوجہ ہو کر خاص اُن ہی سے کہا، مُبارک ہیں وہ آنکھیں جو یہ باتیں دیکھتی ہیں جنہیں تم دیکھتے ہو کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ بہت سے نبیوں اور بادشاہوں نے چاہا کہ جو باتیں تم دیکھتے ہو دیکھیں مگر نہ دیکھیں اور جو باتیں تم سُنتے ہو سُنیں مگر نہ سُنیں۔" (لُوقا ۱۰:۱-۲۴)

اِس واقعہ سے ہم دُعا کے بارے میں بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ مسیح یسوع نے فصل کو اِشارے کے طور پر اِستعمال کِیا کہ لوگوں کو خدا

کی بادشاہی میں کیسے داخل کرنا ہے۔ جس طرح فصل کٹائی کے لئے تیار ہوتی ہے اُسی طرح بہت بڑی تعداد میں لوگ گناہوں سے نجات پانے کے لئے تیار ہیں مگر اِتنے مزدُور یعنی خادم نہیں جو اُنہیں تعلیم دے سکیں۔ مسیح نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ وہ دُعا کریں کہ خدا خادم پیدا کرے جو فصل کاٹنے یعنی لوگوں کو خدا کی بادشاہی کے لئے تیار کریں۔ اِس کے فوراً بعد اُس نے اپنے شاگردوں کو ہدایت دی کہ وہ جائیں اور نجات کا پیغام سُنائیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح نے جن لوگوں کو دُعا کے لئے کہا وہ خود ہی اپنی دُعا کا جواب تھے۔ ہماری دُعاؤں کے نہ سُنے جانے کی ایک وجہ شائد یہ ہے کہ وہ کام نہیں کرتے جس کے لئے دُعا کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر جب ہم کسی کی مالی ضرورت کے لئے دُعا کرتے ہیں تو کیا ہم خود اپنی جیب سے اُس کی مدد کرنے کو تیار ہیں؟

مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو دو دو کر کے بھیجا۔ یہ یہودی شریعت کے عین مطابق تھا تاکہ کسی بھی معاملہ کے دو گواہ موجود ہوں۔ اِس کے علاوہ دو آدمیوں کا ساتھ بھی اچھا رہتا ہے، ایک دوسرے سے صلاح مشورہ کر سکتے ہیں۔ آج کلیسیا میں خدمت کرنے والے اِس لئے دِل برداشتہ ہو جاتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مِل جُل کر کام کرنے کی بجائے ہر بات میں خود ہی آگے ہونا چاہتے ہیں۔

یسوع نے اپنے شاگردوں سے یہ بھی کہا کہ اپنے ساتھ روپیہ پیسہ یا راہ کی کوئی اَور چیز مت لے کر جاؤ۔ اُنہیں سیکھنا تھا کہ خدا پر مکمل بھروسہ اور یقین رکھیں کہ وہی اُن کی ہر ضرورت پوری کرے گا۔ وہ گھر گھر مت جائیں کہ کہیں سے کچھ بہتر مِلے بلکہ جو کچھ بھی پیش کِیا جائے اُسے قبول کریں۔ بِلاشبہ مسیح یسوع کا یہ ہدایات دینے کا مطلب تھا کہ لوگ اُس کے شاگردوں کے بارے میں غلط رائے قائم نہ کریں کہ وہ اپنی غرض اور مالی فائدے کے لئے گھر گھر پھر رہے ہیں۔ اِسی طرح ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم اپنا فائدہ سوچنے کی بجائے دوسروں کی خدمت کو اولیت دیں۔

مسیح یسوع نے یہ بھی کہا کہ شاگردوں کے پیغام کو سُننے کے بعد لوگ خود جوابدہ ہوں گے کہ اُنہوں نے اِسے قبول کِیا یا نہیں؟ ہم اکثر بھول جاتے ہیں کہ مسیح ہمیں نتائج کا نہیں بلکہ صرف تابعداری و وفاداری کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ اگر ہم نے وفاداری سے مسیح کی خوشخبری کو سُنایا ہے مگر سُننے والوں نے اُسے رَد کر دیا ہے تو اِلزام اُن پر ہے جنہوں نے قبول کرنے سے اِنکار کِیا ہے۔ درحقیقت وہ خوشخبری سُنانے والے کو نہیں بلکہ مسیح کو رَد کر رہے ہیں۔ اور جو مسیح کا اِنکار کرتا ہے وہ دراصل خدا کا اِنکار کرتا ہے جس نے اُسے ہمارے لئے بھیجا ہے۔ مسیح یسوع نے اُن شہروں پر افسوس کِیا جنہوں نے اُس کے پیغام کو رَد کِیا۔ مگر روزِ عدالت اُن گمراہ و برگشتہ شہروں کا حال جنہیں مسیح کی

خوشخبری سُننے کا موقع نہیں مِلا اُن شہروں سے اچھا ہو گا جنہوں نے خوشخبری کو سُن کر اپنے گناہوں سے توبہ نہ کی۔ کیا ہم نے مسیح کے پیغام کو سُن کر رَد کِیا ہے یا اُسے سچے دِل سے قبول کر کے اپنے گناہوں سے توبہ کی ہے؟

شاگرد یقیناً ڈر گئے ہوں گے جب مسیح یسوع نے اُنہیں کہا کہ ''مَیں تم کو گویا بروں کو بھیڑیوں کے بیچ میں بھیجتا ہوں۔'' وہ سوچ رہے ہوں گے کہ اَب نہ جانے اُن کے ساتھ کیا ہو گا۔ مگر آفرین ہے اُن پر کہ وہ وفاداری و تابعداری کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے شک و خوف پَرے پھینک کر اِیمان و بھروسہ کے ساتھ چل پڑے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کی قدرت و طاقت نے اُن میں ہو کر کام کِیا کہ وہ بدرُوحوں کو نکالنے میں بھی کامیاب ہوئے۔ اور جب وہ اپنے خداوند مسیح یسوع کے پاس واپس آئے تو خوشی و شادمانی سے بھرے ہوئے تھے۔ اُس نے اُنہیں یقین دِلایا تھا کہ مَیں تمہیں پورا اِختیار دیتا ہوں کہ دُشمن کی ساری طاقت کو نیست و نابود کرو اور تمہارا کچھ نقصان نہ ہو گا۔ مگر اُس نے اُنہیں ایک وارننگ بھی دی کہ یہ اہم بات نہیں کہ تمہیں رُوحوں پر قدرت و اِختیار حاصل ہے بلکہ اہم ترین سچائی یہ ہے کہ تمہارے نام آسمان پر لکھے ہوئے ہیں۔ اگر ہمارے نام زندگی کی کتاب میں نہیں لکھے ہوئے تو معجزے دِکھانے کی اہلیت کا کیا فائدہ؟ ایک اَور موقع پر مسیح یسوع نے عدالت کے دِن کی وضاحت کرتے ہوئے کہا،

''اُس دِن بہتیرے مجھ سے کہیں گے، اَے خداوند، اَے خداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بد رُوحوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دِکھائے؟ اُس وقت مَیں اُن سے صاف کہہ دوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔ اَے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ۔'' (متی ۷:۲۲۔۲۳)

مسیح نے آخر میں اپنے شاگردوں سے یہ بھی کہا کہ اُن پر خدا کی خاص برکت ہے کہ میری باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور اپنے کانوں سے سُنتے ہیں کیونکہ بہت سے نبیوں اور بادشاہوں کو یہ سب دیکھنے اور سُننے کی خواہش تھی مگر نہ تو وہ دیکھ سکے اور نہ سُن سکے۔

اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے دِل میں اِس قیمتی موقع کی کوئی خاص اہمیت ہے کہ ہم مسیح یسوع کا ہمیشہ کی زندگی سے بھرپور پیغام سُن رہے ہیں یا لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِس سے منہ پھیر رہے ہیں؟

سینتیسواں باب

میرا پڑوسی کون ہے؟

(لُوقا ۱۰: ۲۵۔۳۷)

اِنسان کی رُوح میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جو اُسے سُوچنے اور پُکارنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ اِس زندگی کے علاوہ بھی کچھ اَور ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ قبر ہمارا آخری ٹھکانہ نہیں۔ جیسا کہ سلیمان نبی نے خدا کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے، ''اُس نے ہر ایک چیز کو اُس کے وقت میں خوب بنایا اور اُس نے ابدیت کو بھی اُن کے دِل میں جاگزین کِیا ہے اِس لئے کہ اِنسان اُس کام کو جو خدا شروع سے آخر تک کرتا ہے دریافت نہیں کر سکتا۔'' (واعظ ۳: ۱۱)

مگر سوال یہ ہے کہ ہم ابدیت یعنی ہمیشہ کی زندگی کیسے پائیں جس کی ہمارے دِل میں خواہش ہے؟ کسی نے مسیح یسوع سے یہی سوال کِیا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۰ باب کی ۲۵ سے ۳۷ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ''اور دیکھو ایک عالمِ شرع اُٹھا اور یہ کہہ کر اُس کی آزمایش کرنے لگا کہ اَے اُستاد! مَیں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ اُس نے اُس سے کہا، توریت میں کیا لکھا ہے؟ تُو کِس طرح پڑھتا ہے؟ اُس نے جواب میں کہا کہ خداوند اپنے خدا سے

اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ اُس نے اُس سے کہا، تُو نے ٹھیک جواب دیا۔ یہی کر تو تُو جیئے گا۔ مگر اُس نے اپنے تئیں راستباز ٹھہرانے کی غرض سے یسوع سے پوچھا، پھر میرا پڑوسی کون ہے؟ یسوع نے جواب میں کہا کہ ایک آدمی یروشلیم سے یریحُو کی طرف جا رہا تھا کہ ڈاکوؤں میں گِھر گیا۔ اُنہوں نے اُس کے کپڑے اُتار لئے اور مارا بھی اور ادھموا چھوڑ کر چلے گئے۔ اِتفاقاً ایک کاہن اُسی راہ سے جا رہا تھا اور اُسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ اِسی طرح ایک لاوی اُس جگہ آیا۔ وہ بھی اُسے دیکھ کر کترا کر چلا گیا۔ لیکن ایک سامری سفر کرتے کرتے وہاں آ نکلا اور اُسے دیکھ کر اُس نے ترس کھایا۔ اور اُس کے پاس آ کر اُس کے زخموں کو تیل اور مَے لگا کر باندھا اور اپنے جانور پر سوار کر کے سرائے میں لے گیا اور اُس کی خبرگیری کی۔ دوسرے دِن دو دِینار نکال کر بھٹیارے کو دئے اور کہا، اِس کی خبرگیری کرنا اور جو کچھ اِس سے زیادہ خرچ ہو گا مَیں پھر آ کر تجھے ادا کر دُوں گا۔ اِن تینوں میں سے اُس شخص کا جو ڈاکوؤں میں گِھر گیا تھا تیری دانست میں کون پڑوسی ٹھہرا؟ اُس نے کہا وہ جس نے اُس پر رحم کِیا۔ یسوع نے اُس سے کہا، جا، تُو بھی ایسا ہی کر۔“
(لُوقا ۱۰:۲۵۔۳۷)

یہ واضح نہیں کہ شرع کا عالم مسیح یسوع سے سوال پوچھ کر امتحان کیوں لینا چاہتا تھا۔ شائد وہ دِل سے جاننا چاہتا تھا کہ کیا مسیح کی تعلیم موسوی شریعت کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر ایسا ہی تھا تو اُس کا ہمیشہ کی زندگی پانے کے بارے میں سوال پوچھنا قابلِ ستائش تھا۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ جو ہمیں بتایا جائے اُس کا پاک صحائف کے ساتھ موازنہ کریں۔ خدا اپنے قول و عہد کا پکا، لاتبدیل خدا ہے۔ وہ اپنی ہر بات پر ازل سے ابد تک قائم رہتا ہے۔ اگر کوئی تعلیم اُس سے مطابقت نہیں رکھتی جو وہ پہلے ہی پاک صحائف میں ظاہر کر چُکا ہے تو ہم پر لازم ہے کہ اُسے رَد کر دیں۔

اکثر لوگوں کا ایسے سوال کرنے کا مقصد کچھ سیکھنا یا جاننا نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا کے کلام کے برعکس کوئی عذر تلاش کرتے ہیں۔ یہ شخص یہودی قانون و شریعت کا ماہر و اُستاد تھا۔ وہ پہلے سے ہی جانتا تھا کہ ہمیشہ زندگی کا وارث بننے کے لئے خدا نے کیا فرمایا ہے۔ کیا وہ یہ اُمید لگائے بیٹھا تھا کہ مسیح اُسے کہے گا کہ خدا کی تابعداری کئے بغیر کیسے ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنا جا سکتا ہے؟

اُس کا مقصد کچھ بھی کیوں نہ ہو، مسیح یسوع نے اُلٹا اُسی سے سوال کر دیا۔ اُس نے شرع کے عالم سے پوچھا کہ وہ بتائے کہ وہ اِس بارے میں کیا سوچتا ہے۔ اُس نے بالکل دُرست جواب دیا کہ ہمیں چاہیے کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دِل، جان اور طاقت و عقل سے

محبت کریں، اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت کریں۔ مسیح نے اُس کے دُرست جواب پر اُس کی تعریف کی، مگر ساتھ ایک اہم شرط کا بھی اِضافہ کِیا کہ یہ کافی نہیں کہ خدا کی شریعت کو دِل و دماغ میں اچھی طرح بِٹھا لیا جائے بلکہ لازم ہے کہ اگر ہم خدا کے ہاں سے اِنعام پانا چاہتے ہیں تو اُس کی عملی تابعداری بھی کریں۔

شرع کا عالم اِتنا ذہین تو تھا ہی کہ مسیح کی اہم بات کو سمجھ جائے۔ مگر اِس سے ایک یہ مسئلہ بھی کھڑا ہو گیا کہ کون دعوے سے کہہ سکتا ہے کہ وہ محبت میں کامِل ہے؟ کِس کا خدا اور اُس کے بندوں کے ساتھ تعلق رشتہ ہمیشہ بالکل ایسا ہی رہا جیسا رہنا چاہیے؟ اُس نے اپنی کمزوری یا قصور کو تسلیم کرنے کی بجائے کہ وہ اپنی محنت و کوشش سے ہمیشہ کی زندگی کا وارث بننے کے قابل نہیں، مسیح یسوع سے پوچھا کہ پڑوسی کی وضاحت کرے کہ میرا پڑوسی کون ہے۔

مسیح نے اُسے سیدھا جواب نہیں دیا بلکہ اُس نے اُسے ایک آدمی کے بارے میں واقعہ سُنایا جو خطرناک سفر پر تھا۔ ڈاکوؤں نے اُسے راہ میں لوٹ لیا اور اُسے بُری طرح سے زخمی کر دیا۔ سُننے والے خوب جانتے تھے کہ یروشلیم سے یریحُو کا راستہ کِتنا خطرناک تھا کیونکہ سفر میں ڈاکو لٹیرے لوٹ مار کرتے اور مسافروں کو نقصان پہنچاتے تھے۔

پہلا شخص جو اُس خطرناک راستے سے گزرا جہاں مسافر کو لوٹ کر زخمی کر دیا تھا، ایک رُوحانی رہنما یعنی کاہن تھا۔ یہ وہ شخص تھا جو

خدا کی عبادت گاہ میں حمد و ستائش کرنے والوں کی رہنمائی کرتا اور چندہ و ہدیے وغیرہ اِکٹھے کرنے میں مدد کرتا تھا۔ یہ اُس کی ذمہ داری تھی کہ لوگوں کے سامنے خدا کی پاکیزگی و راستبازی کی ایک مثال قائم کرے کہ کیسے خدا کی خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے۔ مگر جب اُس نے اپنے یہودی بھائی کو نیم مُردہ حالت میں لاچار و بےبس دیکھا تو نہ صرف اُس کی مدد سے اِنکار کِیا بلکہ منہ پھیر کر اپنی راہ چل دیا۔

دوسرا شخص جو اُس خطرناک راہ سے گزرا وہ لاوی تھا۔ کاہن کی طرح لاوی بھی خدا کی عبادت گاہ میں خدمت کا کام کرتے تھے۔ اُس نے بھی زخمی مسافر کو دیکھا مگر منہ پھیر کر وہ بھی اپنی راہ چل دیا۔ لاوی وہ شخص تھا جِسے عبادت گاہ میں خدا اور اُس کے بندوں کی خدمت کے لئے چُنا گیا تھا، مگر شرم کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا رویہ اِن نام نہاد رُوحانی رہنماؤں سے مختلف نہیں ہوتا جب ہم کسی نیم مُردہ حالت میں پڑے ہوئے بے بس و لاچار زخمی اِنسان کو راہ میں دیکھتے ہیں۔ ہم بھی اِن ہی کی طرح منہ پھیر کر اپنی راہ چل دیتے ہیں۔

تیسرا شخص جس نے زخمی مسافر کو راہ میں دیکھا وہ سامری تھا۔ یہودی لوگ سامریوں سے نفرت کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ اُنہوں نے سچے واحد خدا کی عبادت و ستائش کو اپنی بُت پرست رسومات سے بگاڑ دیا ہے۔ اپنی عبادت کے دوران یہودی باقاعدہ سامریوں پر لعنت بھیجتے تھے، اور سامری بھی یہودیوں کو اپنا دُشمن سمجھتے تھے۔ مگر یہ سامری

شخص نفرت و تعصب کی ساری دیواریں توڑ کے ایک ضرورت مند مسافر کی مدد و دیکھ بھال کے لئے تڑپ اُٹھا۔ اُس نے نہ صرف ایک دُکھی اِنسان کی ضرورت کو پہچانا بلکہ عملی طور پر اُس کی مدد بھی کی۔ اُس نے آگے بڑھ کر مسافر کے زخموں کو صاف کِیا اور مرہم پٹی کی۔ اُس نے اُسے اپنے گدھے پر بِٹھایا اور خود ساتھ ساتھ پیدل چلتا رہا تا کہ زخموں سے نڈھال اجنبی کو کسی محفوظ مقام تک پہنچائے۔ اِس سے بھی حیرت کی بات یہ کہ اُسے خبر گیری کے لئے سرائے میں ٹھہرایا اور دو ماہ کا پیشگی خرچ دیا اور وعدہ کِیا کہ اگر اَور خرچ ہو گا تو واپس آ کر وہ بھی ادا کر دے گا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ سامری نے اپنے دُشمن یہودی کی دیکھ بھال اور خبر گیری کی، جیسے کہ وہ اُس کے خاندان کا فرد تھا، اُس نے اپنے ذاتی نقصان کی قطعی کوئی پرواہ نہیں کی۔

جب مسیح یسوع نے شرع کے عالم سے پوچھا کہ کِس شخص نے زخمی مسافر کے ساتھ ایک اچھے پڑوسی کی طرح برتاؤ کِیا، تو وہ نفرت کے باعث لفظ سامری ادا نہیں کر سکتا تھا۔ یہودیوں اور سامریوں کے درمیان نفرت و حقارت اِتنی گہری تھی کہ وہ تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ دُشمنوں میں کوئی خدا ترس اِنسان بھی ہو گا۔ اُس نے مسیح کے سوال کے جواب میں صرف اِتنا کہا کہ ”وہ جس نے اُس پر رحم کِیا۔“

مسیح یسوع نے اُسے ہدایت دیتے ہوئے کہا، ”جا، تُو بھی ایسا ہی کر۔“ اِس ہدایت میں ہمارے لئے بھی دوسروں کے لئے محبت و اِیثار کا

ایک اعلیٰ ترین معیار ہے۔ ہم نہ صرف اپنے دوستوں اور خاندان والوں سے اچھا برتاؤ کریں بلکہ اُن سے بھی سامری کی طرح پیش آئیں جو ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ مسیح یسوع واضح کرنا چاہتے ہیں کہ کوئی بھی اِنسان ہمیشہ کی زندگی پانے کے لئے خدا کے اخلاقی معیار تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہم سب اپنی اِس کوشش میں ناکام ہو چکے ہیں لہذا ہمیں مسیح کی ضرورت ہے کہ وہ خدا کے ساتھ ہمارا رشتہ پھر سے بحال کر کے ہمیں ہمیشہ کی زندگی کا وارث ٹھہرائے۔

اڑتیسواں باب

ایک چیز ضرُور ہے

(لُوقا ۱۰:۳۸۔۴۲)

پاک صحائف ہمیں بتاتے ہیں کہ ''خدا محبت ہے۔'' (۱۔یوحنا ۱۶:۴) اور اگر ہم خدا کی دِل و جان سے عبادت کرنا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ ہم اُس سے ویسے ہی محبت کریں جیسے وہ ہم سے کرتا ہے۔ خدا کا پیارا بندہ پَولُس رسول رُومیوں کے نام اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''آپس کی محبت کے سِوا کسی چیز میں کسی کے قرضدار نہ ہو کیونکہ جو دوسرے سے محبت رکھتا ہے اُس نے شریعت پر پورا عمل کِیا۔ کیونکہ یہ باتیں کہ زنا نہ کر، خون نہ کر، چوری نہ کر، لالچ نہ کر اور اِن کے سِوا اَور جو کوئی حکم ہو اُن سب کا خلاصہ اِس بات میں پایا جاتا ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ۔ محبت اپنے پڑوسی سے بدی نہیں کرتی۔ اِس واسطے محبت شریعت کی تکمیل ہے۔'' (رُومیوں ۱۳: ۸۔۱۰)

مگر اِس سے ایک اہم سوال جنم لیتا ہے۔ ہم دوسروں سے اپنی محبت کا اِظہار کیسے کریں؟ محبت کا رنگ رُوپ اور شکل کیا ہوتی ہے؟ مسیح یسوع نے اچھے سامری کی تمثیل سے محبت کی کافی حد تک

وضاحت کر دی ہے کہ ہم ضرورت میں دوسروں کی مدد کر کے محبت کا اِظہار کرتے ہیں بے شک کوئی ہمارا دُشمن ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن محبت کے اِظہار کے کچھ اَور راستے بھی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ محبت دِکھاتے ہوئے ہماری ترجیحات غلط بھی ہو جائیں۔ جیسا کہ مسیح جب اپنے عزیز دوستوں کے گھر پر موجود تھا تو کچھ ایسا ہی ہُوا۔

خدا کا نیک بندہ لُوقا اِلہامی اِنجیل کے ۱۰ باب کی ۳۸ سے ۴۲ آیت میں لکھتا ہے، ''پھر جب جا رہے تھے تو وہ ایک گاؤں میں داخل ہُوا اور مرتھا نام ایک عورت نے اُسے اپنے گھر میں اُتارا۔ اور مریم نام اُس کی ایک بہن تھی۔ وہ یسوع کے پاؤں کے پاس بیٹھ کر اُس کا کلام سُن رہی تھی، لیکن مرتھا خدمت کرتے کرتے گھبرا گئی۔ پس اُس کے پاس آ کر کہنے لگی اَے خداوند، کیا تجھے خیال نہیں کہ میری بہن نے خدمت کرنے کو مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے؟ پس اُسے فرما کہ میری مدد کرے۔ خداوند نے جواب میں اُس سے کہا، مرتھا! مرتھا! تُو تو بہت سی چیزوں کی فکر و تردد میں ہے، لیکن ایک چیز ضرور ہے اور مریم نے وہ اچھا حِصہ چُن لیا ہے جو اُس سے چھینا نہ جائے گا۔'' (لُوقا ۱۰:۳۸۔۴۲)

اگرچہ لُوقا ہمیں اُس گاؤں کا نام نہیں بتاتا مگر دوسرے صحائف سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بیت عنیاہ تھا جو یروشلیم سے کچھ ہی فاصلے پر واقع تھا۔ ہم دوسرے صحائف سے یہ جانتے ہیں کہ مرتھا اور مریم کا لعزر نامی ایک بھائی بھی تھا۔ پاک کلام میں لکھا ہے کہ مسیح یسوع اِن تینوں سے

بہت پیار کرتے تھے (یوحنا ۱۱:۵)۔ وہ بھی مسیح کو دِل و جان سے چاہتے تھے۔ لُوقا کے بیان کردہ اِس واقعہ کے کچھ ہی مہینہ بعد لعزر بیمار پڑ گیا اور مَر گیا، مگر مسیح یسوع نے اُسے زندہ کر دیا۔

لعزر کو زندہ کرنے سے مذہبی رہنماؤں کے دِل میں مسیح کے لئے حسد و نفرت اَور بڑھ گئی۔ اُس کو زندہ کرنے سے پہلے ہی حکمران اُس سے خوش نہیں تھے اور موقع کی تلاش میں تھے کہ اُسے ہلاک کر دیں، وہ اُس کو کفر بولنے اور بیماروں کو جھوٹی شفا دینے پر تو دَر گزر کر سکتے تھے کہ چھوڑو وہ تو گلیل کا کوئی پاگل ہے۔ لیکن مُردہ لعزر کو زندہ کرنے کے بعد وہ دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کہ مسیح لوگوں کو دھوکا دے رہا ہے۔

جبکہ یہ تمام معجزات سچے تھے لہذا اُس کے اپنے بارے میں دعوؤں کو بھی حق و صداقت کے پیرائے میں بالکل سچ ہی ماننا چاہیے یعنی اُس کا اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہنا، زندگی کا پانی کہنا، دُنیا کا نور کہنا، یہ مسیح ہونے کے اِلٰہی دعوے ہیں جن کو نظرانداز نہیں کِیا جا سکتا۔ یہ دعوے ہمیں پابند کرتے ہیں۔ مگر کیا مذہبی حکمرانوں نے اپنے آپ کو مسیح یسوع کا پابند و تابع کِیا یا وہ کسی اَور مالک و آقا کے پیچھے لگے ہوئے تھے؟ بدقسمتی سے اُنہوں نے مسیح کو رَد کر کے بے دردی سے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

مسیح یسوع کو مرتھا کے گھر جانے کی دعوت قبول کر کے کافی آرام و سکون مِلا ہو گا۔ اُسے نہ صرف موقع مِلا کہ اُن عزیزوں کے ساتھ کچھ وقت گزارے جن کو وہ بہت پیار کرتا تھا بلکہ وہ کچھ دیر کے لئے لوگوں کے ہجوم اور اُن کے مطالبات سے بھی چھٹکارا پائے۔ ایسا بھی نہیں کہ مسیح نے مرتھا کے گھر میں اپنا وقت بس آرام طلبی میں گزارا بلکہ حسبِ عادت وہاں موجود دوستوں کو تعلیم دینے میں مشغول رہا۔

لُوقا لکھتا ہے کہ مرتھا کی بہن مریم مسیح کے پاؤں کے پاس بیٹھی کلام سُن رہی تھی۔ یہ ایک اَور واضح ثبوت ہے کہ مسیح دوسرے یہودی اُستادوں سے کِتنا مختلف تھا۔ مذہبی اُستاد پاؤں کے پاس بیٹھنے کی اِصطلاح کو شاگرد کا رشتہ اور تعلق ظاہر کرنے کے لئے اِستعمال کرتے تھے۔ یہ حیرت کی بات تھی کہ وہ ایک عورت کو شاگرد کے طور پر قبول کرتے لیکن مسیح اُن کے رسم و رواج کے پابند نہیں تھے اور نہ ہی اُن کے دِل میں کوئی تعصب تھا۔ اُن کی تعلیم و کلام کے دروازے ہر مرد و عورت کے لئے کھلے تھے جو سچے دِل سے خدا کی باتیں سُننے کے لئے تیار تھے۔ اِسی لئے حیرت کی بات نہیں کہ مسیح یسوع کی پیروی کرنے والوں میں عورتیں بہت ہی زیادہ وفادار اور خدمت میں سَر گرم تھیں۔

جبکہ مریم نے اپنے خداوند سے محبت کا اِظہار اُس کے کلام و تعلیم کو سُن کر کِیا، دوسری طرف مرتھا نے گھر میں اپنی محبت اپنے معزز مہمان کی خدمت اور کھانا وغیرہ تیار کر کے دِکھائی۔ جس طرح ہر

میزبان کی خواہش ہوتی ہے کہ مہمان داری میں کوئی کمی نہ رہ جائے اُسی طرح مرتھا بھی چاہتی تھی کہ مسیح کی خوب خدمت کرے۔ ذرا سوچیئے کہ یہ کِتنی شرمندگی کی بات ہو گی کہ اگر مہمان کی آؤ بھگت میں کوئی کمی رہ جائے یا کھانے کی تیاری میں دیر ہو جائے۔ گھر میں اِتنا کام کرنے والا تھا تو ظاہر ہے کہ مرتھا اپنی بہن مریم پر ناراض ہوئی کہ وہ اُس کی کچھ مدد نہیں کر رہی بلکہ مسیح کے قدموں کے پاس بیٹھی کلام کی باتیں سیکھ رہی ہے۔ یقیناً وہ بھی چاہتی تھی کہ مریم کی طرح بیٹھ کر اپنے خداوند سے کلام کی باتیں سیکھے مگر وہ ایسا کرتی تو گھر کا کام کون کرتا؟ مرتھا سمجھ رہی تھی کہ مریم غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہی تھی، اور اُس کو قطعی طور پر پرواہ نہیں تھی کہ اگر تیاری مکمل نہ ہوئی تو سارے گھر کو شرمندگی اُٹھانا پڑے گی؟ کیا وہ نہیں سمجھتی تھی کہ اگر کھانا تیار ہونے میں دیر ہو گئی تو خداوند مسیح یسوع کے سامنے کِتنی بے عزتی کی بات ہو گی؟ یہاں تک کہ مرتھا مسیح سے بھی ناراض تھی کہ وہ مریم کی اِس غیر ذمہ دارنہ حرکت کو برداشت کر رہے ہیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر خداوند کو اُس کی پرواہ ہوتی کہ وہ اکیلی کیسے سارے گھر کا کام کر رہی تھی تو مریم سے کہتے کہ فضول بیٹھنے سے بہتر ہے کہ اُٹھ کر مرتھا کی مدد کرو۔ آخرِ کار مرتھا کی برداشت سے یہ سب کچھ باہر ہو گیا اور اُس نے مسیح سے شکائت کرتے ہوئے کہا کہ

مَیں اکیلی گھر کا کام کر رہی ہوں اور مریم تیرا کلام سُننے میں مصرُوف ہے اُسے کہہ کہ اُٹھ کر گھر کی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔

مسیح یسوع کو مرتھا کی بات کا بُرا نہیں لگا بلکہ اُس کے جواب سے لگتا ہے کہ اُسے اچھا لگا کہ مرتھا بہت ہی ذمہ دار میزبان ہے اور مہمان نوازی میں کسی بھی قِسم کی لاپرواہی پسند نہیں کرتی۔ مرتھا تھوڑا گھبرائی ہوئی اور پریشان تھی کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ مہمان کے لئے کھانا اچھا اور وقت پر تیار ہونا چاہیے۔ مگر مسیح نے اُسے یاد دِلایا کہ زیادہ فکر و تردد نہ کر کیونکہ سادگی کی اپنی ایک الگ بات ہے۔ مرتھا کو جذباتی اور جسمانی طور پر اپنے آپ کو تھکانے کی ضرورت نہیں تھی۔ بس ایک دو چیزیں ہی کافی تھیں۔ مریم نے یہ حقیقت جان لی اور اپنے لئے جو ضروری تھا وہ چُن لیا، جِسے مسیح اُس سے چھین نہیں لے گا۔ اور اگر مرتھا چاہتی تو بجائے اِس کے اپنے آپ کو پریشان کرتی وہ بھی وقت نکال کر مسیح کا کلام سُن سکتی تھی۔

ہم اِن دونوں بہنوں سے فوقیت اور ترجیحات کے بارے میں بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ دونوں اپنے خداوند مسیح یسوع کو پیار کرتی تھیں۔ دونوں چاہتی تھیں کہ اُسے عزت و احترام دیں۔ مرتھا نے مسیح کو جسمانی طور پر آرام دینا مناسب سمجھا اور مریم نے مسیح کا کلام سُن کر اُسے عزت بخشی۔ ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ اگر ہم محتاط نہیں ہوں گے تو سارا وقت مسیح کی خدمت کرنے میں گزار دیں گے اور اُسے سُننے کے

لئے ہمارے پاس بالکل وقت نہیں ہو گا۔ کیا ہمارے پاس مسیح یسوع کا کلام سُننے کے لئے وقت ہے؟ کیا ہم جانتے ہیں کہ دُعا کیسے کریں؟

اُنتالیسواں باب

ہمیں دُعا کرنا سِکھا

(لُوقا ۱۱:۱-۱۳)

یہ ہم اِنسانوں کی ایک خوبی ہے کہ ہم اُس مثالی شخصیت کی تقلید کرنا چاہتے ہیں جس کی ہمارے دِل میں بہت عزت و قدر ہوتی ہے۔ جوانی میں ہی ہم کسی سے متاثر ہو کر اُس کی مانند بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ بچہ اپنے باپ سے کہتا ہے، ''مَیں بڑا ہو کر آپ کی طرح بنوں گا۔'' اسکول میں پڑھنے والے بچے اپنے اُستاد سے متاثر ہوتے ہیں یا کسی بہت مشہور طالبِ علم ساتھی کی نقل یا کاپی کرتے ہیں بلکہ اکثر لوگ مشہور شخصیات کی طرح لباس پہنتے اور اُن کا اندازِ گفتگو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگر ہم اپنے لئے کسی مثالی شخصیت کو چُن کر اُس کی مانند بننے کی خواہش رکھتے ہیں تو یہ ہمارے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ مسیح یسوع نے اِس حقیقت کو جان لیا تھا، اِسی لئے وہ اپنے شاگردوں سے توقع رکھتے تھے کہ اُنہی کی مانند بنیں۔ اُنہوں نے فرمایا، ''شاگرد اپنے اُستاد سے بڑا نہیں بلکہ ہر ایک جب کامِل ہُوا تو اپنے اُستاد جیسا ہو گا۔'' (لُوقا ۶:۴۰) اِسی لئے حیرت کی بات نہیں کہ جب شاگردوں نے اپنے

اُستاد خداوند یسوع مسیح کو علیحدگی میں دُعا کرتے دیکھا تو کہا کہ ہمیں بھی دُعا کرنا سِکھا۔ یسوع نے کیا جواب دیا۔ اِلہامی اِنجیل کے ۱۱ باب کی پہلی چار آیات میں خدا کا نیک بندہ لُوقا کہتا ہے، ''پھر ایسا ہُوا کہ وہ کسی جگہ دُعا کر رہا تھا۔ جب کر چُکا تو اُس کے شاگردوں میں سے ایک نے اُس سے کہا، اَے خداوند! جیسا یُوحنا نے اپنے شاگردوں کو دُعا کرنا سِکھایا تُو بھی ہمیں سِکھا۔ اُس نے اُن سے کہا، جب تم دُعا کرو تو کہو، اَے باپ! تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہی آئے۔ ہماری روز کی روٹی ہر روز ہمیں دیا کر، اور ہمارے گناہ معاف کر کیونکہ ہم بھی اپنے ہر قرضدار کو معاف کرتے ہیں اور ہمیں آزمایش میں نہ لا۔'' (لُوقا ۱۱:۱-۴)

مسیحی اِس دُعا کو ''دُعائے ربانی'' یا ''خداوند کی دُعا'' کہتے ہیں۔ مگر ہمارے علم میں نہیں کہ مسیح نے کبھی یہ الفاظ اپنے لئے دُعا میں اِستعمال کِئے ہوں۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ اُس کی دُعا میں ایسے ہی عناصر موجود ہوں مگر لفظوں کا ایسا اِستعمال ہرگز نہیں کِیا۔ مسیح یسوع یہ نہیں چاہتے کہ ہم بس طوطے کی طرح رٹا لگا کر اِن دُعائیہ الفاظ کو دُہرائیں۔ ہمیں چاہیے کہ اِن الفاظ کے حقیقی معنی و مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں نہ کہ زبانی یاد کر کے بِنا سوچے سمجھے دہرانا شروع کر دیں۔ زبانی یاد کرنے میں کوئی ہرج بھی نہیں جب تک کہ اِن الفاظ کو دِل و دماغ سے سمجھیں اور جانیں۔ طوطے کی طرح زبانی رٹ لینے میں خطرہ یہ ہے کہ ہم بس اِسے ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر منہ سے ادا

کرتے ہیں مگر ہمارا دِل و دماغ کہیں اَور گھوم رہا ہوتا ہے۔ اکثر لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اِن الفاظ میں کوئی قدرتی طاقت ہے۔ مسیح یسوع نے اِس طرح کی سوچ رکھنے سے منع کِیا ہے۔ اُنہوں نے کہا، ''اور دُعا کرتے وقت غیر قوموں کے لوگوں کی طرح بک بک نہ کرو کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بہت بولنے کے سبب سے ہماری سُنی جائے گی۔'' (متی ۶:۷) دُعا میں ہمارا رویہ داوُد نبی کی طرح ہونا چاہیے۔ ''کیونکہ قربانی میں تیری خوشنودی نہیں ورنہ مَیں دیتا۔ سُوختنی قربانی سے تجھے کچھ خوشی نہیں۔ شکستہ رُوح خدا کی قربانی ہے۔ اَے خدا تُو شکستہ اور خستہ دِل کو حقیر نہ جانے گا۔'' (زبور ۵۱:۱۶-۱۷)

مسیح یسوع نے دُعا کرنے کا جو مثالی طریقہ ہمارے سامنے رکھا ہے اِس سے ہم کیا سیکھتے ہیں؟ اِس موضوع پر نہ جانے کِتنی ہی کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر ہم اِس وقت ایک نہایت اہم اور ضروری نکتہ پر غور کریں گے۔ اکثر ہماری دُعاؤں میں خود غرضی شامل ہوتی ہے کیونکہ ہم کچھ نہ کچھ مانگتے ہی رہتے ہیں۔ مگر مسیح نے فرمایا ہے کہ سچی دُعا ہمیشہ خدا کے گرد گھومتی ہے، جس میں ہم اُس کی سیرت و کردار اور قدرت و طاقت کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنی مرضی نہیں بلکہ خدا کی مرضی کو فوقیت دیتے ہیں۔ آیئے اِسی کی روشنی میں مسیح کی مثالی دُعا یعنی دُعائے ربانی کا ایک جائزہ لیتے ہیں۔

''اَے باپ'' خدا کو باپ کہنے سے ہم اِقرار کرتے ہیں کہ وہی ہے جس نے ہمیں زندگی دی ہے۔ وہی ہے جس نے ہمیں پیدا کِیا اور وہی ہے جس نے ہمیں ہماری پہچان دی ہے۔

''تیرا نام پاک مانا جائے'' اِن الفاظ سے ہم اِقرار کرتے ہیں کہ خدا پاک ہے۔ اور ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس کے پاک نام کی کبھی بے حُرمتی نہیں کریں گے۔

''تیری بادشاہی آئے'' اِن الفاظ سے ہم اپنے آپ کو خدا کی حکمرانی اور مرضی کے تابع کر دیتے ہیں۔ ہم اِس خواہش کا اِظہار بھی کرتے ہیں کہ دُنیا میں بسنے والا ہر اِنسان خدا کی بادشاہی اور حکمرانی کے تابع ہو۔

''ہماری روز کی روٹی ہر روز ہمیں دیا کر'' اِن الفاظ سے ہم اِقرار کرتے ہیں کہ خدا زندگی دینے اور مُہیا کرنے والا ہے، ہر اچھی چیز اُسی سے صادر ہوتی ہے، وہی ہماری روزمرہ کی ضروریات کو پورا کرے۔

''ہمارے گناہ معاف کر'' اِن الفاظ سے ہم اپنی کمزوریوں کا اِقرار کرتے ہیں کہ خدا کے معیار پر کاملیت کی حد تک پورے نہیں اُترے۔ اور ہم نے جان بوجھ کر وہ کام کِئے ہیں جو بُرے ہیں۔ ہم یہ بھی اِقرار کرتے ہیں کہ ہم کسی طور بھی اپنے بُرے کاموں کو اچھے کام کر کے مِٹا نہیں سکتے۔ ہمیں ہر صُورت معافی کی ضرورت ہے جو صرف اور صرف خدا دے سکتا ہے۔

''کیونکہ ہم بھی اپنے ہر قرضدار کو معاف کرتے ہیں'' خدا ہمارے سامنے ایک مثال ہے۔ ہمیں دوسروں کے ساتھ بھی اُسی رحمدلی کا مظاہرہ کرنا چاہیے جو رحمدلی ہم خدا سے مانگتے ہیں۔

''اور ہمیں آزمایش میں نہ لا'' ہم اِقرار کرتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں۔ ہم اپنی طاقت و قوت سے بُرائی پر قابو نہیں پا سکتے۔ خدا ہمارا نگہبان اور پناہ ہے۔

مختصر یہ کہ ہماری دُعائیں اُس وقت پُراثر ہوں گی جب ہم اپنے خود غرض رویے سے ہٹ کر، خدا کی مرضی اور جلال و حشمت کو مرکز و بُنیاد بنائیں گے۔

مسیح یسوع نے ہمیں دُعا میں مُستقل مزاج رہنے کی بھی ہدایت دی ہے۔ لُوقا ۱۱ باب کی ۵ سے ۱۰ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''پھر اُس نے اُن سے کہا، تم میں سے کون ہے جس کا ایک دوست ہو اور وہ آدھی رات کو اُس کے پاس جا کر اُس سے کہے، اَے دوست، مجھے تین روٹیاں دے کیونکہ میرا ایک دوست سفر کر کے میرے پاس آیا ہے اور میرے پاس کچھ نہیں کہ اُس کے آگے رکھوں۔ اور وہ اندر سے جواب میں کہے، مجھے تکلیف نہ دے۔ اَب دروازہ بند ہے اور میرے لڑکے میرے پاس بچھونے پر ہیں۔ مَیں اُٹھ کر تجھے دے نہیں سکتا۔ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اگرچہ وہ اِس سبب سے کہ اُس کا دوست ہے اُٹھ کر اُسے نہ دے تو بھی اُس کی بیحیائی کے سبب سے اُٹھ کر جتنی درکار

ہیں اُسے دے گا۔ پس مَیں تم سے کہتا ہوں، مانگو تو تمہیں دیا جائے گا، ڈھونڈو تو پاؤ گے، دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اُسے ملتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے، اور جو کھٹکھٹاتا ہے اُس کے واسطے کھولا جائے گا۔'' (لُوقا ۱۱:۵-۱۰)

دوست کی اِس تمثیل کے برعکس خدا اپنے بچوں کی اِلتجاؤں کا جواب دیتا ہے مگر ہماری مُناجات کا خدا کے کردار کے ساتھ ہم آہنگ ہونا ضروری ہے، پھر یقیناً وہ اُنہیں پورا کرے گا۔ سوال یہ نہیں کہ خدا رحمدل و سخی ہے یا وہ ہمیں اچھی چیزیں دیتا ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ جو چیزیں ہم خدا سے مانگتے ہیں کیا وہ اچھی ہیں؟

اپنے اِس اہم نکتہ کو واضح کرنے کے لئے مسیح یسوع نے دُنیاوی باپ کی مثال پیش کی۔ آیت ۱۱ سے ۱۲ میں لُوقا لکھتا ہے، ''تم میں سے ایسا کون سا باپ ہے کہ جب اُس کا بیٹا روٹی مانگے تو اُسے پتھر دے؟ یا مچھلی مانگے تو مچھلی کے بدلے اُسے سانپ دے؟ یا انڈا مانگے تو اُس کو بچھو دے؟ پس جب تم بُرے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو آسمانی باپ اپنے مانگنے والوں کو رُوح اُلقدس کیوں نہ دے گا؟'' (لُوقا ۱۱:۱۱-۱۳) مسیح یسوع کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دُنیاوی باپ بھی اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دیتے ہیں۔ تو کیا خدا اپنے مانگنے والوں کو اُن سے اچھی چیزیں کیوں نہ دے گا؟ خدا کا سب سے اعلیٰ و افضل تحفہ یا اِنعام خدا کا اپنا پاک رُوح یعنی رُوح اُلقدس ہے۔ پاک

صحائف میں لکھا ہے، ''رُوح خود ہماری رُوح کے ساتھ مِل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم خدا کے فرزند ہیں۔ اور اگر فرزند ہیں تو وارث بھی ہیں یعنی خدا کے وارث اور مسیح کے ہم مِیراث بشرطیکہ ہم اُس کے ساتھ دُکھ اُٹھائیں تاکہ اُس کے ساتھ جلال بھی پائیں۔'' (رُومیوں ۸:۱۶-۱۷)

چالیسواں باب

ہماری طرف یا ہمارے خِلاف؟

(لُوقا ۱۱: ۱۴-۲۸)

اپنے آپ کو غلط تسلیم کرنا اور اپنی سوچ و رویے میں تبدیلی لانا بڑی اِیمانداری اور حلیمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری شخصیت میں کمزوریوں کی نشاندہی کرنے والوں پر غصہ کرنا، بد سلوکی کرنا اور اِنتقامی کاروائی کا نشانہ بنانا بہت آسان ہوتا ہے۔ یہی کچھ مسیح یسوع کے ساتھ بھی ہُوا۔ بہت سے لوگوں نے خداوند کی تعلیم و پیغام کو قبول کِیا مگر کچھ ایسے بھی تھے جن کے لئے وہ ایک خطرہ تھے۔ مسیح نے اُن کے راستبازی کے نظریہ اور خدا کو خوش کرنے کے تصور کو بالکل رَد کِیا۔ اُس کی تعلیم و پیغام نے ایسے لوگوں کو نہ صرف بے نقاب کِیا بلکہ اُنہیں گناہگار ٹھہرایا۔ بجائے اِس کے کہ یہ لوگ اپنے رویوں سے توبہ کرتے اور سچائی کو قبول کرتے، اُنہوں نے حق بات کہنے والے کو ہی رسوا و بدنام کرنا شروع کر دیا۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۱ باب کی ۱۴ سے ۲۳ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے کہ مسیح نے کیسے تنقید کرنے والوں کو جواب دیا۔ ”پھر وہ ایک گونگی بد رُوح کو نکال رہا تھا اور جب وہ بد رُوح نکل

گئی تو ایسا ہُوا کہ گونگا بولا اور لوگوں نے تعجب کِیا۔ لیکن اُن میں سے بعض نے کہا، یہ تو بد رُوحوں کے سردار بعلزبُول کی مدد سے بد رُوحوں کو نکالتا ہے۔ بعض اَور لوگ آزمائش کے لئے اُس سے ایک آسمانی نشان طلب کرنے لگے۔ مگر اُس نے اُن کے خیالات کو جان کر اُن سے کہا، جس سلطنت میں پھوٹ پڑے وہ ویران ہو جاتی ہے اور جس گھر میں پھوٹ پڑے وہ برباد ہو جاتا ہے۔ اور اگر شیطان بھی اپنا مخالف ہو جائے تو اُس کی سلطنت کِس طرح قائم رہے گی؟ کیونکہ تم میری بابت کہتے ہو کہ یہ بد رُوحوں کو بعلزبُول کی مدد سے نکالتا ہے۔ اور اگر مَیں بد رُوحوں کو بعلزبُول کی مدد سے نکالتا ہوں تو تمہارے بیٹے کِس کی مدد سے نکالتے ہیں؟ پس وہی تمہارے مُنصف ہوں گے۔ لیکن اگر مَیں بد رُوحوں کو خدا کی قدرت سے نکالتا ہوں تو خدا کی بادشاہی تمہارے پاس آ پہنچی۔ جب زور آور آدمی ہتھیار باندھے ہوئے اپنی حویلی کی رکھوالی کرتا ہے تو اُس کا مال محفوظ رہتا ہے۔ لیکن جب اُس سے کوئی زور آور حملہ کر کے اُس پر غالب آتا ہے تو اُس کے سب ہتھیار جن پر اُس کا بھروسا تھا چھین لیتا اور اُس کا مال لوٹ کر بانٹ دیتا ہے۔ جو میری طرف نہیں وہ میرے خلاف ہے اور جو میرے ساتھ جمع نہیں کرتا وہ بکھیرتا ہے۔'' (لُوقا ۱۱:۱۴۔۲۳)

جب ہم مسیح یسوع کے اِلٰہی معجزات کے بارے میں پڑھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ کوئی ایسا سَر پھرا بھی ہو گا جو اُس پر اِلزام لگائے گا کہ

شیطان کی طاقت سے یہ سب کرتا ہے۔ مگر ہاں، کسی حد تک وہ اِلزام لگانے میں حق بجانب بھی تھے۔ مسیح کے معجزات سے کوئی اِنکار نہیں کر سکتا تھا۔ جب خداوند نے گونگے کے اندر سے بد رُوح کو نکالا جو بالکل بول نہیں سکتا تھا تو اِس معجزے کا اِنکار کرنا سراسر بے وقوفی اور حماقت تھی۔ ہاں، یہ سوال ضرور ذہن میں آ سکتا تھا کہ کِس کی طاقت اور اِختیار سے یہ سب کر رہا ہے۔ اور اگر کوئی یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ وہ خدا کی طاقت و قدرت سے معجزات کرتا تھا تو پھر اُسے یہ سچائی بھی تسلیم کرنا پڑے گی کہ مسیح نے خدا کے اِختیار سے تعلیم دی۔ مگر یہ تسلیم کرنا کہ مسیح یسوع خدا کی طرف سے بولتا اور تعلیم دیتا تھا تو پھر لازم ہے کہ وہ اُس کی تعلیم کو قبول کرے۔ اور اگر کوئی مسیح خداوند کی تعلیم کو قبول کرنا نہیں چاہتا تو اُس کے لئے یہ عذر پیش کرنا ضروری ہے کہ اُس نے خدا کی طاقت سے یہ معجزات نہیں دِکھائے۔ اِس سے اُس کے سامنے صرف دو راستے ہیں جن میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے، یا تو وہ اَور ثبوت مانگے گا کہ مسیح نے خدا کی قدرت و طاقت سے معجزات دِکھائے یا وہ کہے گا کہ اُس نے شیطان کی طاقت سے یہ سب کام کِئے۔

مسیح کے معجزات بذاتِ خود نشان تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں لہذا کوئی اَور نشان یا ثبوت مانگنا حماقت تھی۔ کیا اپنے تنقید کرنے والوں کے خیالات کو جان لینا خود ایک نشان نہیں تھا؟ ایک اَور موقع پر

مسیح یسوع نے فرمایا، ''کیا تُو یقین نہیں کرتا کہ مَیں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے؟ یہ باتیں جو مَیں تم سے کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا لیکن باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے۔ میرا یقین کرو کہ مَیں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں۔ نہیں تو میرے کاموں ہی کے سبب سے میرا یقین کرو۔'' (یوحنا ۱۴:۱۰-۱۱)

اَب اِس بحث کو کہ مسیح کے کام شیطان کی طرف سے تھے، محض تین نکتۂ نظر سے بالکل ناکام بنایا جا سکتا ہے۔ پہلا یہ کہ مسیح کے معجزات قدرتی اور طبعی لحاظ سے کسی صورت بھی شیطان کی طرف سے نہیں تھے۔ شیطان تو اِنسان کو اپنا غلام بناتا ہے۔ اور مسیح اِس لئے آیا کہ اِنسان کو شیطان کی غلامی سے نجات دے کر خدا کے ساتھ رشتہ بحال کرے۔ اور اگر مسیح نے شیطانی طاقت کو اِستعمال کِیا کہ شیطان ہی کے کاموں کو تباہ و برباد کرے تو یقیناً شیطان کی بادشاہت تقسیم ہو کر ناکام ہو چکی ہے۔

مسیح یسوع کا دوسرا نکتہ یہ تھا کہ اُس پر تنقید کرنے والوں کے پیروکار بھی تو بد رُوحوں کو نکالتے ہیں۔ اگر اُس پر تنقید کرنے والے کہتے ہیں کہ وہ شیطانی طاقت سے بد رُوحوں کو نکالتا ہے تو اصولی طور پر اُنہیں خود بھی تسلیم کرنا ہے کہ وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اُن کے اپنے شاگرد اُن کے مُنصف ہوں گے۔ اور اگر وہ اِنکار کرتے ہیں کہ اُن کے شاگرد شیطان کی طاقت سے بد رُوحیں نہیں نکالتے تو اندر ہی اندر وہ

اِقرار کرتے ہیں کہ مسیح بھی ایسا نہیں کرتا۔ اِس کے برعکس اگر مسیح یسوع یہ سب کام خدا کی قدرت و طاقت سے کرتے تھے تو یقیناً اُس کی تعلیم بھی خدا ہی کی طرف سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اُس کے کام اور اُس کی تعلیم لوگوں کو خدا کی بادشاہی کے نزدیک لا رہی تھی لہذا بہتر ہے کہ وہ اُسے رَد نہ کریں۔

اُس کا تیسرا نکتہ یہ تھا کہ طاقت ور کمزور پر حاوی ہوتا ہے۔ جبکہ وہ شیطان کے کاموں کو نیست و نابود کر رہا تھا لہذا صاف ظاہر ہے کہ وہ شیطان سے کہیں زیادہ طاقت و قدرت والا ہے۔ اور اِس کے نتائج صاف طور پر نظر آ رہے تھے کیونکہ صرف وہی شیطان پر پوری طرح غلبہ پا سکتا ہے جس کے پاس خدا کی قدرت و طاقت ہوتی ہے۔

مسیح یسوع نے اُن کو ایک وارننگ دیتے ہوئے کہا، "...جو میرے ساتھ جمع نہیں کرتا وہ بکھیرتا ہے۔" (آیت ۲۳) اگر یہ لوگ خدا کے عجیب اور انوکھے کام دیکھ کر بھی مسیح کو قبول نہیں کرتے تو در حقیقت وہ خدا کی طاقت و قدرت کا اِنکار کر رہے ہیں۔ مسیح یسوع پوری کوشش کر رہے تھے کہ لوگوں کو خدا کی بادشاہی میں داخل کریں۔ مگر اُن کی مخالفت کر کے یہ لوگ بذاتِ خود شیطانی کام کر رہے تھے کیونکہ وہ لوگوں کو خدا کی بادشاہی سے دُور کر رہے تھے۔

مسیح کے مخالفین کو ایک اَور خطرے کا سامنا تھا۔ آیت ۲۴ سے ۲۸ میں وہ فرماتے ہیں۔ "جب ناپاک رُوح آدمی میں سے نکلتی ہے تو

سُوکھے مقاموں میں آرام ڈھونڈتی پھرتی ہے اور جب نہیں پاتی تو کہتی ہے کہ مَیں اپنے اُسی گھر میں لوٹ جاؤں گی جس سے نکلی ہوں۔ اور آ کر اُسے جھڑا ہُوا اور آراستہ پاتی ہے، پھر جا کر اَور سات رُوحیں اپنے سے بُری ہمراہ لے آتی ہے۔ اور وہ اُس میں داخل ہو کر وہاں بستی ہیں اور اُس آدمی کا پچھلا حال پہلے سے بھی خراب ہو جاتا ہے۔ جب وہ یہ باتیں کہہ رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ بھیڑ میں سے ایک عورت نے پُکار کر اُس سے کہا، مُبارک ہے وہ رِحم جس میں تُو رہا اور وہ چھاتیاں جو تُو نے چُوسیں۔ اُس نے کہا، ہاں، مگر زیادہ مُبارک وہ ہیں جو خدا کا کلام سُنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں۔“ (لُوقا ۱۱: ۲۴۔۲۸)

مسیح یسوع نے جو فرمایا اُس کے پورے مطلب و مفہوم کو اچھی طرح سے سمجھنا ضروری ہے۔ لوگوں نے اُس پر جھوٹا اِلزام لگایا کہ وہ شیطان کی طاقت سے یہ سب کام کرتا ہے۔ اُنہوں نے یہ اِلزام عذر کے طور پر لگایا کہ مسیح اور اُس کی تعلیم کو رَد کریں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اِس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ بُرائی کو رَد کرنا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ چاہیے کہ اپنی زندگیوں کو اچھائی سے بھریں۔ اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو ہمارا حال پہلے سے بھی بُرا ہو گا کیونکہ ہم نے اپنے آپ کو بُرائی پر بُرائی کرنے کے لئے کھلا چھوڑ دیا ہے۔ لوگ دعوے سے کہتے تھے کہ اُنہوں نے شیطان کی طاقت کو رَد کر دیا ہے حالانکہ مسیح کا اِنکار کر کے وہ درحقیقت شیطان اور اُس کے شیطانی کاموں کو

گلے لگا رہے تھے۔ اَب جبکہ اُنہوں نے اپنی زندگیوں کو مسیح یسوع کی اچھی باتوں یعنی اُن کی تعلیم سے نہیں بھرا تو ظاہر ہے اپنے آپ کو شیطان کے حوالہ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ ہی مہینے بعد اِنہی لوگوں نے شور مچایا کہ مسیح کو صلیب پر لٹکا دو۔

مسیح یسوع نے اپنے اِس نکتہ کو کہ بُرائی کو محض رَد کر دینا ہی کافی نہیں اَور زیادہ صفائی سے واضح کِیا، جب اُس عورت نے اُن کی ماں کو مبارک کہا۔ مسیح نے جواب میں کہا کہ وہ جو خدا کے کلام کو سُنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں مُبارک ہیں۔ اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم مسیح کی تعلیم کو سُنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں یا اُس کو رَد کرتے ہیں؟

اکتالیسواں باب

بُرے زمانہ کے لوگ

(لُوقا ۱۱: ۲۹-۳۶)

ذرا تصور کیجئے کہ ایک اچھا اور وفادار شوہر جو اپنی بیوی کے تمام حقوق پوری ذمہ داری سے نبھاتا ہے، باقاعدگی سے محبت و لگن سے کام کرتا ہے اور اپنے خاندان کے رہنے کے لئے اچھا گھر مُہیا کرتا ہے۔ وہ نہ صرف گھر کے اخراجات پورے کرتا ہے بلکہ اپنے بڑھاپے کے لئے کچھ پیسے الگ سے جمع بھی کرتا ہے تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں۔ وہ اپنی بیوی سے بہت ہمدردی اور پیار سے پیش آتا ہے اور تحفے تحائف بھی دیتا ہے۔ وہ اُس کی ہر بات کی فکر رکھتا ہے اور جب چاہتی ہے اُسے اچھا مشورہ بھی دیتا ہے، اور اُس کی خواہشات کا دِل سے احترام کرتا ہے، اُس کی مدد کرنے کو ہر وقت تیار رہتا ہے، اُس کی خوشی اور غم میں برابر کا شریک ہوتا ہے، جب کوئی ایسا کام کرتی ہے جس میں اُس کی خوشی شامل ہوتی ہے تو وہ اُس کی تعریف کرتا اور شکریہ ادا کرتا ہے، جب بیمار ہوتی ہے تو اُس کو ہر طرح سے سنبھالتا ہے، وہ اُس سے نرمی اور تحمل سے بات کرتا ہے، اُس کے ساتھ ماضی، حال اور مُستقبل کی منصوبہ بندی کرتا ہے، اُس سے اُونچی آواز میں بات نہیں کرتا۔ اِس کے

علاوہ یہ شخص ایک اچھا باپ بھی ہے جو اپنے بچوں کے ساتھ کھیلتا اور اُنہیں بڑے تحمل سے اچھی باتیں سِکھاتا ہے۔ اَب فرض کریں ایک دِن وہ اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ اُسے بے حد پیار کرتا ہے اور جواب میں وہ اُس سے کہے، ''مجھے اِس کا ثبوت دے'' تو ہم ایسی بیوی کے بارے میں کیا کہیں گے؟ یقیناً ہم اُسے بے وقوف اور احمق یا ایک ناشکر گزار، خود غرض اور سخت دِل عورت کہیں گے۔ اُس کا شوہر اُس کے لئے اَور کیا کرے جو پہلے ہی اِتنا کچھ کر چُکا ہے؟ اُس کے تو ہر لفظ اور ہر فعل میں پیار شامل ہے، اِس کے علاوہ وہ بے چارہ کیا کرے؟

بدقسمتی سے مسیح یسوع کے معاملہ میں کچھ ایسا ہی ہُوا کہ جس طرح شوہر کے دِل و جان سے پیار کرنے کے باوجود بیوی اُس سے محبت کا ثبوت کا مانگتی ہے۔ اُسی طرح مسیح نے بھی سینکڑوں معجزات دِکھائے جن سے اُس کے اِلٰہی اِختیار کا پورا ثبوت مِلتا ہے، مگر اِن تمام شواہد، ثبوتوں اور نشانوں کے باوجود لوگ کوئی نشان مانگتے رہے۔ اگر وہ اپنی آنکھوں کے سامنے دِکھائے گئے نشانوں اور معجزوں پر یقین نہیں کرتے تو پھر ایسا کیا کرے کہ اُس کا خدا کی طرف سے ہونا ثابت ہوتا؟

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۱ باب کی ۲۹ سے ۳۶ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے کہ مسیح نے شک اور نشان طلب کرنے والوں کو کیسے جواب دیا۔ ''جب بڑی بھیڑ جمع ہوتی جاتی تھی تو وہ کہنے لگا کہ اِس زمانہ کے لوگ بُرے ہیں۔ وہ نشان طلب کرتے ہیں مگر یُوناہ کے نشان

کے سِوا کوئی اَور نشان اُن کو نہ دیا جائے گا کیونکہ جس طرح یُوناہ نینوہ کے لوگوں کے لئے نشان ٹھہرا اُسی طرح ابنِ آدم بھی اِس زمانہ کے لوگوں کے لئے ٹھہرے گا۔ دکھن کی ملکہ اِس زمانہ کے آدمیوں کے ساتھ عدالت کے دِن اُٹھ کر اِن کو مُجرم ٹھہرائے گی کیونکہ وہ دُنیا کے کنارے سے سُلیمان کی حکمت سُننے کو آئی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو سُلیمان سے بھی بڑا ہے۔ نینوہ کے لوگ اِس زمانہ کے لوگوں کے ساتھ عدالت کے دِن کھڑے ہو کر اِن کو مُجرم ٹھہرائیں گے کیونکہ اُنہوں نے یُوناہ کی منادی پر توبہ کر لی اور دیکھو یہاں وہ ہے جو یُوناہ سے بھی بڑا ہے۔ کوئی شخص چراغ جلا کر تہ خانہ میں یا پیمانہ کے نیچے نہیں رکھتا بلکہ چراغدان پر رکھتا ہے تاکہ اندر آنے والوں کو روشنی دِکھائی دے۔ تیرے بدن کا چراغ تیری آنکھ ہے۔ جب تیری آنکھ دُرست ہے تو تیرا سارا بدن بھی روشن ہے اور جب خراب ہے تو تیرا بدن بھی تاریک ہے۔ پس دیکھ جو روشنی تجھ میں ہے تاریکی تو نہیں۔ پس اگر تیرا سارا بدن روشن ہو اور کوئی حِصہ تاریک نہ رہے تو وہ تمام ایسا روشن ہو گا جیسا اُس وقت ہوتا ہے جب چراغ اپنی چمک سے تجھے روشن کرتا ہے۔''
(لُوقا ۱۱:۲۹۔۳۶)

مسیح یسوع نے اِلٰہی نشان طلب کرنے والوں کو جواب دیتے ہوئے اُنہیں مُجرم کہا۔ یہ نہایت غیر معمولی بات ہے کیونکہ بہت سے مذہبی لیڈر تھے جو اُس سے نشان طلب کرتے تھے۔ وہ جو اِسرائیل کے

اُستاد اور شرع کے عالم تھے اُنہیں زیادہ راستباز اور مسیح کا حمایتی ہونا چاہیے تھا مگر وہ اُس کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ اِس سے ہم یہ سبق سیکھتے ہیں کہ دُنیاوی حیثیت اور عہدے سے کوئی پاک یا راستباز نہیں بنتا۔ خواہ کوئی اِیمان و مذہب کا کِتنی جانفشانی سے دفاع کرنے والا کیوں نہ ہو مگر پھر بھی خدا کی نظر میں قابلِ قبول نہیں ہو گا۔ ہاں، جو مسیح یسوع کی تعلیم کو سُن کر دِل و جان سے پیروی کرتے ہیں، صرف وہی راستباز و پاک ٹھہریں گے۔

مسیح نے کہا کہ اِن لوگوں کو صرف ایک ہی نشان دیا جائے گا اور وہ ہے یُوناہ نبی کا نشان۔ اَب سوال یہ ہے کہ وہ کون سا نشان تھا؟ ایک اَور مقام پر پاک صحائف میں لکھا ہے، ''کیونکہ جیسے یُوناہ تین رات دِن مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسے ہی ابنِ آدم تین رات دِن زمین کے اندر رہے گا۔'' (متی ۱۲:۴۰)

مسیح نے اپنے شاگردوں کو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اُسے جان سے مار دیا جائے گا اور تیسرے دِن وہ مُردوں میں سے جی اُٹھے گا۔ یہاں اُنہوں نے اپنے تنقید کرنے والوں سے کہا کہ کیونکہ وہ میرے معجزات کو قبول نہیں کرتے جو پہلے ہی دیکھ چکے ہیں تو اُنہیں ایک اَور اِلٰہی معجزہ دِکھایا جائے گا، اور اگر مُردوں میں سے جی اُٹھنا بھی اُن کو مائل نہیں کر سکتا تو پھر خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ کبھی یقین نہیں کریں گے۔

اِسی لئے وہ اپنی کم اعتقادی اور بے اِیمانی کے سبب سے ابدی سزا کے لائق ہوں گے۔

اور پھر مسیح یسوع نے اُنہیں دو مثالیں دیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کِتنے بُرے، گمراہ و برگشتہ ہیں۔ پہلی مثال دکھن کی ملکہ کی ہے جو بڑی تکلیفیں اُٹھا کر اور کافی پیسہ خرچ کر کے سفر کرتی ہوئی سُلیمان بادشاہ کی حکمت کی باتیں سُننے کو آئی۔ مگر اُن کے سامنے سُلیمان سے کہیں افضل و اعلیٰ اور عظیم تر ہے اور اِنہیں نہ تو سفر کی تکلیف اُٹھانے اور نہ روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر اُنہوں نے نہ صرف اِس بیش قیمت موقع کو کھو دیا بلکہ اُلٹا اُس کے خلاف بہتان باندھنے لگے۔ دوسری مثال نینوہ کے لوگوں کی ہے۔ اگرچہ وہ بُت پرست تھے اور خدائے واحد کو نہیں جانتے تھے مگر جب یُوناہ نبی نے اُنہیں گناہوں سے توبہ کر کے نجات پانے کی تعلیم دی تو اُنہوں نے سچے دِل سے خدا کے حضور توبہ کی۔ مگر یہاں آج یُوناہ سے بھی افضل و اعلیٰ اور عظیم تر نبی کھڑا ہے مگر وہ جو شریعت کا پابند ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اُسی خدائے واحد کی تعلیم و احکامات کو رَد کر رہے ہیں۔ اِلٰہی عدالت کے دِن دکھن کی ملکہ اور نینوہ کے لوگ اِن ریاکاروں کو مُجرم ٹھہرائیں گے۔

مسیح یسوع نے اپنی بحث کو اِس بات پر ختم کِیا کہ خدا چاہتا ہے کہ سچائی کا ایک خاص طریقہ سے جواب دیں۔ اُس نے اِس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک چراغ کو اشارے کے طور پر اِستعمال کِیا۔ ہم سب

جانتے ہیں کہ چراغ کا کام تاریکی کو مٹانا یعنی روشنی دینا ہے۔ ہم چراغ جلاتے ہیں کہ اپنے اِرد گرد دیکھ سکیں اور جو ہمارے پاس آئیں اُنہیں بھی دیکھنے میں مشکل نہ ہو۔ یہ نہایت احمقانہ بات ہو گی کہ چراغ جلا کر اُسے کہیں چھپا کر رکھ دیں کہ اُس کی روشنی سے بالکل محرُوم رہیں۔ اگر ہم یہ پاگل پن کرتے ہیں تو چراغ کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح ہماری آنکھوں کا مقصد ہے کہ ہم چراغ سے نکلنے والی روشنی کو دیکھیں۔ جب ہماری آنکھیں صحت مند و تندرست ہوتی تو ہمارا سارا بدن روشن ہوتا ہے۔ اِس کے برعکس آنکھوں کی کمزوری یا خرابی روشنی کو صحیح طور پر نہیں دیکھ سکتی۔ یوں لگتا ہے کہ ہمارا سارا بدن تاریکی میں گھِرا ہُوا ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے چراغ جلا کر کہیں چھپا دیا جائے تو روشنی کا مقصد فوت ہو جاتا ہے ویسے ہی کمزور اور خراب آنکھ یا اگر آنکھوں پر پٹی باندھ دی جائے تو کچھ نظر نہیں آئے گا تو آنکھیں ہونے کا کیا فائدہ؟ روشنی دیکھنے کا پہلا اُصول یہ ہے کہ سامنے روشنی ہو اور دوسرا یہ کہ ہم اِس قابل ہوں کہ روشنی دیکھ سکیں۔ مسیح یسوع نے چراغ، روشنی اور تاریکی کی مثال اِشارے کے طور پر اِستعمال کی کہ ہم ذمہ داری دِکھاتے ہوئے دیکھیں کہ سچائی ہمیں روشن کرتی ہے یا نہیں۔ ایک اَور موقع پر مسیح یسوع نے اپنے بارے میں فرمایا، ”...دُنیا کا نُور مَیں ہوں۔ جو میری پیروی کرے گا وہ اندھیرے میں نہ چلے گا بلکہ زندگی کا نُور پائے گا۔“ (یُوحنا ۸:۱۲) مگر افسوس کی بات ہے

کہ یہ لوگ مسیح کی روشنی اور نُور کو چھپانے کی کوشش کر رہے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ اُس شخص کی مانند تھے جو اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ اگر وہ اپنے دِلوں کو نرم کر لیتے اور مسیح کی تعلیم کو قبول کرتے تو اُن کی زندگی نُور بن جاتی۔

اَب سوال یہ ہے کہ ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا ہماری رُوحانی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں تاکہ دُنیا کے نُور کو دیکھ سکیں؟ کیا ہم مسیح یسوع کی پیروی کر رہے ہیں تاکہ زندگی کا نُور پائیں؟ یا اُن بے اعتقاد اور بے اِیمان تنقید کرنے والوں کی طرح ہیں جو اُس پر اِلزام لگاتے تھے کہ وہ شیطان کی طاقت سے معجزات دِکھاتا ہے اور اُس سے اِلٰہی نشان طلب کرتے تھے؟ ہاں، وہ روشنی و نُور میں ہونے کا دعویٰ تو کرتے تھے مگر در حقیقت اندھیرے میں بھٹک رہے تھے۔

بیالیسواں باب

ریاکاری بے نقاب

(لُوقا ۱۱: ۳۷۔۵۴)

اگر کوئی آپ کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کا بغور جائزہ لے تو کیا وہ آپ کو راستباز و پاک اِنسان کہے گا؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو کیوں؟ وہ کیا چیز ہے جو ایک اِنسان کو راستباز و پاک بناتی ہے؟ مسیح یسوع نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ سچی راستبازی اِنسان کے اندر سے آتی ہے۔ یہی وہ بات تھی جو اُس زمانہ کے مذہبی لیڈروں کو پسند نہ آئی اور ایک سنگین تنازعہ کھڑا ہو گیا۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۱ باب کی ۳۷ سے ۵۴ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، "جب وہ بات کر رہا تھا تو کسی فریسی نے اُس کی دعوت کی۔ پس وہ اندر جا کر کھانا کھانے بیٹھا۔ فریسی نے یہ دیکھ کر تعجب کِیا کہ اُس نے کھانے سے پہلے غسل نہیں کِیا۔ خداوند نے اُس سے کہا، اَے فریسیو! تم پیالے اور رکابی کو اُوپر سے تو صاف کرتے ہو لیکن تمہارے اندر لُوٹ اور بدی بھری ہے۔ اَے نادانو! جس نے باہر کو بنایا کیا اُس نے اندر کو نہیں بنایا؟ ہاں، اندر کی چیزیں خیرات کر دو تو دیکھو سب کچھ تمہارے لئے پاک ہو گا۔ لیکن اَے فریسیو! تم پر افسوس! کہ پودینے اور سُداب اور ہر ایک ترکاری پر دَہ یکی دیتے ہو

اور اِنصاف اور خدا کی محبت سے غافِل رہتے ہو۔ لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وہ بھی نہ چھوڑتے۔ اَے فریسیو، تم پر افسوس! کہ تم عبادتخانوں میں اعلیٰ درجہ کی کرسیاں اور بازاروں میں سلام چاہتے ہو۔ تم پر افسوس! کیونکہ تم اُن پوشیدہ قبروں کی مانند ہو جن پر آدمی چلتے ہیں اور اُن کو اِس بات کی خبر نہیں۔ پھر شرع کے عالموں میں سے ایک نے جواب میں اُس سے کہا، اَے اُستاد! اِن باتوں کے کہنے سے تُو ہمیں بھی بے عزت کرتا ہے۔ اُس نے کہا، اَے شرع کے عالمو، تم پر بھی افسوس! کہ تم ایسے بوجھ جن کو اُٹھانا مشکل ہے آدمیوں پر لادتے ہو اور آپ ایک اُنگلی بھی اُن بوجھوں کو نہیں لگاتے۔ تم پر افسوس! کہ تم تو نبیوں کی قبروں کو بناتے ہو اور تمہارے باپ دادا نے اُن کو قتل کِیا تھا۔ پس تم گواہ ہو اور اپنے باپ دادا کے کاموں کو پسند کرتے ہو کیونکہ اُنھوں نے تو اُن کو قتل کِیا تھا اور تم اُن کی قبریں بناتے ہو۔ اِسی لئے خدا کی حکمت نے کہا ہے کہ مَیں نبیوں اور رسولوں کو اُن کے پاس بھیجوں گی۔ وہ اُن میں سے بعض کو قتل کریں گے اور بعض کو ستائیں گے تاکہ سب نبیوں کے خون کی جو بنایِ عالم سے بہایا گیا اِس زمانہ کے لوگوں سے باز پُرس کی جائے۔ ہابِل کے خون سے لے کر اُس زکریاہ کے خون تک جو قربانگاہ اور مَقدس کے بیچ میں ہلاک ہُوا۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اِسی زمانہ کے لوگوں سے سب کی باز پُرس کی جائے گی۔ اَے شرع کے عالمو تم پر افسوس! کہ تم نے معرفت کی کنجی

چھین لی۔ تم آپ بھی داخل نہ ہوئے اور داخل ہونے والوں کو بھی رُوکا۔ جب وہ وہاں سے نکلا تو فقیہ اور فریسی اُسے بے طرح چمٹنے اور چھیڑنے لگے تا کہ وہ بہت سی باتوں کا ذکر کرے۔ اور اُس کی گھات میں رہے تا کہ اُس کے منہ کی کوئی بات پکڑیں۔" (لُوقا ۱۱: ۳۷۔۵۴)

فریسیوں کا یہ رواج کہ کھانے سے پہلے غسل کرتے تھے، اُن کو پاک صاف نہیں کرتا تھا۔ اُنہوں نے یہ رسم موسوی شریعت سے اپنائی تھی جس کے مطابق کاہنوں کے لئے اِس طرح پاک صاف ہونا ضروری تھا۔ فریسی چاہتے تھے کہ لوگ کھانے سے پہلے اپنے آپ کو پاک صاف کریں حالانکہ وہ کاہن نہیں تھے اور اُن کے ہاتھ گندے بھی نہیں تھے۔ مسیح کی مہمان نوازی کرنے والے میزبان بہت حیران ہوئے اور ممکن ہے کہ اُنہوں نے بُرا بھی مانا ہو کہ مسیح نے ایسا ہرگز نہیں کِیا۔

مسیح یسوع نے اِس موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِس مسئلہ پر فریسیوں کی غیر مناسب صورتِ حال کی وضاحت کرنا ضروری سمجھا۔ وہ اپنی ظاہری صفائی پر بہت دھیان دیتے تھے مگر دِلوں کی گندگی اور لالچ کی کچھ پرواہ نہیں تھی۔ اگر وہ واقعی پاک صاف ہونا چاہتے تھے تو اُن کا فرض تھا کہ اپنے اندر کی بُرائی کو دُور کریں نہ کہ ساری توجہ صرف ہاتھوں کی صفائی اور کھانے کے برتن دھونے پر لگائیں۔ مثال کے طور پر دِل میں لالچ رکھنے کی بجائے اُنہیں چاہیے تھا کہ غریبوں کو

دیتے۔ اگر وہ اپنے دِلوں کی صفائی کر لیتے تو باہر کا اِنسان خود بخود پاک صاف ہو جاتا۔

مسیح یسوع نے اِس سلسلہ میں ایک اَور مثال پیش کی کہ فریسیوں نے پاک صاف ہونے کے حقیقی عمل کو کیسے نظر انداز کر دیا۔ وہ موسوی شریعت کے محض سطحی احکامات کے بارے میں بہت ہی زیادہ وہمی تھے اور دِل و جان سے عمل کرتے تھے مگر نہایت اہم اور ضروری باتوں پر قطعی توجہ نہیں دیتے تھے۔ اِس سے پہلے شرع کے عالم نے مسیح سے پوچھا کہ کون سا حکم زیادہ اہم ہے تو اُنہوں نے اُسی کے بیان کی تائید کی کہ دِل و جان سے خدا سے محبت رکھ اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت کر۔ مگر فریسیوں نے اِن دونوں احکام کو نظر انداز کِیا کیونکہ نہ تو وہ خدا سے محبت رکھتے تھے اور نہ اِنصاف کرتے تھے بلکہ وہ اپنا زیادہ وقت اِس بات پر لگاتے تھے کہ پودینے اور دوسری جڑی بوٹیوں پر دہ یکی دیں۔ یہ سب کرنے کا کیا فائدہ تھا جبکہ وہ اپنے اِرد گرد کے لوگوں کو دھوکا دے رہے تھے؟ مسیح یسوع نے اُنہیں صاف طور پر کہا کہ نہایت ضروری ہے کہ خدا سے محبت رکھیں اور دہ یکی کے ساتھ ساتھ اِنصاف بھی کریں۔

فریسیوں کے دِل میں چھپی ایک اَور بُرائی اِس طرح ظاہر ہوئی کہ وہ لوگوں سے اِس لئے ناراض ہو جاتے تھے کہ وہ اُنہیں عزت و اعلیٰ مقام نہیں دیتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ خدا کے ہاں

اچھی سیرت و کردار کی نسبت لوگوں کے سامنے اپنی عزت و مرتبہ کی زیادہ فکر تھی۔

مسیح یسوع کے اگلے الفاظ نے یقیناً اُن کو کاٹ کر رکھ دیا ہو گا۔ فریسیوں کو اپنی رسمی پاکیزگی کا زیادہ احساس رہتا تھا مگر مسیح نے اُنہیں پوشیدہ قبروں سے تشبیہ دی۔ موسوی شریعت کے مطابق کسی مُردہ بدن کو چُھونے سے اِنسان ناپاک ہو جاتا تھا۔ اِسی طرح وہ اِنسان ناپاک ہو سکتا ہے جو نہ جانتے ہوئے پوشیدہ قبروں پر چل رہا ہو، لوگ بھی نہ جانتے ہوئے فریسیوں کے ساتھ میل جول رکھ کر بد عنوان اور بُرے بن سکتے تھے۔

کھانے کی دعوت میں موجود دیگر لوگوں نے بھی مسیح کے اِن الفاظ کی تپش کو محسوس کِیا ہو گا۔ اِسی لئے اُن میں سے ایک نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ اَے اُستاد تُو ہماری اور فریسیوں دونوں کی بے عزتی کر رہا ہے۔ اِس کے جواب میں مسیح نے اُنہیں مُجرم ٹھہراتے ہوئے کہا کہ تم عالمِ شرع ہو مگر اپنے تجربہ سے لوگوں کو شریعت کا پابند بنانے کی بجائے اُن کے لئے اَور بھی زیادہ مُشکلات پیدا کر رہے ہو۔ شریعت کی پابندی خوشی و آرام نہیں بلکہ ایک بھاری بُوجھ بن گیا ہے۔ پطرس رسول نے شریعت کے بارے میں کیا خوب کہا ہے، ”پس اَب تم شاگردوں کی گردن پر ایسا جُوا رکھ کر جس کو نہ ہمارے باپ دادا اُٹھا سکتے تھے نہ ہم...“ (اعمال ۱۵:۱۰)

عام طور پر جب ہم کسی کو دفن کرنے کے بعد قبر کو خوبصورت بناتے ہیں تو در حقیقت مرنے والے کو احترام و عزت دے رہے ہوتے ہیں۔ مگر شریعت کے عالموں کے مطابق قبروں کو خوبصورت بنانے سے وہ مرنے والے نبیوں کی شہادت کی تصدیق کر رہے تھے۔ وہ اپنے باپ دادا کے ساتھ بالکل مُتفق تھے جنہوں نے اُنہیں موت کے گھاٹ اُتارا۔ خدا کا کلام لاتبدیل ہے۔ اگر اِن عالموں نے ایک نبی کو رَد کِیا تو ظاہر ہے کہ اُنہوں نے سب کا اِنکار کِیا۔ مگر خدا کے ہاں وہ پہلے نبی سے لے کر آخری تک سب کا خون کرنے والے قاتل ٹھہریں گے۔ یہ ایک نہایت سنجیدہ اور غور طلب بات ہے کیونکہ اگر ہم مسیح کی تعلیم کو رَد کرتے ہیں تو خدا ہمیں سب نبیوں کے خون کا ذمہ دار ٹھہرائے گا۔

مسیح یسوع نے شرع کے عالموں کو قتل و خون سے بھی کہیں زیادہ کا ذمہ دار ٹھہرایا کیونکہ وہ لوگوں کو خدا کی بادشاہی یعنی ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہونے سے رُوک رہے تھے۔ لازم تھا کہ وہ شریعت کا علم رکھتے ہوئے لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرتے کہ وہ خدا کی بادشاہی کے وارث ہوں۔ مگر اُنہوں نے نہ خود خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا قبول کِیا بلکہ دوسروں کو بھی اپنی ریاکارانہ اور گمراہ کن سوچ سے ایسا باغی بنا دیا کہ وہ مسیح یعنی زندگی کے نُور کو پہچان ہی نہ سکے۔

مسیح نے جس طرح سخت الفاظ اِستعمال کرتے ہوئے مذہبی لیڈروں کی ریاکاری کو بے نقاب کِیا، اُن کا فرض تھا کہ اپنی رُوحانی ناکامی پر شرمندگی محسوس کرتے ہوئے توبہ کرتے۔ مگر افسوس کہ اُنہوں نے ایسا نہیں کِیا بلکہ مسیح یسوع کو اپنے تابع کرنے اور اُن کی راہ رُوکنے کے لئے کوشِشیں اَور تیز کر دیں۔ مگر ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ جب ہمیں کوئی قصوروں اور گناہوں کا احساس دِلاتے ہوئے تنبیہ کرتا ہے تو کیا ہم توبہ کرتے ہیں یا مذہبی لیڈروں کی طرح دِلوں کو سخت کر لیتے ہیں؟

تینتالیسواں باب

فریسیوں کا خمیر

(لُوقا ۱۲:۱-۱۲)

کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں جو دیکھنے میں کچھ اور حقیقت میں کچھ اَور ہو؟ مثال کے طور پر کچھ لوگوں کے بارے میں مشہور ہوتا ہے کہ وہ اکھڑ مزاج، ترش زبان اور کنجوس ہیں مگر حقیقت میں وہ نہایت رحمدل ہوتے ہیں، اور ضرورت مندوں کی دِل کھول کر مدد کرتے ہیں۔ اِسی طرح بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو دُنیا کی نظر میں بڑے پاک و مذہبی بنتے ہیں مگر در حقیقت اُنہوں نے راستبازی کا محض خول چڑھایا ہوتا ہے۔ وہ اپنی اچھی عزت و ساکھ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے اندر کے غرور، لالچ اور بُرائی کو چھپائے پھرتے ہیں۔ یہ ایک اِنتہائی افسوسناک المیہ ہے کہ اِن مذہبی لیڈروں کی ریاکاری کی وجہ سے بہت لوگ خدا سے دُور ہو چکے ہیں۔

فریسی، یہودیوں کا ایک ایسا فرقہ تھا جنہوں نے اپنے آپ کو موسوی شریعت کی پورے طور پر حفاظت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ اِن میں بہت سے خدا کو خوش کرنے کے لئے پوری اِیمانداری کے ساتھ اپنے کام کو نبھا رہے تھے۔ مگر بہت سے ایسے

بھی تھے جو اپنے اندر کی بُرائی کو چھپانے کے لئے محض دِکھاوے کے لئے مذہبی رسم و رواج میں پھنسے ہوئے تھے۔ مسیح یسوع نے اُن کی اِس ریاکاری پر کھلم کھلا لعن طعن کی اور اپنے شاگردوں کو سختی سے اِن سے دُور رہنے کی تلقین کی۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۲ باب کی پہلی تین آیات میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ''اِتنے میں جب ہزاروں آدمیوں کی بھیڑ لگ گئی یہاں تک کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا تو اُس نے سب سے پہلے اپنے شاگردوں سے یہ کہنا شروع کِیا کہ اُس خمیر سے ہوشیار رہنا جو فریسیوں کی ریاکاری ہے، کیونکہ کوئی چیز ڈھکی نہیں جو کھولی نہ جائے گی اور نہ کوئی چیز چھپی ہے جو جانی نہ جائے گی۔ اِس لئے جو کچھ تم نے اندھیرے میں کہا ہے وہ اُجالے میں سُنا جائے گا اور جو کچھ تم نے کوٹھریوں کے اندر کان میں کہا ہے کوٹھوں پر اُس کی منادی کی جائے گی۔'' (لُوقا ۱۲:۱۔۳)

''فریسیوں کے خمیر'' سے مسیح یسوع کا کیا مطلب تھا؟ ہم متی کی اِلہامی اِنجیل کی ۱۶ باب کی ۱۲ آیت سے اندازہ لگاتے ہیں کہ مسیح نے یہ فریسیوں کی تعلیم کے بارے میں تشبیہ کے طور پر اِستعمال کِیا۔ جس طرح تھوڑا سا خمیر سارے آٹے کو خمیرہ کر دیتا ہے اُسی طرح فریسیوں کی تعلیم جس کسی تک پہنچے گی اُسے گمراہ و برگشتہ بنا دے گی۔ اور وہ بھی فریسیوں کی طرح ریاکار و منافق بن جائیں گے۔

اِس کے علاوہ ایک اَور خطرہ بھی ہے۔ ریاکار اپنی حقیقی پہچان کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ دوسروں کے لئے قانون، اُصول و معیار تو وضع کرتا ہے مگر خود اُن کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتا۔ وہ دُنیا کے سامنے اپنا نیک و راستباز چہرہ رکھتا ہے مگر نجی زندگی میں بے اِیمانی و بُرائی سے بھرا ہوتا ہے۔ لیکن وہ دِن دُور نہیں جب ہر پوشیدہ گناہ، ہر چھپا عیب، نجی زندگی میں کی ہوئی ہر بُرائی، کانوں میں کی ہوئی بدگوئی اور جھوٹ بے نقاب کِیا جائے گا۔ ممکن ہے ہم لوگوں کو کچھ دیر کے لئے بے وقوف تو بنا سکتے ہیں مگر خدا کو کوئی دُھوکا نہیں دے سکتا۔ جب ہم خدا کے عدل و اِنصاف والے تخت کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ہمارا اصلی چہرہ سب کے سامنے عیاں ہو گا۔

ایک اَور طرح کی ریاکاری بھی ہے۔ بہت سے لوگ چھپاتے ہیں کہ وہ مسیح کے پیروکار ہیں۔ وہ ایسے ظاہر کرتے ہیں کہ جیسے وہ مسیح یسوع کو جانتے ہی نہیں۔ وہ اپنے دوستوں اور جان پہچان والوں کے ساتھ گناہ آلودہ سر گرمیوں میں مصرُوف رہتے ہیں، اور اپنے اِیمان کو چھپاتے اور یوں ظاہر کرتے ہیں کہ اُن کا مذہب کچھ اَور ہے۔ وہ اِس لئے ایسا کرتے ہیں کہ کہیں اُن کا مذاق نہ اُڑایا جائے۔

آیت ۴ سے ۷ میں مسیح یسوع نے اِسی خوف و ریاکاری کے بارے میں فرمایا، ''مگر تم دوستوں سے مَیں کہتا ہوں کہ اُن سے نہ ڈرو جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور اُس کے بعد اَور کچھ نہیں کر سکتے۔ لیکن

مَیں تمہیں جتاتا ہوں کہ کِس سے ڈرنا چاہیے۔ اُس سے ڈرو جس کو اِختیار ہے کہ قتل کرنے کے بعد جہنم میں ڈالے۔ ہاں، مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اُسی سے ڈرو۔ کیا دو پیسے کی پانچ چڑیاں نہیں بِکتیں؟ تَو بھی خدا کے حضور اُن میں سے ایک بھی فراموش نہیں ہوتی، بلکہ تمہارے سَر کے سب بال بھی گنے ہوئے ہیں۔ ڈرو مت۔ تمہاری قدر تو بہت چڑیوں سے زیادہ ہے۔" (لُوقا ۱۲:۴-۷)

اپنے اِن الفاظ سے مسیح یسوع نے واضح کیا کہ ابدی عدالت کا دِن قریب ہے۔ ممکن ہے لوگ کسی بات پر ہماری مذمت کریں مگر یہ حقیقت ہے کہ ہم سب ایک دِن خدا کا سامنا کریں گے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو ہمیں کِس کی عدالت کا خوف ہونا چاہیے؟ زیادہ سے زیادہ لوگ ہمارے بدن کو نقصان پہنچا سکتے ہیں یعنی قتل کر سکتے ہیں مگر اُن کے پاس ہماری رُوح کو تکلیف دینے کا اِختیار نہیں ہے۔ ہمیں صرف خدا کا خوف ہونا چاہیے کیونکہ ہماری جسمانی موت کے بعد بھی اُس کے پاس قدرت و طاقت ہے کہ جو چاہے کرے۔ لہٰذا لازم ہے کہ ہم وہ کریں جس سے وہ خوش ہے خواہ لوگوں کی طرف سے ہمیں ظلم و ستم اور لعنت ملامت کا سامنا کیوں ہی نہ کرنا پڑے۔

ہمیں خوف کے سبب سے خدا کی مرضی کو پورا نہیں کرنا۔ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو یقین دہانی کروائی کہ خدا اُن کی حفاظت و نگہبانی کرتا ہے۔ خدا کو ہماری زندگیوں کی ہر لمحہ فکر ہے۔

اگر وہ ہَوا کے پرندوں کی حفاظت کر سکتا ہے اور اُنہیں خوراک مُہیا کرتا ہے تو یقینی بات ہے کہ وہ اُنہیں بھی دے گا جو اُس کی مرضی پر چلتے ہیں۔ اِس لئے اُن سے ڈرنے اور خوف کرنے کی قطعی کوئی ضرورت نہیں جو ہمیں مسیح کی پیروی کرنے سے رُوکتے ہیں۔ خدا ہمارا چوپان و نگہبان ہے خواہ ستانے والے ہماری جان ہی کیوں نہ لے لیں۔ اپنا پیغام جاری رکھتے ہوئے مسیح یسوع لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کی ۸ سے ۱۲ آیت میں فرماتے ہیں۔ ''اور مَیں تم سے کہتا ہوں کہ جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اِقرار کرے ابنِ آدم بھی خدا کے فرشتوں کے سامنے اُس کا اِقرار کرے گا۔ مگر جو آدمیوں کے سامنے میرا اِنکار کرے خدا کے فرشتوں کے سامنے اُس کا اِنکار کِیا جائے گا۔ اور جو کوئی ابنِ آدم کے خلاف کوئی بات کہے اُس کو معاف کِیا جائے گا لیکن جو رُوح اُلقدس کے حق میں کُفر بکے اُس کو معاف نہ کِیا جائے گا۔ اور جب وہ تم کو عبادت خانوں میں اور حاکموں اور اِختیار والوں کے پاس لے جائیں تو فکر نہ کرنا کہ ہم کِس طرح یا کیا جواب دیں یا کیا کہیں کیونکہ رُوح اُلقدس اُسی گھڑی تمہیں سِکھا دے گا کہ کیا کہنا چاہیے۔'' (لُوقا ۱۲:۸۔۱۲)

مسیح یسوع کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خوف کی وجہ سے ہم لوگوں کی رائے کو زیادہ ترجیح دیتے اور خدا کا اِنکار کر دیتے ہیں۔ ایسا کرنے سے شائد ہم عارضی اور دُنیاوی فائدہ تو اُٹھاتے ہیں مگر اِس کے آسمانی اور ابدی نتائج بھی ہوتے ہیں۔ جو لوگوں کے سامنے مسیح کا کھلم

کھلا اِقرار کرتے ہیں وہ ہمیشہ کی زندگی کا ابدی انعام بھی پائیں گے اور جو اُس کا لوگوں کے سامنے اِنکار کرتے ہیں اُن کا فرشتوں کے سامنے اِنکار کِیا جائے گا۔

کیا کہیں کوئی اُمید نہیں؟ پطرس رسول جیسے مسیح کے وفادار شاگرد نے بھی تو لوگوں کے ڈر خوف سے اپنے خداوند کا اِنکار کِیا۔ کیا اُس کے لئے بحالی کی کوئی اُمید تھی؟ ہاں، اُمید تھی، اور ہے۔ پطرس نے ندامت محسوس کرتے ہوئے رو رو کر توبہ کی۔ جو لوگ مسیح کا اِنکار کرتے اور اُس کے خلاف بولتے ہیں اُن کے لئے بھی اُمید ہے اگر وہ پطرس کی طرح شکستہ دِلی سے توبہ کریں اور کھلم کھلا مسیح یسوع کا پھر سے اِقرار کریں۔ ہاں، ذہن میں رہے کہ وہ جو رُوح اُلقدس کے حق میں کفر بکیں گے کبھی معاف نہیں کِئے جائیں گے۔ ایسا کیوں ہے؟ کیا وجہ ہے کہ رُوح اُلقدس کے خلاف کوئی بات معاف نہیں کی جائے گی؟ پاک صحائف میں ایک اَور مقام لکھا ہے کہ رُوح اُلقدس ہمیں گناہ، راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا (یوحنا ۸:۱۶-۱۱)۔ اور اگر ہم اپنے دِلوں کو اِتنا سخت کر لیں کہ رُوح اُلقدس ہمیں قصور وار نہ ٹھہرا سکے اور ہماری توبہ تک نوبت نہ پہنچے تو خدا کے ہاں معافی پانا ناممکن ہے۔ فریسیوں نے مسیح یسوع پر الزام لگایا کہ وہ رُوح اُلقدس کی قدرت سے نہیں بلکہ شیطان کی طاقت سے بد رُوحوں کو نکالتا ہے۔ ایسا الزام لگانے سے اُن کا مطلب یہ تھا کہ خدا معاف کرے

رُوح اُلقدس شیطان کی طرف سے ہے۔ جان بوجھ کر سچائی کو ٹھکرانے اور رَد کرنے کی وجہ سے وہ ایک ایسا گناہ کر رہے تھے خدا جِسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔

رُوح اُلقدس کے خلاف کفر بکنے والوں کے بر عکس، مسیح کے سچے پیروکار ہیں جو رُوح اُلقدس سے مدد لیتے ہیں۔ اگر کوئی اُنہیں مسیح یسوع کا اِقرار کرنے کے سبب سے عدالت میں گھسیٹے تو رُوح اُلقدس اُن کا مددگار بن کر رہنمائی کرے گا کہ وہ کیا کہیں۔ اَب سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے کھلم کھلا لوگوں کے سامنے مسیح کا اِقرار کِیا ہے؟ کیا ہماری زندگیوں میں رُوح اُلقدس کام کر رہا ہے؟

چوّالیسواں باب

ایک نادان لالچی

(لُوقا ۱۲: ۱۳-۲۱)

آج ہر طرف اِشتہاری کمپنیاں لوگوں کو خوش و خرم زندگی گزارنے کے لئے اپنی کوئی نہ کوئی چیز خریدنے کے لئے مجبور کر رہی ہیں کیونکہ اُن کے خیال میں جِتنا زیادہ ہمارے پاس ہو گا اُتنا ہی ہم پُر سکون اور اطمینان سے رہیں گے۔ مگر لوگ بھول جاتے ہیں کہ اگر دُنیاوی چیزوں میں آرام و سکون ہوتا تو دُنیا کے دولت مند اور مالدار لوگ بے چین و بے سکون نہ ہوتے۔

مگر ہمارے لئے مسیح یسوع کی تعلیم یہ ہے کہ دُنیا کی دولت اور مال اسباب آرام و خوشی پانے کے لئے اہم و ضروری نہیں۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۲ باب کی ۱۳ سے ۲۱ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ''پھر بھیڑ میں سے ایک نے اُس سے کہا، اَے اُستاد! میرے بھائی سے کہہ کہ مِیراث کا میرا حصہ مجھے دے۔ اُس نے اُس سے کہا، میاں! کس نے مجھے تمہارا مُنصف یا بانٹنے والا مُقرر کِیا ہے؟ اور اُس نے اُن سے کہا، خبردار! اپنے آپ کو ہر طرح کے لالچ سے بچائے رکھو کیونکہ کسی کی زندگی اُس کے مال کی کثرت پر موقوف نہیں۔ اور اُس نے اُن

سے ایک تمثیل کہی کہ کسی دولتمند کی زمین میں بڑی فصل ہوئی۔ پس وہ اپنے دِل میں سوچ کر کہنے لگا کہ مَیں کیا کروں کیونکہ میرے ہاں جگہ نہیں جہاں اپنی پیداوار بھر رکھوں؟ اُس نے کہا، مَیں یوں کروں گا کہ اپنی کوٹھیاں ڈھا کر اُن سے بڑی بناؤں گا، اور اُن میں اپنا سارا اناج اور مال بھر رکھوں گا اور اپنی جان سے کہوں گا، اَے جان! تیرے پاس بہت برسوں کے لئے بہت سا مال جمع ہے۔ چین کر، کھا پی، خوش رہ۔ مگر خدا نے اُس سے کہا، اَے نادان! اِسی رات تیری جان تجھ سے طلب کر لی جائے گی۔ پس جو تُو نے تیار کِیا ہے وہ کس کا ہو گا۔ ایسا ہی وہ شخص ہے جو اپنے لئے خزانہ جمع کرتا ہے اور خدا کے نزدیک دولتمند نہیں۔" (لُوقا ۱۲: ۱۳۔۲۱)

مسیح یسوع کی جو خصوصیت اُنہیں ایک غیر معمولی اور اعلیٰ ترین اُستاد بناتی ہے وہ اُن کی یہ خوبی ہے کہ عام روز مرہ زندگی کے حالات و واقعات کو گہرے رُوحانی حقائق سکھانے کے لئے اِستعمال کرتے تھے۔ ایسے ہی موقع پر وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ ہجوم میں سے ایک آدمی نے مداخلت کرتے ہوئے اُس سے سوال کِیا۔ وہ چاہتا تھا کہ مسیح یسوع میراث کے بارے میں اُس کے بھائی کے ساتھ جھگڑا حل کریں اور اُس کا حصہ دِلوائیں۔ ہم اِس سارے مسئلہ کی تفصیل سے تو آگاہ نہیں اور نہ ہی یہ جانتے ہیں کہ اُس کی یہ شکایت کہاں تک سچی تھی۔ خیر، دونوں بھائیوں کا آپس کا مسئلہ کیسا بھی کیوں نہ ہو سوال یہ

ہے کہ اُس نے مسیح کو کیوں کہا کہ وہ کوئی حل بتائیں؟ یہودی نظام میں جج بھی موجود تھے اور بڑے عہدے دار بھی تھے جو ایسے ہی مسائل کا فیصلہ کرتے تھے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ اِختیار والوں نے پہلے ہی اُس کے بھائی کے حق میں فیصلہ کر دیا تھا اور اُسے اُمید تھی کہ مسیح یسوع مداخلت کر کے اِس فیصلہ کو تبدیل کر دیں گے؟

ظاہر ہے کہ مِیراث کی تقسیم کا جھگڑا اِس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ بھائیوں میں اِس سے بھی زیادہ سنگین مسئلہ ہے، اور وہ ہے لالچ۔ اگر مسیح یسوع نے اُس کے مسئلہ کو بڑی توجہ سے سُنا بھی ہوتا اور اُس کے حق میں فیصلہ بھی ہو جاتا تو بھی وہ دِل میں چھپے لالچ کے گناہ سے پاک صاف نہیں ہو سکتا تھا۔ مسیح خداوند نے خبردار کرتے ہوئے کہا کہ دُنیاوی مال و دولت خدا کی عطا کردہ زندگی کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ اگر کسی کے پاس تھوڑا مال اسباب ہے تو اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اُس کی زندگی دولت مندوں سے کم ہے یا بہت مالدار آدمی کی زندگی اُس سے زیادہ ہوتی ہے جس کے پاس کچھ بھی نہیں۔

اپنے اِس اہم نکتہ کو اَور تقویت دینے کے لئے مسیح یسوع نے ایک مالدار کسان کی تمثیل سُنائی۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ اِس تمثیل میں کہیں بھی یہ نظر نہیں آتا کہ کسان نے اپنی دولت بے اِیمانی سے جمع کی ہے یا پیسے کمانے کے لئے غلط ہتھکنڈے اِستعمال کِئے ہیں۔ اُس نے نہ تو غریبوں پر ظلم کِیا اور نہ اپنے مزدوروں کو دھوکا دیا۔ جہاں تک ہم

سمجھتے ہیں اُس نے اپنا سارا مال انتھک محنت اور اپنے وسائل کو ہوشمندی سے اِستعمال کر کے اکٹھا کِیا۔ اِس کے علاوہ مسیح یسوع نے یہ بھی نہیں کہا کہ دُنیاوی مال اسباب اور دولتمند ہونا بُری چیز ہے۔ پاک صحائف میں بہت سی مثالیں ہیں کہ خدا کے بندے بہت امیر اور مالدار تھے۔ اِس آدمی کے ساتھ مسئلہ یہ نہیں تھا کہ وہ مالدار تھا بلکہ بُنیادی سوال یہ تھا کہ اُس کا رویہ اپنی دولت کی طرف دُرست نہیں تھا۔ آپ نے غور کِیا ہو گا کہ وہ بار بار اپنے مال اسباب کو ''میری، میری'' کر رہا تھا، ''میری فصلیں'' اناج رکھنے کے لئے ''اپنی کوٹھیاں'' یعنی گودام ''میرا اناج'' ''میرا مال۔'' وہ مکمل طور پر خود پسند اور خود غرض اِنسان تھا۔ وہ اپنی ڈھیر ساری فصل اور دولت کے لئے خدا کا شکر گزار نہیں تھا جس کی مہربانی اور شفقت کی بدولت وہ اِتنا خوشحال بن سکا بلکہ وہ ایسے فخر کر رہا تھا کہ جیسے سب کچھ اُس نے اپنی محنت و کاوش سے جمع کِیا ہے۔ وہ بھول گیا تھا کہ دُنیا میں بہت سے لوگ ہیں جو اُس کی طرح پوری ہوشمندی سے رات دِن محنت مشقت کرتے ہیں مگر دولت اُن کے پاس سے بھی نہیں گزرتی۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ کسان فصل کی کثرت کے باعث امیر نہیں بنا تھا بلکہ پہلے ہی سے مالدار شخص تھا۔ ظاہر ہے اناج رکھنے کے لئے اُس کے گودام پہلے ہی سے کافی وسیع ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ ضروریاتِ زندگی کے لئے فصل کی کثرت پر اِنحصار

نہیں تھا۔ یہ تو بہت زیادہ تھی۔ اُس نے خود مانا کہ وہ پہلے سے بنے گودام ڈھا کر بڑے بنائے گا تو ظاہر ہے اِس کام پر کافی روپیہ خرچ ہونا تھا مگر اِس سے اُسے کوئی فرق نہیں پڑنا تھا کہ آئندہ کمائی ہو یا نہ ہو وہ پھر بھی کئی سال تک عیش و عشرت کی زندگی گزارے گا۔ اِتنا مال اسباب ہونے کا کوئی مقصد نہیں تھا سوائے اِس کے کہ بس کھائے پیئے اور عیش کرے۔

اِس آدمی کی سوچ میں ایک بڑی کمزوری یہ تھی کہ اپنے مال کی کثرت سے لطف اندوز ہونے کے لئے اُس کے پاس اِتنے سال نہیں تھے جتنا وہ سمجھے بیٹھا تھا۔ خدا اُسی رات اُس کی جان لینے والا تھا۔ تو پھر اُسے اِس مال و دولت کا کیا فائدہ ہو گا؟ اپنی جسمانی خواہشات کو پورا کرنے کے نشے میں وہ اپنی رُوحانی ضروریات کو ہی بھول گیا تھا۔ وہ بھول ہی گیا تھا کہ اُس کی زندگی میں خدا کی مرضی کیا ہے، جس کے نتیجہ میں اُس کی رُوح خدا کی پاک حضوری میں کھڑا ہونے کے لئے تیار نہیں تھی۔ وہ عقل و دانش کے دُنیاوی معیار کے حساب سے بڑا تیز و شاطر تھا مگر در حقیقت احمق و بے و قوف تھا۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو کسی نہ کسی طرح سے پیسہ اور مال بنانے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

مسیح یسوع کی یہ تمثیل اُن لالچی اور ہَوس پرست لوگوں پر بالکل فِٹ بیٹھتی ہے۔ ہم اُنہیں ایک اچھا اور محنتی اِنسان سمجھتے ہیں کہ اُنہیں اپنی دولت اور کامیابی پر مزے لوٹنے کا پورا حق ہے۔ مگر اہم

سوال یہ ہے کہ کیا اُنہوں نے دُنیاوی مال و دولت کے ساتھ ساتھ آسمان پر بھی خزانہ جمع کِیا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں کِیا تو اُن کی زندگی کا مقصد بے کار ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ بڑے احمق اور بے وقوف اِنسان ہیں۔

اگر مال جمع کرنے کے لئے بڑے بڑے گودام بنانا حل نہیں ہے تو پھر جب خدا ہمیں کثرت سے روپیہ پیسہ دے تو کیا کرنا چاہیے؟ خدا کا نیک بندہ پَولُس رسول ہمیں خدا کے رُوح کی تحریک سے بڑا خوبصورت جواب دیتا ہے۔ ''اِس موجودہ جہان کے دولتمندوں کو حکم دے کہ مغرور نہ ہوں اور ناپایدار دولت پر نہیں بلکہ خدا پر اُمید رکھیں جو ہمیں لطف اُٹھانے کے لئے سب چیزیں افراط سے دیتا ہے۔ اور نیکی کریں اور اچھے کاموں میں دولتمند بنیں اور سخاوت پر تیار اور امداد پر مستعد ہوں۔ اور آیندہ کے لئے اپنے واسطے ایک اچھی بُنیاد قائم کر رکھیں تاکہ حقیقی زندگی پر قبضہ کریں۔'' (۱۔ تیمتھیس ۶:۱۷۔۱۹) ہاں، اپنے مستقبل کے بارے میں فکرمند ہونا قدرتی امر ہے کہ ہم کیسے روزمرہ ضروریات کو پورا کریں گے۔ لیکن یاد رہے کہ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو واضح طور پر یقین دِلایا کہ وہ اِس کی فکر نہ کریں کہ کیا کھائیں گے اور کیا پہنیں گے۔

پینتالیسواں باب

فِکر نہ کرو

(لُوقا ۱۲: ۲۲-۳۴)

آج ہم تیزی سے ترقی کرتے ہوئے سماجی اور سائنسی دور سے گزر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا وقت ہے کہ ہم کل کے بارے میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کیا ہو گا۔ وہ پیشہ اور ملازمت جس کو کل لوگ محفوظ سمجھتے تھے ممکن ہے مستقبل میں اُس کا وجود ہی نہ ہو۔ ساری عمر کا جمع کِیا ہُوا سرمایہ راتوں رات اپنی قدر کھو سکتا ہے۔ ہماری مہارت اور ہنر دیکھتے ہی دیکھتے فضول ثابت ہو سکتے ہیں۔ تو کیا اِس میں کوئی حیرانی کی بات ہے کہ لوگ اپنے مستقبل کے بارے میں فکر مند ہوں؟ وہ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے کھانے پینے اور دوسری ضروریاتِ زندگی کی چیزیں کہاں سے لائیں گے؟

اگرچہ زندگی کے بارے میں کوئی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کل کیا ہونے والا ہے، مگر مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو واضح طور پر خبردار کِیا کہ مستقبل کے بارے میں زیادہ پریشان اور فکر کرنے کی قطعی ضرورت نہیں کہ کیا کھائیں گے اور کیا پہنیں گے۔ اُنہوں نے ایک دولتمند کسان کی تمثیل سُنائی کہ اُس نے منصوبہ بندی کی کہ اپنا

سارا مال بڑے بڑے گوداموں میں جمع کر رکھے گا تاکہ آنے والے سالوں میں اُس کی زندگی قدرے آسان اور آرام دہ ہو، مگر نہیں جانتا تھا کہ اُسی رات اُس کی جان لے لی جائے گی۔ اُس کسان کا سارا مال اسباب اور ساری جمع شدہ دولت کسی کام نہیں ہو گی جب وہ خدا کے جلالی تخت کے سامنے حاضر ہو گا۔

خدا کا نیک بندہ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۱۲ باب کی ۲۲ سے ۳۴ آیت میں مسیح یسوع کے اِسی پیغام کو جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے، ''پھر اُس نے (یعنی مسیح نے) اپنے شاگردوں سے کہا، اِس لئے مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی جان کی فکر نہ کرو کہ ہم کیا کھائیں گے اور نہ اپنے بدن کی کہ کیا پہنیں گے، کیونکہ جان خوراک سے بڑھ کر ہے اور بدن پوشاک سے۔ کوّوں پر غور کرو کہ نہ بوتے ہیں اور نہ کاٹتے۔ نہ اُن کے کھتا ہوتا ہے نہ کوٹھی تو بھی خدا اُنہیں کھلاتا ہے۔ تمہاری قدر تو پرندوں سے کہیں زیادہ ہے۔ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بڑھا سکے؟ پس جب سب سے چھوٹی بات بھی نہیں کر سکتے تو باقی چیزوں کی فکر کیوں کرتے ہو؟ سوسن کے درختوں پر غور کرو کہ کس طرح بڑھتے ہیں۔ وہ نہ محنت کرتے نہ کاتتے ہیں، تو بھی مَیں تم سے کہتا ہوں کہ سلیمان بھی باوجود اپنی ساری شان و شوکت کے اُن میں سے کسی کی مانند ملبس نہ تھا۔ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائے گی ایسی

پوشاک پہناتا ہے تو اَے کم اعتقادو! تم کو کیوں نہ پہنائے گا؟ اور تم اِس کی تلاش میں نہ رہو کہ کیا کھائیں گے اور کیا پیئنگے اور نہ شکی بنو کیونکہ اِن سب چیزوں کی تلاش میں دُنیا کی قومیں رہتی ہیں، لیکن تمہارا باپ جانتا ہے کہ تم اِن چیزوں کے محتاج ہو۔ ہاں، اُس کی بادشاہی کی تلاش میں رہو تو یہ چیزیں بھی تمہیں مِل جائیں گی۔ اَے چھوٹے گلے نہ ڈر کیونکہ تمہارے باپ کو پسند آیا کہ تمہیں بادشاہی دے۔ اپنا مال اسباب بیچ کر خیرات کر دو اور اپنے لئے ایسے بٹوے بناؤ جو پُرانے نہیں ہوتے یعنی آسمان پر ایسا خزانہ جو خالی نہیں ہوتا۔ جہاں چور نزدیک نہیں جاتا اور کیڑا خراب نہیں کرتا، کیونکہ جہاں تمہار خزانہ ہے وہیں تمہارا دِل بھی لگا رہے گا۔'' (لُوقا ۱۲: ۲۲-۳۴)

ایک طرح سے مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ مستقبل کے بارے میں اُن کا خوف اور فکر فضول ہے۔ لوگوں کو مستقبل کی پریشانی اِس لئے رہتی ہے کہ اُن کا اِیمان کمزور یا خدا کی ذات بارے غلط فہمی ہوتی ہے۔ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کی توجہ خدا کی تخلیق کردہ چیزوں کی طرف لگائی۔ جب ہم قدرت کے حسین رنگوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ زندگی صرف ذاتی مال اسباب جمع کرنے کے گرد ہی نہیں گھومتی بلکہ زندگی کا مقصد اِس سے کہیں اعلیٰ اور عظیم تر ہے۔ اگر صرف کھانا پینا اور کپڑے پہننا ہماری

زندگی کا مرکز و محور بن جائے گا تو ہم زندگی کے اہم مقصد کو بھول جائیں گے۔

زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کی لگن سے پتہ چلتا ہے کہ ہم نے ابھی تک اِس اہم اُصول کو نہیں سمجھا کہ ہم خدا کے اُس عظیم مقصد کو پانے کو ترجیح دیں جس کے لئے پیدا کِئے گئے ہیں تو یقیناً وہ ہماری ساری ضروریات کو پورا کرے گا۔ ہَوا کے پرندے اپنے لئے خوراک ذخیرہ نہیں کرتے اور نہ ہی اُنہیں مستقبل کی کوئی فکر ہوتی ہے۔ وہ نہ تو کوئی منصوبہ بندی کرتے ہیں اور نہ ہی عمر کے آخری حصہ کے لئے کوئی حکمتِ عملی اختیار کرتے ہیں کہ بیٹھ کر مزے سے کھائیں۔ لیکن پرندے بھی خدا کی تخلیق کا حصہ ہیں لہذا وہ اُنہیں بھی خوراک مُہیا کرتا ہے۔ کیا ہمیں خدائے رحیم و غفور پر اِتنا اعتماد نہیں کہ پرندوں کی طرح ہم جو اُس کی تخلیق ہیں ہمیں بھی اُنہی کی طرح خوراک مُہیا کرے گا؟ خدا کے ہاں پرندوں کے مقابلہ میں بنی نوع اِنسان کی قدر تو کہیں زیادہ ہے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہم کل کے لئے کیوں فکرمند ہوں کہ خدا ہماری زندگی کی ضروریات کو پورا کرے گا یا نہیں؟

ایک اَور اہم سوال یہ ہے کہ ہم فکر مند اور پریشان ہو کر کیا کر سکتے ہیں؟ کچھ بھی نہیں۔ جیسا کہ مسیح یسوع نے فرمایا کہ ہم فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی نہیں بڑھا سکتے بلکہ ڈاکٹرز تو واضح طور

پر کہتے ہیں کہ فکر مندی، پریشانی اور ذہنی دباؤ سے ہم کسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ ہاں، فکر مندی اور پریشانی ہماری خدا پر کم اعتقادی کو ظاہر کرتی ہے۔

قدرت پر نظر ڈالنے سے ہمیں ایک اَور خوبصورت چیز دِکھائی دیتی ہے۔ ایک مصور کے ماہرانہ ہاتھ اور دماغی تخیل سے تیار کی ہوئی خوبصورت پینٹنگ قدرت کے حسین نظاروں کی ایک کمزور اور نقلی عکاسی ہے۔ اگر قدرت کی حقیقی اور اصلی دلکشی و درخشندگی کا صحیح معنوں میں نظارہ کرنا ہے تو ہر سو بکھرے پھولوں اور پودوں پر ایک نظر ڈالیئے، خدائے قادرِ مطلق نے کتنی فراوانی و مہارت سے اِن میں طرح طرح کے آسمانی رنگ بھر دیئے ہیں۔ ہمارے چاروں طرف خدا کی عطا کردہ خوبصورتی کے بیش قیمت و بے مثال نظارے ہیں جن سے ہم لطف اندوز ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شائد یہ ہمارا حق ہے، اور اُن کی قدر نہیں کرتے اور لاپرواہی سے اُن کو پاؤں تلے روندتے چلے جاتے ہیں۔ اِسی طرح پودوں اور درختوں کو بِنا سوچے سمجھے کاٹ ڈالتے ہیں اور بطور ایندھن اِستعمال کرتے ہیں۔ ذرا سوچیئے کہ اگر ہمارا خالق و مالک اِتنی خوبصورتی اور محنت سے پھولوں اور پودوں کی آرائش و زیبائش کر سکتا ہے تو کیا بحیثیت اشرف المخلُوقات ہماری ضروریات کو پورا نہ کرے گا؟

تو پھر ہم خوراک اور کپڑوں کے لئے فکر مند کیوں ہوتے ہیں؟ مسیح یسوع فرماتے ہیں کہ ہماری ترجیحات ہی غلط ہیں۔ بجائے اِس کے

ہم خدا کے اُس مقصد کو پورا کریں جس کے لئے اُس نے ہمیں پیدا کِیا ہے ہماری سوچ دُنیاوی مال اسباب میں کھو کر رہ جاتی ہے اور ہم لالچ و ہوس سے اپنی ہی خواہشات میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ اگر ہم اپنی کوشش سے ضرورت کی چیزیں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر خدا ہمارے لئے کیوں مہیا کرے؟ ہمیں چاہیے کہ ہم خدا کی بادشاہی کو تلاش کریں اور ایسا تب ہی ہو سکتا ہے جب ہم خدا کی مرضی کو فوقیت و ترجیح دیں گے تو وہ یقیناً ہماری ضروریات کو فراوانی سے پورا کرے گا۔

اَب سوال یہ ہے کہ دُنیاوی مال اسباب دینے سے خدا کا مقصد و ارادہ کیا ہے؟ خدا چاہتا ہے کہ ہمیں صرف اپنی ہی ضرورتوں کی نہیں بلکہ دوسروں کے حالات کی بھی فکر ہونی چاہیے۔ یہ ایک سادہ سا اُصول ہے کہ خدا ہمیں دیتا ہے اور ہمارے وسیلہ سے دوسروں کو بھی دیتا ہے۔ اور جب ہم اُس مال کو جو خدا ہمیں دیتا ہے صرف اپنی خواہشات تک محدود رکھتے ہیں تو خدا کا مقصد و ارادہ فوت ہو جاتا ہے۔ اگر ہم نے اپنی ہی ذات کو فوقیت و اولیت دینی ہے تو پھر خدا ہمیں کیوں دے؟

لیکن اِس خود غرضانہ رویہ کے بارے میں مسیح یسوع نے اپنے پیروکاروں کو زور دیتے ہوئے کہا کہ اپنا مال اسباب بیچ کر محتاجوں کی مدد کرو۔ اِس سے نہ صرف ہماری یہ فکر مندی دُور ہو گی کہ کوئی ہمارا مال چوری یا تباہ نہ کر دے بلکہ ہمارے وسیلہ سے غریبوں اور محتاجوں کی

مدد کر کے خدا ہم سے خوش ہو گا کہ اُس کی مرضی اور ارادے کو پورا کر رہے ہیں۔ مسیح یسوع نے فرمایا کہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کر کے ہم اپنے لئے آسمان پر خزانہ جمع کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ جو مال و روپیہ پیسہ ہم خدا کی بادشاہت کی ترقی کے لئے یہاں دیتے ہیں اُس سے ہم در حقیقت آسمان پر اپنا ابدی گھر تیار کر رہے ہیں۔ خدا کی راہ میں روپیہ پیسہ دینے سے ہم یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے لئے کیا اہم و ضروری ہے۔ اِس سے پتہ چلتا ہے کہ کیا ہمارا دِل خدا کی خدمت میں لگا ہے یا دُنیاوی مال و دولت ہمارے لئے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

اِس سلسلہ میں ہم ایک اَور غلطی کرتے ہیں جس کا ہمیں دھیان رکھنا چاہیے۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ جبکہ خدا نے ہماری ضروریات پوری کرنے کا وعدہ کِیا ہے لہٰذا ہمیں کام کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ رویہ دُرست نہیں ہے۔ مسیح یسوع نے ہمیں کام نہ کرنے کو نہیں کہا بلکہ اُس کے پیروکار اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اور پوری فرض شناسی و اِیمانداری سے کام کرنے والے اِنسان ہوں۔ ہاں، فرق یہ ہے کہ ہم کِس کے لئے کام کرتے ہیں۔ لازم ہے کہ ہم خدا کی بادشاہی کو بڑھانے اور ترقی دینے کے لئے کام کریں نہ کہ اپنی جسمانی خواہشات کو پورا کرنے میں لگے رہیں۔

چھیالیسواں باب

دیانت دار نوکر

(لُوقا ۱۲:۳۵-۴۸)

اپنے حالات و مسائل سے مطمئن ہو کر لاپروہ ہو جانا بہت آسان ہے۔ ہم اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کو یہ کہہ کر در گزر کر دیتے ہیں کہ چلو کوئی بات نہیں۔ اور جب ہمیں حساب کتاب، جانچ پڑتال اور باز پُرس کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اُس کے لئے تیار نہیں ہوتے بلکہ حیران ہو جاتے ہیں کہ یہ کیا۔ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو مستبقل کے بارے میں فکر مند نہ ہونے کی ہدایت دینے کے بعد خبردار کِیا کہ اپنی زندگیاں لاپرواہی سے مت گزاریں۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۲ باب کی ۳۵ سے ۴۸ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا اِسی بارے میں لکھتا ہے، ”تمہاری کمریں بندھی رہیں اور تمہارے چراغ جلتے رہیں، اور تم اُن آدمیوں کی مانند بنو جو اپنے مالک کی راہ دیکھتے ہوں کہ وہ شادی میں سے کب لوٹے گا تاکہ جب وہ آ کر دروازہ کھٹکھٹائے تو فوراً اُس کے واسطے کھول دیں۔ مُبارک ہیں وہ نوکر جن کا مالک آ کر اُنہیں جاگتا پائے۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ کمر باندھ کر اُنہیں کھانا کھانے کو بٹھائے گا اور پاس آ کر اُن کی خدمت

کرے گا۔ اور اگر وہ رات کو دوسرے پہر میں یا تیسرے پہر میں آ کر اُن کو ایسے حال میں پائے تو وہ نوکر مُبارک ہیں۔ لیکن یہ جان رکھو کہ اگر گھر کے مالک کو معلوم ہوتا کہ چور کس گھڑی آئے گا تو جاگتا رہتا اور اپنے گھر میں نقب لگنے نہ دیتا۔ تم بھی تیار رہو کیونکہ جس گھڑی تمہیں گمان بھی نہ ہو گا ابنِ آدم آ جائے گا۔ پطرس نے کہا، اَے خداوند، تُو یہ تمثیل ہم ہی سے کہتا ہے یا سب سے؟ خداوند نے کہا، کون ہے وہ دیانتدار اور عقلمند داروغہ جس کا مالک اُسے اپنے نوکر چاکروں پر مقرر کرے کہ ہر ایک کی خوراک وقت پر بانٹ دیا کرے۔ مُبارک ہے وہ نوکر جس کا مالک آ کر اُس کو ایسا ہی کرتے پائے۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اُسے اپنے سارے مال پر مختار کر دے گا۔ لیکن اگر وہ نوکر اپنے دِل میں یہ کہہ کر کہ میرے مالک کے آنے میں دیر ہے غلاموں اور لونڈیوں کو مارنا اور کھا پی کر متوالا ہونا شروع کرے تو اُس نوکر کا مالک ایسے دِن کہ وہ اُس کی راہ نہ دیکھتا ہو اور ایسی گھڑی کہ وہ نہ جانتا ہو آ موجود ہو گا اور خوب کوڑے لگا کر اُسے بے اِیمانوں میں شامل کرے گا۔ اور وہ نوکر جس نے اپنے مالک کی مرضی جان لی اور تیاری نہ کی، نہ اُس کی مرضی کے موافق عمل کِیا، بہت مار کھائے گا۔ مگر جس نے نہ جان کر مار کھانے کے کام کِئے وہ تھوڑی مار کھائے گا، اور جِسے بہت دیا گیا اُس سے بہت

طلب کِیا جائے گا اور جِسے بہت سُونپا گیا ہے اُس سے زیادہ طلب کریں گے۔'' (لُوقا ۱۲:۳۵-۴۸)

مسیح یسوع کے اِن الفاظ نے شاگردوں کی سوچ اور توقعات کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ شاگرد یہ سمجھ رہے تھے کہ مسیح رُومیوں کو فلسطین سے نکال کر زمینی بادشاہت قائم کرے گا۔ اُن کو قطعی یہ احساس نہیں تھا کہ اُس کی حکومت رُوحانی و آسمانی ہے۔ اگرچہ مسیح یسوع نے اِس بارے میں صاف طور پر بتایا تھا مگر شاگردوں کے وہم و گماں میں بھی نہ تھا کہ اُن کے خداوند کو جان سے مار دیا جائے گا اور وہ تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھے گا اور آسمان پر زندہ اُٹھا لیا جائے گا۔ اُن کو ہرگز یہ احساس نہیں تھا کہ وہ مالک کی حیثیت سے اپنی بات کر رہا ہے کہ وہ شادی میں سے کب لوٹے گا۔ ایک دِن خداوند یسوع مسیح دوبارہ زمین پر آئیں گے مگر سوال یہ ہے کہ کیا وہ اپنے نوکروں کو اپنی آمد پر تیار پائیں گے؟

مسیح کی تمثیل میں نوکر کو معلوم نہیں کہ اُس کا مالک کب لوٹے گا۔ ہم بھی بالکل نہیں جانتے کہ مسیح کب آسمان سے زمین پر آئے گا۔ ہر چند سال بعد کوئی نہ کوئی سر پھرا یہ دعویٰ کر دیتا ہے کہ مسیح کی آمد کی تاریخ اُس پر ظاہر ہو گئی ہے۔ حالانکہ جو سچے اِیماندار ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ صریحاً جھوٹا دعویٰ ہے اور وہ پاک صحائف کے بارے میں کچھ نہیں جانتا جہاں مسیح یسوع نے اپنے دوبارہ آنے کے بارے

میں خود فرمایا، ''لیکن اُس دِن یا اُس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے، نہ بیٹا مگر باپ۔ خبردار! جاگتے اور دُعا کرتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ وقت کب آئے گا۔'' (مرقس ۱۳:۳۲۔۳۳)

مسیح کے آنے تک خبردار رہنے کی ایک اَور وجہ یہ ہے کہ خدا اُنہیں خاص برکت بخشے گا جو اُس کے بیٹے مسیح کی آمد تک جاگتے اور دُعا کرتے رہیں گے۔ مسیح یسوع کی تعلیم اور سیرت و کردار کی ایک اَور خاص بات یہ ہے کہ اُنہوں نے مالک اور نوکر کے روایتی تعلق کو بالکل تبدیل کر دیا یعنی نوکر دعوت میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں اور مالک اُن کی خدمت کر رہا ہے حالانکہ یہ آج کے نوکر اور مالک کے تعلق و سلوک سے بالکل برعکس ہے۔ دُنیا میں نوکر جہاں کہیں بھی ہو مالک کی خدمت ہی کرتا ہے، مگر مسیح کی تعلیم کی خصوصیت یہ ہے کہ جو اُنہوں نے سِکھایا وہ کر کے بھی دِکھایا۔ یہ بھی اُن کی باقی کی تعلیم سے بالکل ہم آہنگ ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ آدمی کا بڑا ہونا اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کِتنی خدمت کرتا ہے۔ جِتنا زیادہ کوئی خدمت کرتا ہے خدا کے ہاں، اُتنا ہی بڑا رُتبہ پاتا ہے، مسیح یسوع نے نہ صرف یہ سِکھایا بلکہ اُنہوں نے دوسروں کی خدمت کر کے بہترین نمونہ بھی پیش کِیا۔ اور آخر میں اُس نے ہماری خاطر اپنی جان قربان کر دی۔ اَب سوال یہ ہے کہ اگر خدمت کے اِسی معیار پر ہم اپنے آپ کو پرکھیں تو بخوبی پتہ چل جائے گا کہ ہم کِتنے بڑے ہیں۔

مسیح یسوع نے اپنی اِس بات کہ ہمیشہ جاگتے اور دُعا کرتے رہنا کو ایک گھر سے تشبیہ دی کہ کیسے وہ بے خبر و لاپرواہ تھے اور چور آ کر اُن کے گھر میں نقب لگائے گا۔ مسیح خداوند نہیں چاہتے تھے کہ اُن کے شاگرد اُس گھر میں رہنے والوں کی طرح بے خبر و لاپرواہ ہوں کہ وہ کب آئے گا۔ پطرس رسول کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ لاپرواہ گھر کی مثال کس پر لاگو ہوتی ہے مسیح نے اِیماندار اور بے اِیمان داروغہ کی تمثیل سُنائی۔ اگر مینجر، ملازم یا داروغہ اِیماندار ہے تو مالک موجود ہو یا نہ ہو وہ اِیمانداری سے ہی اپنا فرض نبھائے گا۔ اِس کے برعکس اگر مینجر، ملازم یا داروغہ بے اِیمان ہے تو مالک کی غیر موجودگی کو کام میں خیانت کے طور پر اِستعمال کرے گا یعنی یا تو کام نہیں کرے گا یا کوئی اَور ہیرا پھیری کرے گا۔ بے اِیمان ملازم اُن لوگوں سے بد سلوکی کرے گا جو اُس کے تحت کام کرتے ہیں اور اپنی حیثیت کو اپنے مالک کی خوشی و فائدے کے لئے نہیں بلکہ اپنی تسکین و غرض کے لئے اِستعمال کرے گا۔

مسیح یسوع نے اِس تمثیل میں فرمایا کہ مینجر یا داروغہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے ماتحت کام کرنے والوں کو وقت پر کھانا وغیرہ مُہیا کرے۔ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مسیح یہاں کلیسیا کے رہنماؤں کی بات کر رہے ہیں کہ یہ کلیسیائی رہنماؤں کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو رُوحانی خوراک مُہیا کریں۔ اِسی بارے میں کئی سال

بعد پطرس رسول نے لکھا، ''تم میں جو بزرگ ہیں مَیں اُن کی طرح بزرگ اور مسیح کے دُکھوں کا گواہ اور ظاہر ہونے والے جلال میں شریک بھی ہو کر اُن کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے اُس گلہ کی گلہ بانی کرو جو تم میں ہے۔ لاچاری سے نگہبانی نہ کرو بلکہ خدا کی مرضی کے موافق خوشی سے اور ناجائز نفع کے لئے نہیں بلکہ دِلی شوق سے۔ اور جو لوگ تمہارے سُپرد ہیں اُن پر حکومت نہ جتاؤ بلکہ گلہ کے لئے نمونہ بنو، اور جب سردار گلہ بان ظاہر ہو گا تو تم کو جلال کا ایسا سہرا مِلے گا جو مُرجھانے کا نہیں۔'' (۱-پطرس ۵:۱-۴)

مسیح یسوع نے کہا کہ جو منیجر، ملازم یا داروغہ اپنی ذمہ داری کلام کے مطابق پوری نہیں کرے گا اُسے سخت سزا مِلے گی بلکہ جو نہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی مالک کی مرضی کے خلاف کام کریں گے وہ بھی سزا پائیں گے، اگرچہ تھوڑی ہی سہی کیونکہ اُن کو ہوشمندی سے اپنا کام سر انجام دینا چاہیے تھا۔ اور جو اِیمانداری اور وفاداری سے اپنی ذمہ داری نبھائیں گے وہ اِنعام پائیں گے۔

مسیح یسوع نے اپنی تمثیل کو ایک عام سے اُصول پر ختم کِیا یعنی، ''...جِسے بہت دیا گیا اُس سے بہت طلب کِیا جائے گا اور جِسے بہت سُونپا گیا ہے اُس سے زیادہ طلب کریں گے۔'' دوسرے لفظوں میں یہ کہ جتنی زیادہ ہمیں برکات ملیں گی اُتنا ہی ہمیں جوابدہ ہونا پڑے گا کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیا کِیا۔ ہم جو مسیح یسوع کا پیروکار ہونے کا دعویٰ

کرتے ہیں، کیا ہم نے کبھی اپنے آپ سے پوچھا ہے کہ ہمارے مالک و خداوند نے جو برکات ہمیں عطا کی ہیں ہم اُن کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟

سینتالیسواں باب

صاف کرنے والی آگ

(لُوقا ۱۲: ۴۹-۵۹)

آج امن و شانتی کا کہیں نام و نشان نہیں۔ جدھر نظر اُٹھاؤ لڑائی جھگڑے اور دنگا فساد ہے۔ خواہ انفرادی یا قومی ہر سطح پر محبت، پیار اور باہمی یگانگت کا فقدان ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اِس لئے کہ ہم سب کی ترجیحات میں فرق ہے۔ ہر کوئی اپنے انداز سے سوچتا ہے اور اِسی لئے ہم ایک دوسرے سے مُتفق نہیں ہوتے۔ مسیح یسوع کی تعلیم ایک انقلابی تعلیم تھی جس نے روایتی مذہبی لیڈروں کے در و دیوار کو ہلا کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ اُس کے شاگردوں کے لئے اُس کی تعلیم کو قبول کرنا آسان نہ تھا۔ اِسی لئے حیرت کی بات نہیں کہ مسیح کی تعلیم بہت سے لوگوں کے لئے اختلاف کا باعث بنی جس سے دُوریوں نے جنم لیا۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۲ باب کی ۴۹ سے ۵۳ آیت میں مسیح یسوع اپنے شاگردوں کو دُنیا میں دوبارہ آمد اور پھر اِلٰہی عدالت کے بارے میں بتاتے ہیں۔ اُنہیں یہ ہدایت دینے کے بعد کہ اُس کے آنے تک جاگتے اور وفادار رہیں، مسیح نے اپنی تعلیم کی جُدائی پیدا کرنے والی خاصیت کے بارے میں وضاحت کی۔ ''مَیں زمین پر آگ بھڑکانے

آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہوتی تو مَیں کیا ہی خوش ہوتا! لیکن مجھے ایک بپتسمہ لینا ہے اور جب تک وہ نہ ہو لے مَیں کیا ہی تنگ رہوں گا! کیا تم گمان کرتے ہو کہ مَیں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں؟ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جُدائی کرانے، کیونکہ اَب سے ایک گھر کے پانچ آدمی آپس میں مخالفت رکھیں گے۔ دو سے تین اور تین سے دو۔ باپ بیٹے سے مخالفت رکھے گا اور بیٹا باپ سے۔ ماں بیٹی سے اور بیٹی ماں سے۔ ساس بہُو سے اور بہُو ساس سے۔'' (لُوقا ۱۲:۴۹۔۵۳)

مسیح کے کہنے کا مطلب کیا تھا کہ ''مَیں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں''؟ آگ کی لپیٹ میں جو بھی چیز آتی ہے اُسے تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ مگر کیا مسیح کی اِس بات میں تضاد تو نہیں کیونکہ ایک اَور موقع پر اُنہوں نے فرمایا، ''چور نہیں آتا مگر چُرانے اور مار ڈالنے اور ہلاک کرنے کو۔ مَیں اِس لئے آیا کہ وہ زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں۔'' (یوحنا ۱۰:۱۰) ہاں، یہ سچ ہے کہ مسیح یسوع زندگی دینے دُنیا میں آئے مگر وہ شیطان کے کاموں کو تباہ کرنے بھی آئے۔ بہت سال بعد یوحنا رسول نے خدا کے رُوح کی تحریک سے لکھا، ''...خدا کا بیٹا اِسی لئے ظاہر ہُوا تھا کہ ابلیس کے کاموں کو مٹائے۔'' (۱۔یوحنا ۳:۸) اِس کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کے لئے لازم تھا کہ وہ شیطان کے کاموں کو تباہ کرے تاکہ اپنی پیروی کرنے والوں کو زندگی دے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسیح یسوع آگ کی ایک اَور طرح کی خوبی بارے سوچ رہے تھے کیونکہ آگ نہ صرف تباہ و ہلاک کر دیتی ہے بلکہ خالص و پاک صاف بھی بناتی ہے۔ دھات کا کاریگر آگ کو اِستعمال کرتا ہے کہ دھات کو کھوٹ اور زنگ سے پاک کر کے خالص بنائے۔ مسیح یسوع اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کر رہے تھے کیونکہ ابھی تک اُس معیار تک نہیں پہنچے تھے جس پر وہ اُن کو دیکھنا چاہتے تھے۔ اُنہیں اُس آگ کی ضرورت تھی جو اُن کی ناپاکی کو دُور کر کے پاک صاف بنا دیتی تاکہ وہ اُس اِلٰہی کام کو مکمل کر سکیں جس کے لئے مسیح نے اُنہیں چُنا تھا۔

اگرچہ مسیح یسوع کی دِلی خواہش تھی کہ پاک صاف کرنے والی آگ اپنا کام کرے، مگر آگ تب تک نہیں جل سکتی تھی جب تک وہ ایک اَور بپتسمہ نہ لے۔ یہ کہنے سے مسیح کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی آنے والے صلیبی موت کی طرف اِشارہ کر رہے ہیں۔ جس طرح کوئی شخص بپتسمہ کے وقت پانی میں ڈبکی لیتا ہے، اُسی طرح مسیح بھی وقتی طور پر موت کی تاریکی میں ڈوب گئے۔ اور جیسے مسیح بحیثیت اِنسان بپتسمہ لے کر پانی سے اُوپر آئے، ویسے ہی وہ موت سے زندگی میں آئے۔ اور اُسی وقت پاک کرنے والی آگ جل اُٹھی۔ مگر سوال یہ ہے کہ پاک کرنے والی آگ پانی سے کیسے جل سکتی ہے؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات پاک صحائف آگ کو تشبیہً خدا کے پاک رُوح کے لئے اِستعمال کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر پَولُس رسول لکھتا ہے، ''رُوح کو نہ بجھاؤ۔'' (۱۔ تھسلنیکیوں ۱۹:۵) مسیح کے پیروکاروں کو خدا کا پاک رُوح بپتسمہ کے وقت ملتا ہے (اعمال ۳۸:۲)، اور یہ رُوح اُلقدس کا ہی کام ہے کہ ہمیں پاک و مُقدس کرے (۱۔پطرس ۲:۱)۔

مسیح یسوع نے فرمایا کہ وہ زمین پر صُلح کروانے نہیں بلکہ تفرقہ ڈالنے آئے ہیں۔ ایسے کیسے ممکن ہو سکتا ہے جبکہ مسیح کا ایک لقب ہے ''سلامتی کا شہزادہ'' (یسعیاہ ۶:۹)۔ ایک موقع پر اُنہوں نے خود فرمایا، ''مَیں تمہیں اِطمینان دِئے جاتا ہوں۔ اپنا اِطمینان تمہیں دیتا ہوں۔ جس طرح دُنیا دیتی ہے مَیں تمہیں اُس طرح نہیں دیتا۔ تمہارا دِل نہ گھبرائے اور نہ ڈرے۔'' (یوحنا ۲۷:۱۴) اِس ظاہری تضاد کی بُنیادی وجہ یہ ہے کہ مسیح یسوع نے لوگوں کے لئے ممکن بنایا کہ وہ خدا کے ساتھ صُلح، اِطمینان اور امن کے ساتھ رہیں۔ مسیح نے اُن کے درمیان بھی صُلح اور امن قائم کِیا جو ایک دوسرے کے دُشمن تھے، مگر یہ امن و اِطمینان صرف اُن کو حاصل ہوتا ہے جو مسیح کی پیروی کرتے ہیں۔ مسیح کی تعلیم کو رَد کرنے سے تفرقہ و اختلاف بھی پیدا ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے سب سے زیادہ تکلیف دہ تفرقہ و اختلاف خاندانوں میں اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایک فرد مسیح یسوع کی تعلیم کو قبول کرتے ہوئے اُس کا پیروکار بن جاتا ہے اور گھر کے دوسرے افراد اُس کے دُشمن بن جاتے ہیں کیونکہ اُنہوں نے کلامِ حق کو رَد کِیا۔ مسیح نے بڑے رنجیدہ اور دُکھی دِل سے اپنے

شاگردوں سے کہا کہ میری پیروی کرنے سے آگے چل کر تمہیں اپنے جسمانی خاندان اور رُوحانی خاندان یعنی دوسرے اِیمانداروں میں سے کسی ایک کو چُننے کے لئے بڑا سخت فیصلہ کرنا ہے۔ آج ہمارے سامنے یہی فیصلہ ہے کہ کیا ہم مسیح یسوع کی پیروی کرنے کے لئے تیار ہیں، خواہ ہمیں اپنے خاندان اور عزیز رشتے داروں کو ہی کیوں نہ چھوڑنا پڑے۔

اپنے شاگردوں کے ساتھ پیروی کرنے کی قیمت پر بات کرنے کے بعد مسیح یسوع وہاں موجود ہجوم سے مخاطب ہُوئے، ''پھر اُس نے لوگوں سے بھی کہا کہ جب بادل کو پچھّم سے اُٹھتے دیکھتے ہو تو فوراً کہتے ہو کہ مینہ برسے گا اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور جب تم معلوم کرتے ہو کہ دکھنا چل رہی ہے تو کہتے ہو کہ لُو چلے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ اَے ریاکارو، زمین اور آسمان کی صورت میں تو اِمتیاز کرنا تمہیں آتا ہے لیکن اِس زمانہ کی بابت اِمتیاز کرنا کیوں نہیں آتا؟ اور تم اپنے آپ ہی کیوں فیصلہ نہیں کر لیتے کہ واجب کیا ہے؟ جب تُو اپنے مُدعی کے ساتھ حاکم کے پاس جا رہا ہے تو راہ میں کوشش کر کہ اُس سے چُھوٹ جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تجھ کو مُنصف کے پاس کھینچ لے جائے اور مُنصف تجھ کو سپاہی کے حوالہ کرے اور سپاہی تجھے قید میں ڈالے۔ مَیں تجھ سے کہتا ہوں کہ جب تک تُو دمڑی دمڑی ادا نہ کر دے گا وہاں سے ہرگز نہ چھوٹے گا۔'' (لُوقا ۱۲:۵۴-۵۹)

مسیح یسوع نے جو معجزات دِکھائے وہ محض رحم و ترس کھانا نہیں تھا بلکہ وہ ایک ایسے نشان تھے جو اُس کے اِلٰہی پیغام اور کاموں کی تصدیق کرتے اور مُستند ٹھہراتے تھے۔ جن لوگوں نے مسیح کے معجزات کو دیکھا اور اُس کی تعلیم کو سُنا، اُنہیں پہچاننا چاہیے تھا کہ مسیح یسوع ہی وہ نجات دہندہ ہے جس کے دُنیا میں آنے کی پیشین گوئی نبیوں نے کی تھی۔ وہ یقیناً سمجھ چکے تھے کہ خدا کی بادشاہی قائم ہونے والی ہے جس کے بارے میں یوحنا بپتسمہ دینے والے اور مسیح دونوں نے خوشخبری سُنائی تھی۔ مگر اِس کے باوجود لوگوں نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سُنا، اُسے نہ پہچانا اور لاپرواہی و غفلت کا مظاہرہ کِیا۔

مسیح یسوع نے اُنہیں ریاکار کہا کیونکہ کیسے ممکن ہے کہ وہ موسمی حالات کی تو بالکل صحیح طور پر پیشین گوئی کر سکتے ہیں مگر رُوحانی نشانوں کو پہچان و سمجھ نہیں سکتے حالانکہ اُنہیں جاننا زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ اِس میں شک نہیں کہ وہ موسم کو بدلتا دیکھ کر اپنے دُنیاوی کام کاج کے بارے میں رَد و بدل کر سکتے تھے۔ لیکن جو اِلٰہی ثبوت و شواہد مسیح نے اُن کے سامنے رکھے، اُن کی روشنی میں وہ اپنے طرزِ زندگی اور رویوں میں تبدیلی نہیں لا سکتے تھے؟ مسیح نے اُن پر یہ بھی واضح کِیا کہ یہ اِنتہائی احمقانہ حرکت ہو گی کہ اگر کوئی پہلے سے جانتا ہے کہ عدالت اُس کے خلاف فیصلہ کرے گی تو وہ پیشتر ہی صُلح صفائی کی کوشش نہ کرے۔ اِسی طرح اُس شخص کے لئے نہایت بے وقوفی اور پاگل پن کی

بات ہو گی کہ یومِ عدالت سے پہلے وہ اپنے گناہوں سے توبہ اور خدا سے صُلح نہ کرے جب کہ جانتا ہے کہ انجام کیا ہو گا۔

دُنیا کی عدالت میں شائد کوئی عدالتی سزا کے خلاف کچھ دے کر چھٹکارا حاصل کر لے مگر آسمانی عدالت میں جب حاکِم زمین و آسمان نے کسی کو ابدی سزا کا حکم صادر کر دیا تو بچ نہیں سکتا۔ لہذا آج ہمارے پاس سُنہری موقع ہے کہ مسیح یسوع کی تعلیم کو قبول کریں اور سچے دِل سے اُس کی پیروی کر کے ابدی سزا سے بچ جائیں۔ مگر کیا آپ تیار ہیں؟

اڑتالیسواں باب

توبہ یا ہلاکت

(لُوقا ۱۳:۱-۹)

ہم اِنسانوں میں مُستقل مزاجی نام کی کوئی چیز نہیں یعنی پل میں تولہ پل میں ماشہ۔ جب کوئی آفت آ گھیرتی ہے تو سوچتے ہیں ضرور کچھ غلط کِیا ہے جس کے سبب سے اِس مُصیبت میں پھنس گئے ہیں۔ اور جب زندگی میں کوئی المناک واقعہ پیش آتا ہے تو سمجھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ بڑی بے اِنصافی ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دُکھ تکلیف ہر کسی کی زندگی میں آ سکتا ہے اور ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کہ ہماری دُکھ بیماری کا تعلق ہمارے گناہوں سے ہو جو ہم سے سَر زد ہوئے۔ جیسا کہ سلیمان بادشاہ نے فرمایا، ''پھر مَیں نے توجہ کی اور دیکھا کہ دُنیا میں نہ تو دوڑ میں تیز رفتار کو سبقت ہے نہ جنگ میں زور آور کو فتح اور نہ روٹی دانشمند کو ملتی ہے نہ دولت عقلمندوں کو اور نہ عزت اہلِ خرد کو بلکہ اُن سب کے لئے وقت اور حادثہ ہے۔ کیونکہ اِنسان اپنا وقت بھی نہیں پہچانتا۔ جس طرح مچھلیاں جو مُصیبت کے جال میں گرفتار ہوتی ہیں اور جس طرح چڑیاں پھندے میں پھنسائی جاتی ہیں اُسی طرح بنی آدم بھی بدبختی میں جب اچانک اُن پر آن پڑتی ہے پھنس جاتے ہیں۔'' (واعظ ۹:۱۱-۱۲)

اَب سوال یہ ہے کہ ہم دُکھ تکلیف اور بدبختی کو کیسے دیکھتے ہیں؟ مطلب یہ کہ جب ہم پر مُصیبت و بدبختی اچانک آن پڑے تو ہمارا ردِ عمل کیا ہونا چاہیے؟ کسی نے یہ سوال مسیح یسوع سے اُس وقت پوچھا جب وہ تعلیم دے رہے تھے۔ خدا کا نیک بندہ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۱۳ باب کی ۱ سے ۹ آیت میں لکھتا ہے، ''اُس وقت بعض لوگ حاضر تھے جنہوں نے اُسے اُن گلیلیوں کی خبر دی جن کا خون پیلاطس نے اُن کے ذبیحوں کے ساتھ مِلایا تھا۔ اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ اِن گلیلیوں نے جو ایسا دُکھ پایا کیا وہ اِس لئے تمہاری دانست میں اَور سب گلیلیوں سے زیادہ گنہگار تھے؟ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ اگر تم توبہ نہ کرو گے تو سب اِسی طرح ہلاک ہو گے، یا کیا وہ اٹھارہ آدمی جن پر شیلوخ کا بُرج گرا اور دَب کر مر گئے تمہاری دانست میں یروشلیم کے اَور سب رہنے والوں سے زیادہ قصوروار تھے؟ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ اگر تم توبہ نہ کرو گے تو سب اِسی طرح ہلاک ہو گے۔ پھر اُس نے یہ تمثیل کہی کہ کسی نے اپنے تاکستان میں ایک انجیر کا درخت لگا ہُوا تھا۔ وہ اُس میں پھل ڈھونڈنے آیا اور نہ پایا۔ اِس پر اُس نے باغبان سے کہا کہ دیکھ تین برس سے مَیں اِس انجیر کے درخت میں پھل ڈھونڈنے آتا ہوں اور نہیں پاتا۔ اِسے کاٹ ڈال، یہ زمین کو بھی کیوں روکے رہے؟ اُس نے جواب میں اُس سے کہا، اَے خداوند، اِس سال تو اَور بھی اُسے رہنے دے تاکہ مَیں اُس کے گرد تھالا

کھودُوں اور کھاد ڈالوں۔ اگر آگے کو پھلا تو خیر نہیں تو اُس کے بعد کاٹ ڈالنا۔'' (لُوقا ۱۳:۱۔۹)

بائبل مُقدس کے اِس حوالہ میں جس پیلاطس کا ذِکر ہے اُسے رُومی حاکم قیصر نے مُقرر کِیا تھا کہ فِلستین میں رہنے والے یہودیوں پر حکومت کرے۔ یہودیوں پر حکمرانی کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا اور پیلاطس کا دورِ حکومت بھی کوئی اِتنا اچھا نہیں تھا۔ حکومتی اِنتظام کے دَس سالوں میں اُس نے بغاوت اور عوامی احتجاج و افراتفری کو کچلنے کے لئے فوج کو بُلا لیا۔ یہودیوں نے بھی پیلاطس کی کچھ پالیسیوں، حکمتِ عملیوں اور فیصلوں کی سخت مخالفت کی۔

ہم نہیں جانتے کہ پیلاطس نے کیوں اُن گلیلیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جو یروشلیم کی عبادت گاہ میں قربانیاں چڑھانے کے لئے آئے تھے۔ جبکہ غیر یہودیوں کا اُس حِصے میں جانا ممنوع تھا جہاں قربانیاں گذرانی جاتی تھیں اور رُومی بھی یہودیوں کی مذہبی رسومات کی ادائیگیوں میں مداخلت نہیں کرتے تھے لہذا پیلاطس کے لئے عبادت گاہ کے تقدُس کی بے حرمتی اور یہ ظالمانہ حرکت یقیناً ایک بہت بڑا قدم تھا۔ عبادت کرنے والوں کا خون اپنی قربانیوں کے ساتھ مِلانا رُومیوں کے لئے بھی ظلم و بربریت کی اِنتہا تھی۔

جن لوگوں نے مسیح یسوع کو اِس دردناک واقعہ کی خبر دی سمجھتے تھے کہ اِن بدقسمت گلیلیوں نے یقیناً سنگین ترین گناہ کِیا ہو گا

جس کی وجہ سے یہ آفت اُن پر آئی ہے۔ مگر مسیح یسوع اُن سے مُتفق نہ تھے۔ اُن کے نزدیک پیلاطس نے جن لوگوں کا خون کِیا باقی لوگوں سے زیادہ گناہگار نہ تھے۔ تو وہ دوسرے گلیلیوں سے زیادہ ایسے بھیانک قتل و خون سے کیوں گزرے؟ دوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح سے شکایت کرنے والے بھی اُنہی ہلاک ہونے والے گلیلیوں کی طرح قصوروار اور سزا کے لائق تھے۔ ہاں، فرق صرف یہ تھا کہ اُنہیں اپنے قصوروں کی سزا ابھی مِلنا تھی۔ مسیح یسوع کا مطلب یہ تھا کہ سب نے گناہ کِیا اور سزا کے تحت ہیں۔ خواہ کسی نے کم گناہ کِئے ہوں یا زیادہ سب گناہگار ہیں اور اپنے وقت پر سزا پائیں گے۔ گناہوں کی سزا سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے توبہ۔

اپنے پیغام کی وضاحت کے لئے مسیح یسوع نے ایک اَور المناک واقعہ سُنایا۔ شائد لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غیر متوقع آفات و تباہی صرف دُور کے صوبوں کی اخلاقی بد حالی کے سبب سے آتی ہیں۔ مگر مسیح نے یروشلیم کے رہنے والوں کا حوالہ دیا جو کہ مذہبی سرگرمیوں کا مرکز تھا جہاں ایک دیوار گرنے سے ۱۸ لوگ ہلاک ہو گئے۔ وہ ۱۸ دوسرے لوگوں سے زیادہ بُرے نہیں تھے، یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ یروشلیم میں رہنے والے دوسرے معصوموں سے کم معصوم نہیں تھے۔ جیسا گلیلیوں کے ساتھ ہُوا ویسا اِن کے ساتھ بھی ہو گا۔ اگر اپنے گناہوں سے توبہ نہ کریں تو ایک دِن سب ہلاک ہوں گے۔

مسیح یسوع نے اُنہیں تاکستان میں لگے اِنجیر کے ایک درخت کی تمثیل سُنائی۔ یہودی نبی تاکستان اور اِنجیر کے درختوں کو اِسرائیلی قوم کے نشان کے طور پر اِستعمال کرتے تھے۔ مثال کے طور پر خدا نے ہوسیع نبی کی معرفت کہا، ''مَیں نے اِسرائیل کو بیابانی انگوروں کی مانند پایا۔ تمہارے باپ دادا کو اِنجیر کے پہلے پکے پھل کی مانند دیکھا...'' (ہوسیع ۹:۱۰)

بدقسمتی سے جب مسیح یسوع دُنیا میں آئے اِسرائیل میں اِنجیر کے درخت پھلدار نہیں تھے۔ اور جب وہ یہ تمثیل سُنا رہے تھے اُس وقت یہودی مذہبی لیڈر اُس کے خلاف ہوتے جا رہے اور اُس کی تعلیم کو رَد کر رہے تھے۔ پانچ ہزار کے مجمع کو کھانا کھِلانے کے بعد، عام لوگ بھی اُس کے خلاف ہو کر اُسے چھوڑ گئے۔ آخرِ کار یہودی اُسے پکڑ کر رُومیوں کے حوالہ کریں گے کہ صلیب دیں۔ یہ بہت ہی دُکھ کی بات ہے کیونکہ یہودیوں کو تو چاہیے تھا کہ یسوع کو آگے بڑھ کر خوش آمدید کہتے۔ وہ صدیوں سے موعودہ مسیح کا اِنتظار کر رہے تھے، مگر افسوس کہ جب وہ آیا تو تقریباً ساری اِسرائیلی قوم نے اُسے رَد کِیا۔

مسیح یسوع نے یہودیوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ گناہوں سے توبہ کے لئے وقت ختم ہو رہا ہے لہٰذا خدا کے اُس مقصد کو پورا کرنے میں دیر نہ کرو جس کے لئے اُس نے تمہیں چُنا ہے۔ یاد کرو کہ یُوحنا اِصطباغی توبہ کا پیغام لے کر آیا۔ اُس کے پیغام کا کچھ حِصہ یوں تھا، ''اور اَب درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہُوا ہے۔ پس جو درخت

اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔'' (متی ۳:۱۰) پہلے تین سال یُوحنا اور پھر مسیح لوگوں کو خبردار کرتے رہے کہ توبہ کرو اور پھل لاؤ، مگر اِنجیر کے درخت کے مالک یعنی خدا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ صرف ایک سال رہتا تھا کہ خدا کی خواہش کے مطابق پھل پیدا کریں۔ اور اگر وہ بے پھل ہی رہتے ہیں تو تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ بدقسمتی سے لوگوں نے اِس اِلٰہی وارننگ پر کان نہیں دھرے۔ اور مسیح یسوع کو رَد کرنے اور ہلاک کرنے کے بعد اُس کی یہ وارننگ سچ ثابت ہوئی۔ خدا کی عدالت و سزا یہودی قوم پر آ پڑی، اور رُومیوں نے یروشلیم اور مقدِس کو تباہ و برباد کر دیا۔

آج ہمیں بھی کچھ ایسے ہی حالات کا سامنا ہے۔ پطرس رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''خداوند اپنے وعدہ میں دیر نہیں کرتا جیسی دیر بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ تمہارے بارے میں تحمل کرتا ہے، اِس لئے کہ کسی کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ سب کی توبہ تک نوبت پہنچے۔'' (۲-پطرس ۳:۹) کیا ہم توبہ کرنے اور خدا کی مرضی کے مطابق پھل پیدا کرنے کے لئے تیار ہیں؟ یا اپنی گناہ آلودہ راہوں پر ہی چلتے رہیں گے اور آخرِ کار تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

تمثیل سُنانے کے بعد مسیح یسوع نے عملی مظاہرہ کِیا کہ ہماری خدا سے محبت و پرستش محض ظاہری اور لفظی نہیں بلکہ دِل کی گہرائیوں سے ہونی چاہیے۔

انچاسواں باب

چُھوٹ گئی

(لُوقا ۱۳:۱۰۔۱۷)

قوانین اور احکامات ایک اچھے اور ضروری مقصد کے تحت نافذ کِئے جاتے ہیں تاکہ کسی بھی معاشرے میں نظامِ زندگی بغیر کسی رکاوٹ اور اِنتشار کے امن و امان کے ساتھ جاری رہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی قانون نہ ہوتا کہ سڑک پر کِس طرف گاڑی چلانا ہے، کب گاڑی کو رُوکنا ہے، کِس کو پہلے گزرنا ہے اور مخصوص مقامات پر رفتار کتنی ہونی چاہیے تو یقیناً ٹریفک کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا اور جگہ جگہ حادثات، لوگ زخمی اور قیمتی جانوں کا نقصان ہوتا۔ اگرچہ ٹریفک کے قوانین معاشرے کے لئے اچھے ہیں اور ہمارے ہی فائدے کے لئے بنائے گئے ہیں مگر کبھی کبھی اُن پر سختی سے عمل کرنا ٹریفک کے بُنیادی اُصولوں کی نفی یا درگزر کرنا ہے۔ ایک اچھا ڈرائیور جانتا ہے کہ کب اِس پر عمل نہیں کرنا تاکہ قانون کا مقصد بھی پورا ہو جائے اور ٹریفک میں بھی کوئی خلل نہ پڑے۔

جس طرح ہمارا معاشرہ لوگوں کی بھلائی و بہتری کے لئے قوانین و احکامات نافذ کرتا ہے اُسی طرح خدا نے اپنے پیارے بندے موسیٰ نبی

کے ذریعہ موسوی قوانین بنی اِسرائیل کو دیئے تا کہ وہ اُن پر عمل کر کے اپنی زندگیوں کو بہتر بنائیں اور اِلٰہی برکات پائیں۔ مگر بدقسمتی سے لوگ قانون بنانے اور لاگو کرنے کے مقصد کو بھول کر قانون کی سطحی باتوں پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ یہی وہ غلطی تھی جو مسیح یسوع کے زمانہ کے مذہبی راہنماؤں نے کی۔ اُنہوں نے لوگوں کو شریعت کے قوانین کی خلاف ورزی سے رُوکنے کے لئے ہر طرح کے رسم و رواج شامل کر دیئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ احکامات جو لوگوں کی بھلائی، بہتری اور برکت کے لئے تھے، ایک بُوجھ بن گئے۔ مسیح یسوع نے اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا، ”...اَے شرع کے عالمو، تم پر بھی افسوس! کہ تم ایسے بُوجھ جن کو اُٹھانا مُشکل ہے آدمیوں پر لادتے ہو اور آپ ایک اُنگلی بھی اُن بُوجھوں کو نہیں لگاتے۔“ (لُوقا ۱۱:۴۶)

سبت کے دِن مسیح یسوع کو مذہبی لیڈروں کی ریاکاری و مُنافقت کو بے نقاب کرنے کا موقع مِلا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۳ باب کی ۱۰ سے ۱۷ آیت میں یوں لکھا ہے، ”پھر وہ سبت کے دِن کسی عبادت خانہ میں تعلیم دیتا تھا، اور دیکھو ایک عورت تھی جس کو اٹھارہ برس سے کسی بدرُوح کے باعث کمزوری تھی۔ وہ کبڑی ہو گئی تھی اور کسی طرح سیدھی نہ ہو سکتی تھی۔ یسوع نے اُسے دیکھ کر پاس بُلایا اور اُس سے کہا، اَے عورت، تُو اپنی کمزوری سے چُھوٹ گئی۔ اور اُس نے اُس پر ہاتھ رکھے۔ اُسی دَم وہ سیدھی ہو گئی اور خدا کی تمجید کرنے لگی۔

عبادتخانہ کا سردار اِس لئے کہ یسوع نے سبت کے دِن شفا بخشی خفا ہو کر لوگوں سے کہنے لگا، چھ دِن ہیں جن میں کام کرنا چاہیے، پس اُنہی میں آ کر شفا پاؤ نہ کہ سبت کے دِن۔ خداوند نے اُس کے جواب میں کہا کہ اَے ریاکارو! کیا ہر ایک تم میں سے سبت کے دِن اپنے بیل یا گدھے کو تھان سے کھول کر پانی پلانے نہیں لے جاتا؟ پس کیا واجب نہ تھا کہ یہ جو ابرہام کی بیٹی ہے جس کو شیطان نے اٹھارہ برس سے باندھ رکھا تھا سبت کے دِن اِس بند سے چُھڑائی جاتی؟ جب اُس نے یہ باتیں کہیں تو اُس کے سب مُخالف شرمندہ ہوئے اور ساری بھیڑ اُن عالیشان کاموں سے جو اُس سے ہوتے تھے خوش ہوئی۔'' (لُوقا۱۳:۱۰۔۱۷)

سطحی طور پر عبادتخانے کے سردار کا اعتراض معقول لگتا تھا کیونکہ خدا نے ہر ہفتہ کا ساتواں دِن یعنی ہفتے کا دِن آرام کے لئے رکھا ہے۔ اُس دِن کسی بھی قِسم کا کام نہیں کرنا چاہیے تھا۔ موسوی شریعت کے مطابق اگر کوئی سبت کے دِن باقی دِنوں کی طرح کام کاج کرتا ہے تو اُس کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔ موسیٰ نبی کو شریعت کے قوانین مِلے ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہُوا تھا کہ بنی اِسرائیل نے دیکھا کہ ایک آدمی سبت کے دِن جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کر رہا ہے۔ خدا نے حکم دیا کہ ساری جماعت اُسے لشکر گاہ کے باہر لے جا کر سنگسار کرے کیونکہ اُس نے سبت کے دِن کام کِیا۔ اِسی حکم کی روشنی میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ عبادتخانہ کے سردار نے کُبڑی عورت کو سبت

کے دِن شفا دینے پر اعتراض کِیا۔ اٹھارہ سال بعد، دوسرے دِن کے اِنتظار سے کیا فرق پڑے گا؟ مگر عبادتخانہ کے سردار اور دوسرے مذہبی لیڈروں نے جو وہاں حاضر تھے، کچھ باتوں کو دَرگزر کر دیا۔ سردار لوگوں پر خفا ہُوا کہ وہ سبت کے دِن شفا پانے کو آئے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایسا واضح ثبوت نہیں کہ وہ عورت عبادتخانہ میں شفا پانے آئی تھی۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کی حمد و تمجید کرنے آئی تھی یا شائد مسیح یسوع کی تعلیم سُننے، بلکہ وہ تو عبادت شروع ہونے کے وقت موجود ہی نہیں تھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اپنی جسمانی کمزوری کے باعث وقت پر نہ پہنچ سکی اور اپنے کبڑے پن کی وجہ سے بمُشکل چلتی ہوئی عبادت کے دوران عبادت گاہ میں آئی ہو۔ اُس نے عبادتی ماحول میں خلل ڈالنے کی قطعی کوشش نہیں کی، اور نہ ہی اُس نے مسیح خداوند سے درخواست کی کہ وہ شفا پانا چاہتی ہے بلکہ مسیح یسوع نے اُسے اپنے پاس بُلایا اور عبادت کو کچھ دیر کے لئے رُوکا۔ لہذا عبادتخانہ کے سردار کا عورت پر غصہ کرنا بالکل واجب نہیں تھا۔ اِس کے علاوہ وہ پہچان ہی نہ سکا کہ یہ کوئی عام بیماری نہیں، لُوقا واضح طور پر کہتا ہے کہ اُس عورت کی کمزوری بدرُوح کے باعث تھی۔ اور عبادتخانہ خدا کا گھر ہے جہاں عبادت و پرستش کی جاتی ہے تاکہ لوگ خدا کی نزدیکی و قربت حاصل کریں اور اگر عبادتخانہ میں شیطان کے شیطانی کاموں کو ناکام وبرباد نہیں کِیا جا سکتا تو پھر کہاں کر سکتے ہیں؟ اگر عبادتخانہ میں بُرائی کو بھگایا نہیں جا

سکتا اور اپنے آپ کو خدا کی خدمت کے لئے تیار نہیں کرنا تو پھر عبادتخانہ کا مقصد کیا ہے؟

بہت سے لوگ اِس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ شیطان اور بدرُوحیں ایسی جگہ میں داخل نہیں ہو سکتے جو خدا کی عبادت و پرستش کے لئے مخصوص ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ کبڑے پن کا شکار عورت کو عبادتخانہ میں عبادتی میٹنگ کے دوران جانے سے کوئی بھی چیز رُوک نہ سکی کیونکہ خدا ہاتھ سے بنائی گئی عمارتوں میں نہیں رہتا۔ جیسا کہ پَولُس رسول کہتا ہے، ''جس خدا نے دُنیا اور اُس کی سب چیزوں کو پیدا کِیا وہ آسمان اور زمین کا مالک ہو کر ہاتھ کے بنائے ہوئے مندروں میں نہیں رہتا۔'' (اعمال ۱۷:۲۴)

صرف ایک ہی مندر ہے جہاں خدا رہنا چاہتا ہے اور وہ ہے ہمارے دِل کا مندر۔ اگر اُس کا پاک رُوح ہمارے اندر ہے تو پھر ہم جہاں بھی جائیں خدا ہمارے ساتھ ساتھ ہو گا۔ اِسی طرح جب بُرائی اِنسان کے دِل میں گھر کر لیتی ہے تو پھر جہاں بھی جائے بدی ساتھ ساتھ رہے گی خواہ کسی عبادتخانہ میں ہی کیوں نہ چلے جائیں۔

عبادتخانہ کے سردار نے سب سے بڑی غلطی یہ کی کہ وہ خدا کے اُس مقصد ہی کو بُھول گیا جس کے تحت سبت کے دِن کو آرام کا دِن ٹھہرایا گیا تھا۔ یہ نہ صرف آرام کا دِن تھا بلکہ یہ آزادی کا ہفتہ وار دِن بھی تھا۔ موسوی شریعت کے مطابق خدا نے حکم دیا، ''اور یاد رکھنا

کہ تُو مُلکِ مِصر میں غلام تھا اور وہاں سے خداوند تیرا خدا اپنے زور آور ہاتھ اور بلند بازو سے تجھ کو نکال لایا۔ اِس لئے خداوند تیرے خدا نے تجھ کو سبت کے دِن کو ماننے کا حکم دیا۔'' (اِستثنا ۵:۱۵)

اِس کی روشنی میں مسیح یسوع کا کبڑی عورت کو شفا دینا شرعی قوانین کے مطابق اور بالکل جائز تھا کہ وہ سبت کے دِن شیطانی بیماری سے صحت یاب ہو۔ اُس کی شفا سبت کے دِن کی تصدیق تھی نہ کہ بے حُرمتی۔ یہ مذہبی لیڈروں کے لئے ناراض اور خفا ہونے کی بات نہیں تھی کہ مسیح یسوع نے اُس بیمار عورت کو شیطان کے چُنگل سے چُھڑایا بلکہ خوشی کا جشن منانے کا موقع تھا کہ اُس کی شیطانی زنجیریں ٹوٹ گئیں۔

مسیح یسوع نے مذہبی راہنماؤں کی ریاکاری اور مُنافقت کو بے نقاب کرتے ہوئے کہا کہ تم میں سے کوئی بھی اِتنا ظالم نہیں کہ سبت کے دِن اپنے پیاسے جانوروں کو پانی پِلانے نہ لے جائے۔ اگر تمہارے نزدیک اپنے جانوروں کو تھان سے کھول کر پانی پلانے کے واسطے لے جانا جائز ہے حالانکہ سبت کے دِن کام کرنا منع ہے تو کیا بیمار عورت کو شفا دینا مُناسب نہیں تھا؟

کیا ہم بھی مذہبی لیڈروں کی طرح ہیں جو خود سے بنائے ہوئے رسم و رواج کی پیروی کرتے ہیں اور اِنسانوں سے زیادہ کسی اَور چیز کو اہمیت دیتے ہیں؟ یا جب ہم کسی کو غلامی سے چُھٹکارا پاتے دیکھتے ہیں تو خدا کی حمد و تمجید کرتے ہیں؟

پچاسواں باب

خُدا کی بادشاہت

(لُوقا ۱۳:۱۸۔۳۰)

اکثر وہ چیزیں جو دیکھنے میں بہت ہی دِلکش و پُر کشِش لگتی ہیں شائد حقیقت میں اُن کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر کوئی اہم پروجیکٹ یا منصوبہ جس کی بہت ہی زیادہ تشہیر کی گئی اور جس پر پانی کی طرح پیسہ لگایا گیا، جب تکمیل کے مراحل تک پہنچا تو اُس کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہُوا یا یوں کہہ لیں غیر موثر رہا۔ یقیناً یہ روپے پیسے اور وسائل کا نقصان ہے اُس پروجیکٹ کے مقابلہ میں جس پر نہ تو اِتنا زیادہ روپیہ پیسہ لگایا گیا اور نہ اُس کی اِتنی تشہیر کی گئی بلکہ بہت کم لوگوں نے اُس کے بارے میں سُن رکھا تھا مگر عوام کو اُس کا بہت فائدہ ہوا، یوں وہ منصوبہ کم لاگت اور بغیر اشہتاری مہم کے بھی بہت کامیاب رہا۔

مسیح یسوع کے زمانہ کے مذہبی لیڈر بڑی بے چینی سے خدا کی بادشاہی آنے کی اُمید لگائے بیٹھے تھے، اُن کی توقعات کے مطابق کہ یہ آسمانی بادشاہی ایک زبردست سیاسی اور فوجی طاقت پر قائم ہو گی جو رُومیوں کو فلسطین کی سَر زمین سے مار بھگائے گی۔ اِس میں کوئی شک

نہیں کہ اُنہیں توقع تھی کہ اُن کا خدا کی بادشاہی میں ایک اہم کردار ہو گا۔ مسیح یسوع کی مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جیسا کہ وہ چاہتے تھے مسیح نے اُن کے بالکل برعکس آنے والی نئ آسمانی سلطنت کا پرچار کِیا۔ مسیح یسوع کی تعلیم کے مطابق خدا کی بادشاہی میں سیاسی طاقت کی نہیں بلکہ اپنا دِل خدا کو دینے کی ضرورت ہو گی۔

ایک دِن جب مسیح یسوع سبت کے دِن عبادتخانہ میں تعلیم دے رہے تھے تو اُنہوں نے وہاں ایک عورت کو شفا بخشی جو ۱۸ سال سے شیطانی بیماری کے سبب معذور تھی۔ عورت کو شفا دینے سے مذہبی لیڈر قطعی خوش نہ ہوئے، لیکن مسیح یسوع کی نظر میں عورت کو شیطانی بیماری سے شفا دینا مذہبی لیڈروں کے مسلط کِئے ہوئے ضابطوں سے کہیں بڑھ کر خدا کی بادشاہی کو قائم کرنے کی طرف اہم قدم تھا۔ مذہبی راہنماؤں کے بنائے اور لاگو کِئے ہوئے ضابطے کسی کو بھی خدا کے قریب نہ لا سکے۔

عورت کو شفا دینے کے بعد مسیح یسوع نے خدا کی بادشاہی کے بارے میں وضاحت کی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے۱۳ باب کی ۱۸ سے ۲۱ آیت میں لکھا ہے، ''پس وہ کہنے لگا، خدا کی بادشاہی کِس کی مانند ہے؟ مَیں اُس کو کِس سے تشبیہ دُوں؟ وہ رائی کے دانے کی مانند ہے جس کو ایک آدمی نے لے کر اپنے باغ میں ڈال دیا۔ وہ اُگ کر بڑا درخت ہو گیا اور ہَوا کے پرندوں نے اُس کی ڈالیوں پر بسیرا کِیا۔ اُس نے پھر کہا، مَیں خدا کی بادشاہی کو کِس سے تشبیہ دُوں؟ وہ خمیر کی مانند

ہے جِسے ایک عورت نے لے کر تین پیمانہ آٹے میں مِلایا اور ہوتے ہوتے سب خمیر ہو گیا۔'' (لُوقا ۱۳: ۱۸۔۲۱)

اِن دو تمثیلوں کے ذریعہ مسیح یسوع اِس اہم نکتہ پر روشنی ڈال رہے ہیں کہ خدا اعلیٰ ترین نتائج حاصل کرنے کے لئے معمولی چیزوں کو بھی اِستعمال کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ رائی کا دانہ اور خمیر کا بیج بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں مگر اُن کا اثر اپنے سائز سے کہیں بڑا ہوتا ہے۔ جس رائی کے دانے کی مسیح یسوع بات کر رہے ہیں وہ اُگ کر تین یا چار میٹر لمبے درخت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح خمیر بھی جلد ہی مِل کر سارے آٹے کو خمیرہ کر دیتا ہے۔ ایسے ہی خدا کی بادشاہی ہے جو کسی متاثر کن تقریر یا سیاسی تدبیر سے نہیں بلکہ تابعداری کے معمولی فعل پر قائم ہو گی۔ جس طرح ایک آدمی رائی کے دانے کو اُگا تو سکتا ہے اور سارے آٹے کو تھوڑے سے خمیر سے خمیرہ تو کر سکتا ہے مگر خدا ہے جو اُس کو بڑھاتا ہے، یہ خدا ہی ہے جو بیوہ عورت کو دِکھائی گئی مہربانی، ایک دُشمن کو دی گئی معافی، ایک غریب کو دی گئی مدد کو ایک عظیم ترین طاقت میں تبدیل کر سکتا ہے جس سے شیطان کے کاموں کو تباہ و برباد کر کے گناہ کی غلامی میں جکڑے لوگوں کو آزاد کِیا جا سکتا ہے۔

آیت ۲۲ سے ۳۰ میں لُوقا ایک اَور واقعہ کا ذِکر کرتا ہے، جب مسیح یسوع نے خدا کی بادشاہی بارے لوگوں سے کلام کِیا، ''وہ شہر

شہر اور گاؤں گاؤں تعلیم دیتا ہُوا یروشلیم کا سفر کر رہا تھا، اور کسی شخص نے اُس سے پوچھا کہ اَے خداوند! کیا نجات پانے والے تھوڑے ہیں؟ اُس نے اُن سے کہا، جانفشانی کرو کہ تنگ دروازہ سے داخل ہو کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ بُہتیرے داخل ہونے کی کوشش کریں گے اور نہ ہو سکیں گے۔ جب گھر کا مالِک اُٹھ کر دروازہ بند کر چکا ہو اور تم باہر کھڑے دروازہ کھٹکھٹا کر یہ کہنا شروع کرو کہ اَے خداوند! ہمارے لئے کھول دے اور وہ جواب دے کہ مَیں تم کو نہیں جانتا کہ کہاں کے ہو۔ اُس وقت تم کہنا شروع کرو گے کہ ہم نے تو تیرے رُو برُو کھایا پیا اور تُو نے ہمارے بازاروں میں تعلیم دی۔ مگر وہ کہے گا، مَیں تم سے کہتا ہوں کہ مَیں نہیں جانتا تم کہاں کے ہو۔ اَے بدکارو! تم سب مجھ سے دُور ہو۔ وہاں رونا اور دانت پیسنا ہو گا جب تم ابرہام اور اِضحاق اور یعقوب اور سب نبیوں کو خدا کی بادشاہی میں شامل اور اپنے آپ کو باہر نکالا ہُوا دیکھو گے، اور پُورب پچھّم اُتر دکھن سے لوگ آ کر خدا کی بادشاہی کی ضیافت میں شریک ہوں گے، اور دیکھو بعض آخر ایسے ہیں جو اول ہوں گے اور بعض اول ہیں جو آخر ہوں گے۔‘‘ (لُوقا ۱۳:۲۲-۳۰)

مسیح یسوع کے اِن الفاظ نے ایک بار پھر خدا کی بادشاہی بارے لوگوں کے خیالات کو اُلٹ کر رکھ دیا ۔ زمینی بادشاہت اپنی علاقائی حدُود کو فوجی طاقت کے ذریعہ وسعت دیتی ہے لیکن خدا کی بادشاہی

میں شمولیت اپنی مرضی سے یعنی رضاکارانہ طور پر ہے، کسی کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں۔ درحقیقت بہت سے آسمان کی بادشاہی میں شامل ہونا چاہیں گے مگر نہ ہو پائیں گے۔ وہ کیوں خدا کی بادشاہی میں داخل نہ ہو سکیں گے؟ کیونکہ وہ اِلٰہی اُصولوں کے مطابق نہیں بلکہ اپنی شرائط پر داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسیح یسوع نے خدا کی بادشاہی کو ایک گھر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہا کہ لازم ہے اِس میں تنگ دروازہ سے داخل ہو، مگر اُنہوں نے دروازہ کی وضاحت نہیں کی کہ اِس کا مطلب کیا ہے۔ البتہ ایک اَور موقع پر اُنہوں نے فرمایا، ''دروازہ مَیں ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے داخل ہو تو نجات پائے گا اور اندر باہر آیا جایا کرے گا اور چارا پائے گا۔'' (یُوحنا ۹:۱۰)

اِس کا مطلب بہت آسان ہے۔ خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے مسیح یسوع۔ اگر ہم مسیح کا اِنکار کرتے ہیں تو ہم خدا کے نہیں۔

اِس کے علاوہ خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے دیر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دروازہ ہمیشہ کھلا نہ رہے گا، اور جب ایک بار دروازہ بند ہو گیا تو خواہ کتنی ہی منت سماجت کریں کبھی نہیں کھلے گا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو مسیح یسوع کو جاننے پہچاننے کا دعویٰ کرتے ہیں، اُن پر اندر داخل ہونے کی پابندی ہو گی کیونکہ اُنہوں نے موقع ہونے کے باوجود خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کی شرائط پوری نہیں کیں۔

پاک صحائف میں ایک عالیشان ضیافت کی تصویر کشی کی گئ ہے جہاں نیک اور راستباز خدا کی حضوری میں کھانا کھانے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر یسعیاہ نبی لکھتا ہے، ''اور ربُ الافواج اِس پہاڑ پر سب قوموں کے لئے فربہ چیزوں سے ایک ضیافت تیار کرے گا بلکہ ایک ضیافت تلچھٹ پر سے نتھری ہوئی مَے سے۔ ہاں، فربہ چیزوں سے جو پُرمغز ہوں اور مَے سے جو تلچھٹ پر سے خوب نتھری ہوئی ہو۔ اور وہ اِس پہاڑ پر اُس پردہ کو جو تمام لوگوں پر پڑا ہے اور اُس نقاب کو جو سب قوموں پر لٹک رہا ہے دُور کر دے گا۔ وہ موت کو ہمیشہ کے لئے نابُود کرے گا اور خداوند خدا سب کے چہروں سے آنسو پُونچھ ڈالے گا اور اپنے لوگوں کی رُسوائی تمام سر زمین پر سے مِٹا دے گا کیونکہ خداوند نے یہ فرمایا ہے۔ اور اُس وقت یوں کہا جائے گا، لو یہ ہمارا خدا ہے۔ ہم اُس کی راہ تکتے تھے اور وہی ہم کو بچائے گا۔ یہ خداوند ہے۔ ہم اُس کے اِنتظار میں تھے۔ ہم اُس کی نجات سے خوش و خرم ہوں گے۔'' (یسعیاہ ۲۵:۶-۹)

جبکہ یہودی خدا کے چُنے ہوئے لوگ تھے لہذا قدرتی بات تھی کہ وہ توقع رکھتے تھے کہ اِس ضیافت میں اُن کو نمایاں جگہ مِلے گی، مگر مسیح یسوع نے فرمایا کہ یہودی نسل سے ہونا کوئی گارنٹی نہیں کہ وہ ضرور ضیافت کی میز پر بیٹھیں گے۔ وہ جو خدا کی بادشاہی میں تنگ دروازہ سے داخل نہیں ہوئے باہر نکال دیئے جائیں گے۔ یہودیوں کو ضیافت سے

نکالے جانے کا غم و غصہ تو ہو گا مگر یہ غصہ اُس وقت اِنتہا کو پہنچ جائے گا جب وہ دیکھیں گے کہ کھانے کی میز پر جگہ جگہ سے آئے ہوئے لوگ بیٹھے ہیں۔ یہ اُس حقیقت کی طرف واضح اِشارہ ہے کہ خدا کی بادشاہی صرف ایک ہی نسل تک محدُود نہیں بلکہ سب کے لئے دروازہ کھلا ہے۔ ہر کوئی خواہ اُس کا تعلق کسی بھی رنگ و نسل سے کیوں نہ ہو، اگر وہ دروازہ سے ہو کر داخل ہو گا تو ضیافت میں شامل ہو سکے گا۔ یہودی بھی اپنی جگہ صحیح تھے کہ ضیافت میں بیٹھنے کا سب سے پہلا حق اُن کا تھا، لیکن اُنہوں نے مسیح یسوع کا اِنکار کِیا لہذا وہ جگہ جس پر اُن کا حق تھا کسی اَور کو دے دی گئی۔ کیا ہم نے مسیح کو قبول کِیا ہے تا کہ ضیافت میں اپنی جگہ بنا سکیں؟ کیا ہم تنگ دروازہ سے داخل ہوئے ہیں؟

اکاونواں باب

یروشلیم سے باہر نبی ہلاک نہیں ہو سکتا

(لُوقا ۱۳:۳۱-۳۵)

اپنی غلطی کو تسلیم کرنا نہایت مشکل کام ہے بلکہ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ مسئلہ کو سُلجھانے کی بجائے غلطی کی نشاہی کرنے والے کے کردار کو نشانہ بنایا جائے۔ یہ کیسی ستم ظریفی ہے حالانکہ ہم اُن لوگوں کی تو بڑی تعریف کرتے ہیں جو کھلے دِل سے اپنی غلطیوں کو تسلیم کرتے اور حلیمی سے اپنی سوچ بدل لیتے ہیں۔

مذہبی لیڈروں کے لئے اپنی غلطی کو تسلیم کرنا اَور بھی مشکل ہوتا ہے کیونکہ اُن کو عزت و مرتبہ اور اپنے مداحوں و پیروکاروں کے کھو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اِسی لئے وہ اپنی خود ساختہ حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے تنقید کرنے والوں پر جوابی حملہ کرتے ہیں۔ مسیح یسوع کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہُوا کیونکہ اُن کی تعلیم مذہبی لیڈروں کو چیلنج کرتی تھی۔ وہ ضابطوں اور رسم و رواج کی پیروی پر زیادہ زور دیتے تھے جبکہ مسیح یسوع کی تعلیم کا مرکز باطنی صفائی اور دِل سے خدا کی خدمت تھا۔ مذہبی راہنما مسیح کے معجزات کا اِنکار نہیں کر سکتے تھے۔ جب مسیح نے اُنہیں غلط تعلیم اور رسم و رواج بارے خبردار کِیا تو اُن کے پاس اِس کا

کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ اپنی غلطیوں کو تسلیم کرنے اور یہ حقیقت سمجھنے کی بجائے کہ مسیح خدا کی طرف سے آیا ہے، اُلٹا اُسے بدنام کرنے لگے۔

لُوقا کی اِنجیل کے ۱۳ باب کی ۳۱ سے ۳۵ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''اُسی گھڑی بعض فریسیوں نے آ کر اُس سے کہا کہ نکل کر یہاں سے چل دے کیونکہ ہیرودیس تجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اُس نے اُن سے کہا کہ جا کر اُس لومڑی سے کہہ دو کہ مَیں آج اور کل بدرُوحوں کو نکالتا اور شفا بخشنے کا کام انجام دیتا رہوں گا اور تیسرے دِن کمال کو پہنچوں گا۔ مگر مجھے آج اور کل اور پرسوں اپنی راہ پر چلنا ضرور ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلیم سے باہر ہلاک ہو۔ اَے یروشلیم! اَے یروشلیم! تُو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے اُن کو سنگسار کرتی ہے کِتنی ہی بار مَیں نے چاہا کہ جس طرح مُرغی اپنے بچوں کو پَروں تلے جمع کر لیتی ہے اُسی طرح مَیں بھی تیرے بچوں کو جمع کر لوں مگر تم نے نہ چاہا! دیکھو تمہارا گھر تمہارے ہی لئے چھوڑا جاتا ہے اور مَیں تم سے کہتا ہوں کہ مجھ کو اُس وقت تک ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مُبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔'' (لُوقا ۱۳:۳۱-۳۵)

لُوقا لکھتا ہے کہ اِس سے پہلے بھی مذہبی لیڈروں نے مسیح یسوع کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا کہ وہ بدرُوحوں کے سردار کی مدد سے معجزے

دِکھاتا ہے۔ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ مذہبی راہنما بڑی شدت سے اُس کی مخالفت کرنے لگے۔ مگر اِس کے باوجود، "...ساری بھیڑ اُن عالیشان کاموں سے جو اُس سے ہوتے تھے خوش ہوئی۔" (لُوقا ۱۳:۱۷) جب آمنے سامنے کی تنقید سے اُنہیں سوائے ذلت اُٹھانے کے اَور کچھ نہ مِلا تو اُنہوں نے مسیح کو بدنام کرنے کا ایک اَور مکارانہ راستہ اِختیار کِیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر وہ ثابت کر دیں کہ وہ بزدل ہے کیونکہ حکمرانوں کو ناراض نہیں کرنا چاہتا جیسا کہ یُوحنا اِصطباغی نے کِیا تو لوگ اُس سے دُور ہو جائیں گے۔ جب کوئی خطرہ نہ ہو تو دلیری دِکھانا آسان ہوتا ہے، مگر جب حقیقی خطرہ سامنے موجود ہو تو ہمارا ردِ عمل کیا ہو گا؟ اِسی لئے فریسیوں نے مسیح یسوع سے کہا کہ وہ ہیرودیس کی بادشاہی سے نکل جائے۔

فریسیوں نے دعویٰ کِیا کہ ہیرودیس اُسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ہیرودیس مسیح یسوع کو دیکھنا چاہتا تھا۔ لُوقا لکھتا ہے کہ ہیرودیس اُس کے بارے میں افواہیں سُن کر بڑا حیران و پریشان تھا اِسی لئے اِن سب باتوں کی خود سے تسلی و تصدیق کرنا چاہتا تھا لیکن کہیں بھی یہ اِشارہ نہیں ملتا کہ وہ مسیح کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ وہ کسی صُورت یہ نہیں چاہتا تھا کہ یُوحنا اِصطباغی کے قتل کے بعد ایک اَور جُرم اپنے سَر لے۔ اِس کے علاوہ اگر ہیرودیس واقعی مسیح کو قتل کرنا چاہتا تو بڑی آسانی سے سپاہی بھیج کر اُسے پکڑ سکتا ہے، اور یہ بھی کہ

اُسے کیا پڑی تھی کہ اپنے اِس منصوبہ کو فریسیوں کے ذریعہ پورا کرے؟ اِسی لئے یوں لگتا ہے کہ فریسیوں نے ہیرودیس کی طرف سے قتل کی دھمکی کو خود ہی گھڑ لیا تا کہ مسیح ڈر جائے۔

کیا وہ مسیح کی حفاظت کے لئے واقعی فکرمند تھے، یا شائد دُھوکے سے اُسے لوگوں کے سامنے بدنام کرنا چاہتے تھے؟ فریسیوں کا دِلی اِرادہ کچھ بھی کیوں نہ ہو، مسیح کو اِس سے کوئی غرض نہیں تھی۔ مسیح یسوع کے جواب نے فریسیوں کی اِس شیخی کو بے نقاب کر دیا کہ وہ ذاتی طور پر ہیرودیس کو جانتے ہیں۔ مسیح کا کہنے کا مطلب یہ تھا کہ ''اگر تمہارے ہیرودیس سے تعلقات ہیں کہ وہ تمہیں اعتماد میں لے کر اپنے منصوبوں کو تکمیل تک پہچانا چاہتا ہے تو جب تمہاری اُس سے ملاقات ہو تو میری طرف سے اُسے Hello بول دینا کیونکہ مَیں اپنے کاموں میں اِتنا مصرُوف ہوں کہ میرے پاس اُس کے لئے وقت ہی نہیں، مگر پھر بھی وہ مجھ سے ملنا چاہے تو یہ ہے میرا آیندہ کی مصرُوفیات کا شیڈول۔''

فریسیوں کے مکارانہ ڈراوے کے جواب میں ہیرودیس کے بارے میں مسیح یسوع کا ردِ عمل بہت ہی دلیرانہ تھا کہ وہ ایک لومڑی ہے۔ یہودیوں کے نزدیک لومڑی نہ صرف چالاکی و مکاری کی علامت تھی بلکہ اُن کے نزدیک اُس کی کچھ اہمیت ہی نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر جب نحمیاہ نبی اپنے لوگوں کے ساتھ یروشلیم کی دیواریں تعمیر کر رہا تھا تو اُس کے دُشمن یہ کہتے ہوئے طنز کرتے تھے کہ ''...جو کچھ وہ بنا رہے

ہیں اگر اُس پر لومڑی چڑھ جائے تو وہ اُن کی پتھر کی شہرِ پناہ کو گرا دے گی۔'' (نحمیاہ ۳:۴) مسیح یسوع کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر ہیرودیس کی دھمکی سچ بھی ہو تو وہ خدا کے عزم و اِرادے کو تبدیل نہیں کر سکتا، خدا اپنے منصوبہ کو تکمیل تک ضرور پہنچائے گا۔ مسیح کو موت سے قطعی ڈر خوف نہیں تھا بلکہ اُس کا دُنیا میں آنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ وہ مر کر بنی نوع اِنسان کے لئے نجات کا باعث بنے، مگر مسیح یسوع کی موت کا ایک مُناسب وقت اور جگہ مُقرر تھی۔ اُس کی موت صرف یروشلیم ہی میں ہونا تھی۔ موت کے وسیلہ ہی اُسے آسمان سے زمین پر آنے کے مقصد کو پورا کرنا تھا اور ہیرودیس یا فریسی کسی بھی حالت میں رُوک نہیں سکتے تھے۔

پھر مسیح یسوع نے یروشلیم پر دُکھ اور افسوس کا اِظہار کِیا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ اُس کے ذہن میں شہر یروشلیم تھا مگر یروشلیم یا صیُون سب یہودی لوگوں کی طرف اِشارہ بھی ہے کیونکہ خدا نے زمین کی ساری قوموں کو چھوڑ کر یہودی قوم کو چُنا کہ اُس کے لوگ ہوں۔ خدا کی موجودگی یروشلیم میں واقع ہیکل میں تھی، مگر بدقسمتی سے یروشلیم اور یہودی لوگوں کی ایک لمبی تاریخ ہے کہ وہ خدا کے پیغمبروں کو نہ صرف رَد بلکہ قتل بھی کرتے رہے۔ اور اَب وہ تمام نبیوں سے اعلیٰ و عظیم مسیح یسوع کو قتل کرنے جا رہے تھے۔ بس کچھ ہی دیر میں مسیح یروشلیم میں موت کو گلے لگائیں گے۔ جیسا کہ بعد میں خدا کے خادم ستفنس نے

کہا، ''اَے گردن کشو اور دِل اور کان کے نامختونو! تم ہر وقت رُوح اُلقدس کی مخالفت کرتے ہو جیسے تمہارے باپ دادا کرتے تھے ویسے ہی تم بھی کرتے ہو۔ نبیوں میں سے کس کو تمہارے باپ دادا نے نہیں ستایا؟ اُنہوں نے تو اُس راستباز کے آنے کی پیش خبری دینے والوں کو قتل کِیا اور اَب تم اُس کے پکڑوانے والے اور قاتل ہوئے۔'' (اعمال ۷:۵۱-۵۲)

مسیح یسوع نے فریسیوں اور یروشلیم کے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا، ''دیکھو تمہارا گھر تمہارے ہی لئے چھوڑا جاتا ہے...'' اِس کا مطلب یہ تھا کہ کیونکہ تم نے مجھے رَد کِیا ہے لہذا یروشلیم شہر تباہ و برباد ہو جائے گا اور یہودی لوگ باقی قوموں میں بکھر کر رہ جائیں گے۔ ایسا ہرگز نہ ہوتا اگر وہ مسیح یسوع کو خوشی سے قبول کرتے بلکہ وہ اُن کی حفاظت و پرورش کرتا، مگر افسوس کہ وہ اِس کے لئے تیار نہ تھے۔ اِس سے ہم یہ سبق سیکھتے ہیں کہ مسیح یسوع کو رَد کرنے کی ایک بھاری قیمت ہے۔ وہ ہمیں رَد کرنے اور اپنے راستے چلنے سے نہیں رُوکتا لیکن جب ایسا کریں گے تو اُس کا حفاظت و شفقت والا ہاتھ ہم پر سے اُٹھ جائے گا، اور اِس کا نتیجہ صرف تباہی و بربادی ہی ہے۔

مسیح یسوع نے لوگوں سے کہا کہ تم ''...مجھ کو اُس وقت تک ہرگز نہ دیکھو گے جب تک نہ کہو گے کہ مُبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔'' کچھ دِن بعد جب مسیح یسوع یروشلیم میں داخل ہو گا تو وہ ایسا ہی کہیں گے۔ جب مسیح زمین پر واپس آئے گا تو سب

لوگ یہاں تک جِنہوں نے اُسے رَد کِیا ہو گا وہ بھی اِقرار کریں گے کہ بے شک مسیح خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ تو کیا ہمارے لئے بہتر نہیں کہ ہم اُسے آج ہی قبول کر لیں؟

باونواں باب

فوقیّت

(لُوقا ۱۴: ۱-۱۱)

کسی بھی صُورتِ حال کے بارے میں بات کرنا تو آسان ہوتا ہے مگر عملی طور پر کچھ کرنا نہایت مشکل۔ کسی بھی مسئلہ کے بارے میں اپنی رائے دینا تو آسان ہوتا ہے کہ ایسے نہیں، ایسے ہونا چاہیے مگر جب ہمیں خود اُسی صُورتِ حال کا سامنا کرنا اور حل ڈھونڈنا پڑتا ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ ہمارے الفاظ کے پیچھے محض شور ہے یا عملاً کچھ کر کے دِکھانا ہے۔

ایک ایسی ہی صُورتِ حال اُس وقت پیدا ہو گئی جب مسیح یسوع کو مذہبی لیڈروں نے کھانے کی دعوت دی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۴ باب کی ۱ سے ۶ آیت میں لکھا ہے، ''پھر ایسا ہُوا کہ وہ سبت کے دِن فریسیوں کے سرداروں میں سے کسی کے گھر کھانا کھانے کو گیا اور وہ اُس کی تاک میں رہے۔ اور دیکھو ایک شخص اُس کے سامنے تھا جِسے جلندر تھا۔ یسوع نے شرع کے عالموں اور فریسیوں سے کہا کہ سبت کے دِن شفا بخشنا روا ہے یا نہیں؟ وہ چُپ رہ گئے۔ اُس نے اُسے ہاتھ لگا کر شفا بخشی اور رُخصت کِیا، اور اُن سے کہا، تم میں ایسا کون ہے جس کا

گدھا یا بیل کنوئیں میں گر پڑے اور وہ سبت کے دِن اُس کو فوراً نہ نکال لے؟ وہ اِن باتوں کا جواب نہ دے سکے۔'' (لُوقا ۱۴:۱-۶)

لُوقا کہتا ہے کہ یہ کوئی دوستوں کی طرف سے دی گئی دوستانہ ماحول کی دعوت نہیں تھی بلکہ اِس ضیافت کا اہتمام دراصل مُعاشرے کے ممتاز یعنی اشرافیہ کے لئے مِل بیٹھنے کا ایک موقع تھا تاکہ وہ دوسروں کو اپنی اہمیت دِکھا سکیں۔ جبکہ فریسی موسوی قوانین یعنی شریعت کی سختی سے پابندی کرتے ہوئے سبت کے دِن کام نہیں کرتے تھے مگر یہ بہت عجیب سی بات ہے کہ سبت کے دِن ہی پُرتکلف دعوت کا اہتمام اُن کے نزدیک جائز تھا۔ کیا مہمانوں کے لئے میز کرسیاں لگانا، کھانا وغیرہ تیار کرنا اور میز پر سجانا کام نہیں؟ اور اُس سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ مذہبی لیڈریوں تو مسیح یسوع پر اعتراض کر رہے تھے کہ وہ سبت کے دِن کام کرتا ہے مگر مہمانوں میں وہ بھی مدعُو تھے۔ شائد میزبان یہ سمجھتا تھا کہ مسیح یسوع ایک ایسی اہم ہستی ہیں جنہیں مذہبی لیڈروں کی دُشمنی کے باوجود نظر انداز نہیں کِیا جا سکتا یا شائد وہ خود بھی مسیح کی تعلیم کو جانچنا پرکھنا چاہتا تھا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اُنہیں بُلا کر بے عزتی کرنا چاہتا تھا۔ ضیافت میں بُلانے کی وجہ کوئی بھی کیوں نہ ہو یہ ضرور تھا کہ مسیح یسوع پر وہ گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔ بِلا شک و شبہ اگر مسیح خداوند مذہبی لیڈروں کے رسم و رواج کے برعکس کچھ کرتے یا کہتے تو یقیناً اُس کے خلاف اِستعمال کرتے۔

موذی بیماری میں مُبتلا شخص کی موجودگی نے مسیح یسوع کو یہ موقع دیا کہ وہ مذہبی لیڈروں کی ریاکاری کو بے نقاب کریں۔ مسیح نے اُن سے ایک سادہ سا سوال کِیا، ''سبت کے دِن شفا بخشنا روا ہے یا نہیں؟'' اگر اِس سوال کا جواب دینے کے کوئی قابل تھا تو وہ کھانے کی میز پر بیٹھے لوگ ہی تھے کیونکہ وہ موسوی شریعت سے بخوبی واقف تھے۔ اِنہی نے موسوی قوانین کی تشریح کر کے لوگوں تک پہنچایا۔ اِنہی نے لوگوں کو تعلیم دی کہ وہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ اِسی لئے اگر کوئی رُوحانی مسائل کے بارے میں سوال کرتا ہے تو یہ اُن کی ذمہ داری تھی کہ وہ اُسے تسلی بخش جواب دیں۔ مگر اِس سلسلہ میں اُنہوں نے اپنی ذمہ داری کو نہیں نبھایا، اور خاموش رہے۔ شائد اُن میں جُرأت نہیں تھی کہ مسیح یسوع کے سوال کا جواب دے کر اپنا موقف بیان کریں کیونکہ اگر وہ بیمار کو شفا دینا غیر قانونی قرار دیتے تو لوگ اُن کے خلاف ہو جاتے۔ شائد اُنہیں وہ واقعہ یاد تھا جب مسیح یسوع نے ایک معذور عورت کو سبت کے دِن شفا بخشی تھی اور کچھ نے اعتراض کر کے ندامت اُٹھائی، وہ اُن میں ہرگز شامل نہیں ہونا چاہتے تھے۔ شائد اُنہوں نے اِیمانداری سے اپنی ریاکاری کو پہچان لیا کہ ایک طرف وہ ضیافت کا اہتمام کرنے والوں کے کام کاج کو نظر انداز کر کے اپنی بھوک مِٹا رہے ہیں اور دوسری طرف ایک بیمار شخص کو شفا دینے کی مذمت کر رہے ہیں۔

جب مذہبی لیڈروں کے پاس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا اور وہ بالکل چُپ تھے تو اِتنے میں مسیح یسوع نے بیمار کو شفا بخشی اور رُخصت کِیا۔

پھر مسیح یسوع نے اپنے شفا دینے کے عمل کو ایک اہم اُصول سے واضح کِیا۔ کبھی کبھی ایک بڑے قانون کی تابعداری کرنے کے لئے ایک چھوٹے قانون کو توڑنا ضروری ہوتا ہے۔ کون اپنے جانور کو بچانے میں جھجک محسوس کرے گا خواہ وہ سبت کا دِن ہی کیوں نہ ہو؟ اگر مذہبی لیڈر اپنے جانور کو تکلیف سے بچانے کے لئے سبت کو توڑ سکتے ہیں تو مُناسب تھا کہ وہ اپنے رسم و رواج کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک بڑے قانون یعنی اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت کرنے کا عملی مظاہرہ کرتے؟ اِسی لئے مذہبی لیڈروں کے پاس مسیح یسوع کے سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

مسیح خداوند نے حلیمی و فروتنی کے بارے میں ایک اَور اہم پیغام دیا، لُوقا کی اِلہامی اِنجیل ۱۴ باب کی ۷ سے ۱۱ آیت میں لکھا ہے، ''جب اُس نے دیکھا کہ مہمان صدر جگہ کِس طرح پسند کرتے ہیں تو اُن سے ایک تمثیل کہی کہ جب کوئی تجھے شادی میں بُلائے تو صدر جگہ پر نہ بیٹھ کہ شاید اُس نے کسی تجھ سے بھی زیادہ عزت دار کو بُلایا ہو، اور جس نے تجھے اور اُسے دونوں کو بُلایا ہے آ کر تجھ سے کہے کہ اِس کو جگہ دے۔ پھر تجھے شرمندہ ہو کر سب سے نیچے بیٹھنا پڑے بلکہ جب تُو بُلایا جائے تو سب سے نیچی جگہ جا بیٹھ تاکہ جب تیرا بُلانے والا آئے تو

تجھ سے کہے، اَے دوست، آگے بڑھ کر بیٹھ! تب اُن سب کی نظر میں جو تیرے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے ہیں تیری عزت ہو گی کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وہ چھوٹا کِیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وہ بڑا کِیا جائے گا۔" (لُوقا ۱۴: ۷-۱۱)

اکثر لوگ عادتاً خود غرض اور مغرور ہوتے ہیں، اور ہر جگہ اولیت کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دوسروں سے بہت بہتر ہیں لہذا اعلیٰ سلوک کے حقدار ہیں۔ بعض اوقات ہمیں اپنی برتری و اہمیت بارے ایک غلط فہمی سی ہو جاتی ہے، اور جب ہماری جگہ کسی اَور کو عزت دی جاتی ہے تو ہمیں شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مسیح یسوع کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم عزت و اولیت چاہتے ہیں تو ہمیں حلیم و فروتن ہونا پڑے گا۔ ہمیں چاہیے کہ دوسروں کو موقع دیں کہ ہمیں عزت بخشیں نہ کہ ہم خود زبردستی اپنے آپ کو عزت دینے کی کوشش کریں۔ جب ہم خود کو دوسروں سے نیچے رکھیں گے تو اکثر ہمیں عزت مِلے گی۔

عاجزی و انکساری فطرتی طور پر اِنسان کی طبیعت میں شامل نہیں ہوتی مگر ہاں، حلیم و فروتن ہی ہوتے ہیں جو اپنے ذاتی مفاد کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں اور ایسے ہی لوگوں کو خدا سَر بلند کرتا ہے۔ مسیح یسوع بذاتِ خود اِس اُصول کی ایک بہت بڑی مثال ہیں۔ پَولُس رسول اُن کی حلیمی و فروتنی بارے کہتا ہے، "...اپنے آپ کو پست کر

دیا اور یہاں تک فرمانبردار رہا کہ موت بلکہ صلیبی موت گوارا کی۔ اِسی واسطے خدا نے بھی اُسے بہت سربلند کِیا اور اُسے وہ نام بخشا جو سب ناموں سے اعلیٰ ہے تاکہ یسوع کے نام پر ہر ایک گھٹنا ٹِکے، خواہ آسمانیوں کا ہو، خواہ زمینیوں کا، خواہ اُن کا جو زمین کے نیچے ہیں۔ اور خدا باپ کے جلال کے لئے ہر ایک زبان اِقرار کرے کہ یسوع مسیح خداوند ہے۔'' (فلپیوں ۲:‏۸-۱۱) اگر ہم عزت چاہتے ہیں تو ہمیں مسیح یسوع کی مانند بننا چاہیے۔

یہی اُصول ہمیں خدا کے سارے کلام میں نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر یعقوب لکھتا ہے، ''خداوند کے سامنے فروتنی کرو، وہ تمھیں سربلند کرے گا۔'' (یعقوب ۴:‏۱۰)

پطرس رسول بھی اِس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتا ہے، ''...سب کے سب ایک دوسرے کی خدمت کے لئے فروتنی سے کمربستہ رہو، اِس لئے کہ خدا مغروروں کا مُقابلہ کرتا ہے مگر فروتنوں کو توفیق بخشتا ہے۔ پس خدا کے قوی ہاتھ کے نیچے فروتنی سے رہو تاکہ وہ تمھیں وقت پر سربلند کرے۔'' (۱-پطرس ۵:‏۵-۶) بہتر ہے کہ خدا ہمیں وقت پر سربلند کرے نہ کہ ہم خود اپنے آپ کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں۔

ترپنواں باب

خُدا کے مہمانوں کی فہرست

(لُوقا ۱۴:۱۲-۲۴)

ہم لوگوں کی مہمان نوازی کیوں کرتے ہیں؟ کیا ہم اُنہیں متاثر کرنے کے لئے کھانے پر بُلاتے ہیں یا مُعاشرے میں سماجی حیثیت بڑھانے کی کوشش ہوتی ہے؟ ایک مرتبہ جب مشہور و معرُوف فریسی نے مسیح یسوع کو عالیشان ضیافت میں بُلایا تو اُنہوں نے اپنے میزبان سے مہمانوں کی لسٹ بارے گفتگو کی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۴ باب کی ۱۲ سے ۱۴ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''پھر اُس نے اپنے بُلانے والے سے بھی یہ کہا کہ جب تُو دِن کا یا رات کا کھانا تیار کرے تو اپنے دوستوں یا بھائیوں یا رشتہ داروں یا دولتمند پڑوسیوں کو نہ بُلانا تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی تجھے بُلائیں اور تیرا بدلہ ہو جائے بلکہ جب تُو ضیافت کرے تو غریبوں، لنجوں، لنگڑوں، اندھوں کو بُلا، اور تجھ پر برکت ہو گی کیونکہ اُن کے پاس تجھے بدلہ دینے کو کچھ نہیں اور تجھے راستبازوں کی قیامت میں بدلہ ملے گا۔'' (لُوقا ۱۴:۱۲-۱۴)

مسیح یسوع نے یہاں جو کہا وہ کچھ لوگوں کو آسانی سے غلط فہمی میں ڈال سکتا ہے۔ شائد کچھ یہ سمجھیں کہ مسیح نے دوستوں اور رشتے

داروں کے ساتھ کھانا کھانے سے منع کِیا ہے۔ ایسی قیاس آرائی کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ مسیح نے خود اکثر اپنے دوستوں کی مہمان نوازی سے لُطف اُٹھایا۔ دراصل مسیح یسوع کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں یہ عادت نہیں بنا لینا چاہیے کہ صرف اپنے دوستوں یا جان پہچان والوں کو کھانے پر بُلائیں جو پلٹ کر آپ کو بھی بُلائیں اور یوں بدلہ ہو جائے بلکہ ایسے لوگوں کو کھانے پر بُلائیں جن کی اِتنی حیثیت نہیں کہ آپ کو بھی کھانے کی دعوت دیں۔ ہمیں قطعی طور پر اُن لوگوں کے ساتھ ناروا سلوک نہیں کرنا چاہیے جن کی مالی حیثیت کمزور یا معاشرے میں مقام ہم سے کمتر ہے۔ مسیح یسوع یہاں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اگر ہمارا اِرادہ اعلیٰ سماجی حیثیت والے لوگوں کے ساتھ تعلقات بنا کر اِسی زندگی میں اِنعام پانا ہے تو اگلی زندگی میں ہمیں خدا کی طرف سے کوئی برکت نہیں ملے گی۔ خدا کی برکات ہمیں صرف اُسی وقت مِل سکتی ہیں جب ہم کچھ ملنے کی اُمید لگائے بِنا دوسروں کے ساتھ نیکی و بھلائی کریں گے۔ اگر ہم مالی طور پر کمزور اور معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے لوگوں کے ساتھ محبت و بھلائی کریں گے تو ہمیں راستبازوں کی قیامت میں بدلہ ملے گا۔

مہمان نوازی کے بارے میں مسیح یسوع نے جو فرمایا اُس کا اُنہیں بہت ہی دلچسپ جواب مِلا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۴ باب کی ۱۵ سے ۲۴ آیت میں لکھا ہے، ”جو اُس کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تھے اُن

میں سے ایک نے یہ باتیں سُن کر اُس سے کہا، مُبارک ہے وہ جو خدا کی بادشاہی میں کھانا کھائے۔ اُس نے اُس سے کہا، ایک شخص نے بڑی ضیافت کی اور بہت سے لوگوں کو بُلایا، اور کھانے کے وقت اپنے نوکر کو بھیجا کہ بُلائے ہوؤں سے کہے، آؤ، اَب کھانا تیار ہے۔ اِس پر سب نے مِل کر عُذر کرنا شروع کِیا۔ پہلے نے اُس سے کہا، مَیں نے کھیت خریدا ہے مجھے ضرور ہے کہ جا کر اُسے دیکھوں۔ مَیں تیری منت کرتا ہوں مجھے معذور رکھ۔ دوسرے نے کہا، مَیں نے پانچ جوڑی بیل خریدے ہیں اور اُنہیں آزمانے جاتا ہوں۔ مَیں تیری منت کرتا ہوں مجھے معذور رکھ۔ ایک اَور نے کہا، مَیں نے بیاہ کِیا ہے، اِس سبب سے نہیں آ سکتا۔ پس اُس نوکر نے آ کر اپنے مالک کو اِن باتوں کی خبر دی۔ اِس پر گھر کے مالک نے غصے ہو کر اپنے نوکر سے کہا، جلد شہر کے بازاروں اور کوچوں میں جا کر غریبوں، لنجوں، اندھوں اور لنگڑوں کو یہاں لے آ۔ نوکر نے کہا، اَے خداوند! جیسا تُو نے فرمایا تھا ویسا ہی ہُوا اور اَب بھی جگہ ہے۔ مالک نے اُس نوکر سے کہا کہ سڑکوں اور کھیت کی باڑوں کی طرف جا اور لوگوں کو مجبور کر کے لا تاکہ میرا گھر بھر جائے کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ جو بُلائے گئے تھے اُن میں سے کوئی شخص میرا کھانا چکھنے نہ پائے گا۔'' (لُوقا ۱۴:۱۵-۲۴)

یہودیوں نے خدا کی بادشاہی کو ضیافت کے ایک بہت بڑے جشن سے تشبیہ دی۔ اِس تصور میں نہ صرف راستباز اور خدا کے درمیان باہمی

رفاقت و شراکت شامل تھی بلکہ اِس ضیافت میں مہمان بھی شامل تھے۔ مسیح یسوع کے اِس فرمان کی روشنی میں کہ ہم کِن لوگوں کو کھانے پر بُلائیں، اُس شخص کا بُنیادی طور سوال یہ تھا کہ خدا کی بادشاہی میں مہمانوں کی لسٹ میں کس کا نام ہو گا؟ کون اِس قابل ہے جو خدا کی بابرکت رفاقت میں شریک ہو گا؟

مسیح یسوع کے جواب نے واضح کر دیا کہ وہ نہیں جن کے بارے میں سمجھا جاتا ہے کہ خدا کی بادشاہی میں داخل ہوں گے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کسی خاص خاندان یا دینی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں لہذا خود بخود ضیافت میں شرکت کا اعزاز پا لیں گے۔ اور یہ سچ بھی ہے کہ خدا نے یہودیوں کو باقی سب قوموں پر اولیت دے کر چُنا، اِس لئے اُنہیں پوری توقع تھی کہ خدا اُنہیں ضیافت میں شامل کرے گا۔ مگر مسیح یسوع نے واضح کِیا کہ ضیافت میں بُلایا جانا کافی نہیں۔ اِس کے علاوہ دعوت نامہ کا جواب دینا بھی نہایت ضروری ہے۔ خدا کبھی کسی کو زبردستی اُس کی مرضی کے خلاف ضیافت میں شریک نہیں کرے گا اور نہ ہی وہ دوسروں کی مصرُوفیات کی وجہ سے ضیافت میں دیر کرے گا۔ وہ جو نہ آنے کے بہانے تراشتے ہیں وہ ضیافت سے بالکل محرُوم ہو جائیں گے۔

ضیافت میں نہ آنے کے جن بہانوں کا ذِکر مسیح یسوع نے کِیا ہے، اُسی قِسم کے عُذر خدا کے بُلانے کے جواب میں آج بھی لوگ بناتے

ہیں۔ پہلے شخص نے بہانہ بنایا کہ اُس نے کھیت خریدا ہے، ضرور ہے کہ اُسے جا کر دیکھوں۔ مگر کون ہے جو بغیر دیکھے ہی کھیت خرید لے گا؟ اِس آدمی کی مثال ایسے لوگوں جیسی ہے جو اپنے دُنیاوی مال اسباب کو خدا کے بُلاوے سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

دوسرے شخص نے نہ آنے کا یہ عُذر پیش کِیا کہ پہلے سے کسی کام کی منصوبہ بندی کی ہوئی ہے۔ اُس نے پانچ جوڑی بیل خریدے ہوئے تھے اور جا کر اُنہیں چیک کرنا چاہتا تھا۔ یقیناً یہ آدمی کافی دولتمند تھا جو اِتنے بیل خرید لئے، مگر کون ایسا بے وقوف ہو گا جو پہلے اچھی طرح دیکھے بغیر بیل خرید لے؟ یہ شخص اُن لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے جو اپنی دولت اور اپنے دُنیاوی منصوبوں کو خدا کی برکات سے جو وہ اُن پر نچھاور کرنا چاہتا ہے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

تیسرے شخص نے ضیافت میں شریک ہونے کے لئے نئی نئی شادی کا عُذر پیش کِیا۔ کون سا نیا شوہر ہو گا جو اپنی نو بیاہتا بیوی کو عالیشان ضیافت میں نہ لے کر جائے؟ یہ آدمی اُن لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے جو دُنیاوی عیش و عشرت کو رُوحانی برکات پر ترجیح دیتے ہیں۔

جب ضیافت میں بُلائے گئے مہمانوں نے دعوت میں شریک ہونے سے اِنکار کر دیا تو گھر کے مالک کو بہت غصہ آیا۔ کیا ہم خدا کی برکات کا اِنکار کر کے واقعی اِلٰہی غیظ و غضب کو بھڑکانا چاہتے ہیں؟ گھر کے مالک نے اپنے نوکر کو بھیجا کہ غریبوں، لنجوں، اندھوں اور لنگڑوں

کو دعوت میں بُلا لائے۔ یہ رُوحانی طور پر معذور اور ٹوٹے ہوؤں کی طرف اِشارہ ہے۔ اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کے تلخ و گھناؤنے ماضی کی وجہ سے خدا اُنہیں قبول نہیں کرے گا مگر ماضی کا اِس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے بلکہ یہ کہ کیا ہم خدا کے بُلاوے کو قبول کرتے ہیں۔ پَولُس رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہوں گے؟ فریب نہ کھاؤ، نہ حرامکار خدا کی بادشاہی کے وارث ہوں گے، نہ بُت پرست نہ زناکار نہ عیاش، نہ لونڈے باز، نہ چور، نہ لالچی نہ شرابی، نہ گالیاں بکنے والے نہ ظالم، اور بعض تم میں ایسے ہی تھے بھی مگر تم خداوند یسوع مسیح کے نام سے اور ہمارے خدا کے رُوح سے دُھل گئے اور پاک ہوئے اور راستباز بھی ٹھہرے۔'' (۱۔ کرنتھیوں ۶:۹۔۱۱)

غریبوں اور ناداروں کو ضیافت میں بُلانے کے باوجود کھانے کی میز پر کافی جگہ باقی تھی، اِس لئے گھر کے مالک نے نوکر سے کہا کہ شہر سے باہر جائے اور لوگوں کو بُلا لائے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا اپنی بادشاہی میں غیریہودیوں کو بھی شامل کرنا چاہتا ہے۔ جب مالک نے نوکر سے کہا کہ وہ لوگوں کو مجبور کر کے ضیافت میں لائے تو اِس کا مطلب یہ نہیں کہ اُنہیں زبردستی اُن کی مرضی کے خلاف ضیافت میں بُلایا جا رہا ہے بلکہ جو اِیمان نہیں رکھتے اُنہیں مائل کِیا جائے کہ خدا اُن سے محبت رکھتا ہے اور فضل و برکت کے دروازے اُن کے لئے بھی کھلے ہیں اور

اُس کا بُلاوا سچا ہے۔ اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ ہم کس رنگ و نسل سے ہیں، خدا کی ضیافت میں ہر کوئی آ سکتا ہے بشرطیکہ ہم اُس کے دعوت نامہ کو قبول کریں۔

چوّنواں باب

شاگرد بننے کی قیمت

(لُوقا ۱۴:۲۵-۳۵)

دُنیا میں بہت سے لوگ مسیح یسوع کی پیروی اپنے ذاتی مفاد کے لئے کرتے ہیں کہ اُنہیں کچھ نہ کچھ فائدہ ہو گا۔ ہاں، یہ حقیقت ہے کہ مسیح کے ساتھ چلنے سے بہت ساری برکتیں ملتی ہیں جیسے گناہوں کی معافی اور گناہ و بدی سے پاک نئی زمین پر ہمیشہ رہنے کا وعدہ شامل ہیں۔ مگر مسیح یسوع نے اپنے پیروکاروں کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ اُن کے پیچھے چلنے کی بھاری قیمت بھی چُکانا پڑے گی۔ جہاں برکتیں عظیم ہیں وہاں مُصیبتیں اور تکلیفیں بھی کچھ کم نہیں۔ لہذا مسیح کا شاگرد بننے سے پہلے ہمیں خوب اچھی طرح سے سوچنا سمجھنا ہے کہ کیا مَیں دُکھ، تکلیف اور ظلم سہنے کے لئے تیار ہوں؟ کیا مَیں وہ سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوں جو مجھے سب سے زیادہ عزیز و پیارا ہے؟ کیا مَیں مسیح کے لئے اپنی جان تک دینے کو تیار ہوں؟

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۴ باب کی ۲۵ سے ۳۵ آیت میں خدا کا نیک بندہ لُوقا لکھتا ہے، ”جب بہت سے لوگ اُس کے ساتھ جا رہے تھے تو اُس نے پھر کر اُن سے کہا، اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے

باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے بھی دُشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔ جو کوئی اپنی صلیب اُٹھا کر میرے پیچھے نہ آئے وہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا کیونکہ تم میں ایسا کون ہے کہ جب وہ ایک بُرج بنانا چاہے تو پہلے بیٹھ کر لاگت کا حساب نہ کر لے کہ آیا میرے پاس اُس کے تیار کرنے کا سامان ہے یا نہیں؟ ایسا نہ ہو کہ جب نیو ڈال کر تیار نہ کر سکے تو سب دیکھنے والے یہ کہہ کر اُس پر ہنسنا شروع کریں کہ اِس شخص نے عمارت شروع تو کی مگر تکمیل نہ کر سکا۔ یا کون ایسا بادشاہ ہے جو دوسرے بادشاہ سے لڑنے جاتا ہو اور پہلے بیٹھ کر مشورہ نہ کر لے کہ آیا مَیں دَس ہزار سے اُس کا مقابلہ کر سکتا ہوں یا نہیں، جو بیس ہزار لے کر مجھ پر چڑھا آتا ہے؟ نہیں تو جب وہ ہنوز دُور ہی ہے ایلچی بھیج کر شرائطِ صلح کی درخواست کرے گا۔ پس اِسی طرح تم میں سے جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کرے وہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔ نمک اچھا تو ہے لیکن اگر نمک کا مزہ جاتا رہے تو وہ کِس چیز سے مزہ دار کِیا جائے گا؟ نہ وہ زمین کے کام کا رہا نہ کھاد کے۔ لوگ اُسے باہر پھینک دیتے ہیں۔ جس کے کان سُننے کے ہوں وہ سُن لے۔" (لُوقا ۱۴:۲۵-۳۵)

مسیح کے یہ الفاظ کہ اُس کا شاگرد بننے کے لئے اپنے ہی خاندان سے دُشمنی رکھنا، بہت سے لوگوں کے لئے غلط فہمی کا سبب ہے کہ مسیح یسوع نے تو محبت کا پیغام دیا ہے بلکہ وہ تو یہ بھی کہتا ہے کہ اپنے

دُشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دُعا کرو (متی ۵:۴۴)۔ تو کیا یہ ریاکاری کی اِنتہا نہ ہو گی کہ ہم اپنے ماں باپ، بیوی بچوں اور بہن بھائیوں سے دُشمنی رکھیں؟ ہم کیوں اپنے دُشمنوں سے محبت مگر اپنے خاندان والوں سے دُشمنی کریں؟ اپنے ماں باپ سے نفرت و دُشمنی کرنے کا یہ حکم مسیح کی اُس تعلیم سے بالکل برعکس ہے جب ایک اَور موقع پر کہا کہ تُو اپنے ماں اور باپ کی عزت کرنا (متی ۱۵:۲-۲۶)۔

اِسی طرح وہ اُن لوگوں کو جو اُس کی پیروی کرنا چاہتے ہیں کیسے کہہ سکتا ہے کہ اپنے آپ سے نفرت کریں جبکہ اُس نے خود فرمایا کہ ہمیں اپنے آپ سے محبت رکھنا چاہیے (لُوقا ۱۰:۲۷)؟ اِس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ مسیح یسوع نے لفظ دُشمنی تمثیلی طور پر اِستعمال کِیا ہے تاکہ اُس بات کی اہمیت و افادیت کا اندازہ ہو جو وہ سمجھانا چاہتے ہیں۔ اُن کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اپنے خاندان کے افراد سے نفرت و دُشمنی کرو۔ وہ اپنے اِس نکتہ کو واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اُن کی پیروی کرنے کے لئے لازمی ہے کہ ہم اپنے خاندان اور خود سے بھی بڑھ کر اُنہیں چاہیں اور وفاداری کریں۔ ایک اَور موقع پر مسیح یسوع نے اِس اہم نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ ''جو کوئی باپ یا ماں کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں اور جو کوئی بیٹے یا بیٹی کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتا ہے وہ میرے لائق نہیں۔'' (متی ۱۰:۳۷) دوسرے

لفظوں میں یہ کہ مسیح یسوع کو ہر رشتے سے زیادہ اہمیت و فوقیت دینا ضروری ہے۔ یہ کتنی خوبصورت بات ہے کہ سارا خاندان خداوند کی پیروی کرے۔ لیکن جب خاندان کے افراد مسیح کو قبول نہیں کرتے اور اُس کی تعلیم پر چلنا نہیں چاہتے تو پھر ہمیں گھر والوں کو چھوڑ کر دُنیا کے نجات دہندہ مسیح یسوع کو گلے لگانا ہے خواہ رشتوں میں جُدائیاں اور تفرقے ہی پیدا کیوں نہ ہوں۔ اِسی طرح اگر مسیح کی خاطر ہمیں اپنی جان بھی دینا پڑے تو ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ اپنے اِس نکتہ کی وضاحت کے لئے اُنہوں نے اپنے سچے اور وفادار شاگرد کی تصویر کشی کی جو اپنی صلیب اُٹھائے موت کے گھاٹ اُترنے کے لئے بڑھا چلا جا رہا ہے۔ مسیح یسوع کے شاگرد و پیروکار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی خودی کا اِنکار کرے۔

بہت سے رہنما اِس بات پر گھمنڈ اور فخر کرتے ہیں کہ اُن کے پیچھے چلنے والوں کی تعداد بے شمار ہے۔ مگر مسیح یسوع کو لوگوں کی تعداد کی نہیں بلکہ اِس بات کی فکر ہوتی ہے کہ پیروی کرنے والا دِل و جان سے اپنی خودی کا اِنکار کر کے اُس کے ساتھ چلے۔ لہذا مسیح کے پیچھے چلنے کا دعویٰ کرنے سے پہلے ہمیں خوب اچھی طرح سے سوچ سمجھ لینا چاہیے کہ کیا مَیں پیروی کرنے کی بھاری قیمت ادا کرنے کو تیار ہوں؟ ظاہر ہے کہ ہر کوئی یہ قربانی دینے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ پیروی کرنے کی بھاری قیمت ادا کرنے کے سلسلہ میں مسیح یسوع نے دو

تمثلیں پیش کِیں تا کہ لوگ اُن کے اِس نکتہ کو بہتر طور پر سمجھ سکیں۔ اُنہوں نے کہا کہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی عمارت تعمیر کرنے سے پہلے بیٹھ کر اپنے وسائل اور لاگت کا حساب نہ لگائے کہ کتنا خرچ ہو گا اور کتنا میرے پاس ہے۔ یہ تو اِنتہائی حماقت اور بے وقوفی کی بات ہو گی کہ وہ اپنے وسائل اور اخراجات پر نظر ڈالے بغیر ہی عمارت کھڑی کرنا شروع کر دے۔ اور یہ اُس بادشاہ اور جنرل کے لئے بھی سرا سر حماقت کی بات ہو گی جو اعلانِ جنگ کرنے سے پہلے دُشمن کی طاقت کا اندازہ نہ لگائے اور ایسی فوجی حکمتِ عملی تیار نہ کرے جس پر عمل کر کے وہ دُشمن کو شکست دے سکتا ہے۔ اِسی طرح یہ بھی بے وقوفی کی اِنتہا ہو گی کہ مسیح کا پیروکار بننے سے پہلے کوئی شخص پیروی کرنے کی قیمت کے بارے میں نہ سوچے کہ شائد وقت آنے پر مجھے اپنے خاندان سمیت اپنا سب کچھ چھوڑنا پڑے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اپنی جان ہی سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔ لہٰذا مسیح یسوع کی پیروی کرنے کے لئے مکمل ثابت قدمی، اسقامت اور مصمم عزم و ارادے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور مسیح کا جو شاگرد غیر مستقل مزاج اور غیر سنجیدہ ہو گا وہ نمک کی مانند ہے جو اپنا ذائقہ کھو چکا ہو یعنی دیکھنے میں تو نمک لگتا ہے مگر ذائقہ نہیں۔ ہم اپنے کھانوں کو چٹ پٹا اور مزے دار بنانے کے لئے نمک اِستعمال کرتے ہیں۔ اور اگر نمک ہی اپنا مزہ کھو دے تو کِس کام کا؟ یہ نہ صرف زمین کو زہر آلودہ کر دے گا بلکہ زرخیزی و ہریالی کو بھی تباہ و برباد کر دے

گا۔ اَب بہتر یہی ہے کہ اِسے اُٹھا کر باہر پھینک دیا جائے۔ پطرس رسول کہتا ہے کہ وہ شاگرد جو مسیح کو قبول کر کے چھوڑ دے، وہ اُس شخص سے بھی بُرا ہے جس نے اُسے کبھی قبول ہی نہیں کِیا۔ ''اور جب وہ خداوند اور منجی یسوع مسیح کی پہچان کے وسیلہ سے دُنیا کی آلودگی سے چھوٹ کر پھِر اُن میں پھنسے اور اُن سے مغلوب ہوئے تو اُن کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہُوا کیونکہ راستبازی کی راہ کا نہ جاننا اُن کے لئے اِس سے بہتر ہوتا کہ اُسے جان کر اُس پاک حکم سے پھِر جاتے جو اُنہیں سُونپا گیا تھا۔'' (۲-پطرس ۲:۲۰-۲۱)

کسی بھی شخص کے لئے کیوں مسیح یسوع کو قبول کر کے چھوڑنے سے بہتر ہے کہ وہ اُسے قبول ہی نہ کرے؟ خواہ اِدھر یا اُدھر دونوں حالتوں میں کیا وہ گناہ کے تابع نہ رہے گا اور سزا کے لائق نہ ٹھہرے گا؟ یقیناً خدا ایسے باغی شخص کو جو مسیح کے پیچھے چلنے کا وعدہ کر کے پھِر گیا زیادہ سزا دے گا اُس کے مقابلہ میں جس نے اُسے قبول ہی نہیں کِیا۔ خدا کا اِلہامی کلام اِس بارے میں یوں کہتا ہے، ''کیونکہ حق کی پہچان حاصل کرنے کے بعد اگر ہم جان بوجھ کر گناہ کریں تو گناہوں کی کوئی اَور قربانی باقی نہیں رہی۔ ہاں، عدالت کا ایک ہولناک اِنتظار اور غضبناک آتش باقی ہے جو مُخالفوں کو کھا لے گی۔ جب موسیٰ کی شریعت کا نہ ماننے والا دو یا تین شخصوں کی گواہی سے بغیر رحم کِئے مارا جاتا ہے تو خیال کرو کہ وہ شخص کِس قدر زیادہ سزا کے لائق

ٹھہرے گا جس نے خدا کے بیٹے کو پامال کِیا اور عہد کے خون کو جس سے وہ پاک ہُوا تھا ناپاک جانا اور فضل کے رُوح کو بے عزت کِیا۔"
(عبرانیوں ۱۰: ۲۶۔۲۹)

ہمیں خبردار رہنے کی ضرورت ہے کہ اگر ہم مسیح کی پیروی کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو لازمی ہے کہ اُس کے ہمیشہ وفادار رہیں۔ کیا ہم یہ قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں؟ کیا ہم زندگی کی آخری سانس تک مسیح خداوند کی پیروی کریں گے؟ اور جب ہم نے ایک بار اُسے اپنا نجات دہندہ قبول کر لیا تو پھر مڑ کے پیچھے دیکھنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

پچپنواں باب

کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنا

(لُوقا ۱۵: ۱-۱۰)

کیا آپ کو کسی نے اچھا اور دُرست کام کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا ہے؟ یا شائد آپ دوسروں کی مدد کرنے پر خود ہی طنز و تنقید کی زد میں آ گئے ہوں کہ وہ تو کسی لحاظ سے بھی مدد کے قابل نہیں، خوامخواہ اُس پر اپنی توانائی اور وقت ضائع کر رہے ہو، آپ کو اپنا وقت اور وسائل کہیں اَور لگانے چاہییے۔ مسیح یسوع کو دوسروں کی مدد کرنے پر ایسے ہی تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۱۵ باب کی پہلی سات آیات میں واضح کرتا ہے کہ مسیح یسوع نے تنقید کرنے والوں کو کیسے جواب دیا۔ ”سب محصُول لینے والے اور گنہگار اُس کے پاس آتے تھے تا کہ اُس کی باتیں سُنیں۔ اور فریسی اور فقیہ بُربُڑا کر کہنے لگے کہ یہ آدمی گنہگاروں سے ملتا اور اُن کے ساتھ کھانا کھاتا ہے۔ اُس نے اُن سے یہ تمثیل کہی کہ تم میں کون ایسا آدمی ہے جس کے پاس سَو بھیڑیں ہوں اور اُن میں سے ایک کھو جائے تو ننانوے کو بیابان میں چھوڑ کر اُس کھوئی ہوئی کو جب تک مِل نہ جائے ڈھونڈتا نہ رہے؟ پھر جب مِل جاتی ہے تو وہ خوش ہو کر اُسے کندھے پر اُٹھا لیتا ہے، اور گھر پہنچ کر

دوستوں اور پڑوسیوں کو بُلاتا اور کہتا ہے کہ میرے ساتھ خوشی کرو کیونکہ میری کھوئی ہوئی بھیڑ مِل گئی۔ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اِسی طرح ننانوے راستبازوں کی نسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے ایک توبہ کرنے والے گناہگار کے باعث آسمان پر زیادہ خوشی ہو گی۔'' (لُوقا ۱۵:۱۔۷)

فریسیوں اور شرع کے عالموں کی طرح ہم بھی ایسے لوگوں کو حقیر جانتے ہیں جِنہیں اپنے سے کم نیک و راستباز سمجھتے ہیں۔ ہمیں اُلجھن سی ہوتی ہے جب ہمارے درمیان کوئی بُرا یا ایسا شخص آ موجود ہوتا ہے جو ہماری طرح مذہبی رسم و رواج کی پابندی نہیں کرتا۔ بجائے اِس کے ہم اُن گناہگاروں کے ساتھ محبت و ہمدردی سے پیش آئیں، اُن پر لعن طعن کرتے ہیں بلکہ ہم تو اُن کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جو اُن کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ ملتا اور مدد کرتا ہے وہ اُن کے طرز زندگی کی تائید کرتا ہے۔

ہمارا ایسا رویہ کیوں ہوتا ہے؟ شائد تکبر کرتے اور سوچتے ہیں کہ ہم دوسروں سے اچھے ہیں یا شائد خدا کے بارے میں ہمارا تصور ہی غلط ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خدا ایک سخت، مُعاف نہ کرنے والا خدا ہے۔ وہ نہ تو گناہ کو درگزر کرتا اور نہ بُرائی کی حمایت کرتا ہے۔ جیسا کہ حبقوق نبی نے خدا کے بارے میں فرمایا، ''تیری آنکھیں ایسی پاک ہیں کہ تُو بدی کو دیکھ نہیں سکتا اور کجرفتاری پر نگاہ نہیں کر سکتا...'' (حبقُوق ۱:۱۳) خدا کی اِن خوبیوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ خدا

کو خوش کرنے کے لئے لازم ہے کہ اُن پر ملامت کریں جن کو ہم گناہگار جانتے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہم اُسی غلطی کو دہراتے ہیں جو مسیح یسوع کے زمانہ کے مذہبی راہنماؤں نے کی۔ جب ہم کسی کو ملامت کرتے ہیں تو اپنے آپ کو ایک جج کی جگہ کھڑا کر دیتے ہیں اور یوں خدا کے اِختیار کو اپنے قبضہ میں کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ جج وہ ہے نہ کہ ہم۔ جب ہم کسی کو ملامت کرتے ہیں تو خدا کی دوسری خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ وہ محبت و ہمدردی کرنے والا خدا بھی ہے۔ ہاں، یہ سچ ہے کہ خدا گناہ سے نفرت کرتا ہے مگر وہ گناہگاروں سے پیار بھی کرتا ہے۔ اگر ہم خدا کی پاک ذات کی پیروی کرنا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ اپنے اندر دوسروں کے لئے ہمدردی اور رحم پیدا کریں جس طرح خدا کرتا ہے۔

مسیح یسوع کی کھوئی ہوئی بھیڑ کے بارے میں تمثیل اِسی مسئلہ کی نشاندہی کرتی ہے۔ مذہبی لیڈروں کو جواب دیتے ہوئے مسیح خداوند نے ایک گمنام چرواہے کو مثال کے طور پر پیش نہیں کِیا بلکہ اُنہوں نے کہا، ''تم میں کون ایسا آدمی ہے جس کے پاس سَو بھیڑیں ہوں...'' دوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح نے مذہبی راہنماؤں کو چرواہوں کے برابر ٹھہرا دیا۔ ایسا بالکل مُناسب تھا کیونکہ پاک صحائف میں کئی مقامات پر چرواہا اِسرائیل کے راہنماؤں کے لئے استعارے کے طور پر اِستعمال کِیا گیا ہے۔ ایک چرواہے کی حیثیت سے اُن کی ذمہ داری تھی کہ اپنے لوگوں کی

دیکھ بھال کریں، اُن کی ذمہ داری تھی کہ وہ بھٹکی ہوئی بھیڑ کو ڈھونڈیں اور بھیڑ خانہ میں واپس لائیں۔ بجائے اِس کے جو بھیڑیں اُن کے سُپرد کی گئی ہیں اُن کی نگہبانی کرتے وہ اپنی دیکھ بھال میں لگے ہوئے تھے۔ بائبل مُقدس میں حزقی ایل نبی کی معرفت، "...خداوند خدا چرواہوں کو یوں فرماتا ہے کہ اِسرائیل کے چرواہوں پر افسوس جو اپنا ہی پیٹ بھرتے ہیں۔ کیا چرواہوں کو مُناسب نہیں کہ بھیڑوں کو چرائیں؟ تم چکنائی کھاتے اور اُون پہنتے ہو اور جو فربہ ہیں اُن کو ذبح کرتے ہو لیکن گلہ نہیں چراتے۔ تم نے کمزوروں کو توانائی اور بیماروں کو شفا نہیں دی اور ٹوٹے ہوئے کو نہیں باندھا اور وہ جو نکال دیئے گئے اُن کو واپس نہیں لائے اور گُم شدہ کی تلاش نہیں کی بلکہ زبردستی اور سختی سے اُن پر حکومت کی۔" (حزقی ایل ۳۴:۲-۴)

اِسی باب میں خداوند خدا فرماتا ہے کہ اِسرائیل کے چرواہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کِیا لہذا اَب وہ خود اپنے لوگوں کی نگہبانی اور دیکھ بھال کرے گا۔ اور ایسا اُس نے اپنے بیٹے یسوع مسیح کے وسیلہ سے کِیا۔ اِسی لئے پاک کلام میں مسیح نے اپنے آپ کو "اچھا چرواہا" کہا (یُوحنا ۱۰:۱۱-۱۸)۔ مسیح یسوع نے وہ کام کِیا جِسے نام نہاد مذہبی راہنما نظرانداز کرتے رہے۔ اُس نے کھوئی ہوئی بھیڑ کو تلاش کِیا یعنی گناہگار کو تاکہ اُسے پھر سے گھر میں لائے۔ اور جب گناہگاروں نے توبہ کی تو مذہبی راہنماؤں کا ردِ عمل کیا تھا؟ وہ اُسے تنقید کا نشانہ بنا رہے تھے

اور آسمان پر خوشی منائی جا رہی تھی۔ کیا ہم بھی مذہبی لیڈروں کی طرح خود پسندی کا شکار ہیں یا ہمارا نظریہ اور سوچ آسمان کی طرح ہے؟

یہ صرف مذہبی لیڈروں یا چرواہوں ہی کی ذمہ داری نہیں کہ وہ گناہ میں بھٹکے ہوؤں کو ڈھونڈیں۔ مسیح یسوع نے آیت ۸ سے ۱۰ میں ایک اَور تمثیل کہی، ''یا کون ایسی عورت ہے جس کے پاس دَس درہم ہوں اور ایک کھو جائے تو وہ چراغ جلا کر گھر میں جھاڑو نہ دے اور جب تک مِل نہ جائے کوشش سے ڈھونڈتی نہ رہے؟ اور جب مِل جائے تو اپنی دوستوں اور پڑوسیوں کو بُلا کر نہ کہے کہ میرے ساتھ خوشی کرو کیونکہ میرا کھویا ہُوا درہم مِل گیا۔ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اِسی طرح ایک توبہ کرنے والے گناہگار کے باعث خدا کے فرشتوں کے سامنے خوشی ہوتی ہے۔'' (لُوقا ۱۵:۸-۱۰)

جب ہم پاک کلام میں علامتی زبان کے اِستعمال پر غور کرتے ہیں تو ہم کلیسیا کو ایک عورت کے رُوپ میں دیکھتے ہیں (افسیوں ۵:۲۵-۲۷)۔ اِسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ کلیسیا کو علامتی طور پر گھر کہا گیا ہے (۱-پطرس ۲:۵)۔ لہٰذا اِس تمثیل میں عورت اور گھر کلیسیا کے لئے اِستعمال ہوئے ہیں۔ اِس سے ہم ایک اہم سبق سیکھتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جو کلیسیا سے باہر ہیں صرف وہی بھٹکے ہوئے گمراہ ہیں مگر نہیں جانتے کہ وہ جو کلیسیاؤں یا گرجا گھروں کی چار دیواری کے اندر ہیں وہ بھی گمراہ و برگشتہ ہو سکتے ہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ایک

دوسرے کا خیال رکھیں۔ کیا ہم اُن بہن بھائیوں کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے باخبر ہیں جو ہمارے ساتھ عبادت کرتے ہیں؟ اُس عورت نے اپنے گُم شدہ درہم کو کیسے تلاش کِیا؟ اُس نے چراغ جلایا۔ یہ چراغ کیا ہے؟ بائبل مُقدس میں خدا کے پاک کلام کو علامتی طور پر چراغ کہا گیا ہے (زبور ۱۱۹:۱۰۵)۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کیسے پاک کلام کے چراغ کی بدولت کھوئے ہوئے گمراہ اِنسان کو ڈھونڈ کر واپس لایا جاتا ہے۔ پَولُس رسول کہتا ہے، ''مسیح کے کلام کو اپنے دِلوں میں کثرت سے بسنے دو اور کمال دانائی سے آپس میں تعلیم اور نصیحت کرو...'' (کلسیوں ۳:۱۶) کیا ہم ایک دوسرے کا مُستعدی سے حوصلہ بڑھاتے اور اُنہیں ڈھونڈتے ہیں جو کھو چکے ہیں؟ اور جب کوئی اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو کیا ہم فرشتوں کے ساتھ مِل کر خوشی مناتے ہیں؟

چھپنواں باب

محبت کرنے والا باپ اور اُس کا ضدی بیٹا

(لُوقا ۱۵:۱۱۔۲۴)

جب مذہبی لیڈروں نے مسیح یسوع پر تنقید کی کہ وہ گناہگاروں کے ساتھ میل جول رکھتا ہے تو مسیح خداوند نے اُنہیں ایک تمثیل کے ذریعہ خدا کی سچائیوں، گناہ اور معافی بارے تعلیم دی۔ اِس بارے میں لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۱۵ باب کی ۱۱ سے ۲۴ آیت میں لکھتا ہے، ''پھر اُس نے کہا کہ کسی شخص کے دو بیٹے تھے۔ اُن میں سے چھوٹے نے باپ سے کہا، اَے باپ! مال کا جو حِصہ مجھ کو پہنچتا ہے مجھے دیدے۔ اُس نے اپنا مال متاع اُنہیں بانٹ دیا، اور بہت دِن نہ گذرے کہ چھوٹا بیٹا اپنا سب کچھ جمع کر کے دُور دراز مُلک کو روانہ ہُوا اور وہاں اپنا مال بدچلنی میں اُڑا دیا۔ اور جب سب خرچ کر چُکا تو اُس مُلک میں سخت کال پڑا اور وہ محتاج ہونے لگا۔ پھر اُس مُلک کے ایک باشندہ کے ہاں جا پڑا۔ اُس نے اُس کو اپنے کھیتوں میں سُؤر چرانے بھیجا۔ اور اُسے آرزو تھی کہ جو پھلیاں سُؤر کھاتے تھے اُنہی سے اپنا پیٹ بھرے مگر کوئی اُسے نہ دیتا تھا۔ پھر اُس نے ہوش میں آ کر کہا، میرے باپ کے بہت سے مزدُوروں کو افراط سے روٹی ملتی ہے اور مَیں

یہاں بُھوکا مر رہا ہوں۔ مَیں اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس جاؤں گا اور اُس سے کہوں گا، اَے باپ! مَیں آسمان کا اور تیری نظر میں گنہگار ہُوا، اَب اِس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں، مجھے اپنے مزدُوروں جیسا کر لے۔ پس وہ اُٹھ کر اپنے باپ کے پاس چلا۔ وہ ابھی دُور ہی تھا کہ اُسے دیکھ کر اُس کے باپ کو ترس آیا اور دوڑ کر اُسکو گلے لگا لیا اور چُوما۔ بیٹے نے اُس سے کہا، اَے باپ! مَیں آسمان کا اور تیری نظر میں گنہگار ہُوا، اَب اِس لائق نہیں رہا کہ پھر تیرا بیٹا کہلاؤں۔ باپ نے اپنے نوکروں سے کہا، اچھے سے اچھا لباس جلد نکال کر اُسے پہناؤ اور اُس کے ہاتھ میں انگوٹھی اور پاؤں میں جُوتی پہناؤ، اور پلے ہوئے بچھڑے کو لا کر ذبح کرو تاکہ ہم کھا کر خوشی منائیں کیونکہ میرا یہ بیٹا مُردہ تھا، اَب زندہ ہُوا۔ کھو گیا تھا، اَب مِلا ہے۔ پس وہ خوشی منانے لگے“ (لُوقا ۱۵:۱۱-۲۴)

اِس تمثیل میں باپ، خدا کی نمائندگی کرتا ہے۔ چھوٹا بیٹا اُن لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے جو جان بُوجھ کر خدا سے دُور ہو جاتے ہیں اور بڑا بیٹا اُن لوگوں کی علامتی تصویر ہے جو اپنے آپ کو خدا کا وفادار سمجھتے ہیں۔

اِس تمثیل سے سیکھنے کی بات یہ ہے کہ خدا رحمدل و سخی ہے۔ عام طور پر ہم سمجھتے ہیں کہ خدا صرف اُن پر اپنی برکات نازل کرتا ہے جو وفاداری سے اُس کی خدمت کرتے ہیں، مگر ایک اَور موقع پر

مسیح یسوع نے فرمایا، ''... کیونکہ وہ اپنے سُورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راستبازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔'' (متی ۵:۴۵)

یہودی شرعی قانون کے مطابق باپ کی وفات کے بعد چھوٹا بیٹا جائداد کے تیسرے حِصہ کا وارث ہوتا ہے۔ یہ بہت بے عزتی اور شرم کی بات تھی کہ بیٹا، باپ کی وفات سے پہلے ہی اپنے حِصے کا مطالبہ کرے، مگر باپ نے بیٹے سے کوئی بحث و تکرار نہیں کی بلکہ اُس نے وقت سے پہلے ہی بڑی فراخدلی سے چھوٹے بیٹے کو اُس کا حِصہ دے دیا۔ اگرچہ اِس کے سبب اُسے گھر کے اخراجات چلانے میں نہ جانے کتنی ہی مشکلوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا ہو گا۔ اِسی طرح بے شک ہم خدا کی برکتوں کے لائق نہیں مگر وہ پھر بھی ہمیں فراخدلی کے ساتھ اپنی برکات سے نوازتا ہے۔

یہودیوں کے نزدیک اِسرائیل کی سَر زمین دُنیا میں ایک اِنتہائی بابرکت جگہ تھی، مگر اپنی وراثت کا حِصہ لینے کے کچھ ہی دِن بعد بیٹے نے اپنے باپ سے مُنہ موڑ لیا اور کم برکت والے مُلک میں جا بسا۔ اُس کے باپ نے اُسے جانے دیا۔ اِسی طرح جب ہم اپنے آسمانی باپ اور اُن برکات سے جو اُس نے ہمیں اپنے گھر میں مُہیا کی ہوئی ہیں، مُنہ موڑ لیتے ہیں تو وہ ہمیں رُوکتا نہیں بلکہ جانے دیتا ہے۔ اور جب ہم اپنے اِس فیصلے کے نتائج بھگتتے ہیں تو بہت سے لوگ اُلٹا خدا کو اپنی تکلیفوں کا ذمہ دار

ٹھہراتے ہیں کہ "اُسے چاہیے تھا کہ مجھے ایسا کرنے سے رُوکتا!" لیکن خدا کی محبت کا تقاضا ہے کہ وہ ہم پر اپنی مرضی نہیں ٹھونستا کیونکہ اُس کو ہمارا دِل چاہیے نہ کہ زبردستی کی وفاداری۔

بیٹے نے اپنا سارا پیسہ عیش و عشرت میں اُجاڑ دیا۔ جب ہم گناہ میں پڑتے ہیں تو ہمیں ایک بڑی آزادی محسوس ہوتی ہے۔ یقیناً گناہ میں ایک مزہ ہے کیونکہ ہم خوشی محسوس کرتے ہیں کہ خدا کے اخلاقی معیار کی پابندیوں میں جکڑے ہوئے نہیں، مگر اِس کی ایک قیمت چُکانا پڑتی ہے۔ مُلک میں کال پڑا تو یقیناً اُسے زندہ رہنے کے لئے پیسے کی سخت ضرورت تھی لیکن اُس کی ساری دولت اَب ختم ہو چکی تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ جب مشکل وقت آتا ہے تو گناہ کی دِلکشی اور وعدے سب خالی ثابت ہوتے ہیں۔ اِسی لئے پطرس رسول کہتا ہے، "...اور آپ خرابی کے غلام بنے ہوئے ہیں کیونکہ جو شخص جس سے مغلوب ہے وہ اُس کا غلام ہے۔" (۲-پطرس ۲:۱۹)

بیٹے کو وہاں صرف سُوٗر چرانے کا کام ہی مِل سکا۔ ایک یہودی کے لئے یہ نچلی سطح کا گھٹیا کام تھا کیونکہ وہ سُوٗر کو ایک ناپاک جانور سمجھتے تھے، اور اِس سے بھی زیادہ یہ کہ اُس کو کھانے کے لئے سُوٗروں سے بھی کم کھانا ملتا تھا۔ وہ وہاں بُھوک سے مر رہا تھا۔ اِسی طرح گناہ بھی ہمیں ذلیل و رسوا کر کے نچلی سطح پر لے آتا ہے کہ ہماری حالت بھی ایسی ہو جاتی ہے کہ ہم اُس رُوحانی خوراک سے محروم ہو جاتے ہیں

جو ہمیں زندہ رکھتی ہے۔ جیسا کہ پاک صحائف میں لکھا ہے، ''...اِنسان صرف روٹی ہی سے جیتا نہیں رہتا بلکہ ہر بات سے جو خداوند کے مُنہ سے نکلتی ہے وہ جیتا رہتا ہے۔'' (اِستثنا ۸:۳)

جب بیٹے کو اپنے باپ کے گھر میں افراط سے دستیاب کھانا یاد آیا تو اُسے ہوش آ گیا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ گناہ کو گلے لگانا پاگل پن ہی کی ایک شکل ہے۔ ہم تب ہی خدا کی برکتوں کو پہچان سکتے ہیں جب صحیح دماغ سے سوچتے اور اچھا فیصلہ کرتے ہیں۔ مگر محض یہ مان لینا ہی کافی نہیں کہ خدا اچھا ہے بلکہ ہمیں چاہیے کہ گناہ سے دُور ہوں اور خدا کے قریب آئیں۔ بیٹے نے اپنے جُرم کا اعتراف کِیا، توبہ کی اور گھر واپس آیا۔ وہ دوبارہ اپنے باپ کی قربت حاصل کرنے کے لئے نوکر بننے کو بھی تیار ہو گیا۔ اِسی طرح ہم بھی گناہ کے سبب خدا کے سامنے اپنی عزت و مرتبہ کھو دیتے ہیں۔ لازم ہے کہ ہم پھر سے خدا کی حضوری میں آنے سے مُطمئِن ہوں۔

باپ نے بیٹے کو گھر چھوڑ کر جانے سے نہیں رُوکا، اور نہ ہی وہ اُس کے پیچھے گیا، مگر باپ پھر بھی اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے اور بے چینی سے اُس کی راہ دیکھتا رہتا ہے کہ وہ کب گھر واپس آئے گا۔ جب اُس نے اپنے بیٹے کو دُور سے آتا دیکھا تو وہ اُس کی طرف دوڑا۔ خدا سے مُعافی پانے کے لئے ہم نہ تو اپنے گناہ کو دَرگزر اور نہ ہی کم کر سکتے ہیں۔ پاک اِلہامی صحائف میں لکھا ہے، ''اگر اپنے گناہوں کا

اِقرار کریں تو وہ ہمارے گناہوں کے مُعاف کرنے اور ہمیں ساری ناراستی سے پاک کرنے میں سچّا اور عادِل ہے۔ اگر کہیں کہ ہم نے گناہ نہیں کِیا تو اُسے جُھوٹا ٹھہراتے ہیں اور اُس کا کلام ہم میں نہیں ہے۔" (۱۔یُوحنا۱:۹۔۱۰)

باپ نے بیٹے کو اچھے سے اچھا جامہ پہننے کو دیا جو کہ ایک نہایت عزت و مرتبہ کا اعلیٰ نشان تھا، اُس کے ہاتھ میں انگوٹھی بھی پہنائی جو اِختیار کا نشان تھا اور پاؤں میں جُوتی پہنائی جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اَب غلام نہیں بلکہ آزاد ہے۔ جب ہم خدا کی طرف واپس لوٹتے ہیں تو وہ ہمارا پُرانا لباس اُتار کر مسیح میں نیا لباس پہناتا ہے (گلتیوں ۳:۲۷)۔ وہ ہم پر اپنے پاک رُوح کی مُہر لگا دیتا (افسیوں۴:۳۰) اور ہمیں گناہ کی غلامی سے آزاد کر کے راستبازی کا غلام بناتا ہے (رُومیوں ۶:۱۸)۔

باپ نے اپنے بیٹے کو پھر سے اپنے گھر میں قبول کر کے اُس کی پہلی حیثیت کو بحال کِیا اور اُس کی خوشی میں ایک بڑی ضیافت کا اہتمام کِیا۔ مگر باپ کا دوسرا بیٹا بھی تھا، اُس کا اپنے بھائی کی واپسی پر رَدِ عمل کیا تھا؟

ستاونواں باب

خود صالح بیٹا

(لُوقا ۱۵: ۲۵۔۳۲)

مسیح یسوع نے خود پر تنقید کرنے والوں کے جواب میں کہ وہ گناہگاروں اور کم تر لوگوں کے ساتھ میل جُول رکھتا ہے، ایک تمثیل کہی کہ ایک بیٹے نے اپنے باپ سے وقت سے پہلے ہی وراثت کا تقاضہ کر دیا۔ بیٹے نے گھر چھوڑ دیا اور اپنا سارا روپیہ پیسہ عیش و عشرت میں اُڑا دیا۔ جب غربت محتاجی اور بھوک ننگ تک نُوبت آ پہنچی تو اُسے ہوش آیا، توبہ کی اور گھر واپس آ گیا۔ باپ نے اپنے بیٹے کو خوشی سے قبول کِیا اور جب بیٹے نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا تو باپ نے بیٹے کی گھر میں پہلے جیسی عزت بحال کر دی۔ اُس نے بیٹے کے آنے کی خوشی میں جشن منایا اور ایک عالیشان ضیافت کا اہتمام کِیا، مگر گھر میں باپ کے علاوہ ایک اَور فرد بھی تھا، اُس کا بیٹے کی آمد پر کیا رَدِ عمل تھا؟

مسیح یسوع کی تمثیل کو جاری رکھتے ہوئے لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۱۵ باب کی ۲۵ سے ۳۲ آیت میں کہتا ہے، ”لیکن اُس کا بڑا بیٹا کھیت میں تھا۔ جب وہ آ کر گھر کے نزدیک پہنچا تو گانے بجانے اور ناچنے کی آواز سُنی، اور ایک نوکر کو بُلا کر دریافت کرنے لگا کہ یہ کیا

ہو رہا ہے؟ اُس نے اُس سے کہا، تیرا بھائی آ گیا ہے اور تیرے باپ نے پلا ہُوا بچھڑا ذبح کرایا ہے کیونکہ اُسے بھلا چنگا پایا۔ وہ غُصے ہُوا اور اندر جانا نہ چاہا مگر اُس کا باپ باہر جا کر اُسے منانے لگا۔ اُس نے اپنے باپ سے جواب میں کہا، دیکھ اِتنے برسوں سے مَیں تیری خدمت کرتا ہوں اور کبھی تیری حکم عدُولی نہیں کی مگر مجھے تُو نے کبھی ایک بکری کا بچہ بھی نہ دیا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ خوشی مناتا، لیکن جب تیرا یہ بیٹا آیا جس نے تیرا مال متاع کسبیُوں میں اُڑا دیا تو اُس کے لئے تُو نے پلا ہُوا بچھڑا ذبح کرایا۔ اُس نے اُس سے کہا، بیٹا تُو تو ہمیشہ میرے پاس ہے اور جو کچھ میرا ہے وہ تیرا ہی ہے، لیکن خوشی منانا اور شادمان ہونا مُناسب تھا کیونکہ تیرا یہ بھائی مُردہ تھا، اَب زندہ ہُوا۔ کھویا ہُوا تھا، اَب مِلا ہے۔'' (لُوقا ۱۵:۲۵-۳۲)

مسیح یسوع اپنی تمثیلوں میں عام لوگوں اور زندگی کے عام رہن سہن کو اِستعمال کرتے تھے تاکہ رُوحانی سچائیوں اور اُصولوں کو پیش کریں۔ اِس تمثیل میں باپ، خدا کی نمائندگی کرتا ہے جو ہمیں زندگی اور ہر آرام و آسائش کثرت سے عنایت کرتا ہے۔ چھوٹا بیٹا اُن لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے جو خدا سے مُنہ موڑ کر گناہ کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جب ہم اپنے بُرے فعل و عمل سے توبہ کرتے اور گناہوں کی مُعافی مانگتے ہیں تو خدا ہمیں مُعاف کر کے رشتہ بحال کرتا اور اپنے گھر میں پھر سے قبول کرتا ہے۔

اِس تمثیل میں بڑا بیٹا کون ہے؟ وہ اُن لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے جو اپنے آپ کو خدا کا وفادار سمجھتے ہیں۔ وہ ظاہری طور پر یا جان بُوجھ کر خدا کا اخلاقی معیار نہیں توڑتے جس طرح چھوٹے بیٹے نے کِیا۔ وہ مذہبی ہوتے ہیں۔ مُعاشرے کے سماجی معیار کے مطابق اخلاقی زندگی گزارتے ہیں۔ اِس تمثیل کی روشنی میں بڑا بیٹا خاص طور پر مذہبی راہنماؤں کی نمائندگی کرتا ہے جو مسیح یسوع پر ناراض ہوئے کہ وہ اُن کو قبول کرتا ہے جنہیں وہ گناہگار سمجھتے ہیں۔

اگرچہ بڑے بیٹے کی ظاہری حالت سے یہی پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے باپ کا وفادار ہے مگر جو دِکھائی دیتا ہے حقیقت میں ویسا نہیں ہوتا۔ اُس کا دِل تلخی اور ناراضگی سے بھرا ہُوا تھا۔ اُس نے گھر میں داخل نہ ہو کر اپنے باپ کی توہین و بے عزتی کی، اِس لئے وہاں اُس کے بھائی کی آمد پر جشن منایا جا رہا تھا۔

لیکن اِس کے جواب میں باپ نے اپنے بیٹے سے محبت کا برتاؤ کِیا اور اُسے منانے گھر سے باہر چلا آیا۔ باپ نے حکم دے کر اپنے بیٹے کو گھر میں آنے کو نہیں کہا اور نہ اُسے ڈانٹ ڈپٹ پلائی بلکہ پیار سے منانے کی کوشش کی۔

بیٹے نے جس طرح باپ کو جواب دیا اُس میں بے ادبی جھلک رہی تھی۔ اُس نے باپ کہہ کر مخاطب نہیں کِیا بلکہ سختی سے بولا۔ اُس نے شیخی مارتے ہوئے فخریہ لہجہ میں کہا کہ وہ نوکروں کی طرح کام کرتا

رہا ہے اور کبھی حکم عدُولی نہیں کی۔ اُس نے یہ بھی دعویٰ کِیا کہ اُس کی وفادارانہ خدمت کو سراہنے کی بجائے کنجوسی اور کفایت شعاری سے کام لیا گیا۔ اُس نے اپنے باپ پر یہ بھی اِلزام لگایا کہ اُس نے نااہل چھوٹے بیٹے کی طرف داری کر کے بے اِنصافی کی ہے۔

بڑے بیٹے کے بارے میں سب سے زیادہ حیران کن بات اُس کی ناشکری اور محبت کی کمی ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اُس نے اپنے باپ کی خدمت کی، مگر اُس نے یہ سب محبت سے نہیں بلکہ بغض و ہَوس کے تحت کِیا۔ اِسی لئے وہ محسوس کرتا تھا کہ باپ اُس کا مقروض ہے۔ یہ رویہ کسی نوکر سے کم نہیں تھا جو پیسوں کے لئے کام کرتا ہے۔ اُس نے اپنی خدمت اور وفاداری کے بارے میں فخر کرتے ہوئے شیخی ماری۔ لیکن کیا اُس نے نوکروں میں سے کسی سے بڑھ کر کام کِیا؟ وہ بھول گیا کہ وہ بیٹے کے طور پر اپنی حیثیت کا مقروض ہے، اُس کی اپنی قابلیت کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنے باپ کی پسند کے سبب سے۔ وہ یہ محسوس کرتا تھا کہ اُس کا باپ اُسے اُس کا حق ادا نہیں کر رہا بلکہ کچھ دبائے بیٹھا ہے۔ مگر وہ بھول گیا کہ جب باپ نے اپنی وراثت تقسیم کی تو چھوٹے بیٹے کے ساتھ اُس کو بھی حِصہ مِلا، بلکہ یہودی قانون کے مطابق اُسے اپنے بھائی سے دو گناہ مِلا۔ بجائے اِس کے وہ جو مِلا اُس سے مطمئِن ہوتا، وہ باپ سے اَور ہتھیانے کے چکر میں پڑ گیا۔ اِس سے بھی زیادہ یہ کہ اُس کے دِل میں اپنے بھائی کے لئے کوئی ہمدردی اور پیار

نہیں تھا۔ اُس نے ایک بار بھی اپنے بھائی کو بھائی کہہ کر نہیں بُلایا بلکہ باپ سے مخاطب ہوئے ہمیشہ اُسے 'تیرا بیٹا' کہا۔ بجائے اِس کے کہ وہ اپنے بھائی پر خوش ہوتا کہ اُس نے اپنی گناہ آلودہ زندگی سے توبہ کر لی ہے، وہ اُس کی غلط کاریوں کو مبالغہ کے ساتھ بڑھا چڑھا کر پیش کرتا رہا۔

بیٹے کو باپ نے بڑے تحمل سے جواب دیا کہ اُس کا غُصہ جائز نہیں ہے، جو کچھ میرا ہے وہ تیرا ہی ہے۔ جو اُس کے پاس پہلے ہی تھا اُس سے زیادہ اَور اُسے کیا دے؟ دُنیاوی مال اسباب کے لئے فکرمند ہونے کی بجائے کہ کس کے پاس زیادہ ہے، اُسے خوشی ہونی چاہیے تھی کہ اُس کے بھائی کو نئی رُوحانی زندگی ملی ہے۔

ہمارے لئے بڑے بیٹے کی تنگ نظری اور پیار کی کمی پر تنقید و مذمت کرنا بہت آسان ہے مگر کیا ہم اُس سے بہتر ہیں؟ ہم بھی بڑے بیٹے کی طرح اپنے نیک اعمال کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، لیکن کیا ہم خدا سے محبت کی بِنا پر اُس کی خدمت کرتے ہیں یا فرض و ذمہ داری سمجھ کر؟ بڑے بیٹے کی طرح ہم بھی اپنی برکات کو اپنا حق سمجھتے ہیں حالانکہ ہم خدا کی نعمتوں اور بخشِشوں کے اہل نہیں مگر اُس نے ہمیں چُنا ہے کہ اُس کے گھر میں شامل ہوں۔ بعض اوقات ہم خدا پر اِلزام لگاتے ہیں کہ اُس نے اپنی برکتیں ہم سے رُوک رکھی ہیں اور بجائے اقرار کریں کہ وہ، "...ہمیں لُطف اُٹھانے کے لئے سب چیزیں افراط سے دیتا ہے۔" (۱۔تیمتھیس ۶:۱۷) جب خدا ایسے لوگوں کو افراط سے برکت بخشتا ہے جن

کو ہم اِس قابل نہیں سمجھتے تو یہ بُھول جاتے ہیں کہ ہم بھی اُس کی برکتوں کے لائق نہیں مگر وہ پھر بھی ہمیں دیتا ہے۔ پَولُس رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''یا تُو اُس کی مہربانی اور تحمل اور صبر کی دولت کو ناچیز جانتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ خدا کی مہربانی تجھ کو توبہ کی طرف مائل کرتی ہے؟'' (رُومیوں ۲:۴) سب سے بُری بات یہ ہے کہ ہم اپنے لئے خدا کی محبت کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ خدا کے گھر کے دوسرے افراد سے محبت ظاہر نہیں کرتے۔

مسیح یسوع نے یہ وضاحت نہیں کی کہ بڑے بیٹے نے باپ کی پُر شفقت نصیحت کے جواب میں کیا کہا، مگر سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ جب ہماری خود ساختہ راستبازی کو بے نقاب کِیا جاتا ہے تو ہمارا رَدِ عمل کیا ہوتا ہے؟ کیا ہم اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہیں یا توبہ کرتے ہیں؟

اَٹھاونواں باب

بے اِیمان مختار

(لُوقا ۱۶: ۱۔۱۳)

مسیح یسوع کی پیروی کرنے کے لئے ہمیں اپنی سوچ کو بدلنا ضروری ہے۔ مسیح کی تعلیم نے ہمارے اُن تصورات کو ہی بدل کر رکھ دیا جو ہماری تہذیب و ثقافت کی بُنیاد اور جنہیں مذہبی راہنما عزیز رکھتے تھے۔ اِن میں قابلِ ذِکر ہماری سوچ کا وہ پہلو ہے جس میں تبدیلی نہایت ضروری ہے اور وہ ہے ہمارے مال اسباب اور روپئے پیسے کا اِستعمال۔ لازم ہے کہ مسیح یسوع کے پیچھے چلنے کے لئے اِس کا ہمیں خاص طور پر دھیان رکھنا ہے۔ مسیح خداوند نے اپنی تعلیم کو یادگار بنانے کے لئے تمثیل کے ذریعہ اِس اہم نکتے کو واضح کِیا۔ لُوقا کی اِلہامی انجیل کے ۱۶ باب کی ۱ سے ۱۳ آیت میں مسیح یسوع اپنی اِس تمثیل کو یوں بیان کرتے ہیں۔ ”... کسی دولتمند کا ایک مُختار تھا۔ اُس کی لوگوں نے اُس سے شکایت کی کہ یہ تیرا مال اُڑاتا ہے۔ پس اُس نے اُس کو بُلا کر کہا کہ یہ کیا ہے جو مَیں تیرے حق میں سُنتا ہوں؟ اپنی مُختاری کا حساب دے کیونکہ آگے کو تُو مُختار نہیں رہ سکتا۔ اُس مُختار نے اپنے جی میں کہا کہ کیا کروں؟ کیونکہ میرا مالک مجھ سے مُختاری چھینے لیتا ہے۔ مٹی تو مجھ سے کھودی

نہیں جاتی اور بھیک مانگنے سے شرم آتی ہے۔ مَیں سمجھ گیا کہ کیا کروں تاکہ جب مُختاری سے موقُوف ہو جاؤں تو لوگ مجھے اپنے گھروں میں جگہ دیں۔ پس اُس نے اپنے مالک کے ایک ایک قرضدار کو بُلا کر پہلے سے پوچھا کہ تجھ پر میرے مالک کا کیا آتا ہے؟ اُس نے کہا، سو من تیل۔ اُس نے اُس سے کہا، اپنی دستاویز لے اور جلد بیٹھ کر پچاس لکھ دے۔ پھر دوسرے سے کہا، تجھ پر کیا آتا ہے؟ اُس نے کہا، سو من گیہُوں۔ اُس نے اُس سے کہا، اپنی دستاویز لے کر اَسی لکھ دے۔ اور مالک نے بے اِیمان مُختار کی تعریف کی، اِس لئے کہ اُس نے ہوشیاری کی تھی کیونکہ اِس جہان کے فرزند اپنے ہمجنسوں کے ساتھ مُعاملات میں نُور کے فرزندوں سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ اور مَیں تم سے کہتا ہوں کہ ناراستی کی دولت سے اپنے لئے دوست پیدا کرو تاکہ جب وہ جاتی رہے تو یہ تم کو ہمیشہ کے مسکنوں میں جگہ دیں۔ جو تھوڑے میں دیانتدار ہے، وہ بہت میں بھی دیانتدار ہے اور جو تھوڑے میں بددیانت ہے وہ بہت میں بھی بددیانت ہے۔ پس جب تم ناراست دولت میں دیانتدار نہ ٹھہرے تو حقیقی دولت کون تمہارے سُپرد کرے گا؟ اور اگر تم بیگانہ مال میں دیانتدار نہ ٹھہرے تو جو تمہارا اپنا ہے اُسے کون تمہیں دے گا؟ کوئی نوکر دو مالکوں کی خدمت نہیں کر سکتا کیونکہ یا تو ایک سے عداوت رکھے گا اور دوسرے سے محبت یا ایک سے

مِلا رہے گا اور دوسرے کو ناچیز جانے گا۔ تم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔'' (لُوقا ۱۶:۱-۱۳)

بے اِیمان مُختار کی تمثیل کو سمجھنا مسیح یسوع کی سب تمثیلوں سے زیادہ مشکل ہے۔ بہت سے لوگ اُلجھن میں پڑ جاتے اور سوچتے ہیں کہ شائد مسیح خداوند نے کہا ہے کہ ہم مکر و فریب یا نامُناسب ذرائع سے حاصل کردہ روپۓ پیسے کی مدد سے آسمان کی بادشاہی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ درحقیقت مسیح نے جو کہا اُس کی بالکل غلط ترجمانی و تشریح ہے۔ اکثر لوگوں کو یہ بھی غلط فہمی ہے کہ ''ناراست دولت'' کا مطلب یہ ہے کہ روپیہ پیسہ بُری چیز ہے۔ بجائۓ اِس کہ مسیح یسوع روپۓ پیسے کو بُرا کہیں، اُنہوں نے اِس غلط تصور کے خلاف تعلیم دی کہ دولت خدا کے ہاں پسندیدگی اور راستبازی کی علامت ہے۔ مسیح نے اپنی اِس تمثیل میں لفظ ''ناراست'' مال اسباب کو دُنیا اور اُس کے طور طریقوں کے ساتھ اِستعمال کِیا۔ اِس کے برعکس ہم ''حقیقی دولت'' اُس وقت حاصل کرتے ہیں جب روپۓ پیسے کو خدا کی مرضی کے مطابق کام میں لاتے ہیں۔

مسیح یسوع کی اِس تمثیل کا مطلب واضح ہو جائۓ گا جب ہم اپنے رویہ اور کردار کو اپنی دولت اور مال اسباب کی روشنی میں دیکھیں گے۔ ہمارے پاس جو کچھ بھی موجود ہے ہم اپنے آپ کو اُس کا مالک سمجھتے ہیں۔ جیسے ''میرا گھر'' ''میرے گھر کا سامان'' اور ''میرا روپیہ پیسہ۔'' درحقیقت ہماری ملکیت میں جو چیزیں ہیں ہم اُن کے مالک

نہیں بلکہ عارضی طور پر مُختار و نگران ہیں۔ پاک اِلہامی کلام میں لکھا ہے، ''زمین اور اُس کی معمُوری خداوند ہی کی ہے، جہان اور اُس کے باشندے بھی۔'' (زبور ۱:۲۴) جبکہ یہ سچ ہے تو ہمارا روپیہ پیسہ اور مال اسباب سب کچھ خدا کی ملکیت ہے یعنی حقیقی مالک خدا ہے۔ اَب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اِسے مالک کی مرضی اور جلال کے لئے اِستعمال کریں۔ کیا ہم اِیمانداری سے کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے جو مال اسباب ہمارے سُپرد کِیا ہے اُسے اِلٰہی مقصد کے لئے اِستعمال کرتے ہیں؟ کیا جو خدا کا ہے اُسے ہم اپنے فائدے اور عیش و عشرت کے لئے اِستعمال نہیں کرتے؟ یہی وہ رُوحانی سچائی ہے جو مسیح یسوع کی اِس تمثیل کے پیچھے چھپی ہوئی ہے۔

اِس تمثیل میں جب مالک نے اپنے بے اِیمان مُختار سے مُختاری کا حساب مانگا تو اُس نے ایک منصُوبہ تیار کِیا تاکہ آنے والے بُرے وقت سے بچ جائے۔ اُس نے اپنے مالک سے کوئی تکرار نہیں کی کہ ہاں اُسے حق پہنچتا ہے کہ مُختاری چھین لے اور اُس نے صاف صاف یہ بھی تسلیم کر لیا کہ وہ محنت مزدُوری کے قابل نہیں۔ جبکہ بھیک مانگنا اُس کی شان کے خلاف تھا تو اُس نے فیصلہ کِیا کہ اپنے مالک کا دِل جیتنے کے لئے اُس کے قرضداروں کا قرض کم کر دیتا ہوں۔ یہ کوئی معمولی کمی نہیں تھی بلکہ بہت بڑی مِقدار میں اجناس شامل تھیں۔

بِلا شبہ قرضدار اُس شخص کے ساتھ بہت اچھا سلوک کریں گے جس نے اُن کے قرض کا بُوجھ کم کر دیا، مگر مُختار نے جو کِیا مالک کیوں اُس کی تعریف کرے گا؟ کچھ یہ کہتے ہیں کہ مالک کے اصل قرض میں ہرگز کمی نہیں ہوئی کیونکہ جو اُس کے واجبات تھے اُن پر مُختار نے سود کا اِضافہ کِیا اور اپنے فائدے کے لئے اُس میں کمی کر دی۔ اگر ایسا ہی ہے تو قرض میں کمی کرنے سے مالک کو کوئی فرق نہ پڑا بلکہ اِس سے تو اُس کی سخاوت کی دُھوم مچ گئی۔

کیا مسیح یسوع یہ تمثیل سُنا کر بے اِیمان رویہ اور تیز و چالاک تجارتی لین دین کی تعریف کر رہے تھے؟ ہرگز نہیں، بلکہ اُن کا بُنیادی نقطۂ نظر یہ تھا کہ مُختار نے وقتی فائدے کو قربان کر دیا تاکہ اپنے مُستقبل کو بچائے۔ اِسی طرح ہمیں بھی اُن چیزوں کو استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے جو خدا نے ہمیں ہمارے وقتی فائدے کے لیے سُونپی ہیں، اُس کے لیے جو ابد تک رہے گی۔ اکثر ہم اپنے ملکیت میں چیزوں کو اپنے آرام و آسائش اور عیش و عشرت کے لئے اِستعمال کرتے ہیں۔ ہم بُھول جاتے ہیں کہ وہ ہماری نہیں ہیں بلکہ وہ ہمارے مالک یعنی خدا کی ہیں۔ ہم یہ بھی بُھول جاتے ہیں کہ سدا اپنے مالک کی چیزوں کو اِستعمال نہیں کر سکتے، ایک دِن ہمیں مرنا ہے اور ہر چیز کا حساب دینا ہے۔ اگر ہم بے اِیمان مُختار کی طرح ہیں جس نے اپنے مالک کی چیزوں میں خُرد بُرد کر کے اپنی جیب گرم کی تو خدا ہمیں رَد کر کے اپنے گھر سے

نکال دے گا۔ اِس کے برعکس اگر ہم اپنے مالک کے مال اسباب کو اُس مقصد کے لئے اِستعمال کریں گے جس کے تحت ہمارے سُپرد کِیا گیا ہے تو پھر یقیناً وہ ہمیں اپنے ابدی گھر میں قبول کرے گا۔ جب مسیح یسوع نے یہ کہا کہ مالک نے جو ہمیں دولت دی ہے، لازم ہے کہ اُس سے اپنے لئے دوست بنائیں تو مطلب یہ تھا کہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کریں۔ پاک اِلہامی کلام میں لکھا ہے، ''ہمارے خدا اور باپ کے نزدیک خالص اور بے عیب دینداری یہ ہے کہ یتیموں اور بیواؤں کی مُصیبت کے وقت اُن کی خبر لیں اور اپنے آپ کو دُنیا سے بیداغ رکھیں۔'' (یعقوب ۱:۲۷)

مسیح خداوند اپنی تمثیل میں یہ بھی کہتے ہیں کہ جو تھوڑے میں بددیانت ہے وہ بہت میں بھی بددیانت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اگر ہم دُنیاوی دولت اور مال اسباب میں بھروسہ کے قابل نہیں تو جو حقیقت میں ہمارا ہے ہی نہیں بلکہ مالک یعنی خدا کا ہے تو کون ہمارے سُپرد حقیقی دولت یعنی آسمان پر ابدی گھر ہمارے حوالے کرے گا؟

ہم کیوں اکثر ابدی مُستقبل چھوڑ کر ذاتی عارضی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ کیونکہ ہماری ترجیحات ہی غلط ہیں۔ مسیح یسوع واضح طور پر کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے لئے کسی ایک کا اِنتخاب کرنا ہے۔ ہم خدا اور دولت دونوں کی خدمت نہیں کر سکتے۔ دونوں ترجیحات اور وفاداریاں ایک دوسرے کے لئے مخصوص ہیں۔ اگر ہم اپنے

لئے روپئے پیسے کا اِنتخاب کرتے ہیں تو یقیناً خدا کو رَد کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسیح یسوع نے ایک موقع پر فرمایا، ''بلکہ تم پہلے اُس کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تم کو مِل جائیں گی۔'' (متی ۶:۳۳) کیا ہم اپنے لئے روپیہ پیسہ چُنتے ہیں یا خدا؟

اُنسٹھواں باب

قانون شکن

(لُوقا ۱۶: ۱۴۔۱۸)

ہم لوگوں کو اُن کے مال اسباب سے جانچتے پرکھتے اور دولتمندوں کو ہی ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ جو قیمتی لباس زیب تن کِئے ہوئے، عالیشان گھر میں رہتا اور نہایت مہنگی کار چلاتا ہے یقیناً کوئی اہم شخص ہے۔ بس یہ خدا کے ہاں مقبول ہے اِس لئے کہ ہمارے نزدیک دولت خدا کی طرف سے برکت کا ایک نشان ہے۔ مگر مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی کہ ایسی سوچ کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی کے پاس کتنا روپیہ پیسہ ہے بلکہ یہ اہم ہے کہ وہ اِس دولت کے ساتھ کرتا کیا ہے۔ اپنے اِس نکتے کی وضاحت کے لئے مسیح خداوند نے ایک بددیانت مُختار کی تمثیل کہی جس نے اپنے فائدے کے لئے اِختیارات کا غلط اِستعمال کِیا، لیکن جب اُسے اپنی نوکری جانے کا خطرہ محسوس ہُوا تو وقتی فائدے کو چھوڑ کر اپنے مالک کے قرضداروں کے گھروں میں ہمیشہ رہنے کو ترجیح دی۔

خدا نے ہمیں برکات بخشی ہیں تاکہ اُن کی مدد کریں جو محرُوم و محتاج ہیں، اور اگر ہم خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو اُس کے مقصد کے

مطابق اِستعمال نہیں کرتے تو بے اِیمان مُختار کی مانند ہوں گے کیونکہ ہم نے اپنے آپ کو اور اپنی خواہشات کو آسمان و زمین کے مالک کی مرضی و مقصد پر ترجیح دی۔ لہذا مُختار کی طرح ہماری مُختاری بھی چھین لی جائے گی۔ ایک دِن ہمیں مرنا ہے، پھر ہمارے ساتھ کیا ہو گا؟ مُختار کی طرح ہمیں بھی ضرورت ہے کہ وقتی فائدے کو چھوڑ کر ابدی گھر میں جگہ بنائیں۔

مسیح یسوع نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ کوئی نوکر دو مالکوں کی خدمت نہیں سکتا۔ ہمیں کسی ایک کو چُننا ہے، یا تو ہم روپے پیسے کے پیچھے بھاگیں یا خدا کی خدمت کریں۔ ہم دونوں کی تابعداری نہیں کر سکتے۔

مسیح خداوند نے یہ باتیں اپنے شاگردوں سے کہیں مگر دوسرے لوگوں نے بھی اِن باتوں کو سُنا۔ اِس بارے میں لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۱۶ باب کی ۱۴ سے ۱۸ آیت میں مزید لکھتا ہے، ”فریسی جو زَر دوست تھے اِن سب باتوں کو سُن کر اُسے ٹھٹھے میں اُڑانے لگے۔ اُس نے اُن سے کہا کہ تم وہ ہو کہ آدمیوں کے سامنے اپنے آپ کو راستباز ٹھہراتے ہو لیکن خدا تمہارے دِلوں کو جانتا ہے کیونکہ جو چیز آدمیوں کی نظر میں عالی قدر ہے وہ خدا کے نزدیک مکرُوہ ہے۔ شریعت اور انبیا یُوحنا تک رہے۔ اُس وقت سے خدا کی بادشاہی کی خوشخبری دی جاتی ہے اور ہر ایک زور مار کر اُس میں داخل ہوتا ہے، لیکن آسمان اور زمین کا ٹل

جانا شریعت کے ایک نقطہ کے مِٹ جانے سے آسان ہے۔ جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو شخص شوہر کی چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔'' (لُوقا ۱۶: ۱۴-۱۸)

مسیح یسوع نے یہ بھی تعلیم دی کہ موسوی شریعت میں دو بڑے حکم یہ ہیں: ''...خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ، بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ اور دوسرا اِس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ اِنہی دو حُکموں پر تمام توریت اور انبیا کے صحیفوں کا مدار ہے۔'' (متی ۲۲: ۳۷-۳۸) اَب اگر کوئی روپئے پیسے سے محبت کرتا ہے تو اُس نے شریعت کے سب سے بڑے حکم کو توڑا ہے کیونکہ اُس نے پیسے کو خدا سے زیادہ اہمیت دی۔ اِسی طرح اگر کوئی اپنے پڑوسی کی ضرورت کے وقت مدد نہیں کرتا تو وہ بھی شریعت کی عدُولی کرتا ہے۔

فریسی دعوے سے کہتے تھے کہ وہ خدا سے محبت اور موسیٰ کی شریعت کا احترام و تعظیم کرتے ہیں۔ مگر مسیح کی روپئے پیسے اور غریبوں سے محبت بارے تعلیم نے اُن کی ریاکاری کو بے نقاب کر دیا۔ بہر حال ناپسندیدہ پیغام دینے والے کے خلاف ہو جانا تبدیلی لانے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ بجائے اِس کے کہ فریسی اپنے گناہ کا اِقرار اور توبہ کرتے، اُنہوں نے مسیح یسوع اور اُس کی تعلیم کو اپنی طنز و مزاح کا نشانہ بنایا۔

بِلاشبہ فریسیوں کے لئے یہ آسان تھا کہ روپے پیسے سے محبت کو نظر انداز کر کے اِس پر اپنا جائز حق جتائیں۔ کیا لوگوں کو تعلیم دینے کے عوض اُنہیں اُجرت نہیں ملنی چاہیے تھی؟ کیا لوگوں کو اپنے مذہبی راہنماؤں کی مالی مدد نہیں کرنی چاہیے؟ کیا مسیح یسوع نے خود یہ نہیں فرمایا کہ "...مزدُور اپنی مزدُوری کا حقدار ہے..." (لُوقا ۱۰:۷) مسئلہ یہ نہیں تھا کہ فریسیوں کو اپنے کام کی اُجرت ملتی تھی بلکہ اُن کا رویہ دُرست نہیں تھا۔ بجائے اِس کے وہ لوگوں کو رُوحانی فائدے کی تعلیم دیتے وہ مذہب کو مالی مفاد کے لئے اِستعمال کرنے لگے۔ یہی وجہ تھی کہ مسیح یسوع نے اُن کو اِس ریاکاری سے خبردار کِیا کہ جو وہ کر رہے ہیں وہ اُن کے اور لوگوں کے لئے تو عالی قدر ہو سکتا ہے مگر خدا کے نزدیک مکرُوہ ہے۔ ہمیں صرف اور صرف خدا کو اولیت و ترجیح دینی چاہیے۔ ایک اَور موقع پر مسیح یسوع نے فرمایا، "بلکہ تم پہلے اُس کی بادشاہی اور اُس کی راستبازی کی تلاش کرو تو یہ سب چیزیں بھی تم کو مِل جائیں گی۔" (متی ۶:۳۳) فریسیوں کو خدا سے زیادہ روپے پیسے سے محبت تھی اور اِس طرح وہ جس قانون کی پاسداری کا دعویٰ کرتے تھے اُسی کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔

شرعی قانون کے جس اہم اُصول کی فریسیوں نے خلاف ورزی کی اُس کا دوسرا نتیجہ بھی سامنے تھا۔ جبکہ وہ خدا کو دِل سے پیار نہیں کرتے تھے تو کیسے ممکن تھا کہ وہ اُس سے بھی پیار کرتے جس کو

خدا نے دُنیا میں بھیجا تھا یعنی یسوع مسیح؟ مسیح کا اِنکار کرنے کے نتیجہ میں اُنہوں نے خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کا بیش قیمت موقع کھو دیا۔ شریعت اور انبیا کا پیغام یہ تھا کہ مسیح کی صُورت ایک آسمانی حکمران آنے والا ہے۔ صدیوں سے یہودی لوگ اِسی اُمید پر زندہ تھے کہ اُن کا بادشاہ آئے گا اور اپنی بادشاہت قائم کرے گا۔ اور پھر یُوحنا اصطباغی نے اِنتظار و اُمید کے شعلوں کو مزید بھڑکا دیا کہ خدا کی بادشاہی نزدیک ہے۔ اُس نے مسیح یسوع کو دیکھ کر کہا کہ یہ وہی ہے جس کی بابت نبیوں نے پیشین گوئیاں کِیں۔ یُوحنا اِصطباغی کی گواہی اور مسیح کی اپنی تعلیم کی بنیاد پر، لوگوں کی بڑی تعداد نے یہ اِقرار کرتے ہوئے کہ یسوع ہی مسیح ہے خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لئے بہت قربانیاں دیں۔ لیکن فریسی جو شریعت کا احترام کرتے تھے اُنہوں اِس کے بُنیادی پیغام کو ہی رَد کر دیا۔

اگرچہ فریسی قانون کے بُنیادی مفہُوم کو برقرار رکھنے کے بارے میں بہت سخت تھے، وہ سمجھتے تھے کہ وہ اِسے کسی بھی طرح سے اپنے حق میں استعمال کر سکتے ہیں، اِس کے باوجود کہ وہ ایک لاتبدیل عہد ہے۔ وہ شریعت کے احکام کی اپنی سوچ کے مطابق ترجمانی کرنے کے ماہر تھے جو اُن کے اپنے دُنیاوی رویوں اور اعمال پر لاگو نہیں ہوتے تھے۔ اِسی لئے مسیح یسوع نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ شریعت میں رَد و بدل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خدا کا پاک کلام ہے۔ یہ کبھی تبدیل نہیں

ہو سکتا اور نہ اِس میں تحریف ہو سکتی ہے۔ اِس کائنات کا تباہ و برباد ہونا شریعت کے مقابلے میں جِسے خدا نے نازِل کِیا آسان ہو گا۔

فریسیوں کی اُس عہد بارے ریاکاری کا اندازہ لگایئے جو خدا نے یہودی لوگوں کے ساتھ ایک قانون کی حیثیت سے قائم کِیا اور جِسے مسیح یسوع نے شادی کا نام دیا۔ فریسیوں نے لوگوں کو یہ تعلیم دی کہ ایک آدمی کو کسی بھی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دینا جائز ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ فریسیوں نے شادی کو خدا کا ناقابل تبدیل عہد کی بجائے ایک سہولت سمجھا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ شریعت میں طلاق کی اِجازت ہے، اگرچہ خدا کا اِرادہ یہ تھا کہ ایک مرد اور ایک عورت اِکٹھے زندگی بھر نہ ٹوٹنے والے عہد میں بندھے رہیں۔ ایک اَور موقع پر مسیح یسوع نے فرمایا کہ خدا نے دِلوں کی سختی کے سبب اُس وقت طلاق کی اِجازت دی (متی ۸:۱۹) کیونکہ وہ پہچان ہی نہیں سکے کہ شادی ایک اِلٰہی عہد ہے، لیکن اپنی مرضی سے طلاق اور دوبارہ شادی کرنے والے درحقیقت ایک سلسلہ وار زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ساٹھواں باب

جب وہ نہیں سنتے

(لُوقا ۱۶: ۱۹-۳۱)

دو آدمیوں کا سماجی پس منظر اور زندگی کے تجربات ایک جیسے ہو سکتے ہیں مگر ایک مسیح یسوع پر اِیمان لاتا ہے اور دوسرا رَد کر دیتا ہے۔ دونوں میں بُنیادی فرق کیا ہے؟ وہ کون سی وجوہات ہیں کہ ایک آدمی مسیح کا اِقرار کرتا ہے اور دوسرا اِنکار؟

مسیح یسوع نے ایک تمثیل کے ذریعہ کم اعتقادی اور بے اِیمانی کی اصل وجہ کو بے نقاب کِیا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۶ باب کی ۱۹ سے ۳۱ آیت میں لُوقا اِس کا یوں ذِکر کرتا ہے۔ "ایک دولتمند تھا جو ارغوانی اور مہین کپڑے پہنتا اور ہر روز خوشی مناتا اور شان و شوکت سے رہتا تھا۔ اور لعزر نام ایک غریب ناسُوروں سے بھرا ہُوا اُس کے دروازہ پر ڈالا گیا تھا۔ اُسے آرزو تھی کہ دولتمند کی میز سے گرے ہوئے ٹکڑوں سے اپنا پیٹ بھرے بلکہ کُتے بھی آ کر اُس کے ناسُور چاٹتے تھے۔ اور ایسا ہُوا کہ وہ غریب مر گیا اور فرشتوں نے اُسے لیجا کر ابرہام کی گود میں پہنچا دیا اور دولتمند بھی مُوا اور دفن ہُوا۔ اُس نے عالمِ اَرواح کے درمیان عذاب میں مُبتلا ہو کر اپنی آنکھیں اُٹھائیں اور ابرہام کو دُور

سے دیکھا، اور اُس کی گود میں لعزر کو، اور اُس نے پُکار کر کہا، اَے باپ ابرہام مجھ پر رحم کر کے لعزر کو بھیج کہ اپنی اُنگلی کا سِرا پانی میں بھگو کر میری زبان تر کرے کیونکہ مَیں اِس آگ میں تڑپتا ہوں۔ ابرہام نے کہا، بیٹا! یاد کر کہ تُو اپنی زندگی میں اپنی اچھی چیزیں لے چکا اور اُسی طرح لعزر بُری چیزیں، لیکن اَب وہ یہاں تسلی پاتا ہے اور تُو تڑپتا ہے۔ اور اِن سب باتوں کے سِوا ہمارے تمہارے درمیان ایک بڑا گڑھا واقع ہے، ایسا کہ جو یہاں سے تمہاری طرف پار جانا چاہیں نہ جا سکیں اور نہ کوئی اُدھر سے ہماری طرف آ سکے۔ اُس نے کہا، پس اَے باپ! مَیں تیری منت کرتا ہوں کہ تُو اُسے میرے باپ کے گھر بھیج کیونکہ میرے پانچ بھائی ہیں تاکہ وہ اُن کے سامنے اِن باتوں کی گواہی دے، ایسا نہ ہو کہ وہ بھی اِس عذاب کی جگہ میں آئیں۔ ابرہام نے اُس سے کہا، اُن کے پاس موسیٰ اور انبیا تو ہیں، اُن کی سُنیں۔ اُس نے کہا، نہیں اَے باپ ابرہام، ہاں اگر کوئی مُردوں میں سے اُن کے پاس جائے تو وہ توبہ کریں گے۔ اُس نے اُس سے کہا کہ جب وہ موسیٰ اور نبیوں ہی کی نہیں سُنتے تو اگر مُردوں میں سے کوئی جی اُٹھے تو اُس کی بھی نہ مانیں گے۔'' (لُوقا ۱۶: ۱۹-۳۱)

اِس تمثیل میں ایک بات تو واضح ہوتی ہے کہ اِنسان اور خدا لوگوں کو پہچاننے اور پرکھنے میں کتنے مختلف ہیں۔ اِنسانی نکتۂ نظر سے دولتمند آدمی ایک بابرکت کامیاب اِنسان تھا۔ اُس کے ارغوانی کپڑے

پہننے کے سبب ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ ایک اثر و رسُوخ اور اعلیٰ سماجی مرتبہ والا اِنسان تھا۔ جس وقت مسیح یسوع نے یہ تمثیل سنائی، صرف امیر ترین، رئیس اور شاہی گھرانوں کے افراد ہی ارغوانی لباس پہن سکتے تھے۔ اِس کے برعکس، غریب آدمی کی کوئی سماجی حیثیت نہیں تھی۔ کتوں کے سِوا کوئی اُس کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ وہ صرف غریب و محتاج نہ تھا بلکہ اُس کا سارا بدن ناسُوروں سے بھی بھرا ہُوا تھا۔ اگر کہیں کام مِل بھی جاتا تو وہ اپنی اِس بیماری کی وجہ سے کچھ بھی کرنے کے قابل نہ تھا۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ بھیک مانگنے کے سِوا اُس کے پاس کوئی اَور چارہ نہ تھا۔ مگر پھر بھی خدا کی نظر میں اِن دونوں آدمیوں کی حیثیت ایک دوسرے کے برعکس تھی۔ خدا کی بادشاہی میں غریب آدمی کا ایک نام، ایک پہچان، ایک مقام تھا۔ مگر دوسری طرف دولتمند آدمی کا کوئی نام، کوئی پہچان، کوئی مقام نہیں تھا۔

دولتمند آدمی اپنی جہالت و لاپرواہی کو بہانہ کے طور پر اِستعمال نہیں کر سکتا تھا کہ اُس نے لعزر کی مدد کیوں نہیں کی۔ اُسے بخوبی معلوم تھا کہ لعزر کی حالت کیسی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اُس کا نام بھی جانتا تھا۔ اُسے تو اُس کی مدد کرنے کے لئے زیادہ خرچ بھی نہیں کرنا تھا۔ لعزر بے چارے کو تو روٹی کے بچے ہوئے کچھ ٹکڑے چاہیے تھے جو امیر آدمی نے میز سے اُٹھا کر کچرے میں ہی پھینکنے تھے۔ مگر اُس نے یہ بھی زحمت گوارا نہ کی کہ لعزر کو دے دیتا، تو کیسے ممکن تھا کہ اُس

غریب کے علاج معالجے کے لئے کچھ خرچ کرتا؟ اُس کے دِل میں اُس محتاج کے لئے ذرا بھی رحم و ہمدردی نہیں تھی۔ اُسے تو ڈر تھا کہ یہ خستہ حال بد بخت اِنسان اپنی موجودگی سے اُس کے دروازے کو ناپاک کر دے گا۔ لعزر جیسے بھکاری پر نظر ڈالنا اُس کی عزت و شان کے خلاف تھا۔

مگر ایک چیز ہے جس میں تمام اِنسان برابر ہیں، اور وہ ہے موت۔ موت نے دولتمند آدمی کے ساتھ ساتھ غریب لعزر کو بھی آ لیا۔ مسیح یسوع نے اپنی تمثیل میں کہا کہ دولتمند بھی دفن ہُوا۔ دوسرے دولتمندوں کی طرح یہ آدمی بھی بڑی شاہانہ تقریب کے ساتھ ایک وسیع قبر میں رکھا گیا ہو گا۔ اُس کے جنازے میں سینکڑوں سُوگواروں نے شرکت کی ہو گی۔ دوسری طرف لعزر کی قبر اور جنازے کا کہیں ذِکر بھی نہیں ہو گا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُس غریب کی قبر ہی نہ ہو، عین ممکن ہے کہ اُس کی لاش کو کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا ہو جہاں کوئی ماتم کرنے والا قریب سے بھی نہ گزرا ہو۔

اِن دونوں آدمیوں کے حالاتِ زندگی کیسے ہی کیوں نہ تھے، مگر جب اُن کی رُوح بدن سے جُدا ہو گئی تو دونوں ایک گہری تبدیلی کے تجربے سے گزرے۔ فرشتوں نے لعزر کو ایک آرام دہ، تسلی، خوشی و فراوانی والی جگہ پہنچا دیا، اور دولتمند آدمی نے اپنے آپ کو کرب و تڑپ والی جگہ پایا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اِس حالت میں بھی دولتمند

آدمی کی سوچ و کردار میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی۔ وہ وہاں بھی اپنے آپ کو لعزر سے بہت اعلیٰ و افضل سمجھتا رہا۔ اُس نے مطالبہ کِیا کہ لعزر آئے اور اُس کی تڑپ کو کم کرے حالانکہ وہ بھول ہی گیا کہ جب اُس کے پاس تمام وسائل اور مواقع تھے تو اُس نے ایسا کوئی کام نہیں کِیا تھا جس سے غریب لعزر کی اذیت و تکلیف میں کمی آتی، مگر اَب وہ لعزر کے ساتھ ساتھ ابرہام سے بھی توقع رکھتا تھا کہ دونوں اُس کی مدد کو بھاگے آئیں۔

اَب شائد کوئی یہ کہے کہ خدا کی محبت اِس قدر عظیم ہے کہ وہ کسی کو بھی ہمیشہ کے لئے جہنم میں تڑپنے سڑنے نہیں دے گا۔ لیکن مسیح یسوع نے اپنی اِس تمثیل میں واضح کِیا ہے کہ ایک بڑا گڑھا ہے جو جہنم کو جنت سے جُدا کرتا ہے۔ ہم جو زندگی میں فیصلے کرتے ہیں اُن کے ابدی نتائج ہوتے ہیں۔ ہمارا دوسروں کے ساتھ رویہ کیسا ہوتا ہے، خدا سے ہم محبت کرتے یا اُس سے دُور رہتے ہیں، اِسی سے ہماری ابدی منزل یعنی آخرت کا تعین ہوتا ہے۔ جب ہم موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں تو پھر کِئے ہوئے فیصلوں میں رَد و بدل نہیں کر سکتے۔ کیا ہم دانشمندی سے اپنے لئے چیزوں کا اِنتخاب کرتے ہیں؟

دولتمند آدمی نے اپنے لئے خود غرض زندگی کا اِنتخاب کِیا اور جو اُس نے بُویا وہ کاٹ لیا۔ یہاں تک کہ عذاب کی جگہ تڑپتے ہوئے بھی اُس کے رویہ میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ اُس کی اپنی اذیب کچھ کم

نہیں تھی کہ وہ ابرہام سے منت کر رہا تھا کہ لعزر کو اپنے بھائیوں کو خبردار کرنے بھیجے۔ وہ چاہتا تھا کہ لعزر اپنی آرام دہ جگہ کو چھوڑ کر زمین پر اُس کی اذیت ناک جگہ پر واپس آئے۔ لعزر کیوں اُن لوگوں کے ہاتھوں مزید اذیت اُٹھائے اور خبردار کرے جنہوں نے اُس کے ساتھ کبھی اچھا سلوک نہیں کِیا تھا؟

اگر لعزر دولتمند آدمی کے بھائیوں کے پاس چلا بھی جاتا تو اُس کے بھائی اُس کی وارننگ پر کبھی کان نہ دھرتے۔ کیوں؟ اُنہوں نے تو اُس وارننگ کی کوئی پرواہ نہیں کی جو اُن کے پاس پہلے سے ہے۔ خدا بنی نوع اِنسان سے اپنی خواہش کے مطابق جو چاہتا ہے، اُس میں کبھی لاپرواہی نہیں کرتا۔ صدیوں سے خدا اپنے نبیوں کے ذریعہ لوگوں سے مخاطب ہوتا رہا۔ وہ مسلسل بنی نوع اِنسان سے اپنی محبت کا اظہار کرتا رہا اور بڑی وضاحت سے کھلم کھلا اپنا پیغام دیتا رہا۔ خدا نے وعدہ کِیا کہ جو اُس کے احکامات کے مطابق راستباز زندگی گزاریں گے وہ اُن پر اپنی برکات نچھاور کرے گا اور جو گمراہ و برگشتہ ہو کر گناہ کے تابع رہیں گے، وہ اُس کے نتائج بھی بُھگتیں گے۔ مگر لوگ پھر بھی خدا کی محبت سے منہ موڑتے اور اپنی ہی راہ پر چلنا پسند کرتے ہیں۔ جبکہ دولتمند آدمی کے بھائیوں نے موسیٰ اور نبیوں کی تعلیم پر کوئی توجہ نہیں دی تو کیسے ممکن تھا کہ وہ لعزر کی بات سُنتے؟

دولتمند آدمی نے مطالبہ کِیا کہ اگر کوئی مُردوں میں سے اُس کے بھائیوں کے پاس جائے تو ضرور سُنیں گے، مگر ابرہام راضی نہ ہُوا کہ جو پہلے سے دیئے گئے آسمانی شواہد اور ثبوتوں کے باوجود نہیں سُنتے تو وہ ایک اَور معجزے خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو کیونکر سُنیں گے۔ مسیح یسوع اپنی اِس تمثیل میں فریسیوں کو خبردار کر رہے تھے کیونکہ وہ بھی کچھ ایسے ہی خطرناک حالات کا شکار تھے۔ وہ بھی معجزات دیکھنے کے باوجود مسیح پر جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا تھا اِیمان نہیں لائے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ مسیح یسوع کو موت کے گھاٹ اُتار دیں گے، اور وہ مُردوں میں سے جی اُٹھے گا۔ لیکن اگر اُن کے دِل اِسی طرح سخت رہے تو مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد بھی وہ اُس کی سچائی کو قبول نہیں کریں گے۔

اکسٹھواں باب

ہمارے اِیمان کو بڑھا

(لُوقا ۱۷:۱-۱۰)

مسیح یسوع نے اُن لوگوں کے ساتھ میل ملاپ رکھا اور تعلیم دی جو مذہبی راہنماؤں کے نزدیک گناہگار تھے۔ جیسا کہ اُنہوں نے وضاحت سے فرمایا کہ "...تندرُستوں کو طبیب کی ضرورت نہیں بلکہ بیماروں کو۔ مَیں راستبازوں کو نہیں بلکہ گناہگاروں کو توبہ کے لئے بُلانے آیا ہوں۔" (لُوقا ۵:۳۱) مگر یہودی مذہبی راہنما، خاص طور پر فریسی اور شرع کے عالم یہ بات برداشت نہیں کرتے تھے۔ اُنہوں نے سختی سے مسیح یسوع پر تنقید کی کہ وہ رُوحانی طور پر بیمار لوگوں کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہے۔ وہ اِس غلط فہمی کا شکار تھے کہ مسیح کا گناہگاروں کے ساتھ ملنا، گناہ میں زندگی بسر کرنے والوں کو تقویت دیتا ہے۔

مذہبی لیڈروں کی تنقید کے جواب میں مسیح یسوع نے سلسلہ وار تمثیلوں کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی کہ کس طرح لوگ اپنی کھوئی ہوئی چیزیں تلاش کرتے ہیں اور جب وہ مِل جاتی ہیں تو خوشی مناتے ہیں۔ اِن تمام تمثیلوں میں سب سے زیادہ مشہور مُسرف بیٹے کی تمثیل ہے۔ جب بیٹے نے اپنا سارا روپیہ پیسہ جو اُسے باپ سے وراثت مِلا تھا،

عیش و عشرت میں اُڑا دیا تو اُس نے توبہ کی اور اپنے باپ کے پاس گھر واپس آ گیا۔ اُس کے باپ نے بیٹے کی گھر آمد پر ایک بڑی ضیافت کا اہتمام کِیا، مگر جس طرح بڑا بیٹا اپنے باپ کے اِس عمل سے خوش نہ ہُوا اور چھوٹے بھائی کو گھر میں قبول کرنے سے اِنکار کر دیا، اُسی طرح فریسی اور شرع کے عالِم و اُستاد بھی تھے۔

مسیح یسوع نے روپئے پیسے کے مُناسب اِستعمال کے بارے میں تمثیلیں بھی کہیں۔ اِن تمثیلوں نے مذہبی راہنماؤں کی ریاکاری کو بے نقاب کر دیا جو ظاہری طور پر نیک و راستباز نظر آتے تھے مگر اُن کے رویے اُنہی گناہگاروں کی طرح تھے جن پر تنقید و ملامت کرتے تھے۔

فریسیوں پر اُنگلی اُٹھانا بہت آسان ہے مگر ہم بھی اِسی طرح کے رُوحانی غرور کا شکار ہو سکتے ہیں۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۷ باب کی ۱ سے ۱۰ آیت میں مسیح یسوع کے بارے میں لکھا ہے، ”پھر اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا، یہ نہیں ہو سکتا کہ ٹھوکریں نہ لگیں لیکن اُس پر افسوس ہے جس کے باعث سے لگیں۔ اِن چھوٹوں میں سے ایک کو ٹھوکر کھلانے کی بہ نسبت اُس شخص کے لئے یہ بہتر ہوتا کہ چکی کا پاٹ اُس کے گلے میں لٹکایا جاتا اور وہ سمندر میں پھینکا جاتا۔ خبردار رہو! اگر تیرا بھائی گناہ کرے تو اُسے ملامت کر، اگر توبہ کرے تو اُسے مُعاف کر۔ اور اگر وہ ایک دِن میں سات دفعہ تیرا گناہ کرے اور ساتوں دفعہ تیرے پاس پھر آ کر کہے کہ توبہ کرتا ہوں تو اُسے مُعاف کر۔ اِس پر

رسُولوں نے خداوند سے کہا، ہمارے اِیمان کو بڑھا۔ خداوند نے کہا کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی اِیمان ہوتا اور تم اِس تُوت کے درخت سے کہتے کہ جڑ سے اُکھڑ کر سمندر میں جا لگ تو تمہاری مانتا۔ مگر تم میں ایسا کون ہے جس کا نوکر ہَل جُوتتا یا گلہ بانی کرتا ہو اور جب وہ کھیت سے آئے تو اُس سے کہے کہ جلد آ کر کھانا کھانے بیٹھ، اور یہ نہ کہے کہ میرا کھانا تیار کر اور جب تک مَیں کھاؤں پیئوں کمر باندھ کر میری خدمت کر، اُس کے بعد تُو خود کھا پی لینا؟ کیا وہ اِس لئے اُس نوکر کا احسان مانے گا کہ اُس نے اُن باتوں کی جن کا حکم ہُوا تعمیل کی؟ اِسی طرح تم بھی جب اُن سب باتوں کی جن کا تمہیں حکم ہُوا تعمیل کر چُکو تو کہو کہ ہم نکمے نوکر ہیں، جو ہم پر کرنا فرض تھا وہی کِیا ہے۔'' (لُوقا ۱۷:۱-۱۰)

جبکہ مسیح یسوع اِس سے پہلے فریسیوں سے مخاطب تھے تو لگتا ہے کہ جب وہ دوسروں کو ٹھوکر کھلانے یعنی گناہ کی طرف راغب کرنے کی بات کر رہے تھے تو یقیناً اُن کا اِشارہ فریسیوں ہی کی طرف تھا۔ جب اِن چھوٹوں کی بات کی تو غالباً اُن کا اِشارہ اُن کی طرف تھا جو اِیمان میں نئے یا کچھ ہی عرصہ پہلے مسیح کے پیروکار بنے ہیں۔ لُوقا اپنی اِنجیل کے ۱۰ باب کی ۲۱ آیت میں مسیح یسوع کی معرفت کہتا ہے کہ وہ نئے اِیمان لانے والوں کو بچوں کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔ فریسیوں کی ریاکاری یہ تھی کہ وہ مسیح کو قبول کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کرتے

تھے۔ آج بہت سے مسیحیوں کے رویے اور فعل و عمل سچائی کے متلاشیوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ خواہ کوئی فریسی ہے یا اپنے آپ کو مسیح کا پیروکار کہتا ہے، ایسے شخص کے لئے مسیح خداوند کہتے ہیں کہ مُفید ہوتا کہ اُس کے گلے میں چکی کا پاٹ لٹکایا جاتا اور سمندر میں پھینک دیا جاتا تاکہ وہ کسی اَور کو گناہ کی طرف راغب نہ کرے۔ صاف الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ بہتر ہوتا کہ ایسا شخص جسمانی موت مر جاتا نہ کہ رُوحانی نقصان پہنچانے کے عوض جہنم میں پھینک دیا جاتا۔ مذہبی راہنما اپنی ابدی رُوح کو خطرے میں ڈال رہے تھے کیونکہ مسیح یسوع نے ایک اَور موقع پر فرمایا، ''اَے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ آسمان کی بادشاہی لوگوں پر بند کرتے ہو کیونکہ نہ تو آپ داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو۔'' (متی ۲۳:۱۳)

دوسروں کو اُن کی ریاکاری پر تنقید کا نشانہ بنانا بہت آسان ہے، مگر مسیح یسوع نے واضح کِیا کہ ہماری بھی دوسرے بااِیمان بھائیوں کے لئے ذمہ داری بنتی ہے کیونکہ وہ بھی ہماری طرح مسیح کے پیروکار ہیں۔ صرف اِتنا ہی کافی نہیں کہ کوئی گناہ کر رہا ہے بلکہ ہمارا فرض ہے کہ اُس کی مدد کریں کہ وہ گناہ سے چُھٹکارا پائے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو گناہ کر رہا ہے وہ بھی ہمارا بھائی ہے، اور اُسے تنبیہ کریں۔ ہمارا مقصد اُسے نقصان پہنچانا نہ ہو بلکہ بحال کرنا۔ اگر کوئی

ہمارے خلاف کچھ غلط کرتا اور پھر توبہ کرتا ہے تو لازم ہے ہم اُس کا قصُور مُعاف کریں۔

کبھی کبھی مُعاف کرنا اِتنا آسان نہیں ہوتا خاص طور پر جو بار بار ہمارے خلاف گناہ کرتا ہو۔ کیا کوئی حد مُقرر ہے کہ ہم یہاں تک کسی کو برداشت کر سکتے ہیں؟ کیا کوئی حد ہے کہ ہم کسی سے کہیں کہ بس وہ ساری اچھائی و نیک نیتی اِستعمال کر چُکا ہے، اَب اُسے مزید برداشت کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا؟ نہیں، ایسی کوئی حد نہیں ہے۔ مسیح یسوع نے اِس بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی ہمارے خلاف گناہ کرے اور دِن میں سات بار مُعافی مانگے تو ہمیں چاہیے کہ اُسے مُعاف کریں۔ شائد کوئی کہے کہ مسیح نے تو خود فریسیوں اور شرع کے عالموں کو مُعاف نہیں کِیا۔ ہاں، مگر فرق یہ ہے کہ مذہبی لیڈروں نے توبہ نہیں کی بلکہ اُنہوں نے اپنے گناہوں کو تسلیم ہی نہیں کِیا اور نہ ہی چُھٹکارا پایا۔

توبہ کرنے والے کو مُعاف کرنے کے بارے میں مسیح یسوع کی تعلیم کو قبول کرنا آسان نہیں۔ یہاں تک کہ اُس کے شاگردوں نے بھی اپنے اندر اِس کمی کو محسوس کِیا اور کہا کہ ہمارے اِیمان کو بڑھا۔ یہاں ہم اِیمان اور تابعداری میں تعلق کو دیکھتے ہیں۔ یہ مان لینا ہی کافی نہیں کہ مسیح یسوع خدا کی طرف سے آیا، ہم اُس وقت تک اپنے اِیمان کا دعویٰ نہیں کر سکتے جب تک اُس کی تعلیم پر دِل سے عمل

نہیں کرتے۔ شاگردوں کی درخواست کے جواب میں کہ ہمارے اِیمان کو بڑھا، مسیح یسوع نے کہا کہ اگر ہمارے اندر ذرا برابر بھی اِیمان ہو تو ہم ناممکن کو ممکن بنا سکتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ ایسے لوگوں کو ملامت کرنا مشکل ہوتا ہے جو گناہ میں پھنسے ہوئے ہوں۔ کسی ایسے شخص کو مُعاف کرنا بھی مشکل ہے جس نے ہمارے خلاف گناہ کِیا ہے۔ مگر جب ہم مسیح کی تعلیم پر دِل سے عمل کرتے ہیں تو ہمارے لئے یہ ممکن ہو جاتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ ہم تُوت کے درخت کو کہیں کہ جڑ سے اُکھڑ کر سمندر میں جا لگ اور وہ ہماری بات مانے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دوسروں کو کبھی مُعاف نہیں کر سکتے مگر درحقیقت ایسا کر سکتے ہیں۔

اگرچہ ہم مسیح یسوع کی تعلیم و احکام پر عمل کر کے ناممکن کو بھی ممکن بنا سکتے ہیں مگر اِس تابعداری میں ایک خطرہ بھی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اُن کے نیک اعمال بُرے کاموں کا ازالہ کر دیتے ہیں۔ لیکن مسیح یسوع کی تعلیم کے مطابق ایسا ہرگز نہیں۔ کسی نے ہمارے خلاف بار بار گناہ کِیا ہے اور ہم اُسے ڈانٹ ڈپٹ کر کے بار بار مُعاف کرتے ہیں تو اِس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہمارے اپنے گناہ مِٹ گئے ہیں۔ جس طرح اگر نوکر اپنے مالک کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے کام کرتا ہے تو مالک اُس کا شکریہ ادا نہیں کرتا، اُسی طرح اگر ہم اپنے خداوند یسوع مسیح کے احکام پر عمل کرتے ہیں تو کوئی قابلِ تعریف کام نہیں بلکہ صرف حکم بجا لاتے ہیں۔ اور اِس کی بُنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم

سے جس اچھائی کی توقع رکھی گئی ہے اُس سے زیادہ کبھی نہیں کر سکتے، اور نہ ہی اچھائی و بھلائی کرنے سے ہماری اُس بُرائی کا ازالہ ہو سکتا ہے جو ہم پہلے کر چکے ہیں، بلکہ اگر ہم ہر وقت تابعداری و وفاداری کا ثبوت دیں اور کبھی گناہ نہ کریں تو ہم نے وہ کِیا جو ہمیں لازمی کرنا چاہیے تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہم خدا کی نظر میں اپنے نیک کاموں کی وجہ سے نہیں بلکہ اِس لئے مقبول ٹھہریں گے کہ مسیح یسوع کے پیروکار ہیں۔ کیا ہم خدا کے ہاں مقبول ٹھہرنے کے لئے نیک اعمال ہی کِئے جا رہے ہیں یا مسیح یسوع پر یقین و بھروسہ رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں پاک و راستباز بنائے گا؟

باسٹھواں باب

ایک شکر گزار پردیسی

(لُوقا ۱۷: ۱۱۔۱۹)

ممکن ہے لوگ زندگی میں ایک ہی طرح کے تجربہ سے گزرتے ہوں مگر اُن کا رَدِ عمل بہت ہی مختلف ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر دو آدمی ہولناک زلزلہ سے ایک ساتھ بچ نکلتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ایک خدا کو اپنی زندگی سُونپ دیتا اور مسیح یسوع پر اِیمان و محبت کا رشتہ قائم کر لیتا ہے۔ دوسرے آدمی کا مسیح پر ایمان متزلزل ہو جاتا ہے اور وہ شک کرنے لگتا ہے کہ آیا خدا کا وجود ہے یا نہیں۔

اِسی طرح لوگوں کا خدا کی برکات کے بارے میں رَدِ عمل بھی مختلف ہوتا ہے۔ ایک شخص لاپرواہی سے اپنے کندھے اُچکاتا ہے اور نعمت و برکت کو اپنا حق سمجھتے ہوئے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ دوسرا شخص حمد و تمجید کرتے ہوئے دِل و جان سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل میں لُوقا نے یروشلیم کی طرف آخری سفر کے تناظر میں مسیح یسوع کی تعلیم کے بیشتر حصے کو بیان کِیا۔ اگر مسیح یسوع گناہگاروں کو بچانے کے لئے یروشلیم جا کر اپنی جان کی قربانی نہ دیتے تو اُن کی خدمت اور تعلیم بے سُود و بے کار ہوتی۔ لُوقا کی

الہامی اِنجیل کے ۹ باب میں لکھا ہے کہ کس طرح موسیٰ اور ایلیا نے مسیح یسوع سے یروشلیم میں خدا کے منصوبہ کی تکمیل بارے میں باتیں کیں۔ اِسی باب میں لُوقا کہتا ہے کہ مسیح نے عزم و جذبے کے ساتھ یروشلیم کی طرف اپنا سفر شروع کِیا۔ لُوقا ہی کی اِنجیل کے ۱۳ باب میں ذِکر ہے کہ مسیح یسوع یروشلیم کی طرف جاتے ہوئے شہر شہر گاؤں گاؤں تعلیم دیتے تھے۔ جب کسی نے اُنہیں ڈرانے اور خوف زدہ کرنے کی کوشش کی کہ ہیرودیس بادشاہ اُنہیں قتل کرنا چاہتا ہے تو اُنہوں نے جواب دیا، "...جا کر اُس لُومڑی سے کہہ دو کہ دیکھ مَیں آج اور کل بدرُوحوں کو نکالتا اور شفا بخشنے کا کام انجام دیتا رہوں گا اور تیسرے دِن کمال کو پہنچوں گا۔ مگر مجھے آج اور کل اور پرسوں اپنی راہ پر چلنا ضرور ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلیم سے باہر ہلاک ہو۔" (لُوقا ۱۳:۳۲۔۳۳)

لُوقا ہی کی الہامی اِنجیل کے ۱۷ باب کی ۱۱ سے ۱۹ آیت میں لُوقا ایک اَور واقعہ کا ذِکر کرتا ہے جو سفر میں جاتے ہوئے پیش آیا۔ "اور ایسا ہُوا کہ یروشلیم کو جاتے ہوئے وہ سامریہ اور گلیل کے بِیچ سے ہو کر جا رہا تھا۔ اور ایک گاؤں میں داخل ہوتے وقت دَس کوڑھی اُس کو ملے۔ اُنہوں نے دُور کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا، اَے یسوع! اَے صاحب! ہم پر رحم کر۔ اُس نے اُنہیں دیکھ کر کہا، جاؤ اپنے تیئں کاہنوں کو دِکھاؤ، اور ایسا ہُوا کہ وہ جاتے جاتے پاک صاف ہو گئے۔ پھر

اُن میں سے ایک یہ دیکھ کر کہ مَیں شِفا پا گیا، بلند آواز سے خدا کی تمجید کرتا ہُوا لوٹا، اور منہ کے بل یسوع کے پاؤں پر گر کر اُس کا شکر کرنے لگا اور وہ سامری تھا۔ یسوع نے جواب میں کہا، کیا دَسوں پاک صاف نہ ہوئے؟ پھر وہ نو کہاں ہیں؟ کیا اِس پردیسی کے سِوا اَور نہ نکلے جو لوٹ کر خدا کی تمجید کرتے؟ پھر اُس سے کہا، اُٹھ کر چلا جا، تیرے اِیمان نے تجھے اچھا کِیا ہے۔'' (لُوقا ۱۷:۱۱-۱۹)

سامریہ کا علاقہ گلیل اور یہودیہ کے درمیاں واقع تھا۔ کیا وجہ ہے کہ مسیح یسوع سرحد کے ساتھ سیدھے سامریہ سے ہو کر یروشلیم جانے کے، اِن دو جگہوں کے درمیان سے کیوں گزرے؟ ظاہر ہے اُن کا اِرادہ یہی تھا کہ سامریہ سے ہو کر جائیں مگر سامریہ کے لوگ یہودیوں کے لئے دُشمنی رکھتے تھے اِس لئے اُنہوں نے اپنا منصوبہ بدل لیا۔ لُوقا اپنی اِلہامی انجیل میں لکھتا ہے، ''...تو ایسا ہُوا کہ اُس نے یروشلیم جانے کو کمر باندھی اور اپنے آگے قاصد بھیجے۔ وہ جا کر سامریوں کے ایک گاؤں میں داخل ہوئے تاکہ اُس کے لئے تیاری کریں، لیکن اُنہوں نے اُس کو ٹکنے نہ دیا کیونکہ اُس کا رُخ یروشلیم کی طرف تھا۔'' (لُوقا ۹:۵۱-۵۳) جبکہ مسیح یسوع کو سامریہ میں قبول نہیں کِیا گیا تو وہ اِرد گرد کے علاقوں سے ہو کر اپنی منزل یروشلم کی طرف روانہ ہوئے۔

پہلے تو شائد عجیب سا لگتا ہے کہ کوڑھی دُور کھڑے ہو کر مسیح سے مدد کی اِلتجا کرتے رہے کیونکہ اگر وہ قریب ہوتے تو اُونچی

آواز میں پُکارنے کی کیا ضرورت تھی؟ اُنہوں نے اُس کے قریب آ کر مدد کی درخواست کیوں نہیں کی؟ موسیٰ کی شریعت میں مختلف بیماریوں کے بارے میں تفصیلی ہدایات ہیں۔ ایک ایسا شخص جس کو کوئی متعدی یعنی لگنے والی بیماری ہو تو موسوی قانون کہتا ہے، ''اور جو کوڑھی اِس بلا میں مُبتلا ہو اُس کے کپڑے پھٹے اور اُس کے سر کے بال بکھرے رہیں اور وہ اپنے اُوپر کے ہونٹ کو ڈھانکے اور چلا چلا کر کہے ناپاک ناپاک۔'' (احبار ۱۳:۴۵-۴۶) اِسی لئے کوڑھیوں نے دُور ہی سے مسیح یسوع کو پُکارا کیونکہ نزدیک جانا خلافِ قانون تھا۔

کوڑھیوں کو پورا یقین تھا کہ مسیح اُن کی مدد کر سکتے ہیں ورنہ وہ کبھی بھی مدد کے لئے آواز بلند نہ کرتے۔ ہاں، دیکھنے والوں کے لئے مسیح یسوع کا اُن کو جواب سختی پر مبنی یا لاتعلق سا لگتا ہو گا۔ مسیح نے اُن کو فوراً ہی شِفا نہیں دی جیسا کہ اُس نے دوسرے کئی بیماروں کو شفا دی۔ اُنہوں نے کوڑھیوں سے اِتنا کہا کہ جاؤ اپنے تئیں کاہنوں کو دِکھاؤ، اور اپنے کام کو جاری رکھا۔

مسیح یسوع کے الفاظ اِتنے سخت اور لاتعلق نہیں تھے۔ اُنہوں نے کوڑھیوں کو حکم دیا کہ جا کر کاہنوں کو دِکھاؤ۔ مطلب یہ تھا کہ وہ شِفا پا چکے ہیں، اَب یہ کاہنوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ کوڑھ سے شِفا کی تصدیق کریں۔ کیا کوڑھی وہیں کھڑے رہتے اور اپنی قسمت پر ماتم کرتے کہ مسیح نے اُنہیں شِفا نہیں بخشی یا وہ اپنے اِیمان کا مکمل اِظہار و

اِقرار کرتے ہوئے وہی کرتے جو خداوند مسیح نے حکم دیا تھا؟ یقیناً تابعداری سے حکم بجا لانا بھی اِیمان کو ظاہر کرتا ہے۔ کوڑھیوں کو کاہنوں سے نہ صرف اپنی شِفا کی تصدیق کروانا تھی بلکہ اُنہیں یروشلیم میں عبادت گاہ میں حاضر ہو کر قربانیاں بھی گذراننا تھیں کیونکہ اِس طرح کے ہر مریض کو جو صحت یاب ہو جاتا تھا موسوی شریعت کے تحت ایسا ہی کرنا پڑتا تھا۔

کوڑھیوں نے مسیح یسوع پر پورا بھروسہ اور یقین کِیا، اور جب اُنہوں نے اپنا سفر شروع کِیا تو وہ مکمل طور پر شِفا پا چکے تھے۔ اِس میں ہمارے لئے ایک اہم سبق ہے۔ ہم اکثر مایوس ہو جاتے ہیں کہ خدا سے جو ہم نے مانگا وہ بظاہر مِلا نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا ہم نے وہ کِیا جو اُس نے ہمیں کرنے کا حکم دیا؟ ہم اُس کا حکم بجا نہیں لاتے اور وہ نہیں کرتے جو اُس نے کرنے کو کہا تاکہ ہماری اِلتجا پوری کرے بلکہ اُلٹا خدا پر اِلزام لگاتے ہیں کہ اُس نے ہماری نہیں سُنی۔ ہمارا رویہ اُس کوڑھی جیسا ہوتا ہے جس کو اِلیشع نبی نے کہا کہ جا دریائے یردن میں دُھو کر پاک صاف ہو تو کوڑھ سے شِفا پا جائے گا، ''کیا دمشق کے دریا ابانہ اور فرفر اِسرائیل کی سب ندیوں سے بڑھ کر نہیں ہیں؟ کیا مَیں اُن میں نہا کر پاک صاف نہیں ہو سکتا؟ سو وہ مُڑا اور بڑے قہر میں چلا گیا۔'' (۲-سلاطین ۵:۱۲) اور جب اُس نے توبہ کی اور اِلیشع نبی کے کہنے کے مطابق کِیا تو اُس نے شِفا پائی۔

اُن دَس کوڑھیوں نے بھی اُس وقت شِفا پائی جب اُنھوں نے مسیح یسوع کے کہنے پر عمل کِیا۔ مگر شِفا پانے کے بعد اُن کا رَد عمل بہت مختلف تھا، اُن میں سے صرف ایک نے خدا کی حمد و تمجید کی اور مسیح یسوع کا شکریہ ادا کِیا، اور اِس سے بھی حیرت کی بات یہ کہ وہ آدمی سامری تھا۔ ہاں، اُسی طبقے کا ایک رُکن تھا جس نے مسیح کو کچھ دیر پہلے وہاں قیام نہیں کرنے دیا تھا۔ نَو دوسرے کوڑھی یہودی تھے حالانکہ اُنہیں مسیح کا زیادہ شکرگزار ہونا چاہیے تھا مگر اُنھوں نے ایسا نہیں کِیا۔ سامری پردیسی ہی وہ شخص تھا جس نے پہچان لیا کہ مسیح یسوع ہے کون۔ صرف وہی تھا جس نے شِفا ملنے پر خدا کی حمد و تمجید کی۔

مسیح نے شِفا پانے والے کوڑھی سے کہا کہ اُس کے اِیمان نے اُسے اچھا کِیا ہے۔ ہمیں اِس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ اِیمان صرف لوگوں کے ایک ہی طبقے تک محدُود نہیں۔ خواہ کوئی کسی بھی دین و عقائد اور پس نظر سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو خدا کی بادشاہی کا وارث بن سکتا ہے بشرطیکہ اُس کا اِیمان ہو۔ مسیح یسوع صرف یہودیوں کے لئے نہیں بلکہ کل دُنیا کے اِنسانوں کے واسطے زمین پر آئے اور صلیب پر قربان ہو گئے۔ اَب سوال یہ نہیں کہ ہم کس ذات یا طبقے سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ اہم بات یہ ہے کہ ہمارا اِتنا اِیمان ہے کہ تابعداری کریں۔

ترِسٹھواں باب

اِبنِ آدم کے دِنوں میں

(لُوقا ۱۷: ۲۰-۳۷)

دُنیا کی تمام قوموں میں سے خدا نے یہودی قوم کو چُنا کہ اُس کے لوگ ہوں، جن کے ذریعہ سے وہ بنی نوع اِنسان کو گناہ سے نجات دینے کے منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا۔ جو عہد خدا نے اُن کے ساتھ باندھا، جب تک وہ اُس کے وفادار رہے، خدا نے اُنہیں برکات سے مالامال کِیا۔ داوؔد بادشاہ کی راہنمائی میں یہودی قوم ایک طاقت ور بادشاہت میں بدل گئی، مگر جب اُنہوں نے خدا کے ساتھ عہد سے مُنہ موڑ لیا اور بُت پرستی میں پھنس گئے تو خدا نے اُن کی بادشاہت کو تباہ و برباد کر دیا اور دوسرے پردیسی مُلکوں میں جلاوطن کر دیا۔ یہاں تک کہ جب خدا نے یہودیوں کو اُن کی سرزمین پر بحال کیا تو وہ غیر مُلکی طاقتوں کے تابع رہے۔ البتہ خدا نے اپنے لوگوں کو نبیوں کے ذریعہ یقین دِلایا کہ ایک دِن وہ اپنی بادشاہت قائم کرے گا۔ خدا کی بادشاہی بارے یہودیوں میں بہت ہی زیادہ دلچسپی پائی جاتی تھی۔ لہذا قدرتی بات تھی کہ وہ اِس اہم موضوع کے بارے میں مسیح یسوع سے پوچھتے۔

لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۱۷ باب کی ۲۰ سے ۲۱ آیت میں ایسے ہی ایک سوال پر روشنی ڈالتا ہے۔ ''جب فریسیوں نے اُس سے پوچھا کہ خدا کی بادشاہی کب آئے گی؟ تو اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ خدا کی بادشاہی ظاہری طور پر نہ آئے گی۔ اور لوگ یہ نہ کہیں گے کہ دیکھو یہاں ہے یا وہاں ہے! کیونکہ دیکھو، خدا کی بادشاہی تمہارے درمیان ہے۔'' (لُوقا ۱۷: ۲۰۔۲۱)

مسیح یسوع نے اپنے جواب سے ایک عام سی غلط فہمی کو دُور کِیا جو نہ صرف فریسیوں بلکہ اُس کے اپنے شاگردوں کو بھی تھی۔ وہ زمینی بادشاہت کے بارے میں سوچ رہے تھے جس کی اپنی علاقائی سرحدیں ہوں گی۔ اِسی لئے شاگرد اکثر آپس میں بحث کرتے تھے کہ اِس بادشاہت میں کس کو بہترین عہدہ ملے گا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سوچ رہے تھے کہ کون مُشیرِ اعلیٰ یا وزیر خزانہ وغیرہ کے طور پر کام کرے گا۔ مگر خدا کی بادشاہی ایک رُوحانی بادشاہت ہے۔ یہ کسی خاص جغرافیائی علاقے یا سرحد تک محدُود نہیں، اور نہ ہی اِس کی ہمیشہ شناخت ہو سکتی ہے۔ خدا کی بادشاہی میں رہنے والے خواہ وہ کسی بھی مُلک کے باشندے کیوں نہ ہوں اپنی وفاداری مسیح یسوع کے ساتھ رکھتے ہیں۔ یہ وہ بادشاہت ہے جہاں مسیح بحیثیت حکمران لوگوں کے دِلوں پر راج کرتا ہے۔

فریسیوں نے ایک اَور غلطی یہ کی کہ وہ مُستقبل میں کسی وقت بادشاہت کا اِنتظار کر رہے تھے، مگر مسیح یسوع نے اُنہیں بتایا کہ

بادشاہت پہلے ہی اُن کے درمیان ہے۔ اِس سے پہلے اُنہوں نے واضح کِیا کہ بدرُوحوں پر اُن کا اِختیار، قدرت و طاقت اِس بات کا ثبوت ہے کہ خدا کی بادشاہی آ چکی ہے (لُوقا ۱۱:۲۰)۔ اگر فریسیوں نے مسیح یسوع کی باتوں پر دھیان دیا ہوتا تو جانتے کہ مسیح ہی وہ وعدہ کِیا ہُوا بادشاہ ہے جو خدا کی بادشاہی قائم کرنے کے عمل سے گزر رہا ہے۔

خدا کی بادشاہی کب آئے گی کے بارے سوال نے مسیح یسوع کو موقع فراہم کِیا کہ وہ اپنے شاگردوں کو بتائیں کہ وہ زمین پر کب واپس آئیں گے۔ لُوقا اپنی اِلہامی انجیل کے ۱۷ باب کی ۲۲ سے ۳۷ آیت میں لکھتا ہے، ''اُس نے شاگردوں سے کہا، وہ دِن آئیں گے کہ تم کو ابنِ آدم کے دِنوں میں سے ایک دِن کو دیکھنے کی آرزو ہو گی اور نہ دیکھو گے، اور لوگ تم سے کہیں گے کہ دیکھو، وہاں ہے! یا دیکھو، یہاں ہے! مگر تم چلے نہ جانا نہ اُن کے پیچھے ہو لینا کیونکہ جیسے بجلی آسمان کی ایک طرف سے کُوند کر دوسری طرف چمکتی ہے ویسے ہی ابنِ آدم اپنے دِن میں ظاہر ہو گا، لیکن پہلے ضرور ہے کہ وہ بہت دُکھ اُٹھائے اور اِس زمانہ کے لوگ اُسے رَد کریں۔ اور جیسا نُوح کے دِنوں میں ہُوا تھا اُسی طرح ابنِ آدم کے دِنوں میں بھی ہو گا کہ لوگ کھاتے پیتے تھے اور اُن میں بیاہ شادی ہوتی تھی، اُس دِن تک جب نُوح کشتی میں داخل ہُوا اور طوفان نے آ کر سب کو ہلاک کِیا۔ اور جیسا لُوط کے دِنوں میں ہُوا تھا کہ لوگ کھاتے پیتے اور خرید و فروخت کرتے اور

درخت لگاتے اور گھر بناتے تھے، لیکن جس دِن لُوط سدُوم سے نکلا آگ اور گندھک نے آسمان سے برس کر سب کو ہلاک کِیا۔ ابنِ آدم کے ظاہر ہونے کے دِن بھی ایسا ہی ہو گا۔ اُس دِن جو کوٹھے پر ہو اور اُس کا اسباب گھر میں ہو وہ اُسے لینے کو نہ اُترے اور اِسی طرح جو کھیت میں ہو وہ پیچھے کو نہ لوٹے۔ لُوط کی بیوی کو یاد رکھو۔ جو کوئی اپنی جان بچانے کی کوشش کرے وہ اُسے کھوئے گا اور جو کوئی اُسے کھوئے وہ اُس کو زندہ رکھے گا۔ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اُس رات دو آدمی ایک چارپائی پر سوتے ہوں گے، ایک لے لیا جائے گا اور دوسرا چھوڑ دیا جائے گا۔ دو عورتیں ایک ساتھ چکی پیستی ہوں گی، ایک لے لی جائے گی اور دوسری چھوڑ دی جائے گی۔ دو آدمی کھیت میں ہوں گے، ایک لے لیا جائے گا اور دوسرا چھوڑ دیا جائے گا۔ اُنہوں نے جواب میں اُس سے کہا کہ اَے خداوند! یہ کہاں ہو گا؟ اُس نے اُن سے کہا، جہاں مُردار ہے وہاں گِدھ بھی جمع ہوں گے۔'' (لُوقا ۱۷: ۲۲۔ ۳۷)

اِنجیلِ مُقدس کے اِس حوالہ میں مسیح نے اپنے آپ کو ''اِبنِ آدم'' کہہ کر مخاطب کِیا، اور یہ بالکل مُناسب ہے۔ بے شک وہ آسمانی ہے مگر اِنسان بن کر زمین پر آیا اور ہمارے درمیان رہا۔ ایک اَور موقع پر مسیح یسوع نے فرمایا کہ خدا نے اُسے دُنیا کی عدالت کرنے کا بھی اِختیار بخشا ہے، ''اِس لئے کہ وہ اِبنِ آدم زاد ہے۔'' (یُوحنا ۵: ۲۷) ہم پاک صحائف کے دوسرے حوالہ جات سے بھی جانتے ہیں کہ جب

مسیح یسوع زمین پر واپس آئیں گے تو مقصد بنی نوع اِنسان کی عدالت کرنا ہو گا۔

تاریخ میں ایسے لوگوں کا ذِکر ملتا ہے جنہوں نے مسیح ہونے کا دعویٰ کِیا کہ وہ زمین پر واپس آ گئے ہیں، اور بہت سے لوگ اُن کے جھوٹے دعوے پر اِیمان لا کر دُھوکا بھی کھا گئے۔ یہ بہت دُکھ اور پریشانی کی بات ہے کیونکہ مسیح یسوع نے فرمایا کہ اُن کے دُنیا میں واپس آنے کے بارے میں کسی قِسم کی کوئی غلط فہمی نہیں ہو گی۔ مسیح کا دوبارہ زمین پر آنا سب پر اتنا واضح ہو گا جیسے بجلی کا ایک پھٹ جس سے پورا آسمان روشن ہو جائے۔ لہذا ہمیں کسی کو یہ موقع نہیں دینا چاہیے کہ گمراہ و برگشتہ کر کے اپنے پیچھے لگا لے کہ مسیح زمین پر واپس آ گیا ہے، خاص طور پر جب وہ پوشیدگی میں آنے کا دعویٰ کرے کیونکہ مسیح یسوع کا آسمان سے زمین پر دوبارہ آنا پوشیدہ نہیں ہو گا۔ جب وہ آئیں گے ہم سب جان جائیں گے، خواہ ہم دُنیا میں کسی بھی کونے میں کیوں نہ بستے ہوں۔

بہت سے لوگ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اُس تاریخ کو جانتے ہیں جس دِن مسیح یسوع زمین پر دوبارہ آئیں گے۔ دُنیا میں جب بھی کوئی قدرتی آفت آتی ہے یعنی قحط یا جنگ کے بادل منڈلا رہے ہوتے ہیں تو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ بس اِب مسیح آنے ہی والا ہے حالانکہ مسیح یسوع نے واضح طور پر کہا ہے کہ جب وہ واپس زمین پر آئیں گے

تو لوگ اپنے معمول کے مطابق کام کاج میں مصرُوف ہوں گے، مُستقبل کے بارے میں منصوبہ بندی کر رہے ہوں گے، بیاہ شادی کرتے، گھر بناتے، خرید و فروخت کرتے اور درخت لگاتے ہوں گے۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ مسیح یسوع امن و صُلح اور خوشحالی کے وقت میں زمین پر واپس آئیں گے۔ جب لوگوں کے لئے ہر چیز اچھی ہو گی تو سوچیں گے کہ امن و خوشحالی کے یہ دِن ہمیشہ رہیں گے۔ اِس کے باوجود کہ اُن کو خبردار کِیا گیا کہ مسیح یسوع دُنیا کی عدالت کرنے آ رہے ہیں مگر وہ اِس وارننگ کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے۔ جس طرح نُوح کے سیلاب کے وقت اور سدُوم کے لوگوں نے وارننگ کی قطعی پرواہ نہ کی، وہ گناہ میں اِتنے مست تھے کہ اُنہیں ہوش ہی نہ تھا کہ عدالت تیار ہے۔

مسیح یسوع کی دوبارہ زمین پر آمد کی روشنی میں ہمارا رویہ کیا ہو گا؟ ہمیں چاہیے کہ دُنیا کی چیزوں سے دِل مت لگائیں۔ لُوط کی بیوی نے وارننگ کے باوجود بھاگنے کی بجائے پیچھے مُڑ کر سدُوم کو دیکھا اور وہ بھی شہر کی تباہی و بربادی کی لپیٹ میں آ گئی۔ اِسی طرح اگر ہم دُنیا کے مال اسباب کے ساتھ ہی چمٹے رہے یا اپنی سوچ کو نہ بدلا تو مسیح کے واپس آنے پر ہم دنیا کی عدالت کے لئے کیسے تیار ہوں گے؟

فریسیوں نے مسیح یسوع سے سوال کِیا کہ خدا کی بادشاہی کب آئے گی، اور شاگردوں نے اُس سے پوچھا کہ خداوند یہ کہاں ہو گا۔ مسیح نے استعاراً مُردار اور گدھ کا اِستعمال کِیا کہ اُس کا آنا کسی خاص

جغرافیائی علاقے تک محدُود نہیں بلکہ اُس کے دوبارہ زمین پر آنے کو ہم وہاں دیکھیں گے جہاں رُوحانی طور پر مُردہ بستے ہیں۔ اہم سوال یہ نہیں کہ مسیح کب اور کہاں آئیں گے بلکہ یہ ہے کہ کیا ہم اُس کے آنے پر تیار ہیں؟

چونسٹھواں باب

خُدا کے برگزیدوں کے لئے انصاف

(لُوقا ۱۸: ۱۔۱۴)

جب ہم دُنیا میں ہونے والی بے اِنصافیوں پر نظر دوڑاتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ خدا کو یا تو کوئی پرواہ نہیں یا اِنصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے وہ لاپرواہی سے کام لے رہا ہے۔ ''ایسا کب تک چلتا رہے گا؟ کیا خدا کبھی مداخلت نہیں کرے گا؟'' اِس بارے میں ہمارے سوال اور فکرمندی کوئی نئی بات نہیں۔ مذہبی راہنماؤں نے مسیح یسوع سے پوچھا کہ خدا اپنی بادشاہت کب قائم کرے گا۔ بلاشبہ وہ سوچتے تھے کہ جب خدا کی بادشاہی آئے گی تو امن، خوشحالی اور بے دین غیر مُلکیوں کے ظلم کے خاتمے کا آغاز کرے گی۔ یہ توقع رکھنا کوئی غیرمعقول بات نہیں تھی کیونکہ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو خود ہی یہ تعلیم دی کہ دُعا کرو، ''تیری بادشاہی آئے، تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔'' (متی ۶:۱۰) بِلا شک و شبہ اگر خدا کی مرضی زمین پر بھی پوری ہو گی تو ظلم و ستم اور بے اِنصافی کا خاتمہ ہو جائے گا!

مسیح یسوع نے خدا کی بادشاہی بارے مذہبی لیڈروں کی غلط فہمیوں کو دُور کِیا۔ بادشاہی کی کوئی قابلِ شناخت سرحدیں یا جغرافیائی حدُود

نہیں ہوں گی بلکہ یہ رُوح کی بادشاہت ہو گی۔ ایسی بادشاہت جہاں مسیح یسوع لوگوں کے دِلوں میں راج کریں گے خواہ وہ دُنیا کے کسی بھی کونے میں کیوں نہ بستے ہوں۔ خدا اپنی بادشاہی مُستقبل میں کسی وقت قائم نہیں کرے گا بلکہ یہ مسیح کے وسیلہ پہلے ہی قائم ہو چکی ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اُن سے مخاطب ہیں تو خدا کی بادشاہی آ چکی۔

مگر اِس سے ایک سوال اُبھرتا ہے کہ اگر خدا کی بادشاہی پہلے ہی قائم ہو چکی ہے تو پھر دُنیا میں ابھی تک بے اِنصافی کیوں ہے؟ کیا خُدا ہماری مدد کی درخواستوں سے لاتعلق ہے؟ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۸ باب کی ایک سے ۸ آیت میں مسیح یسوع اِس مشکل سوال کا جواب دیتے ہیں، ''پھر اُس نے اِس غرض سے کہ ہر وقت دُعا کرتے رہنا اور ہمت نہ ہارنا چاہیے اُن سے یہ تمثیل کہی کہ کسی شہر میں ایک قاضی تھا، نہ وہ خدا سے ڈرتا نہ آدمی کی کچھ پرواہ کرتا تھا۔ اور اُسی شہر میں ایک بیوہ تھی جو اُس کے پاس آ کر یہ کہا کرتی تھی کہ میرا اِنصاف کر کے مجھے مُدعی سے بچا۔ اُس نے کچھ عرصہ تو نہ چاہا لیکن آخر اُس نے اپنے جی میں کہا کہ گو مَیں نہ خدا سے ڈرتا اور نہ آدمیوں کی کچھ پرواہ کرتا ہوں، تو بھی اِس لئے کہ یہ بیوہ مجھے ستاتی ہے مَیں اِس کا اِنصاف کروں گا، ایسا نہ ہو کہ یہ بار بار آ کر آخر کو میرا ناک میں دَم کرے۔ خداوند نے کہا، سُنو! بے اِنصاف قاضی کیا کہتا ہے۔ پس کیا خدا اپنے برگزیدوں کا اِنصاف نہ کرے گا جو رات دِن اُس سے فریاد کرتے ہیں؟

اور کیا وہ اُن کے بارے میں دیر کرے گا؟ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ وہ جلد اُن کا اِنصاف کرے گا۔ تو بھی جب اِبنِ آدم آئے گا تو کیا زمین پر اِیمان پائے گا۔؟'' (لُوقا ۱۸:۱-۸)

اس تمثیل میں مسیح یسوع نے خُدا اور غیر مُنصف قاضی کے درمیان ایک فرق کو نمایاں کِیا۔ قاضی کے برعکس خدا ایک عادل خدا ہے۔ قاضی کے مقابلہ میں خدا اپنے لوگوں کی پرواہ کرتا اور اُن کی فریاد سُنتا ہے۔ اگر غیر مُنصف قاضی جو اپنے سِوا کسی اَور کی پرواہ نہیں کرتا تھا آخرِ کار بیوہ کو اِنصاف دینے پر مجبور ہو گیا تو خدا جو اپنے لوگوں کی پرواہ کرنے والا عادل خدا ہے اِنصاف ضرور کرے گا۔ اِس کے باوجود کہ یوں لگتا ہے کہ وہ ہماری دُعاؤں کا جواب نہیں دے رہا، ہمیں مُستعد ہو کر اُس کے آگے اپنی فریاد پیش کرتے رہنا ہے۔ ہمیں دُعا میں اپنی درخواستیں اور فریادیں اُس کے تخت کے سامنے پیش کرنے سے باز نہیں آنا چاہیے کیونکہ اپنے وقت پر خدا ہماری ضرور سُنے گا اور دُعائیں قبول کرے گا اور سب کچھ ہماری توقعات سے بھی جلدی ہو جائے گا۔

اِس تمثیل کو بتانے سے پہلے مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں سے زمین پر واپس آنے کے بارے میں بات کی۔ اُنہوں نے کہا کہ جس طرح نُوح کے سیلاب اور سدُوم کی تباہی کے وقت ہُوا اُن کا آنا بھی لوگوں کے لئے حیرت کا باعث ہو گا، اِس کے باوجود کہ اُن کو پہلے بتا

دیا گیا تھا کہ ایسا ہو گا۔ اُسی طرح خدا کا اِنصاف بھی لوگوں کو حیرت میں ڈال دے گا۔ یہ بہت تیزی سے ہو گا جبکہ لوگ اِس کی توقع بھی نہیں کر رہے ہوں گے۔

خدا کے عدل و اِنصاف کا ایک اَور پہلو بھی ہے۔ لوگ خدا سے سوال کرتے ہیں کیونکہ وہ سوچتے ہیں کہ وہ غلط کو درست کرنے میں تاخیر کرتا ہے یا جب وہ اُس سے فریاد کرتے ہیں تو وہ نہیں سُنتا۔ مگر خدا کی سیرت و کردار پر شک کرنے سے پہلے ہمیں اپنے آپ سے سوال کرنا ہے کہ کیا مَیں خدا کا وفادار ہوں؟ کیا مَیں خدا کے اُن چُنے ہوئے لوگوں میں سے ایک ہوں؟ کیا مَیں اُن وفاداروں میں شامل ہوں جو خدا کی نظر میں راستباز ہیں؟ مسیح یسوع نے پوچھا کہ جب وہ زمین پر آئے گا تو اِیمان پائے گا؟

اگر خدا چُنے ہوئے لوگوں کو راستباز سمجھتا، اُن کی سُنتا اور اُنہیں اِنصاف دیتا ہے تو سوال یہ ہے کہ ایک آدمی کیسے راستباز گِنا جا سکتا ہے؟ مسیح یسوع نے اپنی اگلی تمثیل میں اِس سوال پر روشنی ڈالی ہے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۸ باب کی ۹ سے ۱۴ آیت میں لکھا ہے، ''پھر اُس نے بعض لوگوں سے جو اپنے پر بھروسہ رکھتے تھے کہ ہم راستباز ہیں اور باقی آدمیوں کو ناچیز جانتے تھے یہ تمثیل کہی کہ دو شخص ہیکل میں دُعا کرنے گئے۔ ایک فریسی، دوسرا محصُول لینے والا۔ فریسی کھڑا ہو کر اپنے جی میں یوں دُعا کرنے لگا کہ اَے خدا! مَیں تیرا شکر کرتا

ہوں کہ باقی آدمیوں کی طرح ظالم، بے اِنصاف، زناکار یا اِس محصُول لینے والے کی مانند نہیں ہوں۔ مَیں ہفتہ میں دو بار روزہ رکھتا اور اپنی ساری آمدنی پر دَہ یکی دیتا ہوں۔ لیکن محصُول لینے والے نے دُور کھڑے ہو کر اِتنا بھی نہ چاہا کہ آسمان کی طرف آنکھ اُٹھائے بلکہ چھاتی پیٹ پیٹ کر کہا کہ اَے خدا! مجھ گنہگار پر رحم کر۔ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ یہ شخص دوسرے کی نسبت راستباز ٹھہر کر اپنے گھر گیا کیونکہ جو کوئی اپنے آپ کو بڑا بنائے گا وہ چھوٹا کِیا جائے گا اور جو اپنے آپ کو چھوٹا بنائے گا وہ بڑا کِیا جائے گا۔" (لُوقا ۱۸:۹-۱۴)

ہم میں سے اکثر فریسی کی طرح ہیں جس کا ذِکر اِس تمثیل میں ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے اچھے اعمال ہیں جو ہمیں راستباز بناتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ ہم اپنی اچھائی اور بھلائی پر بھروسہ کرتے ہیں تاکہ خدا کے سامنے راستباز ٹھہریں۔ یوں ہم نہ صرف غرور و تکبر کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ دیکھو، ہم کتنے اچھے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی حقیر جانتے ہیں کہ ہمارے معیار پر پورے نہیں اُترتے۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ کیا ہم خدا کے معیار کے مطابق ہیں؟ سچ تو یہ ہے کہ مسیح یسوع کے علاوہ ایک بھی ایسا نہیں جو پورے طور پر خدا کی توقعات پر پورا اُترا ہو۔ ہم سب خدا کے معیار سے بہت نیچے ہیں کیونکہ ہم سب گنہگار ہیں۔

یہ ہمارے اچھے اعمال نہیں جو خدا کے سامنے راستباز ٹھہراتے ہیں بلکہ ہم اچھے کام اِس لئے کرتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے باطنی کردار کا عکس ہیں جِسے خدا نے تبدیل کر کے اپنے جیسا بنایا۔ اگر ہم اچھے کام کرتے ہیں تو یہ صرف اِس لئے ہے کہ خدا اچھا ہے۔ فریسی نے فخر و غرور سے شیخی مارتے ہوئے کہا کہ وہ کتنا اچھا ہے، مگر وہ بُھول گیا یہ گھمنڈ ہے جو ہمیں اندھا کر دیتا ہے کہ اپنی اصلی حالت کو نہ جان سکیں۔ جب وہ دوسرے لوگوں سے اپنا مقابلہ کر رہا تھا تو وہ سمجھ رہا تھا کہ اُس نے اُن کی طرح گناہ نہیں کِئے۔ مگر دوسرے لوگوں کے اعمال ہمارا معیار نہیں بلکہ خدا کی پاکیزگی اور راستبازی ہمارا معیار ہے۔ اِسی معیار کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ فریسی کے پاس ایسا کچھ نہیں تھا جس پر وہ فخر کر سکتا۔ اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اُس نے کتنے ہی اچھے کام کیوں نہ کِئے ہوں مگر وہ سب خدا کی بھلائی و اچھائی کے سامنے کچھ بھی نہیں۔

فریسی کے برعکس محصُول لینے والے نے اپنے گناہوں کو پہچان لیا۔ اُس نے اپنی کسی بھی اچھائی پر فخر نہیں کِیا بلکہ خدا کی اچھائی اور بھلائی پر بھروسہ کِیا کہ وہ اُسے مُعاف کرے گا۔ اِسی لئے اُس نے خدا کے حضور اِنکساری و عاجزی سے فریاد کی کہ وہ گنہگار پر رحم کرے۔ یہ محصُول لینے والے کی عاجزانہ توبہ اور اپنی نااہلی کا اِقرار تھا کہ خدا نے اُسے مُعاف کِیا اور راستباز ٹھہرایا۔ اِسی طرح ہمارے ساتھ بھی ہے، اگر

ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہماری فریاد سُنے اور ہمارا اِنصاف کرے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمیں راستباز ٹھہرائے تو ہمارا فرض ہے کہ اپنے گناہوں کا اِقرار کریں، عاجزی اور حلیمی سے توبہ کریں اور رو رو کر خدا کے ہاں فریاد کریں کہ وہ ہمارے گناہ مُعاف کرے۔

پینسٹھواں باب

خُدا کی بادشاہت میں داخل ہونا

(لُوقا ۱۸: ۱۵-۳۰)

ایسے بہت سے لوگ ہیں جو خدا کی برکات تو لینا چاہتے ہیں مگر اپنے آپ کو مکمل طور پر خدا کے تابع نہیں کرنا چاہتے۔ اگر ہم یہ کہیں کہ وہ خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے کے خواہشمند تو ہیں مگر اپنی شرائط پر۔ وہ بُھول جاتے ہیں کہ خدا ہے جو ہمیں اپنی بادشاہی کے لئے چُنتا ہے۔ تو پھر کوئی کیسے خدا کی بادشاہی میں داخل ہو؟ مسیح یسوع نے ایک تمثیل کے ذریعہ مذہبی لیڈر کے بارے میں واضح کِیا کہ وہ کیسے اپنے اچھے اعمال پر فخر و تکبر کرتا تھا۔ اِس کے برعکس محصُول لینے والے نے حلیمی و عاجزی کے ساتھ اپنے گناہوں کا اِقرار کِیا اور خدا کے حضُور فریاد کی کہ وہ اُس پر رحم کرے۔ اور خدا نے بھی محصُول لینے والے کی دُعا کو قبول کِیا کیونکہ وہ حلیم و فروتن تھا مگر دوسرا شخص غرور و تکبر سے بھرا ہُوا تھا۔

اِس کے کچھ ہی عرصہ بعد ایک اَور واقعہ پیش آیا جہاں مسیح یسوع نے اپنی تعلیم سے واضح کِیا کہ حلیمی و فروتنی کی ضرورت کیوں ہے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۸ باب کی ۱۵ سے ۱۷ آیت میں لُوقا لکھتا

ہے، ''پھر لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو بھی اُس کے پاس لانے لگے تا کہ وہ اُن کو چُھوئے اور شاگردوں نے دیکھ کر اُن کو جھڑکا۔ مگر یسوع نے بچوں کو اپنے پاس بُلایا اور کہا کہ بچوں کو میرے پاس آنے دو اور اُنہیں منع نہ کرو کیونکہ خدا کی بادشاہی ایسوں ہی کی ہے۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو کوئی خدا کی بادشاہی کو بچے کی طرح قبول نہ کرے وہ اُس میں ہرگز داخل نہ ہو گا۔'' (لُوقا ۱۸: ۱۵-۱۷)

آج کے بہت سے لیڈروں کی طرح، شاگرد بھی سمجھتے تھے کہ بچے بس پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ بے شک مسیح یسوع بہت اہم ہستی تھا کہ اُن کی باتوں سے پریشان ہو، اور اُس کا وقت نہایت قیمتی تھا کہ اُن پر ضائع کرے! اور شاگردوں نے بھی دُوسروں کی خدمت بارے مسیح کی تعلیم کو دِل سے قبول نہیں کِیا تھا۔ اِسی لئے اُنہوں نے ماؤں کو منع کِیا کہ بچوں کو مسیح خداوند کے پاس برکت پانے کے لئے مت لائیں۔ مگر مسیح بچوں کو ویسے نہیں دیکھ رہے تھے جیسے شاگرد دیکھ رہے تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ بچے ہمیں بہت کچھ سِکھا سکتے ہیں۔ درحقیقت اگر ہم خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں بچوں کی مانند بننا چاہیے۔ ہم عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں کو ہم سے سیکھنا اور ہماری مانند بننا چاہیے، مگر خدا کی بادشاہی کے معاملہ میں وہ ہمارے لئے ایک مثال ہیں اور ہمیں چاہیے کہ اُن کی مانند بنیں۔ مسیح یسوع نے یہ واضح نہیں کِیا کہ بچوں کی وہ کون سی اہم خوبیاں ہیں

جو خدا کی بادشاہی میں داخل کر سکتی ہیں، مگر اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ وہ اُن کی معصُومیت، سادگی، حلیمانہ قبولیت اور بے پناہ اعتماد و بھروسہ کی طرف اِشارہ کر رہے تھے۔ بچوں کے پاس ایسا کچھ نہیں ہوتا جس پر فخر کریں۔ جو کچھ اُنہیں ملتا ہے وہ اُسے تحفہ سمجھ کر قبول کرتے ہیں نہ کہ اپنا حق سمجھتے ہیں۔ دُوسری طرف مسیح نے ایسے لوگوں کو کسی بھی دُوسرے گناہ سے زیادہ ملامت کی جو ریاکاری، منافقت، سچائی کو رَد کرنے والے، اِیمان کی کمی اور تکبر سے بھرے ہوئے تھے۔

ایک اَور وجہ ہے جس کے باعث لوگ خدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو پاتے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۸ باب کی ۱۸ سے ۳۰ آیت میں لکھا ہے، ''پھر کسی سردار نے اُس سے یہ سوال کِیا کہ اَے نیک اُستاد! مَیں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنُوں؟ یسوع نے اُس سے کہا، تُو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا۔ تُو حکموں کو تو جانتا ہے، زنا نہ کر، خون نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے، اپنے باپ اور ماں کی عزت کر۔ اُس نے کہا، مَیں نے لڑکپن سے اِن سب پر عمل کِیا ہے۔ یسوع نے یہ سُن کر اُس سے کہا، ابھی تک تجھ میں ایک بات کی کمی ہے، اپنا سب کچھ بیچ کر غریبوں کو بانٹ دے، تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا اور آ کر میرے پیچھے ہو لے۔ یہ سُن کر وہ بہت غمگین ہُوا کیونکہ بڑا دولتمند تھا۔ یسوع نے

اُس کو دیکھ کر کہا کہ دولتمندوں کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا کیسا مشکل ہے! کیونکہ اُونٹ کا سُوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اِس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔ سُننے والوں نے کہا، تو پھر کون نجات پا سکتا ہے؟ اُس نے کہا، جو اِنسان سے نہیں ہو سکتا وہ خدا سے ہو سکتا ہے۔ پطرس نے کہا، دیکھ، ہم تو اپنا گھر بار چھوڑ کر تیرے پیچھے ہو لئے ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا، مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ایسا کوئی نہیں جس نے گھر یا بیوی یا بھائیوں یا ماں باپ یا بچوں کو خدا کی بادشاہی کی خاطر چھوڑ دیا ہو اور اِس زمانہ میں کئی گُنا زیادہ نہ پائے اور آنے والے عالم میں ہمیشہ کی زندگی۔"
(لُوقا ۱۸:۱۸-۳۰)

اپنی بے مثال زندگی کے باوجود دولتمند آدمی کو احساس تھا کہ کوئی چیز اُسے خدا کی بادشاہی میں داخل ہونے سے رُوک رہی ہے یعنی ہمیشہ کی زندگی پانے میں رُکاوٹ ہے۔ اِس آدمی کے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ وہ غلط فہمی کا شکار تھا اور جانتا ہی نہ تھا کہ کون سی چیز آدمی کو خدا کی نظر میں راستباز بناتی ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ نجات کو اپنے نیک اعمال سے حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن وہ کتنی ہی تابعداری و وفاداری سے موسوی شریعت کے احکامات پر عمل کرتا، کبھی اپنے اچھے کاموں کے سبب نجات نہ پا سکتا۔

بہت سے لوگوں نے مسیح یسوع کے یہ الفاظ کہ خدا کے سِوا کوئی نیک نہیں کو غلط فہمی کی بِنا پر یہ سمجھا کہ مسیح نے کہا ہے کہ وہ خدا نہیں یعنی آسمانی نہیں۔ درحقیقت سچائی اِس کے بالکل برعکس ہے۔ جبکہ خدا اپنی ذات میں اکیلا نیک ہے، اور اگر ہم مسیح یسوع کو ''نیک'' کہتے ہیں تو ہم اِقرار کرتے ہیں کہ وہ خدا ہے۔ مسیح اپنی تسلی کرنا چاہتے تھے کہ جب دولتمند سردار نے اُنہیں ''نیک اُستاد'' کہہ کر مخاطب کِیا تو وہ اُس کا مطلب بھی سمجھتا ہے۔ جبکہ مسیح جسم میں خدا ہے تو سردار پابند تھا کہ وہی کرے جو مسیح یسوع اُسے بتائیں، اور اگر وہ اُن کی تابعداری نہ کرے تو پھر وہ اپنے مقصد یعنی ہمیشہ کی زندگی پانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

سردار کو پہلے ہی سے سمجھ ہونی چاہیے تھی کہ کیسے ہمیشہ کی زندگی پانا ہے کیونکہ خداوند خدا نے فرمایا، ''سو تم میرے آئین اور احکام ماننا جن پر اگر کوئی عمل کرے تو وہ اُن ہی کی بدولت جیتا رہے گا۔ مَیں خداوند ہوں۔'' (احبار ۱۸:۵) اِسی لئے مسیح خداوند نے سردار کی توجہ دَس احکام کی طرف دِلوائی جو موسیٰ کی شریعت کے دِل کے طور پر تشکیل پائے۔ جب سردار نے یہ دعویٰ کِیا کہ وہ ہمیشہ سے شریعت کی پابندی کرتا رہا ہے تو مسیح یسوع نے اُس پر واضح کِیا کہ ابھی اُس کی تابعداری مکمل نہیں ہے۔ وہ شخص خدا سے زیادہ اپنی دولت سے پیار کرتا تھا، اور یوں اُس نے سب سے اہم ترین قانون کو توڑا کیونکہ لکھا ہے،

’’تُو اپنے سارے دِل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ۔‘‘ (استثنا ۶:۵) جبکہ وہ پہلے ہی شریعت کے سب سے اہم قانون کو توڑ چُکا ہے تو اُس کے لئے ناممکن تھا وہ دُوسرے قوانین کی پاسداری کرنے کے باوجود ہمیشہ کی زندگی پائے۔

مسیح یسوع نے دولتمند سردار کی رُوحانی تکلیف کا دو حِصوں میں علاج تجویز کِیا۔ پہلا یہ کہ خدا کو اپنی زندگی میں سب سے اہم مقام دے۔ اِس کے لئے لازم تھا کہ وہ اپنا سارا مال اسباب بیچ کر غریبوں میں بانٹ دے۔ اِس طرح سے وہ آسمان پر خزانہ حاصل کر سکتا ہے۔ دُوسرا یہ کہ وہ مسیح خداوند کی پیروی کرے۔ اپنے پیچھے آنے کی یہ وہی دعوت ہے جو اُنہوں نے اپنے شاگردوں کو بھی دی، مگر اِس شخص نے مسیح کی پیروی کرنے کی دعوت کو رَد کر دیا کیونکہ دُنیا کی عارضی عیش و عشرت کو ہمیشہ کی زندگی کے لئے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

شاگردوں کو بھی یہ غلط فہمی تھی کہ دولتمند خدا کے ہاں مقبولیت سے زیادہ لطف اندوز ہوتے ہیں، لیکن مسیح خداوند نے واضح کِیا کہ درحقیقت کسی دولتمند کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ شاگرد یہ سُن کر پریشان ہو گئے کہ اگر دولتمند کے لئے ناممکن ہے تو پھر کون نجات پا سکتا ہے؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ کوئی بھی اپنی کوشش سے نجات نہیں پا سکتا۔ ہم سب گناہگار ہیں اور خدا کی اچھائی کے معیار و کاملیت سے بہت نیچے ہیں۔ اگر ہم خدا کی بادشاہی میں داخل

ہونا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ اپنا ویسے ہی علاج کریں جیسے مسیح خداوند نے دولتمند سردار کے لئے تجویز کِیا۔ ہمیں چاہیے کہ ہر اُس چیز سے دُور بھاگیں جو خدا کو اولین مقام دینے میں رکاوٹ ہے، اور دِل و جان سے مسیح یسوع کی پیروی کریں۔

جب پطرس نے مسیح یسوع کو یاد دِلایا کہ اُس سمیت دُوسرے شاگرد بھی اپنا سب کچھ چھوڑ کر تیرے پیچھے ہو لئے ہیں تو مسیح خداوند نے اُسے یقین دِلاتے ہوئے کہا، جنہوں نے خدا کی بادشاہی کے لئے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا ہے وہ موجودہ زمانہ میں آسمانی برکات اور مُستقبل میں ہمیشہ کی زندگی پائیں گے۔ کیا ہمارا اِتنا اِیمان ہے کہ مسیح کی پیروی کریں؟

چھیاسٹھواں باب

اِیمان کی نظر

(لُوقا ۱۸:۳۱-۴۳)

کیا آپ نے کبھی کسی ایسے شخص کا سامنا کیا ہے جس کی منفی سوچ و تصورات نے اُسے سچائی کو پہچاننے یا قبول کرنے سے رُوک رکھا ہے؟ یقیناً ایسے شخص سے بات کرنا اِنتہائی مایوسی کا سبب بنتا ہے۔ آپ اُس کے سامنے جتنے بھی حقائق پیش کریں لیکن یا تو وہ اِن کا اِنکار کرے گا یا توڑ مرُوڑ کر اپنے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کرے گا۔ مسیح یسوع کو بھی اپنے شاگردوں کے ساتھ کچھ ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ مسیح نے اُنہیں خدا کی بادشاہی بارے بہت تعلیم دی اور سمجھایا۔ واضح طور پر خدا کی بادشاہی کی خصوُصیات کہ یہ زمینی بادشاہتوں کی طرح علاقائی و جغرافیائی سرحدُوں تک محدُود نہیں۔ نہ ہی یہ کسی خاص طبقہ یا قوم تک محدُود ہے بلکہ خدا کی بادشاہی خمیر کی طرح ہے جو بِنا دِکھائی دیئے قوموں اور لوگوں میں پھیل جائے گی، مگر شاگرد پھر بھی اپنے اِسی تصور کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے کہ مسیح آئے گا اور زمین پر رُومی حکومت کے خلاف اپنی ایک سیاسی بادشاہت قائم کرے گا۔

مسیح یسوع کے بارے میں دُوسرا تصور جس کو شاگرد سمجھ نہ سکے کہ وہ بنی نوع اِنسان کے گناہوں کے لئے اپنی جان کا فدیہ دیں گے تا کہ نجات پائیں۔ وہ مانتے تھے کہ وہ مسیح ہے جس کا وعدہ پاک صحائف میں کِیا گیا ہے اور وہ خدا کی طرف سے زمین پر آیا ہے۔ شاگرد یہ توقع لگائے بیٹھے تھے کہ مسیح اِسرائیل کو چُھڑائیں گے۔ جبکہ مسیح نے اُنہیں صاف الفاظ میں بتایا تھا مگر وہ سمجھ نہ سکے کہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا مسیح دُکھ اُٹھائے گا اور نجات و چُھٹکارا دینے کے لئے موت کے گھاٹ اُتارا جائے گا۔ یروشلیم میں داخل ہونے سے پہلے مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو ایک بار پھر آنے والے دُکھوں اور تکلیفوں کے بارے میں بتانے کی کوشش کی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۸ باب کی ۳۱ سے ۳۴ آیت میں لکھا ہے، ”پھر اُس نے اُن بارہ کو ساتھ لے کر اُن سے کہا کہ دیکھو، یروشلیم کو جاتے ہیں اور جتنی باتیں نبیوں کی معرفت لکھی گئی ہیں اِبنِ آدم کے حق میں پوری ہوں گی کیونکہ وہ غیر قوم والوں کے حوالہ کِیا جائے گا اور لوگ اُس کو ٹھٹھوں میں اُڑائیں گے اور بیعزت کریں گے اور اُس پر تُھوکیں گے اور اُس کو کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے اور وہ تیسرے دِن جی اُٹھے گا۔ لیکن اُنہوں نے اِن میں سے کوئی بات نہ سمجھی اور یہ قول اُن پر پوشیدہ رہا اور اِن باتوں کا مطلب اُن کی سمجھ میں نہ آیا۔“
(لُوقا ۱۸:۳۱-۳۴)

یروشلیم جو مسیح یسوع کی منزل تھا، شاگردوں کے لئے کوئی خفیہ جگہ نہیں تھی۔ مسیح نے نہ صرف اُنہیں بتایا کہ وہ یروشلیم کیوں جائیں گے بلکہ وہ کئی دِن سے اُسی طرف سفر بھی کر رہے تھے۔ مگر شاگرد اپنے خداوند کے وہاں جانے کے مقصد کو نہ سمجھ سکے۔ بے شک وہ مسیح یسوع کے اِس بیان پر بڑے پُرجوش ہوں گے کہ یروشلیم میں اِبنِ آدم کے بارے میں پیشینگوئیاں پوری ہوں گی لیکن وہ اِس کا مطلب نہیں سمجھتے تھے۔ دُوسری بات یہ کہ یہودیوں کی طرح اُنہوں نے بھی بچپن ہی سے مسیحِ موعود اور خدا کی بادشاہی بارے پیشینگوئیوں کو سُنا ہو گا۔ مگر شائد اُنہوں نے نبیوں کی اِن پیشینگوئیوں کو اپنے تصور و خیال کے مطابق سمجھا اور جانا ہو۔ وہ اُمید لگائے بیٹھے تھے کہ مسیح یروشلیم میں داخل ہوتے ہی اپنی بادشاہت کا اعلان کریں گے اور اپنے اِرد گرد فوج جمع کر کے رُومیوں کو اُن کے وطن سے نکال باہر کریں گے۔ شاگردوں نے یا تو مسیحِ موعود کے دُکھوں بارے نبیوں نے جو کہا اُسے نظرانداز کِیا یا وہ سمجھے کہ یہ بس علامتی باتیں ہیں۔

ایک لحاظ سے شاگردوں کا اپنے خداوند کی باتوں کو نہ سمجھنا جائز تھا کیونکہ مسیح یسوع یا تو تمثیلوں میں باتیں کرتے تھے یا علامتی زبان اِستعمال کرتے تھے۔ دُوسری طرف پاک صحائف کی سادہ زبان میں غلطی کرنا مشکل ہے، جس طرح یسعیاہ نبی کے اِلہامی صحیفہ باب ۵۳ میں لکھا ہے، ''حالانکہ وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے گھایل کِیا گیا اور ہماری

بد کرداری کے باعث کچلا گیا۔ ہماری ہی سلامتی کے لئے اُس پر سیاست ہوئی تا کہ اُس کے مار کھانے سے ہم شِفا پائیں۔ ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی راہ کو پھِرا پر خداوند نے ہم سب کی بد کرداری اُس پر لا دی۔ وہ ستایا گیا تو بھی اُس نے برداشت کی اور منہ نہ کھولا۔ جس طرح برہ جِسے ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں اور جس طرح بھیڑ اپنے بال کترنے والوں کے سامنے بے زبان ہے اُسی طرح وہ خاموش رہا۔ وہ ظلم کر کے اور فتویٰ لگا کر اُسے لے گئے پر اُس کے زمانہ کے لوگوں میں سے کس نے خیال کِیا کہ وہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا؟ میرے لوگوں کی خطاؤں کے سبب سے اُس پر مار پڑی۔'' (یسعیاہ ۵۳:۵-۸)

کیا یہ وجہ تھی کہ مسیح یسوع کے اپنی آنے والی موت کے بارے الفاظ شاگردوں کی سمجھ میں نہ آئے کیونکہ اُنہوں نے پیشینگوئیوں کو صرف وہاں تک ہی سمجھنے کی کوشش کی جہاں تک وہ سُننا چاہتے تھے؟ آج بھی لوگوں کا وہی مسئلہ ہے۔ وہ ہر اُس صحیفے کا اِنکار کرتے ہیں یا نااُمید و مایوس ہو جاتے ہیں جس کو سُننے کی خواہش رکھتے ہیں۔ مگر خدا ہمیں اپنی مرضی سے چُننے اور اِنتخاب کرنے کا اِختیار نہیں دیتا۔ اگر اُس کا کلام سچا ہے، تو پھر ہمیں پورے طور پر قبول کرنا ہے نہ کہ صرف وہ حصے جو ہمیں پسند ہیں۔

اِس موقع پر مسیح یسوع نے جو کہا اُسے سُن کر شاگرد حیرت میں ڈوب گئے مگر ایک اَور آدمی نے اپنے بھرپور اِیمان کا مظاہرہ کِیا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۸ باب کی ۳۵ سے ۴۳ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''جب وہ چلتے چلتے یرِیحُو کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہُوا کہ ایک اندھا راہ کے کنارے بیٹھا ہُوا بھیک مانگ رہا تھا۔ وہ بھیڑ کے جانے کی آواز سُن کر پوچھنے لگا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اُنھوں نے اُسے خبر دی کہ یسوع ناصری جا رہا ہے۔ اُس نے چلا کر کہا، اَے یسوع اِبنِ داوُد، مجھ پر رحم کر۔ جو آگے جاتے تھے وہ اُس کو ڈانٹنے لگے کہ چُپ رہے مگر وہ اَور بھی چلایا کہ اَے اِبنِ داوُد، مجھ پر رحم کر۔ یسوع نے کھڑے ہو کر حکم دیا کہ اُس کو میرے پاس لاؤ۔ جب وہ نزدیک آیا تو اُس نے اُس سے پوچھا، تُو کیا چاہتا ہے کہ مَیں تیرے لئے کروں؟ اُس نے کہا، اَے خداوند یہ کہ مَیں بِینا ہو جاؤں۔ یسوع نے اُس سے کہا، بِینا ہو جا۔ تیرے اِیمان نے تجھے اچھا کِیا۔ وہ اُسی دَم بِینا ہو گیا اور خدا کی تمجید کرتا ہُوا اُس کے پیچھے ہو لیا اور سب لوگوں نے دیکھ کر خدا کی حمد کی۔''
(لُوقا ۱۸: ۳۵-۴۳)

نابِینا بھکاری کی سب سے قابلِ ذِکر بات یہ تھی کہ اُس نے کھلم کھلا پہچان کر اِقرار کِیا کہ مسیح یسوع ہے کون۔ کچھ دیر پہلے پطرس رسول نے شخصی طور پر یہ کہہ کر مسیح یسوع کے ساتھ اپنی وفاداری ظاہر کی کہ ''تُو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے۔'' نابِینا شخص نے یسوع

کو ''اِبنِ داوٗد'' کہہ کر پُکارا۔ مطلب یہ کہ یسوع اِسرائیل کا بادشاہ تھا۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اُس کے ذہن میں تھا کہ یسوع ہی مسیح ہے جس کے بارے میں نبیوں نے پیشینگوئیاں کِیں۔

نابِینا بھکاری کی ایک اَور قابلِ ذِکر بات یہ تھی کہ اُس نے ہجوم کی قطعی کوئی پرواہ نہیں کہ اُسے رُوکے، اور جب بھیڑ نے اُسے خاموش رہنے کو کہا تو وہ اَور بھی زور سے چلایا۔ مسیح یسوع نے جو تمثیل پہلے کہی، یہ اُس کا ایک عملی نمونہ تھا کہ ہمیں خدا کے حضور اپنی دُعائیں اور مُناجاتیں پیش کرنے میں مُستقبل مزاجی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

بھکاری نے مسیح یسوع کے سامنے اپنی درخواست پیش کرنے میں ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ اُس کا پورا اِیمان تھا کہ مسیح کے پاس نہ صرف شفا دینے کی طاقت و قدرت ہے بلکہ وہ اُسے ضرور شفا بخشے گا۔ اُس کے اِیمان کی اِنتہا کو دیکھتے ہوئے مسیح یسوع نے اُسے شفا بخشی۔ اُس شخص کا اِیمان محض شفا پانے تک ہی محدُود نہیں تھا۔ جیسا کہ مسیح نے کچھ عرصہ پہلے یہ سکھایا کہ اُس کا شاگرد بننے کے لئے لازمی ہے کہ ہم اپنا سب کچھ چھوڑ دیں۔ ذرا سوچیئے کہ جب نابِینا بھکاری شفا پا کر بِینا ہو گیا تو اُس کے کیا نتائج نکلے۔ ہاں، اندھے پن کا اندھیرا تو جاتا رہا، مگر اُس کا آمدنی کا ذریعہ بھی ختم ہو گیا یعنی بِینائی پانے کے بعد اُس کے پاس بھیک مانگنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اَب وہ اپنی گزر بسر کیسے کرے گا؟ اُس شخص کا نہ صرف یہ اِیمان تھا کہ مسیح خداوند اُس

کو شفا بخشے گا بلکہ اُسے پورا یقین و بھروسہ تھا کہ اگر وہ اپنے پُرانے طرزِ زندگی کو پیچھے چھوڑ کر سچے دِل سے یسوع کی پیروی کرے تو خدا اُس کی تمام ضرورتیں پوری کرے گا۔ اور وہ شفا پانے پر خدا کی حمد و تمجید کرتے ہوئے خوشی سے باقی شاگردوں کی طرح مسیح یسوع کے پیچھے ہو لیا۔ کیا ہم اِیمان رکھتے ہیں کہ اپنا سب کچھ یہاں تک اپنی آمدنی اور پُرانا طرزِ زندگی چھوڑ کر مسیح خداوند کے پیچھے چلیں؟

سرسٹھواں باب

درخت میں محصُول لینے والا

(لُوقا ۱۹: ۱-۱۰)

محبت اِنسانی سیرت و کردار کی ایک ایسی خوبی ہے جِسے ہم عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ہم اپنی کہانیوں اور گیتوں میں اِس کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ محبت سے بھرے ہوئے ہیں، مگر محبت ایک ایسی چیز ہے جسے آسانی کے ساتھ واضح نہیں کِیا جا سکتا۔ ہم اِسے جسمانی چیزوں کی طرح ناپ تول نہیں سکتے کیونکہ نہ اِس کی کوئی شکل ہے نہ رنگ، نہ آواز اور نہ خوشبو۔ ہم اِسے نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی چُھوُ سکتے ہیں۔ اَب اگر کوئی کہتا ہے کہ ہم سے محبت کرتا ہے تو کیسے جان سکتے ہیں کہ وہ سچ کہہ رہا ہے؟ ہم فعل و عمل سے اندازہ لگاتے ہیں کہ اُس کے دِل میں واقعی محبت ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی آپ سے محبت کرتا ہے تو وہ کبھی ایسا کام نہیں کرے گا جس سے آپ کو ٹھیس پہنچے کیونکہ محبت کی ایک خوبی یہ ہے کہ ”محبت اپنے پڑوسی سے بدی نہیں کرتی...“ (رُومیوں ۱۳: ۱۰)

اِسی طرح اِیمان بھی ہے۔ اِیمان ایک رُوحانی صفت ہے، اِس کی جسمانی یا مادی معیار سے وضاحت نہیں کی جا سکتی۔ ہم اِیمان کا دعویٰ کرنے والے شخص پر اِس کے اثر سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اِیمان ہمارے فعل و عمل میں تبدیلی کا سبب بنتا ہے۔ یعقوب اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''...تُو اپنا اِیمان بغیر اعمال کے تو مجھے دِکھا اور مَیں اپنا اِیمان اعمال سے تجھے دِکھاؤں گا۔'' (یعقوب ۱۸:۲)

جب مسیح یسوع یروشلیم کی طرف سفر کر رہے تھے تو اُنہیں ایک شخص مِلا جس کا رویہ اِیمان رکھنے کے سبب تبدیل ہو گیا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۹ باب کی ۱ سے ۱۰ آیت میں لکھا ہے، ''وہ یریحُو میں داخل ہو کر جا رہا تھا۔ اور دیکھو، زکائی نام ایک آدمی تھا جو محصُول لینے والوں کا سردار اور دولتمند تھا۔ وہ یسوع کو دیکھنے کی کوشش کرتا تھا کہ کون سا ہے لیکن بھیڑ کے سبب سے دیکھ نہ سکتا تھا، اِس لئے کہ اُس کا قد چھوٹا تھا۔ پس اُسے دیکھنے کے لئے آگے دوڑ کر ایک گُولر کے پیڑ پر چڑھ گیا کیونکہ وہ اُسی راہ کو جانے کو تھا۔ جب یسوع اُس جگہ پہنچا تو اُوپر نگاہ کر کے اُس سے کہا، اَے زکائی، جلد اُتر آ کیونکہ آج مجھے تیرے گھر رہنا ضرور ہے۔ وہ جلد اُتر کر اُس کو خوشی سے اپنے گھر لے گیا۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا تو سب بُڑبُڑا کر کہنے لگے کہ وہ تو ایک گنہگار شخص کے ہاں جا اُترا۔ اور زکائی نے کھڑے ہو کر خداوند سے کہا، اَے خداوند دیکھ، مَیں اپنا آدھا مال غریبوں کو دیتا ہوں

اور اگر کسی کا کچھ ناحق لے لیا ہے تو اُس کو چَوگنا ادا کرتا ہوں۔ یسوع نے اُس سے کہا، آج اِس گھر میں نجات آئی ہے، اِس لئے کہ یہ بھی ابرہام کا بیٹا ہے کیونکہ اِبنِ آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے۔'' (لُوقا ۱۹:۱-۱۰)

زکائی اُس دولتمند سردار سے بالکل برعکس تھا جو کچھ دیر پہلے مسیح یسوع سے مِلا۔ دیکھنے سے تو یوں لگتا تھا دونوں آدمی بالکل ایک جیسے ہی ہیں۔ دونوں دولتمند، اور کافی بااثر اِنسان تھے، اور دونوں یسوع مسیح کو دیکھنا چاہتے تھے۔ مگر دونوں کی شخصیت میں گہرا فرق بھی تھا۔ دولتمند سردار ظاہری طور پر راستباز اور قابلِ تعریف زندگی بسر کرتا تھا۔ معاشرے کی نظر میں زکائی ایک بدنام گناہگار اِنسان تھا۔ وہ نہ صرف اپنی ہی یہودی قوم سے رُومیوں کے لئے ٹیکس وصول کرتا تھا جو یہودیوں کے نزدیک غداری اور گناہ سمجھا جاتا تھا بلکہ وہ محصُول یعنی ٹیکس لینے والوں کا سردار بھی تھا، اور دُوسرے محصُول اِکھٹا کرنے والے اُس کے ماتحت کام کرتے تھے۔

دولتمند اور بااِختیار ہونے کے باوجود زکائی مغرور و گھمنڈی آدمی نہیں تھا۔ جب بھیڑ کے سبب سے اُس کی مسیح خداوند کو دیکھنے کی خواہش پوری نہ ہو سکی تو وہ دوڑ کر درخت پر چڑھ گیا تاکہ بغیر رکاوٹ کے دیدار کر سکے۔ کچھ عرصہ پہلے ہی مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دی کہ اگر کوئی خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا چاہتا

ہے تو وہ چھوٹے بچے کی مانند بنے۔ ذرا سوچیئے کہ اپنے آپ کو بہت اہم شخصیت سمجھنے والا شخص درخت پر چڑھتا، لیکن زکائی نے اپنی حیثیت و مرتبہ کو ایک طرف رکھا اور مسیح خداوند کو دیکھنے کے لئے وہ کام کِیا جو ضروری تھا۔ اُس نے بالکل پرواہ نہیں کی کہ درخت پر بیٹھا وہ کتنا مضحکہ خیز دِکھائی دے گا، اور اگر اُس کے ساتھی کاروباری حضرات نے سُنا تو اُس کا کتنا مذاق اُڑائیں گے۔ اگر مسیح یسوع کو دیکھنے کی خاطر اُسے چھوٹے بچے کی مانند بننا تھا تو یہ شرمندگی و ندامت اُٹھانے کے لئے وہ بالکل تیار تھا۔ کیا مسیح خداوند کے پاس آنے کے لئے ہماری خودی و غرور رکاوٹ کا باعث تو نہیں؟

اِس واقعہ میں بھی مسیح یسوع نے لوگوں کے دِل و دماغ کو پڑھنے سمجھنے میں اپنی آسمانی قدرت و طاقت کا مظاہرہ کِیا۔ زکائی یقیناً حیران رہ گیا ہو گا جب مسیح نے اُس کا نام لے کر مخاطب کِیا۔ ایسا کرنے سے زکائی کے دِل میں مسیح یسوع کی شناخت کے بارے کسی بھی سوال کو حل کر دیا ہو گا جس کے باعث زکائی مسیح خداوند کو سُننے اور قبول کرنے کے لئے کافی حد تک تیار ہو گا۔ وہ مسیح کے حکم کی تابعداری کرتے ہوئے فوراً درخت سے اُتر آیا، اور جب یسوع نے اُس کے گھر جانے کو کہا تو وہ اعتراض کِئے بغیر خوشی سے مسیح یسوع کو اپنے گھر لے گیا۔ مسیح کو ایک مہمان کی حیثیت سے اپنے گھر میں لانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ذہن میں رہے کہ مہمانوں میں مسیح کے ساتھ

شاگرد بھی شامل تھے، اور اُن سب کے کھانے پینے، رہنے سہنے کا بندوبست کرنا آسان نہیں تھا۔ اکثر لوگوں کے لئے تیرہ مہمانوں کی گھر میں اچانک آمد پریشانی کا باعث بنتی ہو گی لیکن زکائی نے اُن سب کی مہمان نوازی میں کوئی کسَر نہ چھوڑی۔

لوگوں کے ہجوم نے جب یہ دیکھا تو بُڑبُڑانے لگے کہ مسیح ایک گناہگار کے گھر میں جا ٹھہرا۔ اِس طرح اُنہوں نے وہی رویہ اِختیار کِیا جو اُن کے مذہبی راہنما پہلے دِکھا چکے تھے۔ مگر مسیح یسوع نے کبھی بھی عوامی رائے کو اُن کے فعل و عمل میں دخل انداز ہونے کی اِجازت نہیں دی۔ اُنہیں اپنی شہرت و مقبولیت کی قطعی کوئی پرواہ نہیں تھی بلکہ اُن کی زندگی کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو خدا کی طرف لائیں۔ جتنا بڑا گناہگار ہو گا اُتنا ہی زیادہ اُسے خدا کی محبت دِکھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہم نہیں جانتے کہ جب مسیح یسوع، زکائی کے گھر پر تھے تو اُنہوں نے اُس سے اور اہلِ خانہ سے کیا گفتگو کی۔ اُن کے درمیان جو بھی بات چیت ہوئی یقیناً مسیح نے اُنہیں اُن کے گناہ کے بارے ضرور ملامت کی ہو گی کہ توبہ کریں۔ مسیح خداوند نے اِس سے پہلے دولتمند سردار کو کہا کہ ہمیشہ کی زندگی پانے کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنا سارا مال اسباب غریبوں میں بانٹ دے، مگر اِس کے برعکس زکائی کے دِل میں دُنیاوی مال و دولت کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ اُس نے کسی کے کہنے پر مجبوری کی حالت میں نہیں بلکہ اپنی مرضی سے فیصلہ کِیا کہ اپنے مال

کا آدھا حصہ غریبوں کو دے گا۔ یہ اُس کی بیدار اور بحال رُوح کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ایک اَور موقع پر مسیح یسوع نے معافی اور محبت کے تعلق کو واضح کِیا۔ جب ہمیں احساس ہوتا ہے کہ خدا نے ہمیں اپنی محبت سے مجبور ہو کر کتنا مُعاف کِیا ہے تو پھر ہم دُوسروں کے ساتھ ویسے ہی محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ گناہوں سے معافی پانے کے سبب سے زکائی کے دِل میں اُن لوگوں کے لئے محبت پیدا ہوئی جو اُس کی طرح دُنیاوی مال و دولت سے محرُوم تھے۔ اُس نے عہد کِیا کہ وہ اپنی برکتوں اور نعمتوں میں دُوسروں کو بھی شامل کرے گا۔ زکائی اور دولتمند سردار کی شخصیت میں کتنا بڑا فرق ہے، ایک مسیح یسوع کے پاس سے خالی ہاتھ اُداس لوٹ گیا اور دُوسرا اپنا سب کچھ چھوڑ کر اپنے خداوند کے پیچھے چل پڑا۔ یہ بات بھی قابلِ ذِکر ہے کہ ہم دولتمند سردار کا نام تک نہیں جانتے لیکن زکائی کا نام ہمیشہ کے لئے ہمارے دِلوں میں زندہ رہے گا۔ مسیح یسوع نے کیا خوب فرمایا، ''اور آدمی اگر ساری دُنیا کو حاصل کرے اور اپنی جان کو کھو دے یا اُس کا نقصان اُٹھائے تو اُسے کیا فائدہ ہو گا؟'' (لُوقا ۹:۲۵)

مگر صرف یہی نہیں بلکہ زکائی کو احساس ہُوا کہ بحالی بھی ضروری ہے۔ ہم لوگوں کے ساتھ اپنے غلط سلوک کو نظر انداز نہیں کر سکتے کیونکہ خدا نے ہمیں مُعاف کر دیا ہے۔ موسوی قانون کے مطابق اگر کوئی ناحق لوٹی یا چھینی ہوئی چیز سے توبہ کرے تو وہ حقدار کو بیس

فیصد مزید ادا کرے (احبار ۶:۴-۵)۔ زکائی نے اِس سے کہیں زیادہ کِیا۔ اگر کوئی دعویٰ کرتا کہ میرا ناحق کچھ لے لیا ہے تو وہ اُسے چار گنا زیادہ ادا کرتا۔ یہ سچ ہے کہ زکائی کے اندر ایک نمایاں تبدیلی آئی تھی۔ اِسی لئے مسیح یسوع نے بھیڑ کے سامنے دعوے سے کہا کہ یہ بھی ابرہام کا بیٹا ہے اور آج اِس کے گھر میں نجات آئی ہے۔ کیا مسیح ہمارے لئے بھی ایسا دعویٰ کر سکتا ہے؟

اڑسٹھواں باب

(لُوقا ۱۹: ۱۱-۲۷)

بادشاہ کا عدالتی فیصلہ

مسیح یسوع جُوں جُوں یروشلیم کے قریب آتے جا رہے تھے اُن کے ساتھ سفر کرنے والے ہجوم کا جُوش و جذبہ بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ اُن کے ذہن میں یہ تصور گھر کر چُکا تھا کہ بس جونہی ہم یروشلیم پہنچیں گے تو مسیح یسوع بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیں گے، پھر فوراً خدا کی بادشاہی قائم ہو جائے گی۔ کسی لحاظ سے ہجوم کی توقعات دُرست تھیں کیونکہ مسیح اپنے آپ کو یقیناً خدا کی طرف سے مَسح کِئے ہوئے بادشاہ کے طور پر ظاہر کریں گے۔ لیکن جس بادشاہی پر مسیح حکمرانی کرنے والے تھے وہ اُس سے بالکل مختلف تھی جو ہجوم کے ذہن میں تھی۔ یہ کوئی جسمانی یا دُنیاوی بادشاہت نہیں تھی بلکہ رُوحانی تھی جس میں مسیح لوگوں کے دِلوں پر راج کریں گے۔

ہجوم نے ایک اَور اہم نکتہ پر غور نہیں کِیا۔ وہ خدا کی بادشاہی کے منتظر تھے، یہ بھی چاہتے تھے کہ جلد آئے لیکن اہم ترین سوال یہ تھا کہ کیا وہ اُس کے لئے تیار تھے؟ وہ چاہتے تھے کہ بادشاہ اُن کے ہر

مسئلہ کا حل تلاش کرے مگر بادشاہ کے لئے اپنی ذمہ داری اُنہیں یاد نہیں تھی۔

مسیح یسوع کے ساتھ جو ہجوم یروشلیم کے سفر میں تھا وہ بُڑبُڑانے لگا کیونکہ وہ یریحُو میں محصُول لینے والے دولتمند زکائی کے گھر ٹھہرا تھا جِسے وہ گناہگار سمجھتے تھے۔ جبکہ مسیح کا اُس کے گھر ٹھہرنا سارے گھرانے کے لئے نجات کا سبب بنا۔ مسیح خداوند نے اُن پر واضح کِیا کہ وہ، ”... کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے۔“ (لُوقا ۱۹:۱۰)

یروشیلم کی طرف اپنا سفر جاری رکھنے سے پہلے مسیح یسوع نے ہجوم سے کلام کِیا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۹ باب کی ۱۱ سے ۲۷ آیت میں لُوقا اِس بارے میں لکھتا ہے، ”جب وہ اِن باتوں کو سُن رہے تھے تو اُس نے ایک تمثِیل بھی کہی۔ اِس لئے کہ یروشیلم کے نزدیک تھا اور وہ گمان کرتے تھے کہ خدا کی بادشاہی ابھی ظاہر ہُوا چاہتی ہے۔ پس اُس نے کہا کہ ایک امیر دُور دراز مُلک کو چلا تاکہ بادشاہی حاصل کر کے پھر آئے۔ اُس نے اپنے نوکروں میں دَس کو بُلا کر اُنہیں دَس اشرفیاں دیں اور اُن سے کہا کہ میرے واپس آنے تک لین دین کرنا۔ لیکن اُس کے شہر کے آدمی اُس سے عداوت رکھتے تھے اور اُس کے پیچھے ایلچیوں کی زبانی کہلا بھیجا کہ ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہم پر بادشاہی کرے۔ جب وہ بادشاہی حاصل کر کے پھر آیا تو ایسا ہُوا کہ اُن نوکروں کو بُلا بھیجا

جن کو روپیہ دیا تھا تاکہ معلوم کرے کہ اُنہوں نے لین دین سے کیا کیا کمایا۔ پہلے نے حاضر ہو کر کہا، اَے خداوند، تیری اشرفی سے دَس اشرفیاں پیدا ہُوئیں۔ اُس نے اُس سے کہا، اَے اچھے نوکر شاباش! اِس لئے کہ تُو نہایت تھوڑے میں دیانتدار نکلا، اَب تُو دَس شہروں کا اختیار رکھ۔ دُوسرے نے آ کر کہا، اَے خداوند، تیری اشرفی سے پانچ اشرفیاں پیدا ہُوئیں۔ اُس نے اُس سے بھی کہا کہ تُو بھی پانچ شہروں کا حاکم ہو۔ تیسرے نے آ کر کہا، اَے خداوند، دیکھ تیری اشرفی یہ ہے جس کو مَیں نے رُومال میں باندھ رکھا کیونکہ مَیں تجھ سے ڈرتا تھا، اِس لئے کہ تُو سخت آدمی ہے، جو تُو نے نہیں رکھا اُسے اُٹھا لیتا ہے اور جو تُو نے نہیں بُویا اُسے کاٹتا ہے۔ اُس نے اُس سے کہا، اَے شریر نوکر، مَیں تجھ کو تیرے ہی منہ سے ملزم ٹھہراتا ہوں۔ تُو مجھے جانتا تھا کہ سخت آدمی ہوں اور جو مَیں نے نہیں رکھا اُسے اُٹھا لیتا ہوں اور جو نہیں بُویا اُسے کاٹتا ہوں، پھر تُو نے میرا روپیہ ساہُوکار کے ہاں کیوں نہ رکھ دیا کہ مَیں آ کر اُسے سُود سمیت لے لیتا؟ اور اُس نے اُن سے کہا جو پاس کھڑے تھے کہ وہ اشرفی اُس سے لے لو اور دَس اشرفی والے کو دے دو (اُنہوں نے اُس سے کہا، اَے خداوند، اُس کے پاس دَس اشرفیاں تو ہیں) مَیں تم سے کہتا ہوں کہ جس کے پاس ہے اُس کو دیا جائے گا اور جس کے پاس نہیں اُس سے وہ بھی لے لیا جائے گا جو اُس کے پاس ہے۔

مگر میرے اُن دُشمنوں کو جنہوں نے نہ چاہا تھا کہ مَیں اُن پر بادشاہی کروں یہاں لا کر میرے سامنے قتل کرو۔'' (لُوقا ۱۹: ۱۱-۲۷)

لوگ اِس تمثیل سے کافی آشنا ہوں گے کیونکہ اُن کے حکمرانوں نے اپنی بادشاہت کا تاج بالکل ایسے ہی حاصل کِیا تھا۔ وہ رُوم گئے اور قیصر نے اُنہیں بادشاہ بنا دیا۔ قیصر کے دربار میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد حکومت کرنے کے لئے فلسطین واپس آگئے۔ مسیح یسوع نے اِس مثال سے لوگوں کی یہ غلط فہمی دُور کرنے کی کوشش کی کہ خدا کی بادشاہی جلد آنے والی ہے۔ مسیح یسوع کی موت اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد وہ زمین سے آسمان پر اُٹھا لئے جائیں گے جہاں وہ خدا کی دہنی طرف بیٹھیں گے، اور ایک طویل عرصے کے بعد زمین پر واپس آئیں گے۔ اس بار لوگوں کی خدمت کرنے والے خادم کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک بادشاہ کے طور پر جو دنیا کا انصاف کرے گا۔

تمثیل میں جس بادشاہ کا ذِکر ہے وہ لوگوں کے دو گروہوں پر حکومت کرتا تھا، ایک تو اُس کے نوکر اور دُوسرا وہ جو اُس سے نفرت کرتے تھے۔ نوکر مسیح یسوع کے شاگردوں کی طرح تھے جنہوں نے اپنے آپ کو مسیح خداوند کے تابع کر دیا اور اُس کی تعلیم و احکامات کو دِل میں جگہ دی۔ دُوسرے گروپ کے لوگ نہیں چاہتے تھے کہ وہ اُن پر حکمرانی کرے۔ یہ اُن لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں جو مسیح یسوع اور اُن کی تعلیم کو رَد کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسیح خداوند نے کسی اَور موقع

پر فرمایا، ''اور سزا کے حکم کا سبب یہ ہے کہ نُور دُنیا میں آیا ہے اور آدمیوں نے تاریکی کو نُور سے زیادہ پسند کِیا، اِس لئے کہ اُن کے کام بُرے تھے۔ کیونکہ جو کوئی بدی کرتا ہے وہ نُور سے دُشمنی رکھتا ہے اور نُور کے پاس نہیں آتا، ایسا نہ ہو کہ اُس کے کاموں پر ملامت کی جائے۔'' (یُوحنا ۳:‏۱۹۔۲۰)

جن نوکروں کو بادشاہ نے سرمایہ کاری کے لئے پیسے دیئے مسیح یسوع کے خادموں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ دُوسری تمثیلوں سے مسیح خداوند نے واضح کِیا کہ وہ ہر ایک نوکر کو قابلیت کے مطابق مختلف نعمتیں بخشتے ہیں۔ لیکن یہاں وہ زور دیتے ہیں کہ ہر ایک کو یکساں طور پر نعمت ملے۔ اِس بارے میں پَولُس رسول اپنے اِلہامی خط میں کہتا ہے، ''کیونکہ ہم سب نے خواہ یہودی ہوں خواہ یُونانی، خواہ غلام خواہ آزاد، ایک ہی رُوح کے وسیلہ سے ایک بدن ہونے کے لئے بپتسمہ لیا اور ہم سب کو ایک ہی رُوح پلایا گیا۔'' (۱۔کرنتھیوں ۱۲:‏۱۳)

نعمت کے ساتھ ذمہ داری بھی ہوتی ہے۔ مالک نے اپنے نوکروں کو پیسہ دیا تاکہ وہ اُس کو اِستعمال کریں۔ ظاہر ہے اِس میں نقصان کا خطرہ بھی تھا کیونکہ نوکر ناکام ہو سکتے تھے۔ کیا اُن میں اِتنی ہمت و دیانت تھی کہ وہ نقصان کے خطرے کے باوجود اپنے مالک کی ہدایات پر عمل کریں؟ تمثیل میں نوکروں کی طرح مسیح یسوع کے پیروکاروں کو چاہیے کہ وہ بھی ذمہ داری کے ساتھ دی گئی نعمتوں کو

اِستعمال کریں۔ پطرس رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''جن کو جس جس قدر نعمت ملی ہے وہ اُسے خدا کی مختلف نعمتوں کے اچھے مُختاروں کی طرح ایک دُوسرے کی خدمت میں صرف کریں۔'' (ا۔پطرس ۴:۱۰)

اِس تمثیل میں اہم ترین سبق یہ ہے کہ جب بادشاہ واپس آئے گا تو حساب لے گا یعنی جو اُس نے نعمت ہمیں بخشی ہے اُس کا ہم نے کیا کِیا؟ جِنہوں نے دی گئی تھوڑی سے تھوڑی نعمت کے ساتھ امانتداری کا مظاہرہ کِیا وہ یقیناً توقعات سے کہیں زیادہ حیران کن اِنعام پائیں گے اور جِنہوں نے اپنے مالک کی ہدایات کے مطابق نقصان اُٹھانے کا خطرہ نہیں لیا اُن سے وہ تھوڑا بھی لے لیا جائے گا جو اُنہیں دیا گیا تھا۔ اور جو بادشاہ کی مخالفت کرتے ہیں وہ اپنا سب کچھ کھو دیں گے یہاں تک کہ اپنی زندگی سے بھی ہاتھ دُھو بیٹھیں گے۔

سوال یہ ہے کہ ایک نوکر نے اپنے مالک کی دی ہوئی نعمت کو اِستعمال کیوں نہیں کِیا؟ اِس لئے کہ وہ اپنے مالک کی طبیعت کو سمجھ ہی نہ سکا۔ وہ اُسے سخت مزاج اور بے اِنصاف سمجھتا تھا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُس پر خوف طاری تھا۔ اِس کے برعکس جب ہم مسیح یسوع کی سچی اور حقیقی طبیعت کو جانتے سمجھتے ہیں تو اُس سے محبت کرتے ہیں۔ یُوحنا رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''محبت میں خوف نہیں ہوتا بلکہ کامِل محبت خوف کو دُور کر دیتی ہے کیونکہ خوف سے عذاب ہوتا ہے اور کوئی خوف کرنے والا محبت میں کامِل نہیں ہُوا۔ ہم اِس لئے محبت رکھتے

ہیں کہ پہلے اُس نے ہم سے محبت رکھی۔'' (ا۔یُوحنا ۴:۱۸۔۱۹) کیا ہم مسیح خداوند سے محبت رکھتے ہیں اور اُس نے جو نعمت ہمیں سُونپی ہے اُس کی ہدایت کے مطابق اِستعمال کرتے ہیں؟ کیا ہم بے چینی سے اپنے بادشاہ کی زمین پر آمد کا اِنتظار کر رہے ہیں؟

اُنہتّر واں باب

(لُوقا ۱۹:۲۸۔۴۴)

بادشاہ آتا ہے

جب مسیح یسوع یروشلیم کے نزدیک پہنچے تو ہجوم کی توقعات اِنتہا کو پہنچ گئیں کہ وہ بادشاہ ہونے کا اعلان اور خدا کی بادشاہی قائم کریں گے۔ لوگوں کا مسیح یسوع کو خدا کی طرف سے بھیجا ہُوا نجات دہندہ سمجھنا بالکل دُرست تھا کیونکہ اِس کی پیشین گوئی نبیوں نے صدیوں پہلے کی تھی، اور اُن کی یہ سوچ بھی غلط نہیں تھی کہ مسیح اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کرے گا۔ مگر وہ قطعی طور پر غلط تھے کہ مسیح کس طرح کی بادشاہت قائم کرے گا۔ مسیح یسوع نے جو تمثیل بیان کی اُس میں وہ ایسے شخص کا حوالہ دیتے ہیں جو دُور دراز مُلک کو چلا جاتا ہے کہ اپنے آپ کو بادشاہ مُقرر کرے۔ اِس طرح مسیح نے بادشاہت کے بارے میں اُن کی غلط فہمی دُور کرنے کی کوشش کی مگر لوگوں نے فریب کا دامن نہ چھوڑا اور اُس کے ساتھ مضبوطی سے چمٹے رہے۔

اِس کے بعد جو ہُوا اُس نے یقیناً لوگوں کو مسیح کی بادشاہت بارے خبردار کر دیا ہو گا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۹ باب کی ۲۸ سے ۴۴ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ”یہ باتیں کہہ کر وہ یروشلیم کی طرف اُن

کے آگے آگے چلا۔ جب وہ اُس پہاڑ پر جو زیتون کا کہلاتا ہے بیت فگے اور بیت عنیاہ کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہُوا کہ اُس نے شاگردوں میں سے دو کو یہ کہہ کر بھیجا کہ سامنے کے گاؤں میں جاؤ اور اُس میں داخل ہوتے ہی ایک گدھی کا بچہ بندھا ہُوا مِلے گا، جس پر کبھی کوئی آدمی سوار نہیں ہُوا، اُسے کھول لاؤ، اور اگر کوئی تم سے پوچھے کہ کیوں کھولتے ہو؟ تو یوں کہہ دینا کہ خداوند کو اِس کی ضرورت ہے۔ پس جو بھیجے گئے تھے اُنہوں نے جا کر جیسا اُس نے اُن سے کہا تھا ویسا ہی پایا۔ جب گدھی کے بچہ کو کھول رہے تھے تو اُس کے مالکوں نے اُن سے کہا کہ اِس بچہ کو کیوں کھولتے ہو؟ اُنہوں نے کہا کہ خداوند کو اِس کی ضرورت ہے۔ وہ اُس کو یسوع کے پاس لے آئے اور اپنے کپڑے اُس بچہ پر ڈال کر یسوع کو سوار کِیا۔ جب جا رہا تھا تو وہ اپنے کپڑے راہ میں بچھاتے جاتے تھے۔ اور جب وہ شہر کے نزدیک زیتون کے پہاڑ کے اُتار پر پہنچا تو شاگردوں کی ساری جماعت اُن سب معجزوں کے سبب سے جو اُنہوں نے دیکھے تھے خوش ہو کر بلند آواز سے خدا کی حمد کرنے لگی کہ مُبارک ہے وہ بادشاہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے۔ آسمان پر صُلح اور عالمِ بالا پر جلال! بھیڑ میں سے بعض فریسیوں نے اُس سے کہا، اَے اُستاد! اپنے شاگردوں کو ڈانٹ دے۔ اُس نے جواب میں کہا، مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اگر یہ چُپ رہیں تو پتھر چلا اُٹھیں گے۔ جب نزدیک آ کر شہر کو دیکھا تو اُس پر رُویا اور کہا، کاش کہ تُو

اپنے اِسی دِن میں سلامتی کی باتیں جانتا! مگر اَب وہ تیری آنکھوں سے چھپ گئی ہیں کیونکہ وہ دِن تجھ پر آئیں گے کہ تیرے دُشمن تیرے گرد مُورچہ باندھ کر تجھے گھیر لیں گے اور ہر طرف سے تنگ کریں گے، اور تجھ کو اور تیرے بچوں کو جو تجھ میں ہیں زمین پر دے پٹکینگے اور تجھ میں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ چھوڑیں گے اِس لئے کہ تُو نے اُس وقت کو نہ پہچانا جب تجھ پر نگاہ کی گئی۔'' (لُوقا ۱۹: ۲۸۔۴۴)

ہم نہیں جانتے کہ مسیح یسوع نے سوار ہونے کے لئے گدھی کا پہلے سے اِنتظام کر رکھا تھا یا یہ اُس کی مافوق اُلفطرت قدرت و طاقت تھی کہ اُسے پہلے سے علم تھا کہ گدھی وہیں بندھی ہو گی جہاں اُس نے کہا ہے، ہم اِس بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتے۔ دونوں صُورتوں میں گدھی کے مالک کے دِل میں مسیح یسوع کے لئے بہت زیادہ عزت و احترام تھا کیونکہ اُس نے شاگردوں سے بغیر کسی احتجاج یا پیشگی معاوضہ لئے گدھی کو حوالہ کر دیا۔ مالک کے لئے مسیح یسوع کے یہ الفاظ کہ ''خداوند کو اِس کی ضرورت ہے'' کافی تھے۔

مگر سوال یہ ہے کہ مسیح خداوند کو کیوں ایک فتح مند بادشاہ کی حیثیت سے ایک گدھی پر سوار ہونے کی ضرورت محسوس ہوئی؟ کیوں گدھی پر بیٹھ کر بادشاہ کی حیثیت سے فاتحانہ جلوس میں سوار ہونے کا انتخاب کِیا؟ یقیناً ایسے موقع کے لئے کوئی زبردست گھوڑا یا رتھ زیادہ مناسب ہوتا۔ پاک اِلہامی صحائف میں ایک اَور مقام پر مسیح یسوع

کو ایک جنگجو کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی فوج کی خدا کے دُشمنوں کے خلاف راہنمائی کر رہا ہے۔ یُوحنا رسول لکھتا ہے، ''پھر مَیں نے آسمان کو کھلا ہُوا دیکھا اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے اور اُس پر ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور وہ راستی کے ساتھ اِنصاف اور لڑائی کرتا ہے۔ اور اُس کی آنکھیں آگ کے شعلے ہیں اور اُس کے سَر پر بہت سے تاج ہیں اور اُس کا ایک نام لکھا ہُوا ہے جِسے اُس کے سِوا اَور کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ خون کی چھڑکی ہوئی پوشاک پہنے ہوئے ہے اور اُس کا نام کلامِ خدا کہلاتا ہے۔ اور آسمان کی فوجیں سفید گھوڑوں پر سوار اور سفید اور صاف مہین کتانی کپڑے پہنے ہوئے اُس کے پیچھے پیچھے ہیں۔ اور قوموں کے مارنے کے لئے اُس کے منہ سے ایک تیز تلوار نکلتی ہے اور وہ لوہے کے عَصا سے اُن پر حکومت کرے گا اور قادرِ مُطلق خدا کے سخت غضب کی مَے کے حوض میں انگور روندے گا۔'' (مُکاشفہ ۱۹: ۱۱-۱۵)

یسوع یروشلیم کے قریب پہنچا، جنگ اور عدالت کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ وہ اپنے لقب کے مطابق کام کرے گا یعنی ''سلامتی کا شہزادہ۔'' وہ گدھی پر سوار ہُوا تاکہ زکریاہ نبی کی معرفت وہ پیشین گوئی پوری ہو کہ ''اَے بِنتِ صیُون تُو نہایت شادمان ہو۔ اَے دُخترِ یروشلیم خوب للکار کیونکہ دیکھ، تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے۔ وہ صادق ہے اور نجات اُس کے ہاتھ میں ہے۔ وہ حلیم ہے اور گدھے پر بلکہ جوان

گدھے پر سوار ہے۔ اور مَیں افرائیم سے رتھ اور یروشیلم سے گھوڑے کاٹ ڈالوں گا اور جنگی کمان توڑ ڈالی جائے گی اور وہ قوموں کو صُلح کا مُژدہ دے گا اور اُس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے اِنتہایِ زمین تک ہو گی۔'' (زکریاہ ۹:۹-۱۰) آنے والے دِنوں میں مسیح یسوع نے اپنے فعل و عمل سے بنی نوع اِنسان کے لئے نجات اور صُلح کو ممکن بنایا۔

یُوحنا رسول لکھتا ہے کہ اُس وقت شاگردوں نے مسیح یسوع کے گدھی پر سوار ہو کر یروشیلم جانے کی اہمیت کو نہ سمجھا لہذا وہ بھی ہجوم کے ساتھ قالین کی مانند اپنے کپڑے بچھا رہے تھے تاکہ مسیح وہاں سے گزرے بلکہ وہ بھی اُونچی اُونچی آواز میں اِلہامی زبور کے وہ الفاظ دہرا رہے تھے کہ خدا کی حمد و تمجید ہو کہ اُس نے اپنا مَسح کِیا ہُوا بادشاہ بھیجا۔

مذہبی راہنماؤں نے جب یہ سب دیکھا تو اعتراض کِیا۔ اُن کے نزدیک یسوع کے شاگردوں کا ایک ایسے شخص کو جس نے اُن کی روایات کو توڑا ہے خدا کا چُنا ہُوا بادشاہ قرار دینا کفر کے مترادف تھا۔ اُنہوں نے مطالبہ کِیا کہ یسوع اُنہیں اِس حرکت پر ڈانٹے۔ مسیح یسوع نے جواب دیا کہ اگر شاگرد خاموش رہیں گے تو پتھر چلا اُٹھیں گے۔ اِس کی اہمیت و مطلب کیا ہے؟ جب لوگ عہد کے رشتے میں باندھے جاتے ہیں تو ایک گواہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب خدا نے بنی اِسرائیل کے ساتھ اپنا عہد باندھا تو کوئی گواہ نہیں تھا لہذا اُس نے اپنی

ہی تخلیق کو اِس معاہدہ کا گواہ ٹھہرایا۔ مثال کے طور پر پاک اِلہامی صحائف کہتے ہیں، ''مَیں آج کے دِن آسمان اور زمین کو تمہارے برخلاف گواہ بناتا ہوں کہ مَیں نے زندگی اور موت کو اور برکت اور لعنت کو تیرے آگے رکھا ہے۔ پس تُو زندگی کو اِختیار کر کہ تُو بھی جیتا رہے اور تیری اولاد بھی۔'' (اِستثنا ۱۹:۳۰)

مسیح یسوع یروشلیم گئے کہ اپنی جان قربان کریں تا کہ خدا اور بنی نوع اِنسان کے درمیان نئے عہد کو قائم کریں۔ کیا یہ ممکن ہے جب اُنہوں نے کہا کہ پتھر چِلا اُٹھیں گے تو اُن کا مقصد یہ تھا کہ تخلیق نئے عہد کی گواہ ہو جس طرح پُرانے عہد کی جو موسوی شریعت کے ذریعہ نافذ ہُوا گواہ تھی؟

جب مسیح خداوند زیتون کے پہاڑ پر چڑھے تو وہ یروشلیم شہر کو ہر طرف پھیلا ہُوا دیکھ سکتے تھے، اور جب اُنہوں نے اُس پر نظر کی تو اُنہیں آنے والی تباہی کے سبب رُونا آ گیا۔ یروشلیم کا مطلب ہے ''سلامتی کی بُنیاد'' مگر کچھ ہی دِن تک یہ شہر سلامتی کے شہزادے کو رَد، بے عزت اور قتل کرے گا۔ اور کیونکہ اِس شہر نے امن و سلامتی کو رَد کیا لہٰذا اَب وہاں جنگ کی تباہ کاریاں ہوں گی۔ ہر طرف موت کا سماں ہو گا، اُس میں رہنے والے مارے جائیں گے جن میں بچے بھی شامل ہوں گے، اور شہر ملبہ کا ڈھیر بن جائے گا۔ اِس ہولناک تباہی و بربادی سے بچنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ لوگ مسیح یسوع کو پہچان لیتے

جِسے خدا نے بھیجا تھا۔ آج ہماری بھی وہی حالت ہے مگر چاہیں تو سلامتی کے شہزادے کو پہچان کر اُس کے سامنے جُھک جائیں یا اپنی تباہی و ہلاکت کے لئے تیار ہو جائیں۔

ستروان باب

بادشاہ کا غضب

(لُوقا ۱۹: ۴۵-۴۸)

جب مسیح یسوع عیدِ فسح سے پہلے یروشلیم کے نزدیک پہنچے تو ہجوم کا جوش اور اُمید اِنتہا پر تھی۔ زائرین جو اُس کے ساتھ آئے تھے، اُس کا اِسرائیل کے بادشاہ کی حیثیت سے اعلان کر رہے تھے کہ وہ خدا کی بادشاہی قائم کرنے آیا ہے۔ جب مذہبی لیڈروں نے مسیح سے کہا کہ وہ اپنے شاگردوں کو ڈانٹے کہ اُسے بادشاہ نہ کہیں تو مسیح خداوند نے کہا کہ اگر یہ خاموش رہیں تو پتھر چلا اُٹھیں گے۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح یسوع نے کھلے عام تسلیم کِیا کہ اُس کے شاگرد دُرست ہیں۔ وہ واقعی خدا کا مَسح کِیا ہُوا تھا جس کے بارے میں نبیوں نے پہلے ہی سے بتا دیا تھا کہ وہ خدا کے لوگوں پر حکومت کرے گا۔

اِس سے ایک سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ اگر مسیح خدا کی طرف سے مَسح کِیا ہُوا بادشاہ تھا تو اُس کی حکمرانی کیسی ہو گی؟ وہ کِن اُصولوں کے مطابق حکومت کرے گا؟ مسیح یسوع کا یروشلیم میں داخل ہونا سمجھ بُوجھ رکھنے والوں کے لئے ایک اِشارہ تھا کہ اُن کی حکومت لوگوں کی توقعات سے مختلف ہو گی۔ نادان لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ

مسیح خداوند ایک فوج تیار کر کے رُومیوں کو اُن کے وطن سے مار بھگائیں گے، مگر اُن کی اُمیدوں اور توقعات کے برعکس مسیح یسوع جنگی گھوڑے کی بجائے ایک گدھی پر سوار ہو کر یروشلیم میں داخل ہوئے، اور اِس طرح یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ خدا کا بادشاہ حلیم ہو گا اور وہ ''...قوموں کو صُلح کا مُژدہ دے گا...'' (زکریاہ ۹:۱۰)

البتہ حلیم اور صُلح پسند ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ موعودہ مسیح کمزور تھا بلکہ جب وہ یروشلیم پہنچے تو اُنہوں نے خدا کی عبادت گاہ میں ہونے والی بدعنوانی کے خلاف بہت سخت اور فیصلہ کن کاروائی کی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۱۹ باب کی ۴۵ سے ۴۸ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''پھر وہ ہیکل جا کر بیچنے والوں کو نکالنے لگا اور اُن سے کہا، لکھا ہے کہ میرا گھر دُعا کا گھر ہو گا مگر تم نے اُس کو ڈاکوؤں کی کھوہ بنا دیا۔ اور وہ ہر روز ہیکل میں تعلیم دیتا تھا مگر سردار کاہن اور فقیہ اور قوم کے رئیس اُس کے ہلاک کرنے کی کوشش میں تھے، لیکن کوئی تدبیر نہ نکال سکے کہ یہ کس طرح کریں کیونکہ سب لوگ بڑے شوق سے اُس کی سُنتے تھے۔'' (لُوقا ۱۹:۴۵-۴۸)

یروشلیم میں واقع یہ ہیکل محض ایک عمارت ہی نہیں تھی بلکہ خدا کا گھر تھا جہاں خدا کی پاک حضوری اپنے لوگوں کے ساتھ تھی۔ مثال کے طور پر پاک صحائف میں قلمبند ہے کہ سلیمان بادشاہ نے اِس ہیکل کو خداوند خدا کی عبادت و پرستش کے لئے وقف کِیا تو کیا ہُوا: ''اور

جب سلیمان دُعا کر چکا تو آسمان پر سے آگ اُتری اور سُوختنی قربانی اور ذبیحوں کو بھسم کر دیا اور مسکن خداوند کے جلال سے معمُور ہو گیا۔ اور کاہن خُداوند کے گھر میں داخِل نہ ہو سکے اِس لئے کہ خُداوند کا گھر خُداوند کے جلال سے معمُور تھا۔" (۲۔تواریخ ۷:۱۔۲)

یہ وہ ہیکل تھی جہاں خدا نے یہودیوں کو حکم دیا کہ قربانیاں گذرانیں۔ ہیکل ہی وہ مقام تھا جہاں خدا نے بنی اِسرائیل کو ہدایت دی کہ سال میں تین بار جشن منانے کے لئے جمع ہوں۔ اِسی لئے ساری دُنیا سے یہودی یروشلیم میں عیدِ فسح منانے کے لئے آئے تھے۔

بدقسمتی سے مسیح یسوع جب تک زمین پر تھے، سردار کاہنوں نے ہیکل کی خدمت کو اپنے فائدے کے لئے اِستعمال کِیا۔ اُنہوں نے ہیکل کے احاطے میں خرید و فروخت کا بازار گرم کر رکھا تھا جہاں وہ قربانی کے جانوروں کو مہنگے داموں فروخت کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ اُنہوں نے اعلان کِیا کہ لازم ہے کہ تمام یہودی ہیکل کا ٹیکس ایک خاص سکہ کی شکل میں ادا کریں گے۔ پھر اُنہوں نے چھوٹی چھوٹی عارضی دُکانیں بنا دِیں جہاں منی ایکسچینج یعنی روپئے پیسے کی تبدیلی کا کاروبار ہوتا تھا اور اِس پر فیس بھی لیتے تھے۔ مسیح یسوع خدا کے گھر میں یہ تجارتی ماحول برداشت نہیں کر سکتے تھے، اُنہوں نے خرید و فروخت کرنے والوں کو نکال باہر کِیا۔ اِلہامی اِنجیل میں ایک اَور مقام پر لکھا ہے کہ اُنہوں نے کوڑے سے اُن سب کو خدا کے گھر سے نکالا۔

ہیکل کی بے حُرمتی دیکھ کر مسیح یسوع اِتنے مُشتعل کیوں ہو گئے؟ اِس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ ہیکل میں خدمت کرنے والے کاہن خدا کے گھر کے بُنیادی مقصد کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ مسیح یسوع نے یسعیاہ نبی کے صحیفہ کا حوالہ دیا جہاں خداوند خدا کہتا ہے، ''اور بیگانہ کی اولاد بھی جنہوں نے اپنے آپ کو خداوند سے پیوستہ کِیا ہے کہ اُس کی خدمت کریں اور خداوند کے نام کو عزیز رکھیں اور اُس کے بندے ہوں۔ وہ سب جو سبت کو حِفظ کر کے اُسے ناپاک نہ کریں اور میرے عہد پر قائم رہیں۔ مَیں اُن کو بھی اپنے کوہِ مُقدس پر لاؤں گا اور اپنی عبادت گاہ میں اُن کو شادمان کروں گا اور اُن کی سُوختنی قربانیاں اور اُن کے ذبیحے میرے مذبح پر مقبول ہوں گے کیونکہ میرا گھر سب لوگوں کی عبادت گاہ کہلائے گا۔'' (یسعیاہ ۵۶:۶۔۷)

غیر قوموں کے لوگ ہیکل کے اندرُونی احاطہ میں داخل نہیں ہو سکتے تھے مگر اُس کے اِرد گرد بہت بڑا رقبہ تھا جو ''غیریہودیوں کا احاطہ'' کہلاتا تھا۔ وہاں وہ لوگ جو ابھی خدا کے عہد میں شامل نہیں تھے دُعا کر سکتے اور خدا کی قُربت حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن کاہنوں نے غیر یہودیوں کے لئے مخصوص جگہ پر اپنی بھیڑ بکریاں جمع کر رکھی تھیں۔ اُنہوں نے اِسے تجارت کا گھر بنا رکھا تھا۔ خود ہی سُوچیئے کہ کوئی کیسے بھیڑ بکریوں کے شور اور تجارتی لین دین کے بیچ میں خدا کی عبادت کرتا یا قُربت حاصل کر سکتا تھا؟

مسیح یسوع کے مُشتعل ہونے کی دُوسری وجہ یہ تھی کہ کاہنوں کی حرکتیں خدا کی سیرت و کردار کے بالکل برعکس تھیں۔ مسیح خداوند نے اپنے اِس نکتہ کی وضاحت کے لئے یرمیاہ نبی کا حوالہ دیا، جہاں یرمیاہ نبی کے ذریعہ خداوند خدا کہتا ہے، ''کیا تم چوری کرو گے، خون کرو گے، زناکاری کرو گے، جھوٹی قسم کھاؤ گے اور بَعل کے لئے بخُور جلاؤ گے اور غیر مَعبُودوں کی جن کو تُم نہیں جانتے تھے پیروی کرو گے، اور میرے حضُور اِس گھر میں جو میرے نام سے کہلاتا ہے آ کر کھڑے ہو گے اور کہو گے کہ ہم نے خلاصی پائی تاکہ یہ سب نفرتی کام کرو؟ کیا یہ گھر جو میرے نام سے کہلاتا ہے تمہاری نظر میں ڈاکوؤں کا غار بن گیا؟'' (یرمیاہ ۷:۹-۱۱)

یرمیاہ نبی کے زمانے کے لوگوں کی طرح، کاہنوں کا خیال تھا کہ ہیکل سے منسلک ہونے سے انہیں استثنیٰ حاصل ہوتا ہے یعنی وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ خدا اُن کو کسی مُصیبت یا تکلیف میں مُبتلا نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا کے پاک گھر میں ہیں لہذا اُنہیں آزادی کے ساتھ ہر کام کرنے کی اِجازت ہے۔ ہیکل اُن کی ہر حال میں حفاظت کرے گی اِس کے باوجود کہ وہ ڈاکوؤں کا گڑھ تھی۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ اُن کا اِیمان خدا کی بجائے ہیکل پر تھا حالانکہ ہیکل محض خدا کی نمائندگی کر رہی تھی۔ یہ بھی ایک طرح کی بُت پرستی تھی۔

وہ بُھول ہی گئے کہ خداوند خدا عادل اور پاک ہے۔ خدا کسی بھی ایسے فعل و عمل کو جاری و ساری نہیں رکھ سکتا جو پاکیزگی اور عدل پر مبنی نہیں۔ وہ اپنے لوگوں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ پاک ہوں۔ جیسا کہ موسوی شریعت میں لکھا ہے، ''کیونکہ مَیں خداوند تمہارا خدا ہوں۔ اِس لئے اپنے آپ کو مُقدس کرنا اور پاک ہونا کیونکہ مَیں قدُوس ہوں...'' (احبار ۱۱:۴۴) خدا ایسے لوگوں پر سخت غصے ہوتا ہے جو اُس کی نمائندگی کرتے ہوئے غلط اور بُرے کام کر کے اُس کے نام کی بے حُرمتی کریں۔ جیسا کہ پَولُس رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''تُو جو شریعت پر فخر کرتا ہے شریعت کے عدُول سے خدا کی کیوں بے عزتی کرتا ہے؟ کیونکہ تمہارے سبب سے غیر قوموں میں خدا کے نام پر کفر بکا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ لکھا بھی ہے۔'' (رُومیوں ۲:۲۳۔۲۴) مسیح یسوع کا کوڑا جو اُنہوں نے ہیکل میں اِستعمال کِیا مذہبی راہنماؤں پر جلد آنے والی سزا کی ایک چھوٹی سی جھلک تھا۔

مذہبی راہنماؤں کی ریاکاری دیکھئے کہ بجائے ہیکل کی بے حُرمتی پر خدا سے مُعافی مانگیں اُنہوں نے گناہ کی نشاندہی کرنے والے مسیح یسوع کو ہی راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔ کاہنوں، راہنماؤں اور شریعت کے عالموں نے موقع تلاش کرنا شروع کر دیا کہ کیسے مسیح کو قتل کریں۔ ایک ہی چیز اُن کی راہ میں رکاوٹ تھی کہ مسیح یسوع ایک

جانا پہچانا ہر دِلعزیز اُستاد تھا۔ اِسی لئے وہ ڈرتے تھے کہ اگر اُنہوں نے کوئی ایسا قدم اُٹھایا تو لوگوں کا ہجوم اُن کے خلاف اُٹھ کھڑا ہو گا۔

اکہترواں باب

بادشاہ کا اِختیار

(لُوقا ۲۰:۱-۸)

ایسے بہت سے لوگ ہیں جو بڑی بڑی شیخیاں مارتے ہیں مگر جب عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو اُن کے بڑے بڑے دعوے ہَوا کے جھونکے کے سوا کچھ نہیں ہوتے۔ اِس کے برعکس پَولُس رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، "...خدا کی بادشاہی باتوں پر نہیں بلکہ قدرت پر موقُوف ہے۔" (۱۔ کرنتھیوں ۴:۲۰)

جب مسیح یسوع یروشلیم میں داخل ہوئے تو ہجوم نے اُن کا خدا کی طرف سے مَسح کِئے ہوئے بادشاہ کے طور پر اِستقبال کِیا، اور جب مذہبی لیڈروں نے اعترض کِیا تو مسیح خداوند نے اعلان کِیا کہ لوگوں کے ہجوم نے جو کہا ہے وہ بالکل دُرست ہے۔

مسیح یسوع نے نہ صرف یہ تسلیم کِیا کہ وہ وہی بادشاہ ہے جس کے بارے میں نبیوں نے پیشین گوئی کی کہ وہ آئے گا بلکہ اُس نے بطور بادشاہ اپنی طاقت اور اِختیار کا مظاہرہ یروشلیم میں ہیکل کو پاک صاف کر کے کِیا۔ ذرا سُوچیئے کہ ہیکل کا احاطہ تاجروں سے بھرا ہُوا تھا مگر مسیح یسوع نے تن تنہا اُن کو بھیڑ بکریوں سمیت نکال باہر کِیا۔ وہاں ایک

بھی ایسا شخص نہیں تھا جو اُس کے سامنے کھڑا ہو سکتا۔ یہاں تک کہ ہیکل کی پولیس کو بھی رُوکنا تو درکنار ہاتھ تک لگانے کی جُرأت نہ ہوئی۔ اِس کے بعد مسیح خداوند نے کھلم کھلا ہیکل کے احاطے میں تعلیم دی۔ اگرچہ مذہبی راہنما اُس سے نفرت کرتے تھے مگر اُن میں بھی جرأت نہ تھی کہ اُس کا ہیکل میں داخل ہونا ممنوع قرار دیتے یا اُسے تعلیم دینے سے باز رکھتے۔

اگرچہ حکمران مسیح یسوع کو رُوکنے میں بالکل بے بس تھے مگر وہ پھر بھی اِس کوشش میں تھے کہ اُسے بدنام و رُسوا کریں۔ لُوقا اپنی الہامی اِنجیل کے ۲۰ باب کی ۱ سے ۸ آیت میں لکھتا ہے، ''اُن دِنوں میں ایک روز ایسا ہُوا کہ جب وہ ہیکل میں لوگوں کو تعلیم اور خوشخبری دے رہا تھا تو سردار کاہن اور فقیہ، بزرگوں کے ساتھ اُس کے پاس آ کھڑے ہوئے، اور کہنے لگے کہ ہمیں بتا، تُو اِن کاموں کو کس اِختیار سے کرتا ہے یا کون ہے جس نے تجھ کو یہ اِختیار دیا ہے؟ اُس نے جواب میں اُن سے کہا کہ مَیں بھی تم سے ایک بات پوچھتا ہوں، مجھے بتاؤ۔ یُوحنا کا بپتسمہ آسمان کی طرف سے تھا یا اِنسان کی طرف سے؟ اُنہوں نے آپس میں کہا کہ اگر ہم کہیں آسمان کی طرف سے تو وہ کہے گا تم نے کیوں اُس کا یقین نہ کِیا؟ اور اگر کہیں کہ اِنسان کی طرف سے تو سب لوگ ہم کو سنگسار کریں گے کیونکہ اُنہیں یقین ہے کہ یُوحنا نبی تھا۔ پس اُنہوں نے جواب دیا، ہم نہیں جانتے کہ کس کی

طرف سے تھا۔ یسوع نے اُن سے کہا، مَیں بھی تمہیں نہیں بتاتا کہ اِن کاموں کو کس اِختیار سے کرتا ہوں۔'' (لُوقا ۲۰:۱-۸)

یہ لوگ کون تھے جو مسیح یسوع سے اُس کے اِختیار بارے سوال کرتے تھے؟ وہ وہاں کے اعلیٰ عہدیدار تھے۔ وہ مذہبی لیڈروں پر مُشتمل یہودیوں کی سپریم کورٹ کے ممبر تھے۔ اُن کے ہاتھ میں نہ صرف ہیکل کا سارا اِنتظام تھا بلکہ وہ موسوی قانون کی تشریح اور مذہبی اُمور کی عدالت بھی کرتے تھے۔ وہ یہ بھی فیصلہ کرتے تھے کہ اُستاد راسخ اُلاعتقاد یعنی کٹر مذہبی خیالات کا حامل ہے یا ایک جھوٹا نبی ہے۔

اِن عہدیدارُوں نے مسیح یسوع سے اِس لئے سوال نہیں کِئے کہ کچھ معلومات حاصل کریں۔ اُن کو تو جواب کا پہلے سے علم تھا۔ بِلا شک و شبہ اُنہیں مسیح یسوع کے بارے میں رپورٹ مِل گئی ہو گی جب وہ ناصرۃ میں یہودیوں کی عبادت گاہ میں اعلان کر رہا تھا کہ اُس نے یسعیاہ نبی کی اِس پیشین گوئی کی تکمیل کر دی ہے۔ ''خداوند کا رُوح مجھ پر ہے۔ اِس لئے کہ اُس نے مجھے غریبوں کو خوشخبری دینے کے لئے مَسح کِیا۔ اُس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بِینائی پانے کی خبر سُناؤں، کچلے ہوؤں کو آزاد کروں اور خداوند کے سالِ مقبول کی منادی کروں۔'' (لُوقا ۴:۱۸-۱۹) مذہبی لیڈر جانتے تھے کہ مسیح یسوع نے کس طرح تنقید کرنے والوں کو جواب دیا کہ وہ بدرُوحوں کے سردار کی طاقت سے شیطانی رُوحوں کو نکالتا ہے۔ اِس موقع پر مسیح خداوند نے فرمایا،

''اور اگر مَیں بدرُوحوں کو بعلزبُول کی مدد سے نکالتا ہوں تو تمہارے بیٹے کس کی مدد سے نکالتے ہیں؟ پس وہی تمہارے مُنصف ہوں گے۔ لیکن اگر مَیں بدرُوحوں کو خدا کی قدرت سے نکالتا ہوں تو خدا کی بادشاہی تمہارے پاس آ پہنچی۔'' (لُوقا ۱۱:۱۹۔۲۰)

حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ مسیح یسوع کے معجزات کے گواہ تھے کیونکہ اُنہوں نے اپنی آنکھوں سے خدا کے جلال کو دیکھا تھا۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ وہ پوچھتے کہ تُو نے کس کے اِختیار و طاقت سے یہ سب کِیا؟ اِس کے علاوہ یہ لوگ خود پاک صحائف کے ماہر تھے لہٰذا جو مسیح یسوع نے ہیکل میں کِیا اُن کو تو فوراً ملاکی نبی کے اِلہامی الفاظ یاد آ جانا چاہیے تھے۔ ''دیکھو مَیں اپنے رسُول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ دُرست کرے گا اور خداوند جس کے تم طالب ہو ناگہان اپنی ہیکل میں آ موجود ہو گا۔ ہاں، عہد کا رسُول جس کے تم آرزُو مند ہو آئے گا، رَب الافواج فرماتا ہے۔ پر اُس کے آنے کے دِن کی کس میں تاب ہے؟ اور جب اُس کا ظہُور ہو گا تو کون کھڑا رہ سکے گا؟ کیونکہ وہ سُنار کی آگ اور دُھوبی کے صابُون کی مانند ہے۔'' (ملاکی ۳:۱۔۲) مگر عہدیدارُوں نے پھر بھی مسیح یسوع کا یقین نہ کِیا۔

اعلیٰ عہدیدارُوں کا مقصد سوال پوچھنا نہیں تھا کہ معلومات حاصل کریں بلکہ وہ مسیح یسوع کو اپنے مکارانہ جال میں پھنسانا اور بدنام کرنا چاہتے تھے۔ اُن کی سوچ کچھ اِس طرح سے تھی: اگر یسوع کہتا ہے کہ

اُس کا اِختیار خدا کی طرف سے ہے تو ہم کہیں گے کہ اِس کا ثبوت دے، اور اگر وہ آسمانی نشان یا معجزات دِکھاتا ہے تو ہم اُن پر شک ظاہر کریں گے۔ اِس طرح لوگوں کا اُس پر اعتماد و یقین کمزور پڑ جائے گا۔ اگر یسوع کہتا ہے کہ اُس کا اِختیار خدا کی طرف سے نہیں تو ہم کہیں گے تو وہ خدا کی مرضی کے بغیر یہ سب کر رہا ہے۔ اِس طرح خدا کے لوگ اُس پر بھروسہ نہیں کریں گے۔ اگر یسوع جواب دینے سے اِنکار کرتا ہے تو ہم کہیں گے کہ اُس کے پاس کوئی اِختیار نہیں ہے، اور لوگ اُس کی نہیں سُنیں گے۔

مگر مسیح یسوع نے عہدیداروں کو بڑی صفائی سے اُنہی کے جال میں پھنسا دیا۔ مسیح خداوند اور یُوحنا اصطباغی نے ایک جیسا پیغام سُنایا کہ ''توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آ گئی ہے۔'' (متی ۳:۲، ۴:۱۷) مسیح یسوع کا اِلٰہی کام یُوحنا کے ساتھ ہی جُڑا ہُوا تھا کیونکہ دونوں کے اِختیار کی بُنیاد ایک جیسی تھی لہذا یہ پوچھنا کہ یُوحنا کا بپتسمہ خدا کی طرف سے تھا، مسیح یسوع نے اُلٹا عہدیداروں کی ساکھ و صداقت پر سوال اُٹھا رہے تھے۔ وہ مسیح کے خلاف بول نہ سکے کیونکہ اِس طرح اُنہیں یُوحنا کے خلاف بھی بولنا پڑتا۔

مسیح یسوع نے اُلٹا عہدیداروں سے سوال کر کے اُنہیں اُلجھن میں ڈال دیا۔ اگر وہ کہیں یُوحنا اصطباغی خدا کی طرف سے تھا تو پھر یسوع کا اُن سے پوچھنا جائز بنتا ہے کہ تم یُوحنا پر اِیمان کیوں نہ لائے؟

کیسے ممکن ہے کہ شہر کے اعلیٰ ترین مذہبی اِختیار والے جو لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو بطور خدا کا نمائندہ ظاہر کرتے تھے، خدا کے نبی کا اِنکار کرتے جِسے خدا نے بھیجا؟ اُن کا یُوحنا پر اِیمان نہ لانا، اُن کی یسوع کو قبول نہ کرنے کی ریاکاری کی طرف اِشارہ بھی کرتا ہے۔ دُوسری طرف اگر عہدیدار یہ کہتے کہ یُوحنا کا بپتسمہ خدا کی طرف سے نہیں ہے تو وہ ایک اَور مسئلہ میں پھنس جاتے کیونکہ لوگ جانتے تھے کہ یُوحنا ایک نبی تھا۔ اگر عہدیدار اِس کا اِنکار کرتے تو لوگ اُن پر جائز طور پر کفر کا فتویٰ صادر کر دیتے۔ موسیٰ کی شریعت میں لکھا ہے، ”اور تُو بنی اِسرائیل سے کہہ دے کہ جو کوئی اپنے خدا پر لعنت کرے اُس کا گناہ اُسی کے سر لگے گا، اور وہ جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت اُسے قطعی سنگسار کرے، خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی جب وہ پاک نام پر کفر بکے تو وہ ضرور جان سے مارا جائے۔“ (احبار ۲۴:۱۵-۱۶) اِسی لئے عہدیداروں کی پریشانی جائز تھی کہ اگر وہ کہیں یُوحنا اصطباغی خدا کی طرف سے نہیں تو لوگ اُنہیں سنگسار کر کے جان سے مار دیں گے۔

عہدیداروں نے اِس مسئلہ کا جو حل یسوع کے سامنے پیش کِیا یہ تسلیم کرنے یا انکار کرنے سے بھی بُرا تھا کہ یُوحنا اصطباغی خدا کے اِختیار سے بپتسمہ دیتا تھا۔ لہذا اُنہوں نے جواب دیا کہ وہ نہیں جانتے کہ یُوحنا کا بپتسمہ کہاں سے آیا۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ وہ لوگ

جنہیں یہودی قوم کی رُوحانی پرورش کے لئے چُنا گیا تھا یہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ یُوحنا ایک سچا نبی تھا یا نہیں۔ یہ اُن کی ذمہ داری تھی کہ وہ اِس رُوحانی سچائی کا علم رکھتے۔ اُنہوں نے یُوحنا کی خوب جان پڑتال اور تفتیش کی تھی، اور اُس کی تعلیم کو بھی سُنا تھا۔ ایسے میں اُن کا یہ کہنا کہ وہ نہیں جانتے، اِس بات کا ثبوت ہے کہ عہدیدارُوں نے اپنے آپ کو ہی ملامت کی کہ جو عہدہ اُن کے پاس ہے وہ اُس عہدے کے مستحق نہیں۔

بہتّر واں باب

بادشاہ کا تارِکستان

(لُوقا ۲۰: ۹۔۱۹)

مسیح یسوع نے سب سے مشکل ترین اُصول یہ سکھایا کہ ہم اپنی خودی کا اِنکار کریں، اِسی میں ہماری عزت و قدر ہے۔ جو لوگ خدا کی بادشاہت میں عہدے یا اثر و رسوخ کی خواہش رکھتے ہیں وہ اُسے حاصل نہیں کر سکیں گے، مگر خدا ایسے لوگوں کو عزت بخشے گا جو حلیم ہیں اور دُوسروں کی خدمت کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

یہودی مذہبی لیڈر یسوع کی مخالفت کرتے تھے اور اِس کی وجہ مذہبی و دینی تھی کیونکہ مسیح خداوند اُن کی روایات و رسومات کی قطعی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یسوع جب گناہ مُعاف کرتا اور اپنے آپ کو خدا کا بیٹا کہتا ہے تو اُس پر کفر کا جُرم عائد ہوتا ہے حالانکہ مسیح یسوع کے معجزات اُن کی تصدیق کرتے تھے کہ وہ اِلٰہی قدرت و طاقت رکھتے ہیں۔ اگرچہ مذہبی راہنماؤں نے اُس پر اِلزام لگایا کہ وہ بدرُوحوں کی طاقت سے یہ سب کرتا ہے مگر یہ صریحاً جھوٹ تھا۔ تو پھر مذہبی لیڈروں نے یسوع کو قبول کیوں نہ کِیا؟ کیونکہ اگر وہ یسوع کو بحیثیت مسیح قبول کر لیتے کہ یہ وہی ہے جس کے آسمان سے

زمین پر آنے کی نبیوں نے پیشین گوئی کی تو پھر اُنہیں اپنے آپ کو اُس کے تابع کرنا، اور اپنا مرتبہ اور عہدہ چھوڑ کر اُس کے پیچھے چلنا پڑتا۔

مسیح یسوع نے یروشلیم میں ہیکل سے تاجروں کو نکال باہر کِیا جو خدا کی عبادت کرنے والوں سے منافع کماتے تھے، مگر یہودیوں کی حکمران جماعت کے ممبر مسیح خداوند سے بہت ناراض ہوئے کہ تُو کس اِختیار سے یہ سب کام کرتا ہے؟ مسیح یسوع نے اُن سے یہ پوچھ کر اُلٹا اُن کو ہی جال میں پھنسا دیا کہ کیا یُوحنا کا بپتسمہ خدا کی طرف سے تھا یا نہیں؟ مگر مذہبی لیڈروں نے یہ کہہ کر اپنی ریاکاری ظاہر کر دی کہ ہم نہیں جانتے۔

مسیح یسوع اِس واقعہ سے اپنے سُننے والوں کو خبردار کرنا چاہتے تھے۔ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲۰ باب کی ۹ سے ۱۹ آیت میں لکھتا ہے، ''پھر اُس نے لوگوں سے یہ تمثیل کہنی شروع کی کہ ایک شخص نے تاکستان لگا کر باغبانوں کو ٹھیکے پر دیا اور ایک بڑی مُدت کے لئے پردیس چلا گیا۔ اور پھل کے موسم پر اُس نے ایک نوکر باغبانوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ تاکستان کے پھل کا حِصہ اُسے دیں لیکن باغبانوں نے اُس کو پیٹ کر خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ پھر اُس نے ایک اَور نوکر کو بھیجا۔ اُنہوں نے اُس کو بھی پیٹ کر اور بیعزت کر کے خالی ہاتھ لوٹا دیا۔ پھر اُس نے تیسرا بھیجا۔ اُنہوں نے اُس کو بھی زخمی کر کے نکال دیا۔ اِس پر

تاکستان کے مالک نے کہا کہ کیا کروں؟ مَیں اپنے پیارے بیٹے کو بھیجوں گا، شائد اُس کا لحاظ کریں۔ جب باغبانوں نے اُسے دیکھا تو آپس میں صلاح کر کے کہا، یہی وارث ہے، اِسے قتل کریں کہ مِیراث ہماری ہو جائے۔ پس اُس کو تاکستان سے باہر نکال کر قتل کِیا۔ اَب تاکستان کا مالک اُن کے ساتھ کیا کرے گا؟ وہ آ کر اُن باغبانوں کو ہلاک کرے گا اور تاکستان اَوروں کو دے دے گا۔ اُنہوں نے یہ سُن کر کہا، خدا نہ کرے۔ اُس نے اُن کی طرف دیکھ کر کہا، پھر یہ کیا لکھا ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے رَد کِیا وہی کونے کے سِرے کا پتھر ہو گیا؟ جو کوئی اُس پتھر پر گرے گا اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے لیکن جس پر وہ گرے گا اُسے پِیس ڈالے گا۔ اُسی گھڑی فقیہوں اور سردار کاہنوں نے اُسے پکڑنے کی کوشش کی مگر لوگوں سے ڈرے کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے کہ اُس نے یہ تمثیل ہم پر کہی۔‘‘ (لُوقا ۲۰:۹۔۱۹)

تاکستان کو اِستعارۃً یہودی قوم کے لئے اِستعمال کِیا گیا ہے اور جو مسیح یسوع کو سُن رہے تھے خوب اچھی طرح سے جانتے تھے۔ مثال کے طور پر جب خدا اِسرائیلی قوم سے ناراض ہُوا تو اُس نے یہی اِستعارہ استعمال کِیا۔ یسعیاہ نبی کے وسیلہ خداوند خدا نے واضح کِیا کہ کس طرح اُس نے اپنے تاکستان کی نگہداشت و پرورش کی تاکہ انگور کی اچھی فصل پیدا کرے۔ اور پھر خداوند خدا نے فرمایا، ’’سو ربُ الافواج کا

تاکستان بنی اِسرائیل کا گھرانا ہے اور بنی یہوداہ اُس کا خوشنما پودا ہے۔ اُس نے اِنصاف کا اِنتظار کیا پر خونریزی دیکھی، وہ داد کا منتظر رہا پر فریاد سُنی۔'' (یسعیاہ ۵:۷)

مسیح یسوع کی اِس تمثیل میں تاکستان سے مُراد اِسرائیل کا کوئی دُنیاوی گھر نہیں بلکہ رُوحانی اِسرائیل ہے یعنی ایسے لوگ جو صرف نام کی حد تک ہی رُوحانی نہیں بلکہ دِل سے خدا کی خدمت کرتے ہیں۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ تاکستان خدا کی بادشاہی ہے، اور جس نے یہ تاکستان لگایا وہ خدا ہے۔ جن نوکروں کو تاکستان کے مالک نے پھل جمع کرنے کے لئے بھیجا وہ نبی تھے جنہیں خدا نے بنی اِسرائیل کی طرف بھیجا۔

تاکستان کے مالک یعنی خدا نے وہ کون سا پھل تھا جو اپنے نوکروں کو جمع کرنے کے لئے بھیجا؟ یاد رہے کہ یہ تمثیل سُنانے سے پہلے مسیح یسوع نے مذہبی لیڈروں سے یُوحنا اصطباغی کے بارے میں پوچھا۔ یُوحنا نے کہا، ''پس توبہ کے مُوافق پھل لاؤ اور اپنے دِلوں میں یہ کہنا شروع نہ کرو کہ ابرہام ہمارا باپ ہے کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ خدا اِن پتھروں سے ابرہام کے لئے اولاد پیدا کر سکتا ہے۔ اور اَب تو درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہے۔ پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔'' (لُوقا ۳:۸-۹) اِس حوالے کی روشنی میں ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ خدا اپنے تاکستان سے ایسے پھل چاہتا ہے جو توبہ کرنے والے کے فعل و عمل سے ظاہر ہوتے ہیں۔

تاکستان کے مالک نے اپنے بیٹے کو بھیجا، جس کی شناخت مسیح یسوع کے بپتسمہ کے وقت ظاہر ہو گئی، اور ہمیں یاد ہے کہ اُس وقت کیا ہُوا۔ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے، ''جب سب لوگوں نے بپتسمہ لیا اور یسوع بھی بپتسمہ پا کر دُعا کر رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ آسمان کھل گیا، اور رُوح اُلقدس جسمانی صُورت میں کبوتر کی مانند اُس پر نازل ہُوا اور آسمان سے آواز آئی کہ تُو میرا پیارا بیٹا ہے، تجھ سے مَیں خوش ہوں۔'' (لُوقا ۳:۲۱۔۲۲) لہٰذا مسیح یسوع تمثیل میں اپنی طرف ہی اِشارہ کر رہے تھے۔

باغبانوں نے بیٹے کو قتل کرنے کا یہ جواز پیش کیا کہ وہ تاکستان پر قبضہ جما لیں گے۔ دُوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ یہ لالچی لوگ اُس معاہدے پر عمل درآمد نہیں کرنا چاہتے تھے جو اُن کے اور مالک کے درمیان تاکستان ٹھیکے پر دینے کے وقت ہُوا تھا۔ اُن کے دِل میں اُس عُہدے کے لئے ہَوس و لالچ پیدا ہُوا جو کسی اَور کا تھا، اور اُنہوں نے اُسے ہتھیانے کا ہر حربہ اِستعمال کِیا، مگر اُن کی اُمیدیں بے بُنیاد تھیں۔ مالک اُن کی یہ چالاکی و مکاری قطعی طور پر برداشت نہیں کرے گا، وہ آئے گا اور اُنہیں ہلاک کر کے تاکستان دُوسروں کے حوالہ کر دے گا۔

مسیح یسوع کی اِس تمثیل کا مطلب بالکل واضح اور صاف ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ خدا نے اِس اُمید پر اپنے نبیوں کو یہودی قوم کی

طرف بھیجا کہ وہ بُرائی چھوڑ کر اچھائی کو اپنائیں گے، مگر بجائے اِس کے کہ وہ توبہ کرتے اُنہوں نے نبیوں کو بے عزت و رُسوا کِیا۔ آخرِ کار خدا نے اپنے بیٹے کو اِس اُمید پر بھیجا کہ یہ غیرمعمولی عمل یہودی لوگوں کو رُوحانی اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ لیکن اُنہوں نے بیٹے کو بھی رَد کِیا اور اُسے قتل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ مذہبی لیڈروں کا مقصد یہ تھا کہ خدا کی بادشاہی پر باغبانوں کی طرح قبضہ جمائیں یعنی خدا کے بیٹے کے تابع ہونے کی بجائے اپنی حیثیت کو ویسے ہی برقرار رکھیں۔ اِس میں نہ صرف اُن کی تباہی و بربادی تھی بلکہ خدا اپنی بادشاہی دُوسروں یعنی غیر یہودیوں کو دے دے گا۔

جب لوگوں نے مسیح یسوع کی تمثیل کا نتیجہ نکالا تو بہت مایوس ہوئے۔ مسیح خداوند نے سیدھا مذہبی راہنماؤں کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اُس اِلہامی زبور کا حوالہ دیا جو لوگوں کے ہجوم نے کچھ دِن پہلے اُن کے یروشلیم میں داخل ہونے پر گایا تھا۔ ''جس پتھر کو معماروں نے رَد کِیا وہی کونے کے سِرے کا پتھر ہو گیا۔'' (زبور ۱۱۸:۲۲) مسیح یسوع کا پیغام بالکل صاف تھا: یا تو بیٹے کو قبول کر کے اُس کے تابع ہو جاؤ یا تباہی و بربادی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مذہبی لیڈروں نے توبہ کی طرف مائل ہونے کی بجائے تمثیل کو اِس طرح سے پورا کِیا کہ مسیح خداوند کو پکڑنے کے بہانے ڈھونڈنے لگے۔ اگرچہ وہ اُس کے خلاف براہِ راست

قدم اُٹھانے میں کامیاب نہ ہو سکے، اِسی لئے جاسوس بھیجے کہ اُس پر نظر رکھیں اور اُسے اپنے جال میں پھنسائیں۔

تہتّر واں باب

بادشاہ کی صُورت

(لُوقا ۲۰:۲۰۔۲۶)

صدُیوں سے نبی یہ اعلان کرتے آ رہے تھے کہ ایک دِن خداوند خدا مَسح کیا ہُوا بادشاہ دُنیا میں بھیجے گا جو اپنی بادشاہی قائم کرے گا۔ مسیح یسوع نے نہ صرف نبیوں کی پیشین گوئیوں کے مطابق ہر کام پورا کِیا بلکہ بپتسمہ کے وقت خدا نے اُسے اپنا بیٹا ہونے کا اعلان بھی کِیا۔ لیکن افسوس کہ مذہبی راہنماؤں نے اُسے اپنے لئے ایک خطرہ سمجھا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر اُنہوں نے یسوع کو نہ رُوکا تو لوگوں میں اُن کی عزت و عہدے جاتے رہیں گے۔ اُن کو یسوع کے کاموں سے سیاسی نتائج کا بھی خطرہ تھا۔ اِس بڑھتے ہوئے خطرے پر غور کرنے کے لئے اُنہوں نے ایک میٹِنگ بُلائی اور کہا، ''اگر ہم اُسے یوں ہی چھوڑ دیں تو سب اُس پر اِیمان لے آئیں گے اور رُومی آ کر ہماری جگہ اور قوم دونوں پر قبضہ کر لیں گے۔'' (یُوحنا ۴۸:۱۱) دوسرے لفظوں میں یہ کہ اِن مذہبی لیڈروں کی نظر میں سیاسی طاقت اور مذہبی عہدے و مرتبے کی ازلی سچائی سے زیادہ عزت و قدر تھی۔

وقتاً فوقتاً مذہبی راہنما خاص طور پر فریسی فرقے سے تعلق رکھنے والے مسیح یسوع کے معجزات پر سوال اُٹھاتے تھے اور چاہتے تھے کہ وہ دینی مُعاملات کے بارے میں کوئی غلطی کریں تاکہ اپنے جال میں پھنسائیں، مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ جب بھی وہ مسیح خداوند پر کوئی اِلزام لگاتے یا کفر کا فتویٰ صادر کرتے تو مسیح یسوع اُن کی غلط سوچ اور ریاکاری کو بے نقاب کر دیتے۔ وہ جتنا بھی یسوع کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے اُتنا ہی احمق دِکھائی دیتے۔

جبکہ وہ مسیح یسوع کو آمنے سامنے کسی بھی طرح سے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے اور نہ ہی رُوحانی باتوں میں غلط ثابت کر سکتے تھے، لہذا فریسی یسوع سے چھٹکارا پانے کے لئے دُوسرا راستہ ڈھونڈنے لگے، اور رُومی حکمرانوں کے سامنے اُسے قصُوروار ٹھہرانے لگے۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۰ باب کی ۲۰ سے ۲۶ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ”اور وہ اُس کی تاک میں لگے اور جاسُوس بھیجے کہ راستباز بن کر اُس کی کوئی بات پکڑیں تاکہ اُس کو حاکم کے قبضہ اور اِختیار میں دے دیں۔ اُنہوں نے اُس سے یہ سوال کِیا کہ اَے اُستاد، ہم جانتے ہیں کہ تیرا کلام اور تعلیم دُرست ہے اور تُو کسی کی طرفداری نہیں کرتا بلکہ سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمیں قیصر کو خراج دینا روا ہے یا نہیں؟ اُس نے اُن کی مکاری معلوم کر کے اُن سے کہا، ایک دِینار مجھے دِکھاؤ۔ اُس پر کس کی صورت اور نام ہے؟ اُنہوں نے کہا، قیصر کا۔ اُس نے اُن سے کہا،

پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔ وہ لوگوں کے سامنے اُس قول کو پکڑ نہ سکے بلکہ اُس کے جواب سے تعجب کر کے چُپ ہو رہے۔'' (لُوقا ۲۰:۲۰-۲۶)

حکمرانوں نے جن لوگوں کو یسوع کے پاس بھیجا بظاہر سنجیدہ اور پُرخلوص لگتے تھے۔ اُنہوں نے کوئی ایسا اِشارہ نہیں دیا کہ اُن کے دِل میں چور و عداوت ہے۔ درحقیقت اُنہوں نے حیران کن طور پر کھلے الفاظ میں یسوع مسیح کی راستبازی کو تسلیم کِیا۔ اُنہوں نے اُسے ''اُستاد'' کہہ کر مخاطب کِیا۔ یہ اپنے آپ میں ایک قابلِ یقین اِقرار تھا کیونکہ کچھ دیر پہلے مذہبی لیڈروں نے یسوع کے تعلیم دینے پر سوال اُٹھائے تھے۔ اُن کا اپنے جاسُوسوں کو یہ اجازت دینا کہ وہ یسوع کو اُستاد کہیں اِس بات کا ثبوت ہے کہ وہ تسلیم کر چکے کہ یسوع کو ویسے ہی تعلیم دینے کا اِختیار ہے جیسے کہ وہ خود دیتے تھے۔

اِن لوگوں نے نہ صرف یہ تسلیم کِیا کہ یسوع ایک اُستاد ہے بلکہ اُنہوں نے یہ گواہی بھی دی کہ وہ سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ ایک حیرت انگیز گواہی تھی کیونکہ کچھ دیر پہلے اُنہوں نے یسوع پر کفر کا اِلزام لگایا تھا۔ مسیح یسوع کے بارے میں یہ گواہی اُن کے کچھ دیر پہلے کے بیان کی نفی کرتی تھی۔

اُنہوں نے یسوع کے حق میں یہ بھی کہا کہ وہ طرفداری نہیں کرتا۔ مذہبی راہنما اپنے تکلیف دہ ذاتی تجربہ سے جانتے تھے کہ

یسوع دولتمندوں، طاقتوُروں اور مذہبی اشرافیہ کا کوئی لحاظ نہیں کرتا، مگر اُن کا یہ کہنا اِس سے کہیں زیادہ تھا۔ اِس میں تسلیم کِیا گیا ہے کہ یسوع نے غریب غُربا اور مُعاشرے کے ٹھکرائے ہوؤں کی طرفداری نہیں کی بلکہ اُنہوں نے سب کے ساتھ برابری کا سلوک کِیا۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ یسوع کی غیرجانبداری کی تعریف کر رہے تھے جبکہ کچھ دیر پہلے اُسے تنقید کا نشانہ بنا رہے تھے کہ وہ گناہگاروں سے ہمدردی کرتا ہے۔

لیکن سب سے حیران کن بیان اِن لوگوں نے یہ دیا کہ یسوع راستبازی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ اپنے آپ پر اِس سے بڑا اِلزام کیا لگا سکتے تھے کیونکہ اگر مسیح یسوع نے خدا کی راہ کی تعلیم دی تو اُنہوں نے اِس کی پیروی کیوں نہ کی؟ اگر مسیح خداوند نے حق و سچ کی تعلیم دی تو اُنہوں نے اُس پر اعتماد و بھروسہ کیوں نہ کِیا؟

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اِن لوگوں کو اپنی زندگیوں میں خدا کی مرضی کو جاننے سمجھنے کی قطعی کوئی خواہش نہیں تھی، اور نہ ہی اُنہیں سچائی سے کوئی دلچسپی تھی۔ اُن کا صرف یہ مقصد تھا کہ یسوع کوئی ایسی بات کرے کہ اُسے پکڑیں اور اُس پر اِلزام لگا کر رُومی گورنر کے سامنے پیش کریں۔

اگر سطحی طور پر دیکھا جائے تو ٹیکس کی ادائیگی بارے اُن کا سوال بالکل ٹھیک تھا۔ یہودی لوگ خدا کے ساتھ عہد کے رشتے

میں بندھے ہوئے تھے۔ کیا کسی بیرونی طاقت کو ٹیکس ادا کرنا موسوی شریعت کی خلاف ورزی تھی؟ کیا اندھیرے میں ڈوبے ہوئے بُت پرست حکمران کو ٹیکس ادا کرنا خدا کی بجائے اُس کے ساتھ وفاداری کو ظاہر نہیں کرتا؟ بِلا شک و شبہ بہت سے لوگ جو خدا اور اُس کی سچائی سے حقیقی محبت رکھتے تھے، اس مسئلہ بارے شکوک و شبہات سے پریشان تھے۔ یقیناً مسیح یسوع نے سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دی تھی لہذا وہی اِس مسئلہ پر روشنی ڈال سکیں گے۔

مذہبی لیڈروں نے یہ سمجھا کہ اُنہوں نے سوال کر کے یسوع کو ایک ڈبے میں بند کر دیا کہ کھولنا بھی چاہیں تو کھول نہ سکیں یعنی ایک حل نہ ہونے والے مُعمہ میں ڈال دیا ہے۔ اگر وہ کہتا کہ شرعی قانون کے مطابق رُومیوں کو ٹیکس ادا کرنا جائز ہے تو یقیناً اِس سے اُس کی قدر و حیثیت شریعت کی سختی سے پابندی کرنے والوں کی نظر میں گر جاتی، اور اگر مسیح خداوند ٹیکس ادا کرنے کے خلاف کچھ کہتے تو یہ رُومی قانون کی خلاف ورزی ہوتی، اور اگر وہ جواب ہی نہ دیتا تو سوال کرنے والے دعوے سے کہتے کہ وہ مشکل اور مُتنازعہ مسائل کا جواب دینے سے ڈرتا ہے۔

مسیح خداوند سوال کرنے والوں کی توقعات پر پورا نہیں اُترے کیونکہ وہ حکمت و دانش سے مالامال تھے اِسی لئے اُن کے دوغلے پن میں نہ پھنسے بلکہ اُس نے اُنہیں ایک سِکہ دِکھانے کو کہا جو ٹیکس ادا کرنے لئے اِستعمال ہوتا تھا۔ مسیح یسوع کو سِکہ دِکھاتے ہی اُن کا

سارا مکارانہ منصوبہ خاک میں مِل گیا۔ درحقیقت اُن کے پاس اِس سِکہ کا ہونا ہی اِس بات کا ثبوت تھا کہ وہ رُوم کے دائرۂ اِختیار کو قبول کر چکے ہیں۔ (اِس طرح کے سِکہ سارے یہودیہ میں عام تھے۔) سوال یہ ہے کہ اگر وہ مالی اور تجارتی مُعاملات میں اپنے آپ کو رُومی قانون کے تابع کر چکے تھے تو پھر وہ ٹیکس ادا کرنے پر اعتراض کیسے کر سکتے تھے؟ مسیح یسوع نے اُنہیں سبق سکھانے کے لئے ایک سیدھا مگر چُبھتا ہُوا سوال پوچھا کہ سِکہ پر کس کی صُورت اور نام ہے؟ اگر سِکہ قیصر کی ملکیت ہے تو کون اُس کی طرف سے مِلی ہوئی سہولت کے بدلے ٹیکس ادا کرنے پر اعتراض کرے گا؟

لیکن یہ رُومی سِکہ ہی نہیں تھا جس پر قیصر کی صُورت تھی بلکہ پاک اِلہامی کلام میں لکھا ہے کہ خدا نے بنی نوع اِنسان کو اپنی شبیہ پر بنایا، لہٰذا جس طرح ہر سِکہ پر قیصر کی صُورت کی مُہر تھی اُسی طرح خدا کی شبیہ کی مُہر ہر اِنسان پر لگی ہوئی ہے۔ ہم محض گوشت و خون نہیں ہیں بلکہ رُوحانی مخلوق ہیں۔ جبکہ ہم خدا کی شبیہ پر تخلیق کِئے گئے ہیں تو خدا کا ہماری رُوح پر پورا پورا حق ہے۔ مسیح یسوع سے سوال کرنے والے قیصر کو ٹیکس ادا کرنے سے ٹال مٹول کر رہے تھے مگر اپنے آپ کو خدا کے حوالے کرنے کو تیار نہیں تھے؟ کیا وہ یسوع مسیح کو قبول کرنے کو تیار تھے جس کے بارے میں اُنہوں نے خود گواہی دی کہ وہ سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے؟

سوال پوچھنے والوں نے مسیح یسوع کو اپنے مکارانہ جال میں پھنسانے کی کوشش کی مگر جواب سُن کر وہ حیران و خاموش کھڑے رہ گئے۔

چوہتّر واں باب

قِیامت کے فرزند

(لُوقا ۲۰: ۲۷۔ ۴۰)

نُور و روشنی کا ایک مقصد یہ ہوتا ہے کہ ظاہر کرے تاکہ ہم صاف اور واضح طور پر دیکھنے کے قابل ہوں۔ اِلہامی پاک زندہ کلام میں مسیح یسوع نے فرمایا کہ ''...دُنیا کا نُور مَیں ہوں...'' (یُوحنا ۸: ۱۲) نُور ہماری راہنمائی کرتا ہے تاکہ ہم اندھیرے سے نکل کر روشنی میں آئیں، مگر افسوس کہ مسیح خداوند پر تنقید کرنے والے ابدی نُور کو نہ دیکھ سکے تاکہ اندھیرے سے نکل کر روشنی میں چلتے۔ وقتاً فوقتاً وہ یسوع کو ملامت کرنے اور اپنے مکارانہ جال میں پھنسانے کی کوشش کرتے رہے، مگر ہر بار مسیح یسوع کی روشنی اُن کے اندر چھپے ہوئے گناہ اور ریاکاری کو ظاہر کرتی رہی اور وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتے۔

مسیح یسوع کے سخت ترین مخالف فریسی تھے جو مذہبی لیڈروں کا فرقہ تھا۔ جب وہ یسوع کو نظریاتی غلطیوں کی بِنا پر پکڑنے میں ناکام ہو گئے تو اُنہوں نے اُس کے پاس جاسُوس بھیجے تاکہ اُسے رُومی گورنر کے خلاف مکارانہ جال میں پھنسائیں کہ کیا قیصر کو ٹیکس ادا کرنا جائز ہے؟ یہ دیکھنے کے بعد کہ کس طرح یسوع نے فریسیوں کے ایجنٹوں کو اُن کے

اپنے ہی سوال میں پھنسا دیا تو یہ حیرت کی بات تھی کہ کوئی اَور اُٹھ کر اُس کی عقل و حکمت کے سامنے کھڑا ہونے کی کوشش کرتا۔ اِس کے باوجود یہودی حکام کے ایک فرقہ نے ایسی ہی ایک کوشش کی۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۰ باب کی ۲۷ سے ۴۰ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''پھر صُدوقی جو کہتے ہیں کہ قیامت نہیں ہو گی، اُن میں سے بعض نے اُس کے پاس آ کر یہ سوال کِیا کہ اَے اُستاد، موسیٰ نے ہمارے لئے لکھا ہے کہ اگر کسی کا بیاہا ہُوا بھائی بے اولاد مَر جائے تو اُس کا بھائی اُس کی بیوی کو کر لے اور اپنے بھائی کے لئے نسل پیدا کرے۔ چنانچہ سات بھائی تھے، پہلے نے بیوی کی اور بے اولاد مَر گیا۔ پھر دُوسرے نے اُسے لیا اور تیسرے نے بھی، اِسی طرح ساتوں بے اولاد مَر گئے۔ آخر کو وہ عورت بھی مَر گئی۔ پس قیامت میں وہ عورت اُن میں سے کس کی بیوی ہو گی؟ کیونکہ وہ ساتوں کی بیوی بنی تھی۔ یسوع نے اُن سے کہا کہ اِس جہان کے فرزندوں میں تو بیاہ شادی ہوتی ہے لیکن جو لوگ اِس لائق ٹھہریں گے کہ اُس جہان کو حاصل کریں اور مُردوں میں سے جی اُٹھیں اُن میں بیاہ شادی نہ ہو گی کیونکہ وہ پھر مرنے کے بھی نہیں، اِس لئے کہ فرشتوں کے برابر ہوں گے اور قیامت کے فرزند ہو کر خدا کے بھی فرزند ہوں گے۔ لیکن اِس بات کو کہ مُردے جی اُٹھتے ہیں موسیٰ نے بھی جھاڑی کے ذِکر میں ظاہر کِیا ہے۔ چنانچہ وہ خداوند کو ابرہام کا خدا اور اِضحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا کہتا

ہے، لیکن خدا مُردوں کا خدا نہیں بلکہ زندوں کا خدا ہے کیونکہ اُس کے نزدیک سب زندہ ہیں۔ تب بعض فقیہوں نے جواب میں اُس سے کہا کہ اَے اُستاد، تُو نے خوب فرمایا کیونکہ اُن کو اُس سے پھر سوال کرنے کی جراُت نہ ہوئی۔" (لُوقا ۲۰: ۲۷۔۴۰)

جبکہ مسیح یسوع نے فریسیوں کو پورے طور پر شرمندہ کر دیا تھا تو صُدوقیوں نے سوچا کہ شائد وہ اُن کے دینی نقطۂ نظر سے مُتفق ہے۔ اگر ایسا ہی تھا تو یسوع کے ذریعہ اُن کی اپنے مخالفین کو پریشان کرنے کی اِس کوشش نے خود اُنہی کی جہالت و ناسمجھی کو بے نقاب کر دیا۔ اُن کی وجہ کچھ بھی ہو، صُدوقیوں نے یسوع سے بنی نوع اِنسان کو درپیش ایک بہت ہی پریشان کن مسئلہ کے بارے میں سوال کر ڈالا۔ ہم سب کو مَرنا ہے، اِس کے باوجود ہمارے دلوں میں کچھ ہے جو کہتا ہے کہ قبر سے آگے لازمی کچھ اَور بھی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ صُدوقیوں نے خود ہی کہانی گھڑ کے سُنا دی یا درحقیقت عورت نے سات بھائیوں سے شادی کی۔ دونوں صُورتوں میں، اُن کا مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ جسمانی قیامت کا تصور مضحکہ خیز ہے۔ اُن کی سوچ کے مطابق جبکہ خدا اپنی آسمانی بادشاہی میں اخلاقی گمراہی کی اِجازت کبھی نہیں دے گا، جیسا کہ ایک عورت ایک ہی وقت میں سات شوہر رکھے تو ایسی صُورت میں ہمارے جسموں کا جی اُٹھنا واضح طور پر ناممکن ہے۔

مسیح یسوع نے نشاندہی کی کہ صدُوقیوں نے جس بُنیاد پر اپنا نتیجہ اخذ کِیا وہ غلط قیاس آرائی پر مبنی ہے۔ اُنہوں نے غلطی سے یہ سمجھا کہ جسم کی قیامت یعنی بدن کا زندہ ہونا اور موت کے بعد زندگی موجودہ وقت کی طرح ایسے ہی ہوں گے۔ وہ تصور ہی نہیں کر سکتے تھے کہ ہماری طبیعت میں ایک بُنیادی تبدیلی رُونما ہو گی۔ پُولس رسول اِسی تصور کی وضاحت اپنے اِلہامی خط میں یوں کرتا ہے، ''اور جو تُو بُوتا ہے یہ وہ جسم نہیں جو پیدا ہونے والا ہے بلکہ صرف دانہ ہے۔ خواہ گیہوں کا خواہ کسی اَور چیز کا، مگر خدا نے جیسا اِرادہ کر لیا ویسا ہی اُس کو جسم دیتا ہے اور ہر ایک بِیج کو اُس کا خاص جسم۔'' (۱۔کرنتھیوں ۱۵:۳۷-۳۸) پھر وہ ہمارے جسمانی جسم کو ایک بیج سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے، ''مُردوں کی قیامت بھی ایسی ہی ہے۔ جسم فنا کی حالت میں بُویا جاتا ہے اور بقا کی حالت میں جی اُٹھتا ہے۔ بے حُرمتی کی حالت میں بُویا جاتا ہے اور جلال کی حالت میں جی اُٹھتا ہے۔ کمزوری کی حالت میں بُویا جاتا ہے اور قوت کی حالت میں جی اُٹھتا ہے۔ نفسانی جسم بُویا جاتا ہے اور رُوحانی جسم جی اُٹھتا ہے۔ جب نفسانی جسم ہے تو رُوحانی جسم بھی ہے۔'' (۱۔کرنتھیوں ۱۵:۴۲-۴۴)

جسم کی قیامت یعنی زندہ ہونے والے جسم کا یہ فرق ہماری موجودہ زندگی کے مقابلے میں قبر کے بعد کی زندگی میں ہونے والے فرق

کو ظاہر کرتا ہے۔ مسیح یسوع نے فرمایا کہ آنے والی زندگی میں بیاہ شادی نہیں ہو گی۔

اِس سے صدُوقیوں کے ایک اَور غلط تصور کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اُن کو شادی کے مقصد کا پتہ ہی نہ تھا۔ پاک اِلہامی کلام میں ملاکی نبی شادی کے مقصد کی یوں وضاحت کرتا ہے، ''اور کیا اُس نے ایک ہی کو پیدا نہیں کِیا باوجُودیکہ اُس کے پاس اَور اَرواح موجود تھیں؟ پھر کیوں ایک ہی کو پیدا کِیا؟ اِس لئے کہ خدا ترس نسل پیدا ہو۔ پس تم اپنے نفس سے خبردار رہو اور کوئی اپنی جوانی کی بیوی سے بے وفائی نہ کرے۔'' (ملاکی ۲:۱۵) مسیح خداوند وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آنے والی زندگی میں بیاہ شادی کی قطعی ضرورت نہیں کیونکہ جس طرح فرشتے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں، لوگ پھر کبھی نہ مَریں گے اور نہ ہی نسل و اولاد کی ضرورت ہو گی۔

فرشتوں کی بات چلی تو مسیح یسوع نے صدُوقیوں کی ایک اَور غلطی کی نشاندہی کی یعنی وہ کہتے تھے کہ فرشتوں کا کوئی وجود نہیں۔ صدُوقی موسیٰ کی لکھی ہوئی پانچ کتابوں کو پاک صحائف کے طور پر مانتے تھے۔ انہوں نے موسیٰ کی اِلہامی تحریر میں بہت سے حوالہ جات کو یا تو نظر انداز کیا یا وضاحت کی جو فرشتوں کا ذِکر کرتے ہیں۔ مسیح خداوند نے نہ صرف فرشتوں کے وجود کی تصدیق کی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ وہ

لافانی ہیں یعنی ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اِس طرح مسیح نے یہ بھی تصدیق کی کہ موسوی صحائف اِلہامی ہیں۔

ایک اَور لحاظ سے بھی وہ جو مُردوں میں سے زندہ ہوتے ہیں پہلے سے مختلف ہیں۔ صرف یہ نہیں کہ وہ پھر کبھی نہ مَریں گے، جیسا کہ مسیح یسوع نے فرمایا کہ وہ خدا کے فرزندہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو خدا کے فرزند ہیں وہ موجودہ جسموں سے بالکل مختلف ہیں۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ جب ہم مُردوں میں سے جی اٹھیں گے تو تبدیلی کے مراحل سے گزریں گے۔ یُوحنا رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''عزیزو! ہم اِس وقت خدا کے فرزند ہیں اور ابھی تک یہ ظاہر نہیں ہُوا کہ ہم کیا کچھ ہوں گے۔ اِتنا جانتے ہیں کہ جب وہ ظاہر ہو گا تو ہم بھی اُس کی مانند ہوں گے کیونکہ اُس کو ویسا ہی دیکھیں گے جیسا وہ ہے۔'' (۱۔یُوحنا ۳:۲)

صدُوقی موسوی شریعت کے پاک صحیفوں کو اپنے دلائل کی بُنیاد بناتے تھے، اور مسیح یسوع نے اُنہی پاک صحائف کو اِستعمال کر کے جن کو وہ قابلِ قبول سمجھتے تھے اُن کی غلطیاں ثابت کِیں۔ خدا اپنے آپ کی کبھی تردید نہیں کرتا یا اپنی ہی ذات سے متصادم نہیں ہوتا۔ جب ہم ایک حوالہ کچھ ثابت کرنے کے لئے اِستعمال کرتے ہیں جس کا دُوسرا حوالہ اَنکار کرتا ہے تو صدُوقیوں کی طرح خدا کے کلام کو اپنے مقصد کے لئے توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔

جب خداوند مسیح نے صدُوقیوں اور کچھ شرع کے عالموں کو جو یسوع کی مخالفت کرتے تھے غلط ثابت کر دیا تو وہ اُس کی تعریف کرنے لگے۔ یسوع مسیح کا جواب اِسقدر حکمت و دانش سے بھرپور، حیران و دنگ کر دینے والا تھا کہ پھر کبھی کسی کی جرأت نہیں ہوئی کہ اُس کو چیلنج کرے۔

پچھتّرواں باب

ظاہری شکل دھوکہ دہی ہو سکتی ہے

(لُوقا ۲۰: ۴۱-۲۱: ۴)

ہمارے ہاں ایک مُحاورہ بہت اِستعمال ہوتا ہے کہ ہاتھی کے دانت دِکھانے کے اَور کھانے کے اَور۔ مطلب یہ کہ ہر چیز ویسے نہیں ہوتی جیسے نظر آتی ہے۔ بعض اوقات ہمارے ذہن میں کسی چیز کے لئے پہلے سے بنا ہُوا تصور حقیقت سے اندھا کر دیتا ہے۔ یسوع بحیثیت موعودہ مسیح مذہبی لیڈروں کی سُوچ کے مطابق نہیں تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ خدا کی طرف سے بھیجا ہُوا مسیح ایک فتح کرنے والا بادشاہ ہو گا جو رُومیوں کو یہودیوں کے وطن سے مار بھگائے گا۔ وہ توقع رکھتے تھے کہ موعودہ مسیح یہودی معاشرے میں اُن کا سماجی مقام بلند کرے گا، مگر ایسا نہیں ہُوا بلکہ مسیح یسوع نے اُن رسم و رواج کی قطعی پابندی نہ کی جو مذہبی لیڈروں نے لوگوں پر مُسلط کر رکھے تھے۔ اُنہوں نے مکار راہنماؤں کو اُن کی ریاکاری اور بے اِیمانی پر ڈانٹ ڈپٹ کی۔ مسیح خداوند نے اُنہیں یاد دِلایا کہ عظمت اِنسان کے مرتبہ اور عہدہ سے نہیں بلکہ حلیمی و فروتنی سے دُوسروں کی خدمت کر کے ناپی تولی جاتی ہے۔ اُنہوں نے یہ بھی سکھایا کہ خدا کی بادشاہی ایک رُوحانی بادشاہت

ہے، سیاسی نہیں۔ مختصر یہ کہ مسیح یسوع نے مذہبی لیڈروں کی ہر اُس بات کو اُلٹ کر رکھ دیا جو اُنہیں عزیز تھی۔ اُنھوں نے یسوع کو خوشی سے قبول کرنے کی بجائے اپنے لئے ایک دھمکی سمجھ لیا۔ اُنھوں نے مسیح یسوع کی مخالفت کا کوئی موقع نہ چھوڑا اور ہر طرح سے اُسے بے عزت و بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ مسیح خداوند نے اُن کے سوالوں کا جو اُنھوں نے اُسے اپنے مکارانہ جال میں پھنسانے کے لئے کِئے ایسا جواب دیا کہ کسی کو پھر اُن سے سوال کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

مگر مسیح یسوع اپنے مخالفین کو مزید بے نقاب کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے مذہبی لیڈروں کے مکارانہ منصُوبوں کو جو وہ اُنہیں بدنام و رُسوا کرنے کے لئے بنا رہے تھے اپنی کمال حکمت و دانش سے ناکام بنانے کے بعد، اُن سے ایک ایسا سوال کِیا جس سے موعودہ مسیح کے بارے میں قائم غلط تصور کی نشاندہی ہوتی تھی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۰ باب کی ۴۱ سے ۴۴ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''پھر اُس نے اُن سے کہا، مسیح کو کس طرح داؤد کا بیٹا کہتے ہیں؟ داؤد تو زبُور میں آپ کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا، میری دہنی طرف بیٹھ، جب تک مَیں تیرے دُشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی نہ کر دُوں۔ پس داؤد تو اُسے خداوند کہتا ہے پھر وہ اُس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا؟''
(لُوقا ۲۰:۴۱-۴۴)

تمام مذہبی لیڈر اِیمان و یقین رکھتے تھے کہ موعودہ مسیح داوٗد بادشاہ کی نسل سے ہو گا۔ اِس پختہ اِیمان کی طرف پاک اِلہامی صحائف نے بار بار اِشارہ کِیا۔ مثال کے طور پر یسعیاہ نبی نے آنے والے بادشاہ کے بارے میں پیشین کرتے ہوئے کہا، ''اُس کی سلطنت کے اِقبال اور سلامتی کی کچھ اِنتہا نہ ہو گی۔ وہ داوٗد کے تخت اور اُس کی مملکت پر آج سے اَبد تک حکمران رہے گا اور عدالت اور صداقت سے اُسے قیام بخشے گا، رَب اُلافواج کی غیوری یہ کرے گی۔'' (یسعیاہ ۹:۷) لیکن مذہبی راہنما یسعیاہ نبی کی پیشین گوئی کے دُوسرے اِلہامی الفاظ کی اہمیت کو نہ سمجھ سکے جو یسعیاہ نبی ہی کی معرفت دی گی۔ ''اِس لئے ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہُوا اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا اور سلطنت اُس کے کندھے پر ہو گی اور اُس کا نام عجیب مُشیر، خدای قادِر، اَبدیت کا باپ، سلامتی کا شہزادہ ہو گا۔'' (یسعیاہ ۹:۶) دُوسرے لفظوں میں یہ کہ اگرچہ خدا کی طرف سے بھیجا جانے والا مسیح داوٗد کی نسل سے ہو گا مگر وہ بھی آسمانی ہو گا یعنی خدا اِنسانی شکل میں مجسم ہو کر زمین پر آئے گا۔

مسیح یسوع نے زبُور ۱۱۰ کا حوالہ دے کر اِس تضاد کو اُجاگر کِیا۔ یہ زبُور داوٗد بادشاہ نے پاک رُوح سے سَرشار ہو کر تحریر کِیا۔ مذہبی لیڈر اِنکار نہیں کر سکتے تھے کہ موعودہ مسیح داوٗد کا بیٹا ہو گا ورنہ یہ پاک اِلہامی صحائف کی خلاف ورزی ہوتا۔ دُوسری طرف وہ یہ اِنکار بھی نہ کر سکے کہ داوٗد اُسے خداوند کہتا تھا اور خدا نے اِسی خداوند کو

اپنی دہنی طرف یعنی بہت زیادہ اعزاز و عزت کی جگہ بیٹھنے کو کہا۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ موعودہ مسیح نہ صرف اپنے آباؤ اجداد یعنی داوٗد سے عظیم تر ہے بلکہ وہ آسمانی بھی ہے۔ پَولُس رسول موعودہ مسیح کی یوں وضاحت کرتا ہے، ''اپنے بیٹے ہمارے خداوند یسوع مسیح کی نسبت وعدہ کِیا تھا جو جسم کے اعتبار سے تو داوٗد کی نسل سے پیدا ہُوا، لیکن پاکیزگی کی رُوح کے اعتبار سے مُردوں میں جی اُٹھنے کے سبب سے قدرت کے ساتھ خدا کا بیٹا ٹھہرا۔'' (رُومیوں ۱:۳۔۴)

کچھ ہی دِن پہلے جب وہ یروشلیم میں داخل ہُوا تو لوگوں کا ہجوم یسوع کو موعودہ مسیح کی حیثیت سے خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ مسیح خداوند نے زبُور ۱۱۰ کا حوالہ دے کر واضح کِیا کہ پیدائشی طور پر اُنہیں موعودہ مسیح مان لینا بھی قبول کرنا ہی ہے کہ وہ داوٗد بادشاہ کے آباؤ اجداد کی نسل سے کہیں بڑھ کر ہے۔ وہ ایک آسمانی حکمران ہے، اور کچھ ہی دیر بعد مسیح یسوع مُردوں میں سے جی اُٹھ کر اپنے آسمانی ہونے کا ثبوت دے گا۔

درحقیقت موعودہ مسیح کے آسمانی ہونے کے کچھ اَور اثرات بھی ہو سکتے ہیں یعنی اُس کو رَد کرنا ایسے ہی ہے جیسے خدا کے خلاف ہونا۔ وعدہ کِئے ہوئے مسیح کو رَد کرنے کے سخت ترین نتائج بھی نکل سکتے ہیں۔ مسیح خداوند نے جس زبُور کا حوالہ دیا اُس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ تیرے دُشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی بناؤں گا۔ مسیح یسوع نے اپنی

وارننگ کی مزید وضاحت کی، ''جب سب لوگ سُن رہے تھے تو اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ فقیہوں سے خبردار رہنا جو لمبے لمبے جامے پہن کر پھرنے کا شوق رکھتے ہیں اور بازاروں میں سلام اور عبادتخانوں میں اعلیٰ درجے کی کُرسیاں اور ضیافتوں میں صدر نشینی پسند کرتے ہیں۔ وہ بیواؤں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہیں اور دِکھاوے کے لئے نماز کو طُول دیتے ہیں۔ اِنہیں زیادہ سزا ہو گی۔'' (لُوقا ۲۰:۴۵-۴۷)

مسیح خداوند نے بڑی صفائی سے کہا کہ مذہبی رسم و رواج پر عمل اور منہ میں دینی الفاظ کا وِرد کرنے سے کوئی خدا کے ہاں مقبول نہیں ٹھہرتا۔ شریعت کے اُستاد و عالم محض دِکھاوے کے لئے نیک و پاک صاف تھے مگر اُن کے دِل میں خدا کی تابعداری کا نام و نشان تک نہ تھا۔ وہ صرف زبانی کلامی مسیحِ موعود کے آنے کی بات کرتے تھے مگر جب وہ آیا تو اُسے رَد کر دیا۔ وہ خدا کو جلال دینے کی بجائے اپنے آپ کو عزت و مرتبہ دینا چاہتے تھے۔ درحقیقت اُنہوں نے مذہب کا ایک لبادہ اُوڑھ رکھا تھا جس کی آڑ میں وہ بے اِنصافی کو جائز سمجھتے تھے۔ اُن کے مذہبی رسم و رواج اور لمبی لمبی دُعائیں نمازیں اُس سنگین سزا سے بچا نہیں سکیں گی جو اُسی رَد کِئے ہوئے موعودہ مسیح کی آسمانی عدالت میں دی جائے گی۔ ذرا سُوچیئے کہ فیصلے کی گھڑی میں ہمارے ساتھ کیا ہو گا؟

مذہبی راہنماؤں کے برعکس ایک غریب بیوہ تھی جس کا فعل و عمل اِن مذہبی ریاکاروں سے بالکل مختلف تھا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۱

باب کی ا سے ۴ آیت میں یوں لکھا ہے، ''پھر اُس نے آنکھ اُٹھا کر اُن دولتمندوں کو دیکھا جو اپنی نذروں کے روپے ہیکل کے خزانہ میں ڈال رہے تھے، اور ایک کنگال بیوہ کو بھی اُس میں دو دمڑیاں ڈالتے دیکھا۔ اِس پر اُس نے کہا، مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اِس کنگال بیوہ نے سب سے زیادہ ڈالا کیونکہ اُن سب نے تو اپنے مال کی بُہتات سے نذر کا چندہ ڈالا مگر اِس نے اپنی ناداری کی حالت میں جتنی روزی اُس کے پاس تھی سب ڈال دی۔'' (لُوقا ۲۱:۱۔۴)

دُنیا جس معیار سے اِنسانوں کو ناپتی تولتی ہے اُس میں کنگال بیوہ کی کوئی حیثیت و قدر نہیں۔ وہ نہ تو بااثر اور نہ ہی طاقتور ہے۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ ہے کون بلکہ ہمیں تو اُس کا نام تک معلوم نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اُن بیواؤں میں سے ایک تھی جن کا مسیح یسوع نے ذِکر کیا تھا جن کا شریعت کے اُستادوں نے اِستحصال کِیا تھا۔ خیر وہ جو کوئی بھی تھی اُس کی سیرت و کردار میں ایک ایسی خوبی تھی جو اُسے مذہبی لیڈروں سے بہتر اِنسان ثابت کرتی ہے یعنی اُس نے اپنے آپ کو مکمل طور خدا کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔

اگر دیکھا جائے تو دُوسرے لوگوں کے مقابلہ میں بیوہ کا معمولی سا چندہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ظاہر ہے اِس سے ہیکل کے اخراجات پورے نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن وہ خدا جس نے کل کائنات کو کچھ نہ ہونے کے باوجود تخلیق کِیا، اُسے ہمارے روپئے پیسے کی قطعی ضرورت

نہیں، مگر ہاں، ضرورت ہے تو ہمارے دِلوں کی۔ کنگال بیوہ کے پاس جو کچھ تھا سب دے دیا اور اِس طرح اُس نے خدا کے ساتھ اپنی سچی وفاداری ظاہر کی۔ ہم اِنسانوں کی نظر میں اُس کی دو دمڑیوں کی کوئی اہمیت نہیں، مگر خدا کی نظر میں یہ ایک انمول تحفہ تھا۔ مگر ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا ہم اُس وقت خدا کو دیتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ ہمارے پاس بہت زیادہ آ گیا ہے یا بیوہ کی طرح اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں؟

چھہتّر واں باب

یروشلیم برباد ہونے کے نشانات

(لُوقا ۲۱:۵-۲۴)

یہودی لوگوں کے دِل میں یروشلیم شہر کی ایک خاص عقیدت و احترام ہے۔ یہ وہی شہر تھا جِسے اُن کے سب سے مشہور اور محبوب حکمران داوٗد بادشاہ نے اپنا دارالحکومت منتخب کیا۔ اِس سے بھی زیادہ اہم بات یہ کہ یروشلیم ہی وہ شہر ہے جس میں سلیمان بادشاہ نے ہیکل کو تعمیر کِیا جو یہودی مذہب کا گڑھ ہے۔ خداوند خدا کی حضوری اِسی ہیکل کے اندرونی حِصہ میں سکونت کرتی تھی جِسے سب سے زیادہ پاک و مُقدس مقام کہتے ہیں۔ یہودیوں کی سوچ کے مطابق ہیکل کے خلاف کچھ کہنا کفر بکنے کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ جب حُکام آخرِ کار یسوع مسیح کو مقدمہ کے لئے لائے تو اُس پر ایک اِلزام یہ تھا کہ اُس نے ہیکل کو تباہ کرنے کی دھمکی دی ہے، حالانکہ یہ سَراسَر بہتان اور جھوٹ تھا۔ ہاں، مسیح خداوند نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ یروشلیم ہیکل سمیت تباہ ہو جائے گا۔ اور اپنی وفات کے کچھ دیر پہلے مسیح یسوع نے اُس شہر پر آنسو بہائے اور اعلان کِیا کہ یہاں پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے کیونکہ

اِس نے مجھے خدا کی طرف سے بھیجا ہُوا موعودہ مسیح تسلیم کرنے سے اِنکار کِیا ہے۔

کچھ دِن بعد مسیح یسوع کے شاگردوں نے ہیکل پر پھر بات شروع کی۔ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲۱ باب کی ۵ سے ۲۴ آیت میں لکھتا ہے، ''اور جب بعض لوگ ہیکل کی بابت کہہ رہے تھے کہ وہ نفیس پتھروں اور نذر کی ہوئی چیزوں سے آراستہ ہے تو اُس نے کہا، وہ دِن آئیں گے کہ اِن چیزوں میں سے جو تم دیکھتے ہو یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے۔ اُنہوں نے اُس سے پوچھا کہ اَے اُستاد! پھر یہ باتیں کب ہوں گی؟ اور جب وہ ہونے کو ہوں اُس وقت کا کیا نشان ہے؟ اُس نے کہا خبردار! گمراہ نہ ہونا کیونکہ بُہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ وہ مَیں ہی ہوں اور یہ بھی کہ وقت نزدیک آ پہنچا ہے۔ تم اُن کے پیچھے نہ چلے جانا۔ اور جب لڑائیوں اور فسادوں کی افواہیں سُنو تو گھبرا نہ جانا کیونکہ اُن کا پہلے واقع ہونا ضرور ہے لیکن اُس وقت فوراً خاتمہ نہ ہو گا۔ پھر اُس نے اُن سے کہا کہ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی، اور بڑے بڑے بُھونچال آئیں گے اور جا بجا کال اور مری پڑے گی اور آسمان پر بڑی بڑی دہشتناک باتیں اور نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ لیکن اِن سب باتوں سے پہلے وہ میرے نام کے سبب سے تمہیں پکڑیں گے اور ستائیں گے اور عبادتخانوں کی عدالت کے حوالہ کریں گے اور قید خانوں میں ڈلوائیں گے

اور بادشاہوں اور حاکموں کے سامنے حاضر کریں گے، اور یہ تمہارا گواہی دینے کا موقع ہو گا۔ پس اپنے دِل میں ٹھان رکھو کہ ہم پہلے سے فکر نہ کریں گے کہ کیا جواب دیں کیونکہ مَیں تمہیں ایسی زبان اور حکمت دُوں گا کہ تمہارے کسی مخالف کو سامنا کرنے یا خلاف کہنے کا مقدُور نہ ہو گا۔ اور تمہیں ماں باپ اور بھائی اور رشتہ دار اور دوست بھی پکڑوائیں گے بلکہ تم میں سے بعض کو مروا ڈالیں گے، اور میرے نام کے سبب سے سب لوگ تم سے عداوت رکھیں گے، لیکن تمہارے سَر کا ایک بال بھی بِیکا نہ ہو گا۔ اپنے صبر سے تم اپنی جانیں بچائے رکھو گے۔ پھر جب یروشلیم کو فوجوں سے گِھرا ہُوا دیکھو تو جان لینا کہ اُس کا اُجڑ جانا نزدیک ہے۔ اُس وقت جو یہودیہ میں ہوں پہاڑوں پر بھاگ جائیں اور جو یروشلیم کے اندر ہوں باہر نکل جائیں اور جو دیہات میں ہوں شہر میں نہ جائیں کیونکہ یہ اِنتقام کے دِن ہوں گے جن میں سب باتیں جو لکھی ہیں پوری ہو جائیں گی۔ اُن پر افسوس ہے جو اُن دِنوں میں حاملہ ہوں اور جو دُودھ پلاتی ہوں! کیونکہ مُلک میں بڑی مُصیبت اور اِس قوم پر غضب ہو گا، اور وہ تلوار کا لُقمہ ہو جائیں گے اور اسِیر ہو کر سب قوموں میں پہنچائے جائیں گے اور جب تک غیر قوموں کی میعاد پوری نہ ہو یروشلیم غیر قوموں سے پامال ہوتا رہے گا۔" (لُوقا ۲۱:۵-۲۴)

یہ مسیح یسوع کے شاگردوں کا اِیمان و بھروسہ تھا کہ اُنہیں اپنے خداوند کے اِس اعلان پر شک نہ ہُوا کہ عظیم اُلشان ہیکل کا کسی پتھر پر

پتھر باقی نہ رہے گا جو گرایا نہ جائے۔ اُنہوں نے صرف یہ سوال کِیا کہ یہ سب تباہی کب ہو گی؟ بِلا شبہ وہ جاننا چاہتے تھے کہ اُن نشانوں کو نظر میں رکھیں تاکہ اپنے آپ کو اور اپنے عزیز رشتے داروں کو پہلے سے محفوظ کر سکیں۔ شاگردوں کو اپنی حفاظت کے اِنتظامات سے آگاہ کرنے سے پہلے مسیح یسوع نے اُنہیں باخبر کِیا کہ وہ کون سے نشانات ہیں جو ہیکل پر آنے والی تباہی کے نہیں ہوں گے تاکہ شاگرد کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ بس تباہی نزدیک ہے جیسے کہ لوگ اُٹھ کر مسیح ہونے کا دعویٰ کریں گے اور پیشین گوئیاں کریں گے کہ خاتمہ نزدیک ہے۔ اگرچہ مسیح یسوع خاص طور پر یروشلیم کی تباہی کے بارے میں بات کر رہے تھے مگر ہمیں بھی اِس وارننگ کو دِل میں رکھنا چاہیے۔ جب بھی کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح واپس آ گیا ہے یا دُنیا کے آخر کا دِن تاریخ بتائے تو سمجھ جائیں کہ یہ سَراسَر جھوٹ ہے۔ ہمیں ہرگز دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ مسیح یسوع نے پہلے ہی وضاحت کر دی ہے کہ اُس کے دوبارہ زمین پر آنے کے بارے میں کسی قِسم کی کوئی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ ”کیونکہ جیسے بجلی آسمان کی طرف سے کوند کر دُوسری طرف چمکتی ہے ویسے ہی ابنِ آدم اپنے دِن میں ظاہر ہو گا۔“ (لُوقا ۱۷:۲۴)

اِس کے علاوہ کچھ اَور بھی ہے جس سے یہ اِشارہ نہ ملے گا کہ یروشلیم کا خاتمہ نزدیک ہے یعنی لڑائیاں اور فسادوں کی افواہیں۔ جب بھی

قوموں کے درمیان لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں تو لوگ اُن میں آسمانی نشانیاں تلاش کرنے میں جلد بازی کرتے ہیں، مگر مسیح خداوند نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ گھبرا نہیں جانا۔ یہ اِس بات کی طرف اِشارہ نہیں کہ یروشلیم کی تباہی اُن پر آ چکی ہے۔

یروشلیم کی تباہی کا ایک اَور جھوٹا اِشارہ قدرتی آفات اور آسمانی نشانات کا ظاہر ہونا تھا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ مسیح یسوع لفظی یا علامتی طور پر بات کر رہے تھے کیونکہ بائبل مُقدس اکثر قدرتی آفات اور آسمانی تبدیلیوں کو سیاسی ہلچل کے اِستعارے کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ خیر جیسا بھی ہے شاگردوں کو چاہیے کہ اِن نشانات سے کوئی جھوٹا نتیجہ نہ نکالیں کہ یہ خاتمہ کی نشانیاں ہیں۔

یروشلیم کی بربادی سے پہلے کچھ اَور بھی تھا جس پر مسیح خداوند کے شاگرد یقین کر سکتے تھے یعنی مسیح پر اِیمان کے سبب سے اپنے ہی دوستوں، رشتے داروں کے ہاتھوں اذیتیں، گرفتاریاں، دھوکا فریب یہاں تک کہ شہادتیں۔ مگر اِس ظلم و ستم کے باوجود مسیح کے شاگردوں کو ڈرنا اور خوفزدہ نہیں ہونا کیونکہ مسیح خداوند خود تمہارا نگہبان ہو گا اور تمہیں ایسی حکمت اور زبان بخشے گا کہ دُشمنوں کو جواب دینے کی ہمت نہ ہو گی۔ تم اِس لئے یہ سب تکلیفیں اُٹھاؤ گے کہ حکمرانوں کے سامنے یہ مسیح کے وسیلہ سے نجات کی خوشخبری دینے کا موقع ہو گا۔ اعمال کی اِلہامی کتاب میں لکھا ہے کہ کس طرح مسیح یسوع کی باتیں سچ ثابت

ہوئیں کیونکہ شاگردوں کو ستایا گیا اور پکڑ کر جیل میں ڈال دیا گیا جس کے سبب سے اُنہیں موقع مِلا کہ گورنروں اور بادشاہوں کے سامنے اپنے خداوند یسوع مسیح کی گواہی دیں۔

مسیح کا یہ کہنا کچھ عجیب سا لگتا ہے، ایک طرف وہ کہتا ہے کہ شاگرد ہلاک کر دیئے جائیں گے اور دُوسری طرف کہ تمہارے سَر کا ایک بال بھی بیکا نہ ہو گا۔ مسیح یسوع کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اِیمان پر مضبوطی سے قائم رہنے سے زندگی ملتی ہے یہاں تک کہ شہادت بھی اُسے تباہ و برباد نہیں کر سکتی۔ اذیتیوں اور ظلم و ستم سے مسیح کی پیروی کرنے والوں کی رُوحوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

اگر جھوٹے نبی، لڑائیاں، فساد اور قدرتی آفات یروشیلم پر آنے والے عذاب کی طرف اِشارہ نہیں، تو پھر کیا ہے؟ جب شاگرد یروشیلم کو فوجوں سے گھرا ہُوا دیکھیں تو جان بچا کر بھاگ جائیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مسیح کی وفات کے بعد چھیاسٹھ سنِ عیسوی میں رُومیوں نے یروشیلم کو گھیر لیا مگر پھر پیچھے ہٹ گئے۔ یہودیوں نے یہ سمجھا کہ خدا نے اُنہیں رہائی دے دی ہے مگر مسیح کے شاگردوں کو اپنے خداوند کی وارننگ یاد تھی لہذا وہ موقع جان کر شہر سے بھاگ گئے۔ رُومی، مسیح کی وفات کے بعد ستر سنِ عیسوی میں واپس آئے اور شہر پر قبضہ کر لیا اور شہر اور ہیکل کو تباہ و برباد کر دیا۔ جیسا کہ مسیح یسوع نے پیشینگوئی کی تھی رُومیوں نے کئی ہزار لوگوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ ہزاروں

جلاوطنی میں چلے گئے اور ہزاروں غلام بنا کر فروخت کر دیئے گئے۔ یروشیلم کی تباہی سے یہودیوں کی بجائے خدا نے غیر قوموں کے ذریعہ بنی نوع اِنسان کی نجات کے منصُوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، اور یہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک اُن کا وقت پورا نہیں ہو جاتا۔

ستّر واں باب

اِبنِ آدم کی دوبارہ آمد

(لُوقا ۲۱:۲۵-۳۸)

اپنی زندگی میں پیش آنے والے دُکھوں، تکلیفوں اور حادثات کو حوالے کے طور پر اِستعمال کرنا ایک قدرتی سی بات ہے۔ جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''یہ واقعہ جنگ کے دو سال پہلے پیش آیا۔'' ہم ایسے واقعات کا بھی اِستعمال کرتے ہیں جنہیں ہم دُوسرے حالات و واقعات کو تصور کرنے کے لئے سمجھ سکتے ہیں جن کا تصور و خیال کرنا مشکل ہوتا ہے۔

مسیح یسوع نے یروشلیم شہر کی تباہی و بربادی کی پیشین گوئی کی اور اِس سے بھی بڑھ کر یہ کہ خدا کی پاک عبادت گاہ یعنی ہیکل بھی برباد و ویران ہو جائے گی۔ بِلاشک و شبہ اِس بات کو قبول کرنا شاگردوں کے لئے بہت مشکل تھا۔ وہ قبول کریں یا نہ کریں مگر وہ خوب سمجھ سکتے تھے کہ مسیح خداوند کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے یروشلیم شہر اور ہیکل کو دیکھ کر تصور کر سکتے تھے کہ کیا ہونے والا ہے۔ تاہم، یسوع نے ہیکل کی تباہی کو دُنیا کے واقعات میں کہیں زیادہ بڑی رکاوٹ کو ظاہر کرنے کے لئے اِستعمال کِیا یعنی اُس کی زمین پر قدرت، طاقت و جلال کے ساتھ دوبارہ آمد۔

لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲۱ باب میں بتاتا ہے کہ یروشیلم کی تباہی کے نشانات شاگردوں کو پہلے ہی دیئے گئے تھے۔ اِسی باب کی ۲۵ سے ۳۸ آیت میں مسیح یسوع فرماتے ہیں، ''اور سُورج اور چاند اور ستاروں میں نشان ظاہر ہوں گے اور زمین پر قوموں کو تکلیف ہو گی کیونکہ وہ سمندر اور اُس کی لہروں کے شور سے گھبرا جائیں گی، اور ڈر کے مارے اور زمین پر آنے والی بلاؤں کی راہ دیکھتے دیکھتے لوگوں کی جان میں جان نہ رہے گی، اِس لئے کہ آسمان کی قوتیں ہلائی جائیں گی۔ اُس وقت لوگ اِبنِ آدم کو قدرت اور بڑے جلال کے ساتھ بادل میں آتے دیکھیں گے۔ اور جب یہ باتیں ہونے لگیں تو سیدھے ہو کر سَر اُوپر اُٹھانا اِس لئے کہ تمہاری مخلصی نزدیک ہو گی۔ اور اُس نے اُن سے ایک تمثیل کہی کہ اِنجیر کے درخت اور سب درختوں کو دیکھو۔ جُونہی اُن میں کُونپلیں نکلتی ہیں تم دیکھ کر آپ ہی جان لیتے ہو کہ اَب گرمی نزدیک ہے۔ اِسی طرح جب تم اِن باتوں کو ہوتے دیکھو تو جان لو کہ خدا کی بادشاہی نزدیک ہے۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک یہ سب باتیں نہ ہو لیں، یہ نسل ہرگز تمام نہ ہو گی۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔ پس خبردار رہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے دِل خُمار اور نشہ بازی اور اِس زندگی کی فکروں سے سُست ہو جائیں اور وہ دِن تم پر پھندے کی طرح ناگہاں آ پڑے کیونکہ جتنے لوگ تمام رُوئے زمین پر موجود ہوں گے اُن سب پر وہ اِسی طرح آ

پڑے گا۔ پس ہر وقت جاگتے اور دُعا کرتے رہو تا کہ تم کو اِن سب ہونے والی باتوں سے بچنے اور ابنِ آدم کے حضُور کھڑے ہونے کا مقدُور ہو۔ اور وہ ہر روز ہیکل میں تعلیم دیتا تھا اور رات کو باہر جا کر اُس پہاڑ پر رہا کرتا تھا جو زیتون کا کہلاتا ہے۔ اور صبح سویرے سب لوگ اُس کی باتیں سُننے کو ہیکل میں اُس کے پاس آیا کرتے تھے۔'' (لُوقا ۲۱:۲۵-۳۸)

ہم نہیں جانتے کہ مسیح یسوع نے سُورج، چاند ستاروں سے متعلق جن نشانوں کی بابت کہا ہے وہ واقعی رُونما ہوں گے یا محض علامتی ہوں گے۔ عین ممکن ہے کہ مسیح کی زمین پر واپسی سے پہلے آسمانی جسم عجیب طرح سے کام کریں گے۔ پاک صحائف بھی سیاسی انقلاب اور قوموں کے اُلٹنے کے لئے ایسی ہی علامتی زبان اِستعمال کرتے ہیں۔ دونوں صُورتوں میں، معمول کے مطابق حالات و واقعات میں رکاوٹ و پریشانی کا باعث ہو گا۔ لوگ مسیح یسوع کو آتا دیکھ کر ڈر خوف سے بے ہُوش ہو جائیں گے۔ مگر اِس کے برعکس جو مسیح کے سچے پیروکار ہیں سیدھے ہو کر اپنے سَر اُوپر اُٹھائیں گے تو وہ اپنے خداوند کے زمین پر آنے کی تصدیق کریں گے۔ مسیح کے شاگردوں کو اکثر طنز و مزاح اور ظلم و اذیت کا نشانہ بنایا گیا، مگر جب مسیح زمین پر واپس آئیں گے تو صاف واضح ہو جائے گا کہ اُس کے پیروکار ہمیشہ سے حق پر تھے۔ دُنیا کسی صُورت میں بھی خوشخبری کے پیغام کا اِنکار نہیں کر سکتی جس کو طنز و رَد

کرتی اور اِیمان نہیں لاتی۔ مسیحی خوفزدہ ہونے کی بجائے اپنے خداوند کی زمین پر آمد کو بھرپور توقع کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ اُن کی زندہ اُمید کی اَب تکمیل ہو گی۔

جب مسیح یسوع نے یہ کہا کہ لوگ ''اِبنِ آدم'' کو بڑے جلال کے ساتھ بادل میں آتا دیکھیں گے تو وہ درحقیقت دانی ایل نبی کے ۷ باب کی ۱۳ سے ۱۴ آیت میں درج پیشین گوئی کا حوالہ دے رہے تھے۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح یسوع کہہ رہے تھے کہ اُن کی زمین پر واپسی کی پیشین گوئی بہت عرصہ پہلے کی جا چکی ہے۔ اور ایسے مُنکرین جو کہتے ہیں کہ مسیح دوبارہ نہیں آئیں گے وہ خدا کے پاک و اِلہامی کلام کا اِنکار کرتے ہیں جو خدا کے نبیوں پر نازل ہُوا۔

مسیح یسوع کا زمین پر دوبارہ آنا اُن کے پیروکاروں کے لئے حیرت کا باعث نہیں ہو گا کیونکہ وہ درختوں اور دیگر پودوں کو دیکھ کر موسموں کے بدلنے کی پیشین گوئی کرنا جانتے ہیں، اس لئے کہ مسیح یسوع نے کہا کہ اُس کی واپسی سے پہلے ایسا ہی ہو گا، اِسی لئے وہ خبردار ہو جائیں گے کہ خداوند کا آنا ناگزیر ہے۔ ہم اِس کھلبلی، اِنتشار و خلل کو جو مسیح کی دوبارہ آمد پر نشان کے طور پر ظاہر ہو گا کیسے، مسیح یسوع کی اُس پہلے سے دی گئی تعلیم کی روشنی میں دیکھ سکتے ہیں کہ اُس کی آمد امن اور خوشحالی کے وقت میں ہو گی؟ یاد رکھیئے کہ مسیح خداوند یروشلیم کی تباہی کے تناظر میں زمین پر اپنی واپسی کے بارے میں بات کر رہے

تھے۔ یہ شہر غلط حفاظتی اِنتظام کے دَور کے بعد گر گیا جب رومی فوج عارضی طور پر پیچھے ہٹ گئی۔ اِسی طرح مسیح کی واپسی بھی بظاہر امن کے دَور میں ہو گی جس سے لوگ اِطمینان و خوش فہمی کا شکار ہو جائیں گے۔ جس طرح یروشلیم کی تباہی و بربادی یہودیوں کو حیرت میں ڈال دے گی، اُسی طرح مسیح کی زمین پر واپسی سے آنے والی آفت و مُصیبت یسوع کے پیروکاروں کے علاوہ ہر کسی کو حیرت میں ڈال دے گی۔

مسیح یسوع نے کہا کہ "...جب تک یہ سب باتیں نہ ہو لیں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہو گی۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔" (لُوقا ۲۱:۳۲-۳۳) اِس کا واضح مطلب یہ ہے کہ مسیح خداوند یروشلیم کی تباہی کی طرف اِشارہ کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ اُن لوگوں کی زندگیوں کے دوران واقع ہو گا جن سے وہ مخاطب تھے۔ البتہ ایک اَور ممکنہ تشریح و وضاحت بھی ہے۔ بائبل مُقدس میں بعض اوقات لفظ "نسل" کا اِستعمال اُن لوگوں کے لئے کِیا گیا ہے جو خدا سے دُور ہو گئے ہیں۔ مثال کے طور پر استثنا کی اِلہامی کتاب کے ۳۲ باب کی ۵ آیت میں لکھا ہے، "یہ لوگ اُس کے ساتھ بُری طرح سے پیش آئے۔ یہ اُس کے فرزند نہیں، یہ اُن کا عیب ہے۔ یہ سب کجرو اور ٹیڑھی نسل ہیں۔" (استثنا ۳۲:۵) اِس سے پہلے مسیح یسوع نے ریاکار و مُنافق مذہبی لیڈروں کے بارے میں بتایا، اور عین ممکن ہے کہ وہ کہہ

رہے ہوں کہ زمین پر اُن کی دوبارہ آمد پر یہودی راہنما پھر بھی بے ایمان ہی رہیں گے۔

ایسے لوگ بھی ہیں کہ جو مسیح کی واپسی کے بارے میں سوال کریں گے کہ ایسا ممکن بھی ہے یا نہیں۔ مثال کے طور پر پطرس رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''اور یہ پہلے جان لو کہ اِخیر دِنوں میں ایسے ہنسی ٹھٹھا کرنے والے آئیں گے جو اپنی خواہشوں کے مُوافق چلیں گے، اور کہیں گے کہ اُس کے آنے کا وعدہ کہاں گیا؟ کیونکہ جب سے باپ دادا سوئے ہیں اُس وقت سے اَب تک سب کچھ ویسا ہی ہے جیسا خلقت کے شروع سے تھا۔'' (۲۔پطرس ۳:۳۔۴) اِس بارے میں مسیح یسوع کا جواب یہ ہے کہ ''آسمان اور زمین ٹل جائیں گے لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔'' سچ تو یہ ہے کہ لوگوں کا یقین و اِنکار ازلی سچائی کو بدل نہیں سکتا۔ مسیح خداوند زمین پر واپس آ رہا ہے خواہ کتنے ہی سال کیوں نہ گزر جائیں۔

بدقسمتی سے، مسیح یسوع کی واپسی فوری طور پر نہ ہونے کے سبب سے ہم پاک و راست زندگی بسر کرنے کا احساس کھو سکتے ہیں۔ ہم بھول سکتے ہیں کہ جس طرح سے زندگی گزارتے ہیں اُس کے لئے جوابدہ ہوں گے۔ اور گناہ بلکہ زندگی کی پریشانیاں بھی ہماری توجہ اِس سب سے اہم و ضروری سچائی سے دُور کر دیں گی، اور جب ہم ایسا کریں گے تو کیا خداوند خدا ہم سے خوش ہو گا؟ ہمیں مسیح یسوع کی آمد کے لئے ہر

وقت تیار و مُستعد اور دُعا میں مشغول رہنا چاہیے تا کہ ناپاک و ناراست زندگی کے جال میں نہ پھنس جائیں۔

اٹھترواں باب

بادشاہ کو پکڑوانے والا

(لُوقا ۲۲:۱-۲۳)

یہودی مذہبی راہنما مسیح یسوع کو اپنے عہدے اور سلامتی کے لئے ایک خطرہ سمجھتے تھے۔ اِسی لئے اُنہوں نے اُسے اپنے راستے سے ہٹانے کا عزم کر لیا، لیکن اُنہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ کام کیسے کریں۔ وہ دلائل و حقائق کی روشنی میں یسوع سے بحث مباحثہ کرنے کے قابل نہیں تھے، اور نہ ہی وہ اُس کے اِلٰہی معجزات سے اِنکار کر سکتے تھے۔ وہ یسوع کو سب کے سامنے پکڑ بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ لوگوں سے ڈرتے تھے۔ مگر مسیح یسوع نے اپنے ہی شاگردوں میں سے ایک بڑے خطرے کا سامنا کِیا۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۲ باب کی ۱ سے ۶ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''اور عیدِ فطیر جس کو عیدِ فسح کہتے ہیں نزدیک تھی، اور سردار کاہن اور فقیہ موقعہ ڈھونڈ رہے تھے کہ اُسے کس طرح مار ڈالیں کیونکہ لوگوں سے ڈرتے تھے۔ اور شیطان یہوداہ میں سمایا جو اسکریوتی کہلاتا اور اُن بارہ میں شمار کِیا جاتا تھا۔ اُس نے جا کر سردار کاہنوں اور سپاہیوں کے سرداروں سے مشورہ کِیا کہ اُس کو کس

طرح اُن کے حوالہ کرے۔ وہ خوش ہوئے اور اُسے روپئے دینے کا اِقرار کِیا۔ اُس نے مان لیا اور موقع ڈھونڈنے لگا کہ اُسے بغیر ہنگامہ اُن کے حوالہ کر دے۔" (لُوقا ۲۲:۱-۶)

وہ کون سی چیز ہے جو ایک آدمی کو اپنے پیارے دوست کو دُھوکا دینے پر اُکساتی ہے؟ ایک آدمی کیوں اپنے ہی محسن کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوتا ہے؟ کیوں اُس شخص کی مخالفت پر اُتر آتا ہے جس سے حمایت و پیروی کا عہد کِیا ہوتا ہے؟ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ایسی ہستی کو دُھوکا دے جس نے اُسے رسول ہونے کا اعزاز بخشا؟ لُوقا لکھتا ہے کہ شیطان اُس میں سما گیا، مگر ایسا کیونکر ممکن ہے؟ یہوداہ اسکریوتی وہ شاگرد تھا جِسے مسیح خداوند نے شیطانی رُوحوں کو نکالنے کی قدرت و طاقت بخشی تھی تو پھر شیطان کیسے اُس میں سما گیا؟ ایک خاص بات جس سے شیطان کو اُس میں داخل ہونے کا موقع مِلا، وہ تھا لالچ۔ یہوداہ اکیلا نہیں تھا جس کی یہ سوچ تھی کہ مسیح یسوع کی پیروی کرنے سے اپنی خود غرض خواہشات کی تکمیل کر سکتا ہے۔ مسیح خداوند کے دُوسرے شاگرد بھی یہی سوچ رکھتے تھے کہ اُن کو بادشاہی میں اعلیٰ عہدے مِلیں گے، اِسی لئے اُن میں بحث ہوتی رہتی تھی کہ کون زیادہ اہم ہے، مگر اِس کے باوجود وہ اِیماندار لوگ تھے۔ لیکن پاک صحائف کے مطابق یہوداہ ایک چور تھا۔ کیونکہ پیسوں کی تھیلی اُس کے پاس ہوتی تھی لہٰذا اُس نے خزانچی کے

اِس ذمہ دار عہدے کو اپنی جیب گرم کرنے کے لئے اِستعمال کِیا۔ اِسی لالچ و ہَوس نے شیطان کے لئے دروازہ کھول دیا کہ اُس میں داخل ہو۔

ایک اَور سبب سے یہوداہ نے اپنے خداوند کو دُھوکا دیا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ مسیح یسوع کو مجبور کرے کہ وہ اپنی بادشاہی کا آغاز کریں۔ اِس کے باوجود کہ ہجوم نے یروشیلم میں داخل ہوتے وقت مسیح کا بادشاہ کے طور پر اِستقبال کِیا، مگر اُس نے ہیکل میں خرید فروخت کرنے والوں کو باہر نکالنے کے علاوہ موجودہ حکمرانوں کو ہٹانے کے لئے کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھایا۔ شائد یہوداہ سوچ رہا تھا کہ اگر حکمران مسیح کو پکڑ لیں تو اُس کے پاس اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بادشاہت قائم کرنے کے سِوا کوئی اَور راستہ نہ ہو گا۔ یہوداہ اسکریوتی کے ذہن کے مطابق مسیح خداوند کو دُھوکا دے کر دو اچھے مقاصد پورے کر سکتا ہے۔ مسیح یسوع مجبوراً اپنے آپ کو بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیں گے اور وہ تھوڑا اَور پیسہ کما لے گا۔ اُس نے بعد میں جو کِیا اُس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ تصور بھی نہیں کرتا تھا کہ مسیح خداوند کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے۔ مگر جب حکمرانوں نے یسوع کو موت کی سزا سُنائی تو وہ پریشان ہُوا۔

یہوداہ اسکریوتی کا یہ اندازہ دُرست تھا کہ مسیح خداوند چاہتا تو دُکھوں تکلیفوں سے بچ سکتا تھا۔ اُنہیں پہلے بھی کئی بار نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی مگر وہ بچ نکلے۔ البتہ نہ تو یہوداہ اور نہ ہی باقی کے شاگرد سمجھ سکے کہ اُس نے کیوں دُکھ تکلیف اور موت سہنے کو ترجیح

دی۔ مسیح یسوع نے یقین دِلایا کہ اُس کی یہ قربانی زمانوں تک یاد رکھی جائے گی۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۲ باب کی ۷ سے ۲۳ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''اور عیدِ فطیر کا دِن آیا جس میں فسح ذبح کرنا فرض تھا۔ اور یسوع نے پطرس اور یُوحنا کو یہ کہہ کر بھیجا کہ جا کر ہمارے کھانے کے لئے فسح تیار کرو۔ اُنہوں نے اُس سے کہا، تُو کہاں چاہتا ہے کہ ہم تیار کریں؟ اُس نے اُن سے کہا، دیکھو شہر میں داخل ہوتے ہی تمہیں ایک آدمی پانی کا گھڑا لئے ہوئے ملے گا۔ جس گھر میں وہ جائے اُس کے پیچھے چلے جانا، اور گھر کے مالک سے کہنا کہ اُستاد تجھ سے کہتا ہے وہ مہمان خانہ کہاں ہے جس میں مَیں اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کھاؤں؟ وہ تمہیں ایک بڑا بالا خانہ آراستہ کِیا ہُوا دِکھائے گا، وہیں تیاری کرنا۔ اُنہوں نے جا کر جیسا اُس نے اُن سے کہا تھا ویسا ہی پایا اور فسح تیار کِیا۔ جب وقت ہو گیا تو وہ کھانا کھانے بیٹھا اور رسول اُس کے ساتھ بیٹھے۔ اُس نے اُن سے کہا، مجھے بڑی آرزو تھی کہ دُکھ سہنے سے پہلے یہ فسح تمہارے ساتھ کھاؤں کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ اُسے کبھی نہ کھاؤں گا جب تک وہ خدا کی بادشاہی میں پورا نہ ہو۔ پھر اُس نے پیالہ لے کر شکر کِیا اور کہا کہ اِس کو لے کر آپس میں بانٹ لو کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ انگور کا شیرہ اَب سے کبھی نہ پیئوں گا جب تک خدا کی بادشاہی نہ آئے۔ پھر اُس نے روٹی لی اور شکر کر کے توڑی اور یہ کہہ کر اُن کو دی کہ یہ میرا بدن ہے جو

تمہارے واسطے دیا جاتا ہے۔ میری یادگاری کے لئے یہی کِیا کرو۔ اور اِسی طرح کھانے کے بعد پیالہ یہ کہہ کر دیا کہ یہ پیالہ میرے اُس خون میں نیا عہد ہے جو تمہارے واسطے بہایا جاتا ہے، مگر دیکھو، میرے پکڑوانے والے کا ہاتھ میرے ساتھ میز پر ہے کیونکہ اِبنِ آدم تو جیسا اُس کے واسطے مقرر ہے جاتا ہی ہے مگر اُس شخص پر افسوس ہے جس کے وسیلہ سے وہ پکڑوایا جاتا ہے! اِس پر وہ آپس میں پوچھنے لگے کہ ہم میں سے کون ہے جو یہ کام کرے گا۔؟" (لُوقا ۲۲:۷۔۲۳)

خدا نے عیدِ فسح کی ضیافت کو ایک یادگار کے طور پر قائم کِیا کہ کس طرح اُس نے یہودی لوگوں کو مِصر میں فرعون کی غلامی اور موت سے نجات بخشی۔ خدا کے حکم سے ہر خاندان کا فرض تھا کہ وہ ایک برہ ذبح کرے اور اُس کا کچھ خون گھر کے باہر دروازہ کی چوکھٹ پر لگا دے، اور جب رات کو موت کا فرشتہ گزرے تو وہ ہر اُس گھر کو چھوڑ دے گا جس کی چوکھٹ پر خون لگا ہو۔ قربانی اور نجات جو خون کے وسیلہ سے بنی اِسرائیل پر آئی، اُس عظیم تر قربانی کی تشبیہ و اِستعارہ ہے جو مسیح یسوع نے دی۔ تب ایک برہ ایک خاندان کی نجات کے لئے موت کے گھاٹ اُتارا گیا اور اَب خدا کا برہ صلیب پر بنی نوع اِنسان کے گناہوں کے لئے قربان ہونے کو تیار تھا۔ تب دروازہ کی چوکھٹ پر لگا ہُوا برے کا خون ایک خاندان کو موت کے فرشتہ سے نجات بخش دیتا ہے، اور آج مسیح یسوع کا خون ہمیں گناہوں کی ابدی سزا

و ہلاکت سے نجات دیتا ہے۔ تب جنہوں نے تابعداری سے برے کے خون کو ایک نجات کے نشان کے طور پر قبول کِیا، وہ خداوند خدا کے عہد میں شامل ہو گئے، اور آج جنہوں نے تابعداری سے مسیح یسوع کے خون کو ابدی نجات کے طور پر قبول کِیا، وہ خداوند خدا کے عہد میں شامل ہو گئے۔ تب غلامی سے نجات کی خوشی میں بڑی ضیافت تیار کی گئی، اور آج روٹی اور پیالہ گناہ کی غلامی سے نجات کے طور پر منایا جاتا ہے۔

مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ روٹی توڑ کر اور پیالہ میں سے پی کر میری یادگاری کو پورا کِیا کرو، اور پاک اِلہامی صحائف ہمیں بتاتے ہیں کہ پیروکار ایسا ہی کِیا کرتے تھے۔ آج ہم روٹی توڑنے اور پیالہ پینے کی یادگار کو ''پاک عشا'' کہتے ہیں کیونکہ اِس طرح ہم مسیح یسوع کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ جب پاک عشا لیتے ہیں تو اپنے عہد کی تجدید کرتے اور خود کو خداوند کی حضوری میں پیش کرتے ہیں۔ خدا کے وفادار بندے ہر اتوار کو عبادت کے لئے اِکٹھے ہوتے اور پاک عشا لیتے ہیں۔

پاک عشا محض یادگاری ہی نہیں بلکہ اُمید و توقع کا وقت بھی ہوتا ہے۔ مسیح خداوند نے اپنے شاگردوں کے ساتھ فسح کھاتے ہوئے فرمایا کہ وہ پھر اِس فسح میں شامل نہیں ہوں گے جب تک خدا کی بادشاہی نہ آئے۔ اور یہی وہ زندہ اُمید ہے جو خداوند کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے اور کلیسیا کے قیام کی طرف نظریں جمائے رکھتی ہے۔ اِسی طرح ہم

مسیح یسوع کے واپس زمین پر آنے اور نئے آسمان اور نئی زمین میں خدا کی بادشاہی کو مکمل طور پر قائم ہونے کا اِنتظار کرتے ہیں۔

ذہن میں رہے کہ پاک عشا لینا اِس بات کا ثبوت نہیں کہ ہمارا دِل خدا کے ساتھ وفادار ہے۔ جیسا کہ فسح کھاتے ہوئے شاگردوں کو کچھ خبر نہیں تھی کہ ساتھ بیٹھا ہُوا یہوداہ اسکریوتی اپنے خداوند کو دُھوکا دے رہا ہے۔ جب مسیح نے کہا کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا تو شاگردوں کو پتہ ہی نہیں تھا وہ کون ہے۔ آیئے عہد کریں کہ یہوداہ کی طرح ہم مذہبی رسموں کو اپنے اندر کی بے اِیمانی اور گمراہی کو چھپانے کے لئے اِستعمال نہ کریں۔

اُناسیواں باب

بادشاہ کے احکامات

(لُوقا ۲۲:۲۴-۳۸)

چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھ کر آنے والے بحران کو نظر انداز کرنے میں اِنسان کی ناکامی ہے۔ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو مُسلسل خبردار کِیا کہ اُس پر اذیت و ظلم کر کے موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے گا۔ وہ مذہبی راہنماؤں کی بڑھتی ہوئی نفرت و دشمنی کو خود دیکھ سکتے تھے، مگر شاگرد مسیح کو گرفتار کرنے کی شام اور موت کے مقدمہ کے وقت بھی فکرمند تھے کہ اُن میں سب سے اہم کون ہے۔ اُنہوں نے فسح کے کھانے کو جو ایک خوشی و یادگاری کا لمحہ تھا کہ خدا نے یہودی لوگوں کو غلامی سے نجات دی آپس کے بحث مباحثہ میں اُلجھا دیا۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۲ باب کی ۲۴ سے ۳۰ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''اور اُن میں یہ تکرار بھی ہوئی کہ ہم میں سے کون بڑا سمجھا جاتا ہے؟ اُس نے اُن سے کہا کہ غیر قوموں کے بادشاہ اُن پر حکومت چلاتے ہیں اور جو اُن پر اِختیار رکھتے ہیں خداوندِ نعمت کہلاتے ہیں۔ مگر تم ایسے نہ ہونا بلکہ جو تم میں بڑا ہے وہ چھوٹے کی مانند اور جو سردار ہے وہ خدمت کرنے والے کی مانند بنے۔ کیونکہ بڑا کون ہے؟ وہ جو کھانا

کھانے بیٹھا یا وہ جو خدمت کرتا ہے؟ کیا وہ نہیں جو کھانا کھانے بیٹھا ہے؟ لیکن مَیں تمہارے درمیان خدمت کرنے والے کی مانند ہوں، مگر تم وہ ہو جو میری آزمایشوں میں برابر میرے ساتھ رہے۔ اور جیسے میرے باپ (یعنی خدا) نے میرے لئے ایک بادشاہی مقرر کی ہے مَیں بھی تمہارے لئے مقرر کرتا ہوں تاکہ میری بادشاہی میں میری میز پر کھاؤ پیو بلکہ تم تختوں پر بیٹھ کر اِسرائیل کے بارہ قبیلوں کا اِنصاف کرو گے۔'' (لُوقا ۲۲:۲۴-۳۰)

یہ کوئی پہلا موقع نہیں تھا کہ شاگردوں کے درمیان بحث ہوئی کہ اُن میں بڑا کون ہے اور یہ بھی پہلی دفعہ نہیں کہ مسیح خداوند نے اُنہیں ڈانٹا۔ لُوقا ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ اِس بحث و تکرار کا سبب کیا تھا۔ شائد وہ چاہتے تھے کہ ضیافت میں کس کو اپنے خداوند کے پاس بیٹھنے کا موقع مِلے گا۔ بحث و تکرار کا سبب کچھ بھی کیوں نہ ہو، مسیح یسوع نے اُنہیں واضح طور پر کہا کہ وہ کسی بھی صورت میں دُنیا کے لوگوں کی طرح اِختیار، القاب یا عوام میں پہچان مت چاہیں۔ اِس کی بجائے، وہ اپنے سے بڑے لوگوں کی عزت اور حکمرانی کرنے والوں کی تابعداری و تعظیم کرنے کے لئے تیار رہیں۔ مسیح یسوع نے واضح کِیا کہ وہ خود ایک خادم کی طرح کام کرتے ہیں۔ یہ کوئی بیکار میں فخر نہیں تھا۔ اگرچہ لُوقا اِس کا بیان نہیں کرتا، مگر یُوحنا رسول جو بذاتِ خود فسح کی ضیافت میں شریک تھا اور مسیح خداوند نے جو کِیا اُس کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے

کہ یسوع مسیح نے اپنی حلیمی اور دُوسروں کی خدمت بارے تعلیم کا عملی نمونہ اپنے شاگردوں کے پاؤں دُھو کر پیش کِیا۔ اگر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیح یسوع ہمارا خداوند ہے تو کیا ہمارا فرض نہیں کہ اپنے خداوند کی پیروی کرتے ہوئے دُوسروں کی خدمت کریں، خاص طور پر اُن کی جو مُعاشرے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے؟

مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو سختی سے ملامت کی کہ وہ خود غرضی سے اعلیٰ اِختیار و عہدوں کے پیچھے مت بھاگیں۔ لیکن کیونکہ یسوع کی آزمائشوں میں اُس کے ساتھ کھڑے تھے لہذا وہ اُنہیں بادشاہی عطا کرے گا۔ وہ اُس کے ساتھ میز پر بیٹھ کر کھائیں گے اور اِسرائیل کے بارہ قبیلوں کا اِنصاف کریں گے۔ یہی اُصول ہم پر بھی لاگو ہوتا ہے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ آسمان کی بادشاہی میں خداوند کی میز پر بیٹھیں تو لازم ہے کہ دُوسروں کی خدمت کریں اور ابد تک مسیح یسوع کے وفادار رہیں۔

مسیح یسوع ہی نہیں تھے جنہوں نے آزمایشوں کا سامنا کِیا بلکہ کچھ ہی گھنٹوں بعد اُن کے سب شاگرد، خاص طور پر پطرس، اِیمان کی آزمایش میں گرنے والا تھا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۲ باب کی ۳۱ سے ۳۴ آیت میں مسیح خداوند کے وہ الفاظ سُنئیے، ''شمعون، شمعون! دیکھ، شیطان نے تم لوگوں کو مانگ لیا تاکہ گیہوں کی طرح پھٹکے، لیکن مَیں نے تیرے لئے دُعا کی کہ تیرا اِیمان جاتا نہ رہے اور جب تُو رجُوع کرے تو اپنے بھائیوں کو مضبوط کرنا۔ اُس نے اُس سے کہا، اَے

خداوند! تیرے ساتھ مَیں قید ہونے بلکہ مَرنے کو بھی تیار ہوں۔ اُس نے کہا، اَے پطرس مَیں تجھ سے کہتا ہوں کہ آج مُرغ بانگ نہ دے گا جب تک تُو تین بار میرا اِنکار نہ کرے کہ مجھے نہیں جانتا۔''
(لُوقا ۲۲:۳۱۔۳۴)

مسیح یسوع نے کہا کہ شیطان نے پطرس کو اِمتحان میں ڈالنے کے لئے مانگ لیا ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ شیطان خدا کی اِجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ یہی کچھ خدا کے پیارے بندے ایوب نبی کے ساتھ بھی ہُوا۔ شیطان اُتنا ہی ایوب کو نقصان پہنچا سکتا ہے جتنا خدا نے اُسے اِجازت دی۔ اگر ایسا ہی ہے تو خدا کیوں شیطان کو اِجازت دیتا ہے کہ ہمیں تکلیف پہنچائے؟ وہ اپنے بندوں کو اِمتحانوں اور آزمایشوں سے کیوں نہیں بچاتا؟ ہمیں اِس کا ایک جواب مسیح خداوند کی پطرس کے ساتھ بات چیت سے مِل جائے گا۔ پطرس کو اپنی کمزوری کا پتہ نہیں تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ مسیح کے لئے مَرنے کو تیار ہے۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اُس کے بارے میں مسیح یسوع کا بیان ممکنہ طور پر سچ ثابت ہو گا کہ وہ تین بار اپنے خداوند کا اِنکار کرے گا۔ یہ آزمایشوں کی آگ ہے جو ہمیں پاک صاف کرتی اور مدد دیتی ہے کہ ہماری سیرت و کردار اُس معیار تک پہنچے جو خدا کو پسند ہے۔ شیطان ہمیں تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے مگر خدا، شیطان کے حملوں کو اِستعمال کرتا ہے کہ ہمیں برکت دے اور اپنی خدمت کے لئے تیار کرے۔

ہاں، پطرس کے اِیمان کی سختی سے آزمایش ہو گی، مگر ہمارے لئے کتنے اِطمینان و اُمید کی بات ہے کہ مسیح خداوند ہماری ناکامیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے ہمیں رَد نہیں کرتا۔ مسیح یسوع نے پطرس کو بتایا کہ جب وہ واپس آئے تو اپنے بھائیوں یعنی مسیح کے دُوسرے پیروکاروں کو مضبوط کرے۔ ہم پاک صحائف سے جانتے ہیں کہ پطرس نے ایسا ہی کِیا۔ وہ کلیسیا میں ایک بہت بڑا لیڈر بن گیا۔ اِسی طرح مسیح خداوند ہمیں بھی مُعاف کر کے قبول کرنا چاہتا ہے، اِس کے باوجود ہم اپنی کمزوریوں کے سبب ناکام ہیں۔

مسیح یسوع نے اپنے سب شاگردوں کو اَور بھی ہدایات دیں۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۲ باب کی ۳۵ سے ۳۸ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''پھر اُس نے اُن سے کہا کہ جب مَیں نے تمہیں بٹوے اور جُھولی اور جُوتی بغیر بھیجا تھا، کیا تم کسی چیز کے مُحتاج رہے تھے؟ اُنہوں نے کہا، کسی چیز کے نہیں۔ اُس نے اُن سے کہا، مگر اَب جس کے پاس بٹوہ ہو وہ اُسے لے اور اِسی طرح جُھولی بھی اور جِس کے پاس نہ ہو وہ اپنی پوشاک بیچ کر تلوار خریدے کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ یہ جو لکھا ہے کہ وہ بدکاروں میں گِنا گیا اُس کا میرے حق میں پورا ہونا ضرور ہے۔ اِس لئے کہ جو کچھ مجھ سے نسبت رکھتا ہے وہ پورا ہوتا ہے۔ اُنہوں نے کہا، اَے خداوند! دیکھ، یہاں دو تلواریں ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا، بہت ہیں۔'' (لُوقا ۲۲:۳۵-۳۸)

اگرچہ شاگرد ابھی تک پورے طور پر نہ سمجھے تھے کہ مسیح خداوند اُن کو تمام دُنیا میں بھیجنے والے ہیں تاکہ نجات کی خوشخبری پھیلائیں، اِس کام کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے اُن کو مکمل اعتماد و بھروسہ چاہیے تھا کہ خدا اُن کی حفاظت و نگہبانی کرے گا۔ شائد اِسی لئے مسیح نے اُنہیں یاد دِلایا کہ اُن کی ضروریات کیسے پوری ہوتی رہیں جب اُنہیں باہر تبلیغ کے لئے بھیجا۔ اگرچہ اُن کے پاس کچھ بھی نہیں تھا مگر کھانے اور کپڑوں کی قطعی کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ جب خدا ہمیں کوئی کام سُونپتا ہے تو اُس کی تکمیل کے لئے وسائل بھی مُہیا کرتا ہے۔ لیکن جس طرح خدا پر اعتماد و انحصار کرنا ضروری ہے اُسی طرح یہ بھی نہایت اہم و ضروری ہے کہ ہم ہوشیار و چوکنا رہیں۔ ہمیں خود سے ہی یہ خیال نہیں کر لینا چاہیے کہ خدا ہماری ضروریات پوری کرے گا جبکہ ہمارے پاس پہلے سے وسائل موجود ہیں۔ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو تاکید کی کہ مُستقبل کے تبلیغی مشن میں وہ عام سی تیاری کریں گے۔ وہ اپنے ساتھ پیسے اور ضرورت کی چیزیں لے جا سکتے ہیں۔

مسیح یسوع کی اپنے شاگردوں کو ایک تلوار خریدنے کی ہدایت اُلجھن کا باعث ہو سکتی ہے۔ کیا مسیح خداوند کا یہ اِرادہ تھا کہ اُس کے پیروکار جارحانہ طور پر اپنا دفاع کریں؟ کیا وہ اپنے مخالفوں کے خلاف ہتھیار اُٹھائیں؟ ہرگز نہیں! مسیح یسوع کا قطعی یہ مطلب نہیں تھا بلکہ اُن کا یہ کہنا کہ دو تلواریں جو شاگردوں کے پاس پہلے ہی سے ہیں کافی

تھیں۔ تو پھر اِس کا مقصد کیا تھا؟ مسیح یسوع نے اِس کی وضاحت کی کہ یسعیاہ نبی کے اِلہامی صحیفہ میں لکھا ہے کہ وہ بدکاروں میں گِنا گیا لہٰذا اُس کا میرے حق میں پورا ہونا ضرور ہے۔ مگر ممکن ہے کہ اِس کا ایک اَور مقصد بھی ہو۔ مسیح یسوع کے کم از کم دو شاگردوں کا تعلق قوم پرست جماعتوں سے تھا جو شدت پسند تھیں اور جو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ظلم و تشدد سے بھی گریز نہیں کرتی تھیں۔ مسیح خداوند تلوار کے بارے میں اپنے شاگردوں کو ایک اَور سبق سکھانا چاہتے تھے۔

اسّیواں باب

بادشاہ کی تکلیف

(لُوقا ۲۲:۳۹-۵۳)

ہم سفر شروع کرنے سے پہلے پوری تیاری کرتے ہیں، بالکل یہ ایک دانشمندانہ بات ہے۔ لیکن دُوسری طرف اکثر اوقات رُوحانی مسائل و تنازعات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اگر اِنتظار ہی کرتے رہیں اور بحران یا آزمایش میں پھنس جائیں تو ممکن ہے تب تک بہت دیر ہو چکی ہو۔ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کے ساتھ عیدِ فسح کی ضیافت کھانے کے فوراً بعد سکھایا کہ کسی بھی بحران و آزمائش کی تیاری کیسے کرنا ہے۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۲ باب کی ۳۹ سے ۴۶ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''پھر وہ نکل کر اپنے دستُور کے مُوافق زیتون کے پہاڑ کو گیا اور شاگرد اُس کے پیچھے ہو لئے۔ اور اُس جگہ پہنچ کر اُس نے اُن سے کہا، دُعا کرو کہ آزمایش میں نہ پڑو۔ اور وہ اُن سے بمشکل الگ ہو کر کوئی پتھر کا ٹپہ آگے بڑھا اور گھٹنے ٹیک کر یُوں دُعا کرنے لگا کہ اَے باپ، اگر تُو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے ہٹا لے تو بھی میری مرضی نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پوری ہو۔ اور آسمان سے ایک فرشتہ اُس کو

دِکھائی دیا۔ وہ اُسے تقویت دیتا تھا۔ پھر وہ سخت پریشانی میں مُبتلا ہو کر اَور بھی دِلسوزی سے دُعا کرنے لگا اور اُس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بُوندیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا۔ جب دُعا سے اُٹھ کر شاگردوں کے پاس آیا تو اُنہیں غم کے مارے سوتے پایا، اور اُن سے کہا، تم سوتے کیوں ہو؟ اُٹھ کر دُعا کرو تاکہ آزمایش میں نہ پڑو۔'' (لُوقا ۲۲:۳۹-۴۶)

جب شاگردوں نے مسیح یسوع سے پوچھا کہ ہمیں دُعا کرنا سِکھا تو اُس نے اُن کو جو مثال دی اُس میں ایک جملہ غور طلب تھا، ''...ہمیں آزمایش میں نہ لا۔'' (لُوقا ۱۱:۴) زیتون کے پہاڑ پر پہنچنے سے پہلے مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو خبردار کِیا کہ کچھ دیر بعد پطرس اِنکار کرے گا کہ وہ مجھے نہیں جانتا۔ اَب مسیح خداوند نے شاگردوں کو ہدایت دی کہ ''دُعا کرو کہ آزمایش میں نہ پڑو۔'' بدقسمتی سے اُنہیں صُورتِ حال کی نزاکت کا احساس ہی نہ تھا۔ وہ پہچان ہی نہ سکے کہ اُن کے سامنے کتنا بڑا خطرہ موجود ہے، اور بجائے اِس کے کہ دُعا میں مشغول ہوتے وہ سو گئے۔ اور کیونکہ وہ سو گئے اِس لئے خدا سے اُس مدد و قوت سے محروم رہے جس کے وسیلہ وہ اُس آزمایش کا مقابلہ کر سکتے جو اُنہیں گھیرنے والی تھی۔ اگر ہم آزمایش پر قابو پانے کے قابل نہیں تو کیا ہم بھی خدا سے مدد کی درخواست کریں یا شاگردوں کی طرح پڑ کر سو رہیں؟

اِس واقعہ کے بعد ہم دُعا کے بارے میں کچھ اَور بھی سیکھ سکتے ہیں۔ دُعا کا ایک مقصد یہ ہے کہ ہم خدا کے سامنے اپنے دِل کھول دیں تاکہ وہ ہماری مناجاتیں اور التجائیں سُنے۔ بہت سے لوگ اِس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ خدا کو اپنے بارے میں یہ بتانا کہ ہم کیسا محسوس کر رہے ہیں ٹھیک نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اپنے شکوک و شبہات، خوف اور مایوسی کا اظہار کرنا قابل احترام نہیں، اور شائد اُنہیں یہ بھی شک ہے کہ خدا کو اُن کی کوئی پرواہ ہے یا وہ سُنتا ہے۔ لیکن مسیح یسوع نے اپنے آسمانی خدا کی محبت اور رحمدلی پر قطعی کوئی شک نہیں کِیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ نہ صرف مُناسب بات ہے بلکہ نہایت ضروری ہے کہ جب ہم مُصیبت میں ہوں تو دُعا کریں۔ مسیح یسوع نے اپنے باپ، یعنی خدا کے سامنے اپنے غم اور تکلیف کو پیش کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں کی۔ اُس نے خدا پر پورا بھروسہ و اعتماد کِیا، اِس کے باوجود کہ وہ انتہائی رنج و اَلم کی کیفیت میں تھا اور اُس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی بُوندیں بن کر زمین پر ٹپکتا تھا۔

کامیاب دُعا کے بارے میں ایک اَور اہم عنصر یہ بھی ہے کہ ہم دُعا میں نہ صرف اپنے آپ کو خدا کے سامنے مکمل طور پر ظاہر کریں بلکہ خدا کی مرضی کے تابع بھی کریں۔ خدا کے حضور کچھ مانگنے کی دُعا کرنا کوئی بُری بات نہیں۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ اپنی خواہشات پر خدا کی مرضی کو ترجیح دیں۔ پاک اِلہامی کلام میں لکھا ہے، ”اُس نے اپنی

بشریت کے دِنوں میں زور زور سے پُکار کر اور آنسو بہا بہا کر اُسی سے دُعائیں اور اِلتجائیں کِیں جو اُس کو موت سے بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے سبب سے اُس کی سُنی گئی۔'' (عبرانیوں ۵:۷) اَب کوئی یہ سوال کر سکتا ہے کہ کیا خدا نے مسیح یسوع کی دُعائیں اور اِلتجائیں سُنیں کہ اُسے موت سے بچائے مگر حقیقت تو یہ ہے کہ وہ مَر گیا؟ اور یہ کوئی عام سی موت نہیں تھی بلکہ اِنتہائی تکلیف دہ اور اذیت ناک موت تھی۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے بالکل مسیح کی دُعا سُنی اور اُسے موت سے بچا لیا۔ جیسا کہ بعد میں لُوقا لکھتا ہے کہ خدا نے مسیح یسوع کو مُردوں میں سے زندہ کر دیا اور اَب وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اِس کا مطلب یہ ہُوا کہ خدا نے مسیح کی دُعا و اِلتجا کو بالکل سُنا اور موت سے بچایا، مگر اپنی مرضی اور وقت کے مطابق۔ اِس میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ مسیح یسوع نے اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے تابع کر دیا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ خدا ہماری دُعائیں اور اِلتجائیں سُنے تو لازم ہے کہ ہم بھی اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے تابع کر دیں۔

مسیح خداوند نے شاگردوں کو نیند سے جگایا اور اُنہیں مجبور کِیا کہ وہ دُعا کریں تاکہ آزمایش میں نہ گر جائیں، مگر اُس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ خدا سے مدد مانگنے کا موقع ہاتھ سے نکل چُکا تھا۔ لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۲ باب کی ۴۷ سے ۵۳ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ دیکھو، ایک بھیڑ آئی اور اُن بارہ میں سے وہ جس کا

نام یہوداہ تھا اُن کے آگے آگے تھا۔ وہ یسوع کے پاس آیا کہ اُس کا بُوسہ لے۔ یسوع نے اُس سے کہا، اَے یہوداہ، کیا تُو بُوسہ لے کر ابنِ آدم کو پکڑواتا ہے؟ جب اُس کے ساتھیوں نے معلوم کِیا کہ کیا ہونے والا ہے تو کہا، اَے خداوند کیا ہم تلوار چلائیں؟ اور اُن میں سے ایک نے سردار کاہن کے نوکر پر چلا کر اُس کا دہنا کان اُڑا دیا۔ یسوع نے جواب میں کہا، اِتنے پر کفایت کرو اور اُس کے کان کو چُھو کر اُس کو اچھا کِیا۔ پھر یسوع نے سردار کاہنوں اور ہیکل کے سرداروں اور بزرگوں سے جو اُس پر چڑھ آئے تھے کہا، کیا تم مجھے ڈاکو جان کر تلواریں اور لاٹھیاں لے کر نکلے ہو؟ جب میں ہر روز ہیکل میں تمہارے ساتھ تھا تو تم نے مجھ پر ہاتھ نہ ڈالا۔ لیکن یہ تمہاری گھڑی اور تاریکی کا اِختیار ہے۔" (لُوقا ۲۲:۴۷-۵۳)

شاگردوں نے خدا سے مدد مانگنے کا موقع کھو دیا، اور وہ دُعا کرنے کی بجائے سوئے رہے۔ جب مُصیبت سَر پر آ کھڑی ہوئی تو اپنی طاقت و قوت کے سِوا اُن کے پاس کوئی اَور آسرا نہیں تھا۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ اُن کے خداوند کے ساتھ دُھوکا ہو گیا ہے تو اُن کا ردِ عمل یہ تھا کہ بس لڑائی کریں۔ اِس طرح جو وہ حاصل کرنا چاہتے تھے اُس پر سوالیہ نشان ہے۔ اگرچہ لُوقا اِس کی وضاحت نہیں کرتا، مگر دُوسرے بیانات سے ہم یہ جانتے ہیں کہ ہیکل کی پولیس کے علاوہ رُومی فوجیوں کی ایک بڑی تعداد بھی مسیح یسوع کو گرفتار کرنے کے لئے

موجود تھی۔ ایسے میں شاگردوں کے لئے قطعی ممکن نہیں تھا کہ اِسقدر ماہر اور تجربہ کار نفری پر اپنی طاقت سے غلبہ پا سکتے۔

پھر بھی پطرس نے کسی طرح سے تلوار چلا کر سردار کاہن کے نوکر کا کان اُڑا دیا۔ شائد یہ ایک وجہ ہے کہ مسیح خداوند نے کچھ دیر پہلے اپنے شاگردوں سے کہا کہ ہتھیار پاس رکھیں۔ وہ اُن کی عادات کو جانتا تھا اِسی لئے چاہتا تھا کہ وہ ظلم و اذیت کا مقابلہ تشدد سے نہ کریں، اور صبر و محبت کا مظاہرہ کریں۔ یسوع نے فوراً سردار کاہن کے نوکر کا کان اچھا کر دیا اور پطرس کو تشدد کرنے پر ڈانٹا۔ متی رسول اپنی اِلہامی اِنجیل میں لکھتا ہے، ''یسوع نے اُس سے کہا، اپنی تلوار کو میان میں کر لے کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کِئے جائیں گے۔ کیا تُو نہیں سمجھتا کہ مَیں اپنے باپ سے مِنت کر سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ میرے پاس ابھی موجود کر دے گا؟ مگر وہ نوشتے کہ یُوں ہی ہونا ضرور ہے کیونکر پورے ہوں گے؟ (متی ۲۶:۵۲-۵۴) یہ بات قابلِ غور ہے کہ شاگردوں نے اِس سے بہت سبق سیکھا، اور جب اُنہوں نے شدید ترین ظلم و اذیت کا سامنا کِیا تو ایسا کوئی ثبوت نہیں کہ اُنہوں نے پھر کبھی ظلم و تشدد کا جواب ظلم و تشدد سے دیا۔

مسیح یسوع نے بڑی حلیمی سے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا، اِس کے باوجود کہ یہ سراسر بے اِنصافی تھی۔ اُس نے حکمرانوں کو اُن کے رُوحانی خطرے سے آگاہ کِیا۔ اُس نے اُن کی

ریاکارانہ بزدلی کی مذمت کی کہ اُسے رات کے اندھیرے میں گرفتار کِیا حالانکہ وہ اُسے کسی بھی وقت ہیکل میں پکڑ سکتے ہیں جہاں وہ کھلم کھلا تعلیم دیتا تھا اور جو اُس کے دائرۂ اِختیار کا مرکز تھا۔ مگر وہ رات کسی اَور اہم بات کی طرف اِشارہ کر رہی تھی یعنی اندھیرے کا راج۔ مسیح یسوع کو رات کے اندھیرے میں گرفتار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ دُنیا کے نُور کو بُجھا دیں کیونکہ مسیح دُنیا کا نُور ہے، اور یوں حکمرانوں نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ گناہ کے اِختیار و قبضہ میں ہیں۔ مگر پھر بھی وہ انجانے میں خدا کا بنی نوع اِنسان کی نجات کا منصوبہ پورا کر رہے تھے۔ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اُنہوں نے خود کو بُرائی کے لئے بیچ دیا۔

اکاسیواں باب

بادشاہ کا اِنکار کئے جانا

(لُوقا ۲۲: ۵۴-۶۲)

آزمایش کی گھڑی میں زندگی کا مشکل سفر آسان ہو سکتا ہے اگر دُکھوں، تکلیفوں اور مُصیبتوں میں دوستوں عزیزوں کی مدد اور دُعائیں شامل ہوں کیونکہ اِس سے ہمیں زبردست حوصلہ و تقویت، سکون و طاقت ملتی ہے۔ جیسا کہ پاک اِلہامی کلام میں سُلیمان بادشاہ کہتا ہے، ''ایک سے دو بہتر ہیں کیونکہ اُن کی محنت سے اُن کو بڑا فائدہ ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ گریں تو ایک اپنے ساتھی کو اُٹھائے گا۔ لیکن اُس پر افسوس جو اکیلا ہے جب وہ گرتا ہے کیونکہ کوئی دُوسرا نہیں جو اُسے اُٹھا کھڑا کرے۔'' (واعظ ۴: ۹-۱۰) اِسی لئے پاک صحائف میں مسیح خداوند کے پیروکاروں کو ایک دُوسرے کے ساتھ رفاقت رکھنے کی تلقین کی گئی ہے، ''اور محبت اور نیک کاموں کی ترغیب دینے کے لئے ایک دُوسرے کا لحاظ رکھیں، اور ایک دُوسرے کے ساتھ جمع ہونے سے باز نہ آئیں جیسا بعض لوگوں کا دستُور ہے بلکہ ایک دُوسرے کو نصیحت کریں اور جس قدر اُس دِن کو نزدیک ہوتے ہوئے دیکھتے ہو اُسی قدر زیادہ کِیا کرو۔'' (عبرانیوں ۱۰: ۲۴-۲۵)

جبکہ مسیحی بہن بھائیوں سے رفاقت اِیمان کو ترقی دیتی اور مضبُوط بناتی ہے مگر غلط لوگوں کے ساتھ میل جُول ہمارے اِیمان کو کمزور و برباد کر سکتا ہے۔ اِسی لئے پَولُس رسول کہتا ہے، ''فریب نہ کھاؤ۔ بُری صحبتیں اچھی عادتوں کو بگاڑ دیتی ہیں۔ راستباز ہونے کے لئے ہوش میں آؤ، اور گناہ نہ کرو کیونکہ بعض خدا سے ناواقف ہیں۔ مَیں تمہیں شرم دلانے کے لئے یہ کہتا ہوں۔'' (۱۔کرنتھیوں ۱۵:۳۳)

مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کے ساتھ عیدِ فسح کی ضیافت کے موقع پر پطرس کے بارے میں پیشین گوئی کی کہ اُس کا اِیمان ڈگمگا جائے گا، مگر پطرس نے یہ بات قبول نہ کی بلکہ اُس نے دعوے سے کہا کہ وہ مسیح خداوند کے لئے جان تک دینے کو تیار ہے۔ دُوسرے شاگردوں نے بھی مسیح خداوند کے ساتھ زندگی کی آخری سانس تک وفادار رہنے کا عہد کِیا۔ مسیح یسوع نے جواب دیا کہ پطرس تین بار اُس کا اِنکار کرے گا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ دُعا مانگنے کے لئے زیتون کے پہاڑ پر گیا۔ اُس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ وہ بھی دُعا کریں تاکہ آزمایش میں نہ گریں۔ مگر افسوس کہ شاگردوں نے اپنے خداوند کی نصیحت پر کان نہ دھرے، اور وہ لمبی تان کر سو گئے۔ لہٰذا اِس لاپرواہی کے نتیجہ میں جب مذہبی راہنما، ہیکل کے مُحافظ اور رُومی سپاہی مسیح یسوع کو گرفتار کرنے آئے تو وہ رُوحانی طور پر تیار نہیں تھے۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۲ باب کی ۵۴ سے ۶۲ آیت میں لُوقا بتاتا ہے کہ آگے کیا ہُوا، ''پھر وہ اُسے پکڑ کر لے چلے اور سردار کاہن کے گھر میں لے گئے اور پطرس فاصلہ پر اُس کے پیچھے پیچھے جاتا تھا۔ اور جب اُنہوں نے صحن کے بِیچ میں آگ جلائی اور مِل کر بیٹھے تو پطرس اُن کے بِیچ میں بیٹھ گیا۔ ایک لونڈی نے اُسے آگ کی روشنی میں بیٹھا ہُوا دیکھ کر اُس پر خوب نگاہ کی اور کہا، یہ بھی اُس کے ساتھ تھا۔ مگر اُس نے یہ کہہ کر اِنکار کِیا کہ اَے عورت، مَیں اُسے نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر کے بعد کوئی اَور اُسے دیکھ کر کہنے لگا کہ تُو بھی اُنہی میں سے ہے۔ پطرس نے کہا، میاں، مَیں نہیں ہوں۔ کوئی گھنٹے بھر کے بعد ایک اَور شخص یقینی طور سے کہنے لگا کہ یہ آدمی بیشک اُس کے ساتھ تھا کیونکہ گلیلی ہے۔ پطرس نے کہا، میاں، مَیں نہیں جانتا تُو کیا کہتا ہے۔ وہ کہہ ہی رہا تھا کہ اُسی دم مُرغ نے بانگ دی، اور خداوند نے پھر کر پطرس کی طرف دیکھا اور پطرس کو خداوند کی وہ بات یاد آئی جو اُس نے کہی تھی کہ آج مُرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا اِنکار کرے گا۔ اور وہ باہر جا کر زار زار رویا۔'' (لُوقا ۲۲: ۵۴-۶۲)

پطرس کو ملامت کرنا بہت آسان ہے کہ اُس نے مسیح خداوند کا اِنکار کِیا، مگر ہمیں یہ نہیں بُھولنا چاہیے کہ پطرس رُوحانی اور جذباتی طور پر بہت ہی زیادہ دباؤ میں تھا۔ وہ یقیناً حیران و ششدر رہ گیا ہو گا جب کچھ دیر پہلے اُس نے دعوے سے کہا کہ وہ مسیح کے لئے اپنی جان تک

دینے کو تیار ہے اور خداوند نے اُسے جواب میں کہا کہ آج ہی تُو میرا تین بار اِنکار کرے گا۔ لازمی بات ہے کہ پطرس نے شرم و ندامت اور شائد اُلجھن محسوس کی ہو گی جب مسیح نے اُسے سو جانے اور دُعا نہ کرنے پر ملامت کی۔ اُسے تب بھی پریشانی ہوئی ہو گی جب مسیح یسوع نے سردار کاہن کے نوکر کا تلوار سے کان اُڑانے پر ایک بار پھر ملامت کی حالانکہ اپنے حساب سے اُس نے خداوند کے ساتھ بڑی وفاداری کا مظاہرہ کِیا تھا۔ اور اُس کے لئے اِس بھی زیادہ پریشانی و حیرانی کی بات یہ تھی کہ مسیح یسوع نے حاکموں کو خود کو گرفتار کرنے کی اِجازت دی حالانکہ وہ اپنی طاقت و قدرت اِستعمال کر کے اُنہیں رُوک سکتا تھا۔ یقیناً پطرس کے دِل میں اِن سب باتوں کے بارے میں بہت سے سوال ہوں گے۔ کیا اُس نے مسیح یسوع کو پہچاننے میں غلطی تو نہیں کی؟ کیا وہ فضول میں اپنا سب کچھ چھوڑ کر مسیح کے پیچھے چل پڑا اور خوامخواہ سے اپنے آپ کو مسیح کے مشن کے لئے وقف کر دیا؟ اِس کے علاوہ وہ جسمانی طور پر تھک چُکا تھا اور اُسے شدت سے آرام کی ضرورت تھی۔ شائد اِسی ذہنی دباؤ کی وجہ سے اُس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت متاثر ہوئی۔

ہمیں پطرس کی تعریف کرنی چاہیے کہ اُس نے مسیح کی اُس وقت پیروی کی جب اُسے پکڑ کر لے جا رہے تھے حالانکہ وہ کافی فاصلے پر تھا۔ دُوسرے حوالہ جات میں لکھا ہے کہ باقی شاگرد مسیح یسوع کو

اکیلا چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر پطرس اور یُوحنا میں اِتنی جُرأت تھی کہ وہ اپنے خداوند کے پیچھے پیچھے چلتے رہے کہ دیکھیں کہ اَب کیا ہو گا۔

اِس کے بعد پطرس سے ایک بہت بڑی غلطی سَرزد ہوئی۔ بجائے اِس کے وہ سیدھا اُس کمرہ میں جاتا جہاں مسیح یسوع پر مقدمہ چل رہا تھا وہ باہر ہی اُن لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا جنہوں نے خداوند مسیح کو گرفتار کِیا تھا۔ پہلے پہل تو وہ لوگ پطرس کے ساتھ کوئی دُشمنی نہیں رکھتے تھے مگر وہ حیران ضرور تھے کہ یہ اجنبی کون ہے جو اُن کے ساتھ آگ تاپ رہا ہے۔ بعض اوقات معمولی سی غلطی سے ہمارا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ پطرس ایک طرف رُومی سپاہیوں سے لڑنے کو تیار تھا مگر دُوسری طرف ایک نوکرانی کے دعوے کا سامنا نہ کر سکا۔ اُس نے صاف اِنکار کر دیا کہ وہ مسیح یسوع کا شاگرد ہے۔ اُس کی لاپرواہی بڑی بہادری کے طور پر ظاہر ہوئی۔

کچھ ہی دیر بعد کسی اَور نے دوبارہ یہی نکتہ اُٹھایا۔ پطرس کے لب و لہجہ سے لگتا تھا کہ اُس کا تعلق گلیل سے ہے، اور یہ سچ ہے تو وہ یقیناً یسوع کے شاگردوں میں سے ایک ہے ورنہ اُس احاطہ میں کیوں موجود تھا جہاں یسوع مسیح کا مقدمہ چل رہا تھا؟ اَب بھی پطرس نے اِنکار کِیا۔

جیسے جیسے رات گزرتی جا رہی تھی، آگ کے اِرد گرد بیٹھے لوگوں کا شک بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ اگرچہ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل میں اِس بات کا ذِکر نہیں کرتا کہ کسی نے پطرس کو پہچان لیا کہ یہ وہی گرم

مزاج شخص ہے جس نے زیتون کے باغ میں سردار کاہن کے نوکر کا
کان تلوار سے اُڑا دیا تھا۔ اَب تو پطرس بہت پریشان ہو گیا تھا۔ وہ اپنے
اُسی جھوٹ میں پھنس گیا جو پہلے بول چکا تھا۔ وہ زیتون کے باغ میں پیش
آنے والے واقعہ کے بارے میں اپنے کردار کو تسلیم کِئے بغیر نہیں رہ سکتا
تھا جب تک وہ یہ اِقرار نہ کر لے کہ اُس نے جھوٹ بولا کہ وہ
مسیح یسوع کو نہیں جانتا۔ وہ اُس آدمی کے مشاہدے کو محض مذاق
میں نہیں ٹال سکتا تھا کہ سردار کاہن کا نوکر کتنا خوش قسمت ہے کہ
مسیح یسوع معجزات کر سکتا تھا۔ پطرس کے لئے ایک ہی راستہ بچا تھا کہ
وہ جھوٹ پر جھوٹ بولتا جائے اور اُس نے ایسا ہی کِیا اور پھر جھوٹ بولا
کہ وہ یسوع کو نہیں جانتا۔

لیکن پطرس اپنا جھوٹ ابھی ختم ہی کر پایا تھا کہ مُرغ نے بانگ
دی اور مسیح خداوند نے اُس کی طرف دیکھا۔ اچانک پطرس سچائی سے
مزید چھپ نہیں سکتا تھا۔ اُسے احساس ہُوا کہ اُس نے وہی کِیا جس کی
مسیح یسوع نے پیشین گوئی کی تھی۔ مگر پطرس کو اِس بات کی داد دینی
چاہیے کہ جونہی اُسے اپنی غلطی کا احساس ہُوا تو اُس نے کوئی عذر پیش
نہیں کِیا بلکہ سچے دِل سے توبہ کی اور باہر جا کر زار زار رویا۔

ہمارے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ پطرس کی طرح ہم
بھی خود کو آزمایش سے بچانے میں ناکام رہتے ہیں۔ ہم مسیح یسوع پر اعتماد
و بھروسہ کرنے کی بجائے اپنی طاقت پر فخر کر کے دُشمن کا مقابلہ

کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ گناہ میں پھنس جاتے ہیں۔ پھر یہی خوف اور تکبر ہمیں گناہ پر گناہ کرنے پر مجبور کرتا ہے تاکہ اپنے جھوٹ کو کسی طرح چھپا سکیں۔ شائد ہم وقتی طور پر تو بچ سکتے ہیں مگر ایک نہ ایک دِن جھوٹ بے نقاب ہو گا اور ہمیں سچائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جس طرح پطرس کا بار بار اِنکار و جھوٹ کچے دھاگے کی طرح کھلتے چلے گئے اُسی طرح ہمارے گناہ بھی ظاہر ہوتے چلے جائیں گے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جب ہمیں احساس ہو جائے کہ ہم نے کچھ غلط کر دیا ہے تو کیا کریں؟ کیا ہم عذر پر عذر پیش کرتے رہیں یا پطرس کی طرح توبہ کریں؟

بیاسیواں باب

بادشاہ پر الزام

(لُوقا ۲۲: ۶۳-۲۳: ۷)

کہنے والے دُرست کہتے ہیں کہ مذہبی لیڈروں کی زندگی خدا کی صفات و خوبیوں کے عین مطابق ہونی چاہیے کیونکہ وہ خدا کے نمائندے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر مذہبی راہنما یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدا ایک رحمدل خدا ہے تو اُنہیں دُوسروں کے ساتھ خدا کے رحم کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ پاک اِلہامی کلام میں خداوند خدا کے بارے میں لکھا ہے، ''ہم قادرِ مُطلق کو پا نہیں سکتے۔ وہ قدرت اور عدل میں شاندار ہے اور اِنصاف کی فراوانی میں ظلم نہ کرے گا۔'' (ایوب ۳۷: ۲۳) لیکن افسوس کہ مذہبی لیڈروں نے مسیح یسوع کو گرفتار کرنے کے بعد عدل و اِنصاف کے ساتھ سلوک نہیں کِیا۔ لُوقا ۲۲ باب کی ۶۳ سے ۶۵ آیت میں لکھتا ہے، ''اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اُس کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے اور مارتے تھے، اور اُس کی آنکھیں بند کر کے اُس سے پوچھتے تھے کہ نبوت سے بتا تجھے کس نے مارا؟ اور اُنہوں نے طعنہ سے اَور بھی بہت سی باتیں اُس کے خلاف کہیں۔'' (لُوقا ۲۲: ۶۳-۶۵)

مذہبی راہنما نہ صرف مسیح یسوع کے ساتھ ظلم و اذیت رُوکنے میں ناکام رہے بلکہ اِنجیل مُقدس کے دُوسرے حوالہ جات میں لکھا ہے وہ خود بھی یسوع کے منہ پر تُھوکتے، تھپڑ اور مُکّے مارتے رہے۔ اِس طرح انہوں نے یسوع کو آزمانے کے لئے اپنی مکمل نااہلی کا مظاہرہ کیا، حالانکہ وہ خدا کی نمائندگی کرنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ اس کے باوجود، ذرا کم ظالم لوگ اکثر مُناسب طریقۂ کار پر عمل کرنے کے بہانے اپنے رویہ کو دُرست ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ آیت ۶۶ سے ۷۱ میں لُوقا لکھتا ہے، ''جب دِن ہُوا تو سردار کاہن اور فقیہ یعنی قوم کے بزرگوں کی مجلس جمع ہوئی اور اُنہوں نے اُسے اپنی صدرِ عدالت میں لے جا کر کہا، اگر تُو مسیح ہے تو ہم سے کہہ دے۔ اُس نے اُن سے کہا، اگر مَیں تم سے کہوں تو یقین نہ کرو گے، اور اگر پُوچھوں تو جواب نہ دو گے، لیکن اَب سے ابنِ آدم قادرِ مُطلق خدا کی دہنی طرف بیٹھا رہے گا۔ اِس پر اُن سب نے کہا، پس کیا تُو خدا کا بیٹا ہے؟ اُس نے اُن سے کہا، تم خود کہتے ہو کیونکہ مَیں ہوں۔ اُنہوں نے کہا، اَب ہمیں گواہی کی کیا حاجت رہی؟ کیونکہ ہم نے خود اُسی کے منہ سے سُن لیا ہے۔'' (لُوقا ۲۲:۶۶-۷۱)

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ لُوقا نے یسوع کے مُقدمے کا تذکرہ کونسل یعنی اراکین مجلس کے ذریعے نہیں کِیا جو پہلے ہی رات کے وقت ہو چُکا تھا۔ روایتی طور پر کونسل ہی نے مُقدمے کا فیصلہ سُنایا اور پھر ایک

اَور مُقدمے کی سماعت کے دوران فیصلے کی تصدیق یا ترمیم کی جو ایک دن بعد ہونا تھا۔ پہلے مُقدمے کے چند گھنٹے بعد ہی دُوسری سماعت منعقد کر کے، کونسل نے اپنے ہی طریقۂ کار کی خلاف ورزی کی۔ کسی بھی صُورت میں متی اور مرقس نے مُقدمے کی سماعت کے شروع میں قلمبند کِیا ہے کہ سردار کاہن نے مسیح یسوع سے سوال کِیا کہ کیا وہ موعودہ مسیح یعنی خدا کا بیٹا ہے۔ یسوع نے تصدیق کرتے ہوئے اُسے جواب دیا کہ ہاں، مَیں ہوں۔ لیکن مسیح یسوع نے مُقدمے کی دُوسری سماعت کے موقع پر جواب دینے سے کیوں اِنکار کِیا؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ سوال مکمل نہیں تھا۔ مسیح کو خدا کے بیٹے کے طور پر پہچاننے کے بجائے، سوال کرنے والے نے صرف یہ پوچھا کہ کیا یسوع، مسیح تھا۔ اُن کے ذہن کے مطابق مسیح ایک سیاسی لیڈر ہو گا جو رُومی قبضے کے خلاف بغاوت کی قیادت کرے گا۔ مگر کسی بھی طرح سے وہ معنی نہیں جس میں یسوع خدا کا مَسح کِیا ہُوا حکمران تھا، اور اِس سوال پر ہاں کہنا مجلس کے مسیح کے بارے میں غلط خیال کی تائید کرتا۔ اِس کے برعکس اِس پر ناں کہنا کسی بھی صُورت میں اِنکار ہو گا کہ وہ مسیح تھا۔ اِس سوال پر دُوسرا مسئلہ یہ تھا کہ قوم کے بزرگوں کی یہ مجلس کوئی معلومات نہیں مانگ رہی تھی۔ وہ یہ نہیں جاننا چاہتے تھے کہ آیا یسوع واقعی مسیح ہے، بلکہ وہ اِس فیصلے کی تصدیق کے لیے ایک بہانہ تلاش کر رہے تھے کیونکہ وہ یسوع کو موت کی سزا دینے کے لئے پہلے ہی ذہن بنا چکے تھے۔

یسوع اُن کا کھیل نہیں کھیلنا چاہتا تھا، یہاں تک کہ اُس نے مسیح کے بارے میں اُن کی غلط فہمی کو دُور کرنے کی کوشش کی۔ اِسی لئے اُس نے کہا کہ وہ اِبنِ آدم کو قادرِ مُطلق خدا کی دہنی طرف بیٹھا دیکھیں گے۔ ایک قوم پرست یا سیاسی راہنما ہونے کی بجائے مسیح یسوع ایک رُوحانی حکمران تھا۔ وہ خُدا کی قدرت اور اُس کے وسیلہ سے حکومت کرتا ہے۔

مجلس نے فوراً اُس فرق کو سمجھ لیا جو مسیح یسوع نے اُن کے سامنے پیش کِیا، اور اُس سے پوچھا کہ کیا وہ خدا کا بیٹا ہے۔ تاہم، جب یسوع نے ہاں میں جواب دیا تو وہ یہ تسلیم نہیں کر سکتے تھے کہ جو کچھ اُس نے کہا وہ صحیح ہو سکتا ہے۔ اُن کی سوچ کے مطابق کہ اگر کوئی اِنسان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اِلٰہی فطرت کا مالک ہے تو یہ صریحاً کفر ہے۔ اُنہوں نے معجزات کی صُورت میں ثبوتوں کو بالکل دَر گزر کِیا جو مسیح یسوع نے بار بار اُن کے سامنے دِکھائے کہ اُس کے پاس واقعی اِلٰہی قدرت و طاقت ہے۔ اُن کے لئے یسوع کی اِلٰہی حکمت و دانش، مافوق اُلفطرت علم اور معجزات کا اِنکار کرنا آسان تھا بجائے اِس کے وہ تسلیم کرتے کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔

اگرچہ یہودی حکمران کونسل نے یسوع کو کفر کے اِلزام میں موت کی سزا سُنائی، مگر یہودی لیڈروں کے پاس یہ اِختیار نہیں تھا کہ سزا پر عمل دَرآمد کرتے۔ جان سے مارنے کا اِختیار صرف رُومی گورنر کے

پاس تھا۔ اَب مذہبی لیڈر ایک اُلجھن میں پھنس گئے، اور کوئی ایسا اِلزام ڈھونڈنے لگے جس کی سزا رُومیوں کے نزدیک موت ہو۔ رُومیوں کو یہودیوں کے مذہبی جھگڑوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ اِسی لئے جس کو یہودی کفر سمجھ کر موت کی سزا کا مطالبہ کر رہے تھے، رُومی اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔

لُوقا کی اِلہامی اِنجیل کے ۲۳ باب کی ۱ سے ۷ آیت میں لُوقا لکھتا ہے، ''پھر اُن کی ساری جماعت اُٹھ کر اُسے پیلاطس کے پاس لے گئی۔ اور اُنہوں نے اُس پر اِلزام لگانا شروع کِیا کہ اِسے ہم نے اپنی قوم کو بہکاتے اور قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا۔ پیلاطس نے اُس سے پوچھا، کیا تُو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟ اُس نے اُس کے جواب میں کہا، تُو خود کہتا ہے۔ پیلاطس نے سردار کاہنوں اور عام لوگوں سے کہا، مَیں اِس شخص میں کوئی قصور نہیں پاتا۔ مگر وہ اَور بھی زور دے کر کہنے لگے کہ یہ تمام یہودیہ میں بلکہ گلیل سے لے کر یہاں تک لوگوں کو سِکھا سِکھا کر اُبھارتا ہے۔ یہ سُن کر پیلاطس نے پوچھا، کیا یہ آدمی گلیلی ہے؟ اور یہ معلوم کر کے کہ ہیرودیس کی عملداری کا ہے اُسے ہیرودیس کے پاس بھیجا کیونکہ وہ بھی اُن دِنوں یروشلیم میں تھا۔'' (لُوقا ۲۳:۱-۷)

مسیح یسوع کے خلاف راہنماؤں نے جو اِلزامات لگائے اُن میں اُنہوں نے اپنے ہی قانون کی خلاف ورزی کی۔ مثال کے طور پر

خداوند خدا نے اپنے بندے موسیٰ کے ذریعہ اُن کو ہدایت دی کہ ''جھوٹے مُعاملے سے دُور رہنا اور بے گناہوں اور صادِقوں کو قتل نہ کرنا کیونکہ مَیں شریر کو راست نہیں ٹھہراؤں گا۔'' (خروج ۷:۲۳) مگر اِس کے باوجود راہنماؤں نے دعویٰ کِیا کہ یسوع نے ٹیکس ادا کرنے کی مخالفت کی ہے۔ پیلاطس شائد پہلے ہی سے جانتا تھا کہ یہ اِلزام جھوٹا ہے کیونکہ اُس نے اِس پر بالکل کوئی توجہ نہ دی۔ البتہ اُس نے اِس اِلزام کی تفتیش کی کہ یسوع نے اپنے آپ کو بادشاہ ہونے کا دعویٰ کِیا ہے۔ رُومیوں کے خیال میں یہ ایک بغاوت تھی اور قیصر کے لئے ایک چیلنج۔ لُوقا اِس بارے میں زیادہ تفصیل نہیں دیتا مگر دُوسرے حوالہ جات کی روشنی میں ہم جانتے ہیں کہ پیلاطس نے یسوع سے اُس کی بادشاہت بارے سوال ضرور کِیا۔ لیکن پیلاطس کو فوراً احساس ہو گیا کہ اگرچہ یسوع واقعی ایک بادشاہ ہے، مگر اُس کی بادشاہت رُوحانی ہے نہ کہ قیصر کی حکومت کے لئے کوئی خطرہ۔ اِسی لئے پیلاطس نے اِلزام لگانے والوں کو کہا کہ وہ اِس پر مُقدمہ چلانے کا کوئی جواز نہیں سمجھتا یعنی اِلزام بالکل بے بُنیاد ہیں۔

مسیح یسوع پر اِلزام دھرنے والے اِتنی جلدی خاموشی اِختیار کرنے والے نہیں تھے۔ اُنہوں نے فوراً ایک اَور اِلزام گھڑ لیا کہ یسوع سارے مُلک یعنی گلیل سے لے کر یہودیہ تک اِنتشار پھیلانا چاہتا ہے۔ یہ سُنتے ہی

پیلاطس کو اپنی جان چھڑانے کا موقع مِل گیا۔ اُس نے فیصلہ کِیا کیونکہ یسوع گلیلی ہے لہذا وہ اُس کی نہیں بلکہ ہیرودیس کی عملداری میں آتا ہے۔

تراسیواں باب

بادشاہ کو مجرم ٹھہرانا

(لُوقا ۲۳: ۸-۲۵)

بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو دُوسروں کی رائے کی پرواہ کِئے بغیر وہ کرتے ہیں جو چاہتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر لوگوں کی منظوری اور قبولیت چاہتے ہیں چاہے اِس کے لئے ہمیں اپنے معیار سے سمجھوتہ کرنا پڑے۔ حکمران اور جج بھی اس سے مستثنٰی نہیں ہیں۔ وہ بھی سماجی دباؤ کو اپنے فیصلوں پر اثر انداز ہونے کی اِجازت دیتے ہیں۔ جب مذہبی راہنماؤں نے یسوع کو رُومی گورنر پیلاطس کے سامنے پیش کِیا تو وہ فوراً پہچان گیا کہ وہ معصُوم ہے یعنی ہر طرح کے اِلزام سے بالکل پاک ہے۔ مگر مُقدمے کو بند کرنے کے بجائے، پیلاطس نے ذاتی ذمہ داریوں سے بچتے ہوئے یسوع پر اِلزام لگانے والوں کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ اور جب اُسے معلوم ہُوا کہ یسوع کا تعلق گلیل سے ہے تو اُس کو گلیل کے حکمران ہیرودیس کے پاس بھیج دیا۔

لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲۳ باب کی ۸ سے ۱۲ آیت میں لکھتا ہے، ''ہیرودیس یسوع کو دیکھ کر بہت خوش ہُوا کیونکہ وہ مُدت سے اُسے دیکھنے کا مُشتاق تھا۔ اِس لئے کہ اُس نے اُس کا حال سُنا تھا اور

اُس کا کوئی معجزہ دیکھنے کا اُمیدوار تھا۔ اور وہ اُس سے بُہتیری باتیں پوچھتا رہا مگر اُس نے اُسے کچھ جواب نہ دیا۔ اور سردار کاہن اور فقیہ کھڑے ہوئے زور شور سے اُس پر اِلزام لگاتے رہے۔ پھر ہیرودیس نے اپنے سپاہیوں سمیت اُسے ذلیل کِیا اور ٹھٹھوں میں اُڑایا اور چمکدار پوشاک پہنا کر اُس کو پیلاطس کے پاس واپس بھیجا۔ اور اُسی دِن ہیرودیس اور پیلاطس آپس دوست ہو گئے کیونکہ پہلے اُن میں دُشمنی تھی۔" (لُوقا ۲۳:۸-۱۲)

کم از کم ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پیلاطس نے سچائی کا تعین کرنے کی کوشش کی اور یسوع کو آزاد کر دیا جب دریافت کیا کہ اُس کے خلاف الزامات کی کوئی بُنیاد نہیں ہے۔ اِس کے برعکس ہیرودیس کو کوئی غرض نہیں تھی کہ یسوع قصُوروار ہے یا نہیں، بس وہ تو یہ چاہتا تھا کہ یسوع کوئی معجزہ کر کے دِکھائے۔ مگر مسیح یسوع کے معجزات کا مقصد لوگوں کو حیران و ششدر کرنا نہیں تھا بلکہ ضرورت مندوں کی مدد کرنا اور یہ تصدیق کرنا تھا کہ اُسے خدا نے بھیجا اور اُسی کی طرف سے بولتا ہے۔ ہیرودیس کو کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ معجزات کا مقصد اور معنی کیا ہیں، وہ تو بس لُطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ لیکن یسوع مسیح ایسے لوگوں کے سامنے اپنی قدرت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتا تھا جو محض تجسس کی خاطر کھیل تماشہ دیکھنا چاہتے تھے۔ اِس کے علاوہ یہ وہی ہیرودیس تھا جس نے یُوحنا اِصطباغی کو قتل کِیا تھا۔ حالانکہ وہ مانتا تھا کہ

یُوحنا ایک نبی ہے مگر پھر بھی اُس کے دِل میں قطعی کوئی رحم نہیں تھا اور بے دردی سے اُس کا سَر تن سے جُدا کر دیا۔ خود ہی سوچیئے کہ یسوع کیوں ایسے شخص کی خواہش پوری کرتا جس نے اُس کے کزن کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور توبہ کی ضرورت محسوس بھی نہ کی؟ لہذا مسیح یسوع خاموش رہے بلکہ اُنہوں نے ہیرودیس کے سوالوں اور مذہبی لیڈروں کی طرف سے لگائے گئے اِلزامات کو بالکل نظر انداز کِیا۔ آخر میں، ہیرودیس نے یسوع کے لئے اپنی نفرت و توہین، قانون اور اِنسانی ادب و شرافت کا مذاق اور ٹھٹھوں میں اُڑا کر ظاہر کی۔ اُس نے یسوع کو شاہی لباس پہنایا، بطور مسیح یا یہودیوں کا بادشاہ کے نہیں بلکہ اُس کا مذاق و تمسخر اُڑانے کے لئے۔

ہمیں پیلاطس اور ہیرودیس کے درمیان دُشمنی کی وجہ نہیں معلوم اور نہ ہم یہ جانتے ہیں کہ وہ اِس واقعہ کے بعد دوست کیوں بن گئے۔ ممکن ہے کہ ہیرودیس کو اچھا لگا کہ پیلاطس نے اُس کے اِختیار کو تسلیم کرتے ہوئے یسوع کو اُس کے پاس بھیجا۔ اگر ایسا ہی تھا تو ہیرودیس نے بھی یسوع کو پیلاطس کے پاس واپس بھیج کر اُس کے احسان کا بدلہ چُکا دیا۔

اگرچہ پیلاطس نے ہیرودیس کا یہ احسان شکریئے کے ساتھ قبول تو کر لیا مگر اَب اُس کے لئے یہ مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ اِس سے جان کیسے چھڑائے۔ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے۲۳ باب کی ۱۳ سے ۲۵ آیت میں لکھتا ہے، ”پھر پیلاطس نے سردار کاہنوں اور سرداروں اور عام

لوگوں کو جمع کر کے اُن سے کہا کہ تم اِس شخص کو لوگوں کا بہکانے والا ٹھہرا کر میرے پاس لائے ہو اور دیکھو مَیں نے تمہارے سامنے ہی اُس کی تحقیقات کی مگر جن باتوں کا اِلزام تم اُس پر لگاتے ہو اُن کی نسبت نہ میں نے اُس میں کچھ قصُور پایا نہ ہیرودیس نے کیونکہ اُس نے اُسے ہمارے پاس واپس بھیجا ہے، اور دیکھو اُس سے کوئی ایسا فعل سَرزد نہیں ہُوا جس سے وہ قتل کے لائق ٹھہرتا، پس مَیں اُس کو پٹوا کر چھوڑے دیتا ہوں۔ (اُسے ہر عید میں ضرور تھا کہ کسی کو اُن کی خاطر چھوڑ دے) وہ سب مِل کر چلا اُٹھے کہ اِسے لے جا اور ہماری خاطر برابا کو چھوڑ دے (یہ کسی بغاوت کے باعث جو شہر میں ہوئی تھی اور خون کرنے کے سبب سے قید میں ڈالا گیا تھا)۔ مگر پیلاطس نے یسوع کو چھوڑنے کے اِرادہ سے پھر اُن سے کہا، لیکن وہ چِلا کر کہنے لگے کہ اِس کو مصلوب کر، مصلوب۔ اُس نے تیسری بار اُن سے کہا، کیوں؟ اِس نے کیا بُرائی کی ہے؟ مَیں نے اِس میں قتل کی کوئی وجہ نہیں پائی۔ پس مَیں اِسے پٹوا کر چھوڑے دیتا ہوں۔ مگر وہ چِلا چِلا کر سَر ہوتے رہے کہ وہ مصلوب کِیا جائے، اور اُن کا چِلانا کار گر ہُوا۔ پس پیلاطس نے حکم دیا کہ اُن کی درخواست کے مُوافق ہو، اور جو شخص بغاوت اور خون کرنے کے سبب سے قید میں پڑا تھا اور جِسے اُنہوں نے مانگا تھا اُسے چھوڑ دیا مگر یسوع کو اُن کی مرضی کے مُوافق سپاہیوں کے حوالہ کِیا۔''

(لُوقا ۲۳:۱۳۔۲۵)

اِس حوالہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پیلاطس جانتا تھا کہ یسوع بالکل بے گناہ و بے قصُور ہے۔ اُس نے بار بار کہا کہ وہ اِس میں کوئی ایسا جُرم نہیں دیکھتا جس کے باعث موت کی سزا دی جائے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ اُس نے لوگوں کے ہجوم کو اِجازت دی کہ وہ یسوع کے مقدمہ کا فیصلہ کریں؟ ایک جج کی حیثیت سے پیلاطس کی یہ ذمہ داری تھی کہ دیکھے کہ اِنصاف کے تقاضے پورے ہوں۔ رُومی فوج کا گورنر ہونے کے ناطے، کیا اُس کے پاس اِختیار نہیں تھا کہ یسوع کو چھوڑ دے؟ اگرچہ لُوقا اپنی اِنجیل میں اِس کا ذِکر نہیں کرتا، لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ پیلاطس کی حالت بڑی نازک تھی۔ تقریباً ایک سال پہلے، رُومی حکومت میں اُس کے ایک سَرپرست کو غداری کے جرم میں سزائے موت دی گئی تھی جس کی وجہ سے پیلاطس شک میں مُبتلا ہو گیا۔ اِس کے علاوہ یسوع کے مقدمہ سے کچھ ہی دیر پہلے یہودیوں نے اُس کے خلاف ایک شکایت درج کروائی تھی جس کے نتیجہ میں قیصر نے اُس کو سرکاری طور پر ملامت کی۔ اُس کے خلاف اِسی طرح کی ایک اَور شکایت کے نتیجہ میں شائد اُسے اپنے عہدے سے فارغ کر دیا جاتا یا ممکن ہے موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ۔ لہذا اپنا عہدہ اور جان بچانے کے لئے پیلاطس نے ہجوم کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اُس نے اُصول و اِنصاف پر ضرورت و مصلحت کا انتخاب کیا۔

اگرچہ پیلاطس نے بپھرے ہوئے ہجوم کے سامنے ہار مان لی مگر اُس نے یسوع کو آزاد کرنے کے لئے بارہا کوشش کی۔ پہلے تو اُس نے واضح کِیا کہ یسوع پر مقدمہ چلانے کی سرے سے کوئی بُنیاد ہے ہی نہیں۔ یہاں تک ہیرودیس جس نے یُوحنا اِصطباغی کو قتل کِیا، اُس نے بھی یسوع کو معصُوم و بے قصُور جانا، ورنہ وہ اُسے پیلاطس کے پاس واپس ہرگز نہیں بھیجتا۔ جب ہجوم نے پیلاطس کی کوئی بات نہ مانی تو اُس نے یسوع کے لئے کم سزا کا چُناؤ کِیا حالانکہ یہ بھی عدل و اِنصاف کی دھجیاں اُڑانے کے مترادف تھا مگر اِس سے یسوع کی جان بچ جاتی۔

جب ہجوم نے پیلاطس کی یہ بات بھی نہ مانی تو اُس نے ایک اَور چال چلی۔ سال کے اُن دِنوں یہ رواج تھا کہ گورنر لوگوں کی مرضی سے کسی ایک قیدی کو رہا کر دیتا۔ مگر اِس دفعہ بجائے اِس کے لوگ کسی قیدی کا نام لیتے، پیلاطس نے اُن کے سامنے برابا اور یسوع کا نام رکھا کہ اِن دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ دیں۔ لیکن اُس کے لئے یقیناً حیرت کا باعث ہو گا جب ہجوم نے بدنامِ زمانہ مجرم برابا کو معصُوم و بے قصُور یسوع پر ترجیح دی۔ یہ اِنتہا کی ستم ظریفی ہے کہ اِن عقل کے اندھوں نے ایسا کِیا۔ مسیح یسوع کو قتل کرنے کی ایک وجہ مذہبی راہنماؤں کے نزدیک یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو خدا کا بیٹا اور خدا کو اپنا باپ کہتا ہے۔ یہ بھی کیا عجیب اِتفاق ہے کہ برابا نام کا مطلب ہے ''باپ کا بیٹا'' لہٰذا ہجوم نے سچا بیٹا چھوڑ کر جھوٹا بیٹا چُن لیا۔ اُنہوں

نے ایک معصُوم و پاک ہستی کو مجرم ٹھہرایا اور ایک مجرم کو آزاد کر دیا۔ دُوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ یہ ایک واضح اِشارہ یا پیشین گوئی کے عین مطابق تھا کہ خدا تمام بنی نوع انسان کو اُن کے گناہوں سے چھڑانے کے لئے کیا کر رہا تھا یعنی معصُوم و بے قصُور یسوع مجرم گنہگاروں کی خاطر اپنی جان قربان کرے گا تا کہ وہ نجات پائیں۔

مگر برابا کو آزاد کرنے سے پیلاطس کا مسئلہ حل نہیں ہُوا کیونکہ اُسے فکر پڑ گئی کہ یسوع کے ساتھ کیا کرے؟ اگر تو ہجوم اُسے آزاد نہیں کرنا چاہتا تو شائد قدرے ہلکی سزا پر راضی ہو جائے۔ دُوسرے حوالہ جات میں درج ہے کہ پیلاطس نے یسوع کو کوڑے لگوائے، لیکن کوڑوں کے نشانوں سے رِستا ہُوا خون دیکھ کر وہ اَور بھی شدت سے خون کے پیاسے ہو گئے۔ آخرِ کار پیلاطس نے ہجوم کے حق میں گھٹنے ٹیک دیئے اور حکم دیا کہ یسوع کو صلیب دی جائے۔

چوراسیواں باب

بادشاہ کا مصلوب کیا جانا

(لُوقا ۲۳: ۲۶-۴۳)

جب ہم تکلیف یا پریشانی میں ہوتے ہیں تو فطری سی بات ہے کہ ہماری توجہ کا مرکز ہماری اپنی ذات بن جاتی ہے یعنی ہم غور و فکر کرتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں ہماری توجہ کسی اَور طرف نہیں بلکہ صرف اپنی طرف ہی ہوتی ہے۔ مسیح یسوع جتنا اپنی زندگی میں اُتنا ہی اپنی موت پر مُنفرد و یکتا تھے۔

جونہی رُومی گورنر پیلاطس نے یسوع کو موت کی سزا دی تو حالات تیزی سے بدلنے لگے۔ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲۳ باب کی ۲۶ سے ۴۳ آیت میں لکھتا ہے، ”اور جب اُس کو لئے جاتے تھے تو اُنہوں نے شمعون نام ایک کرینی کو جو دیہات سے آتا تھا پکڑ کر صلیب اُس پر لادی کہ یسوع کے پیچھے پیچھے لے چلے۔ اور لوگوں کی ایک بڑی بھیڑ اور بہت سی عورتیں جو اُس کے واسطے روتی پیٹتی تھیں اُس کے پیچھے پیچھے چلیں۔ یسوع نے اُن کی طرف پھر کر کہا، اَے یروشلیم کی بیٹیو! میرے لئے نہ رو بلکہ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے رو کیونکہ دیکھو، وہ دِن آتے ہیں جن میں کہیں گے، مُبارک ہیں بانجھیں اور وہ رحم جو بارور نہ ہوئے

اور وہ چھاتیاں جنہوں نے دُودھ نہ پلایا۔ اُس وقت وہ پہاڑوں سے کہنا شروع کریں گے کہ ہم پر گر پڑو اور ٹیلوں سے کہ ہمیں چھپا لو کیونکہ جب ہرے درخت کے ساتھ ایسا کرتے ہیں تو سُوکھے کے ساتھ کیا کچھ نہ کِیا جائے گا؟ اور وہ دو اَور آدمیوں کو بھی جو بدکار تھے لئے جاتے تھے کہ اُس کے ساتھ قتل کِئے جائیں۔ جب وہ اُس جگہ پر پہنچے جِسے کھوپڑی کہتے ہیں تو وہاں اُسے مصلوب کِیا اور بدکاروں کو بھی ایک کو دہنی اور دُوسرے کو بائیں طرف۔ یسوع نے کہا، اَے باپ! اِن کو مُعاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں۔ اور اُنہوں نے اُس کے کپڑوں کے حِصے کِئے اور اُن پر قرعہ ڈالا۔ اور لوگ کھڑے دیکھ رہے تھے اور سردار بھی ٹھٹھے مار مار کر کہتے تھے کہ اِس نے اَوروں کو بچایا، اگر یہ خدا کا مسیح اور اُس کا برگزیدہ ہے تو اپنے آپ کو بچائے۔ سپاہیوں نے بھی پاس آ کر اور سِرکہ پیش کر کے اُس پر ٹھٹھا مارا اور کہا کہ اگر تُو یہودیوں کا بادشاہ ہے تو اپنے آپ کو بچا۔ اور ایک نوشتہ بھی اُس کے اُوپر لگایا گیا تھا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ پھر جو بدکار صلیب پر لٹکائے گئے تھے اُن میں سے ایک اُسے یوں طعنہ دینے لگا کہ کیا تُو مسیح نہیں؟ تُو اپنے آپ کو اور ہم کو بچا۔ مگر دُوسرے نے اُسے جھڑک کر جواب دیا کہ کیا تُو خدا سے بھی نہیں ڈرتا حالانکہ اُسی سزا میں گرفتار ہے؟ اور ہماری سزا تو واجبی ہے کیونکہ اپنے کاموں کا بدلہ پا رہے ہیں لیکن اِس نے کوئی بیجا کام نہیں کِیا۔ پھر اُس نے کہا، اَے

یسوع جب تُو اپنی بادشاہی میں آئے تو مجھے یاد کرنا۔ اُس نے اُس سے کہا، مَیں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ آج ہی تُو میرے ساتھ فردوس میں ہو گا۔'' (لُوقا۲۳:۲٦۔۴۳)

اُن دِنوں یہ رواج تھا کہ سزایافتہ شخص اپنی صلیب خود اُٹھا کر پھانسی کے مقام پر لے کر جاتا تھا، مگر مسیح یسوع کوڑے لگنے اور ہر طرح کا ظلم و ستم سہہ سہہ کر اِس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ سارا فاصلہ طے کر کے صلیب اُٹھا کر چلنا نہایت مشکل تھا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ شمعون جب صبح یروشلیم جانے کے لئے نکلا تو اُس کا کوئی اِرادہ نہیں تھا کہ پھانسی کے عمل کا حصہ بنے، مگر خدا اکثر دردناک حالات میں اپنی برکات نازل کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ شمعون کے مسیح یسوع کی صلیب اُٹھانے کے تجربہ نے اُسے مجبور کِیا کہ وہ اور اُس کا خاندان مسیح خداوند کے پیروکار بن جائیں۔ اِنجیلِ مُقدس کے دُوسرے حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ شمعون کی بیوی اور بیٹے کلیسیا میں بہت نمایاں تھے (مرقس ۱۵:۲۱، رُومیوں ۱٦:۱۳)۔

اگرچہ لوگوں کا ہجوم یسوع کے مقدمہ کا گواہ اور مذہبی لیڈروں کے ساتھ مِل کر یسوع کے خون کا پیاسا تھا، مگر یروشلیم میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اپنے خداوند کو کسی بھی تکلیف و درد میں دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ بہت سی عورتیں پھانسی کے مقام تک لے جانے والے ہجوم میں شامل تھیں اور رُو پیٹ رہی تھیں۔ اِس میں کوئی

شک نہیں کہ مسیح یسوع اُن کے پیار و ہمدردی کے لئے شکر گزار ہوں گے، لیکن ساتھ ساتھ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ اُس کے لئے مت روئیں پیٹیں بلکہ اپنے لئے روئیں کیونکہ یروشلیم پر بہت جلد آفت و مُصیبت آنے والی ہے۔ مسیح یسوع نے پہلے ہی یروشلیم کے بارے میں پیشین گوئی کر دی تھی کہ شہر خوفناک مصائب کے درمیان تباہ و برباد ہو جائے گا۔

عام طور پر عورت پر یہ ایک لعنت تھی کہ وہ بانجھ رہے اور بچہ پیدا نہ کرے، مگر آنے والی مُصیبت و بربادی بانجھ عورتوں کے لئے باعثِ برکت ہو گی کیونکہ وہ اپنے بچوں کی تکلیف اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں گی۔ ہوسیع نبی کے اِلہامی الفاظ کو دہراتے ہوئے مسیح یسوع نے کہا کہ لوگ پہاڑوں سے کہیں گے کہ ہم کو چھپا لو اور ٹیلوں سے کہیں گے ہم پر آ گرو تاکہ اُن کی اذیت و تکلیف کم ہو جائے۔ پھر مسیح خداوند نے اپنے آپ کو ایک ہرے بھرے پھلتے پھولتے خوشنما درخت سے تشبیہ دی۔ ذرا سُوچیئے کہ اگر لوگ ایک بے گناہ و معصُوم کے ساتھ اِتنا ہولناک سلوک کر رہے تھے تو ایک سُوکھے یعنی گناہگار یروشلیم کے ساتھ کیا نہ کریں گے؟

سپاہیوں نے دو مجرموں کو مسیح یسوع کے ساتھ مصلوب کر دیا۔ یہ سب یعنی ہجوم کا تمسخر اور طنز و مزاح، سپاہیوں کا یسوع کے کپڑوں پر قرعہ ڈالنا پاک اِلہامی صحائف میں درج پیشین گوئیوں کی تکمیل تھی۔ جیسا

کہ زبور کی اِلہامی کتاب کے ۲۲ باب میں داوٗد نبی صاف طور پر کہتا ہے کہ مسیح یسوع کی صلیب کے گرد ٹھٹھا و طنز کرنے والوں کا ہجوم ہو گا۔ اُس نے یسوع کے بارے میں واضح طور پر یہ بھی پیشین گوئی کی کہ ''وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں اور میری پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں۔'' (زبور ۲۲:۱۸) یسعیاہ نبی اپنے اِلہامی صحیفہ میں مسیح بارے ایک اَور قابلِ ذِکر پیشین گوئی کے بارے لکھتا ہے، ''...اُس نے اپنی جان موت کے لئے اُنڈیل دی اور وہ خطاکاروں کے ساتھ شمار کِیا گیا تو بھی اُس نے بہتوں کے گناہ اُٹھا لئے اور خطاکاروں کی شفاعت کی۔'' (یسعیاہ ۵۳:۱۲) یہ محبت و پیار کا کتنا عجیب و انوکھا مظاہرہ ہے کہ مسیح یسوع اُن خطاکاروں کی خدا کے سامنے شفاعت یعنی معافی کی درخواست کر رہے ہیں جنہوں نے اُنہیں ستایا، ٹھٹھوں میں اُڑایا اور صلیب پر چڑھا دیا۔ اِس طرح اُنہوں نے اپنی تعلیم کا عملی مظاہرہ کِیا جو وہ پہلے ہی اپنے شاگردوں کو دے چکے تھے یعنی، ''...اپنے دُشمنوں سے محبت رکھو۔ جو تم سے عداوت رکھیں اُن کا بھلا کرو۔ جو تم پر لعنت کریں اُن کے لئے برکت چاہو۔ جو تمہاری تحقیر کریں، اُن کے لئے دُعا کرو۔'' (لُوقا ۶:۲۷-۲۸)

مسیح یسوع کی دُعا نے تمسخر و ٹھٹھا اُڑانے والے گمراہ لوگوں پر کوئی اثر نہ ڈالا۔ اُنہوں نے اُس پر طعنہ زنی کی کہ وہ خود کو نہیں بچا سکتا۔ اِس طرح کے طنز سے وہ مسیح یسوع کے معجزات پر جن کی بدولت

بہت سے لوگ بچ گئے اپنی کم اعتقادی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ یسوع کو صلیب دیا جانا اِس بات کا ثبوت ہے کہ مسیح، خدا کا چُنا ہُوا نہیں ہے۔ وہ اِس اِلٰہی سچائی کے بارے میں مکمل طور پر انجان تھے کہ مسیح یسوع کے لئے مرنا نہایت ضروری تھا تاکہ وہ اپنا پاک و معصُوم خون بہا کر رُوحانی طور پر دُوسروں کو بچا سکے۔ وہ اِتنے نادان تھے کہ سمجھ ہی نہ سکے کہ ''...اِبنِ آدم بھی اِس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اِس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے۔'' (مرقس ۱۰:۴۵)

زبانی کلامی ملامت کے علاوہ کچھ اَور طرح کی تمسخر و ٹھٹھا بھی تھا جو خاص طور پر ظلم و اذیت اور طنز و سختی سے اِس قدر بھرا ہُوا تھا کہ برداشت کرنا مشکل تھا۔ ایک رات پہلے سے کچھ نہ پینے، کوڑے لگنے کے سبب خون کا بڑی مِقدار میں بہہ جانا اور کپڑوں کے بغیر چلچلاتی دُھوپ میں بدن کے جلنے سے پیاس کی شدت میں اَور اضافہ ہو جاتا ہے۔ سپاہیوں نے مسیح یسوع کو محض دِکھاوے یا مذاقاً اپنی مَے کی بوتلوں میں سے کچھ پینے کو دیا کہ ''اگر تُو واقعی یہودیوں کا بادشاہ ہے تو نیچے آ اور اِس میں سے پی لے۔''

سپاہیوں کا طعنہ یسوع کی سزائے موت کی وجہ بتانے والے نوٹس کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ لکھ کر کہ یسوع یہودیوں کا بادشاہ ہے، پیلاطس

نے نہ صرف یسوع کو دُرست ثابت کیا بلکہ یہودی لیڈروں کی توہین بھی کی کہ اُنہوں نے اپنے بادشاہ کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔

پہلے تو دو ڈاکو بھی جو یسوع کے ساتھ مصلوب تھے، تمسخر و ٹھٹھا اُڑانے میں شامل تھے مگر پھر ایک نے توبہ کی۔ اِس کے باوجود کہ یسوع اُس کے ساتھ ہی صلیب پر جان دے رہا تھا مگر اُس ڈاکو کا پورا یقین و اِیمان تھا کہ یسوع اپنی بادشاہت قائم کرے گا۔ اُس کی یسوع سے درخواست میں اِیمان و یقین کی ایک بہت بڑی جھلک نظر آتی ہے۔ عام طور پر صلیب پر لٹکے ہوئے اِنسان کو مرنے میں کافی دِن لگ جاتے ہیں، مگر یسوع نے آسمانی بادشاہت کا اِقرار کرنے والے ڈاکو سے کہا کہ تُو آج ہی میرے ساتھ فردوس یعنی جنت میں ہو گا۔

پچاسیواں باب

بادشاہ کا جنازہ

(لُوقا ۲۳: ۴۴-۵۶)

بعض اوقات اِنسان اپنی زندگی میں دُوسروں پر کتنا زیادہ اثر انداز ہوتا ہے مگر بہت کم سوچتے ہیں کہ کسی کا مرنے کے بعد بھی اِتنا گہرا اثر ہو سکتا ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ مسیح یسوع نے اپنی زمینی زندگی میں بہت سے لوگوں کی زندگیوں پر گہرا اثر ڈالا، نہ صرف بیماروں، لاچاروں اور اپاہجوں کو شفا بخشی بلکہ بہت سے گناہگاروں کی زندگیاں مسیح کے وسیلہ سے ہمیشہ کے لئے تبدیل ہو گئیں اور اُنہوں نے خدائے واحد کے ساتھ اپنا رشتہ بحال کر لیا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ مسیح یسوع کی موت نے بنی نوع اِنسان پر بہت زیادہ اثر ڈالا یہاں تک اُس کے دُشمن جو اُس کے خون کے پیاسے تھے اور اُسے صلیب پر لٹکا کر اُس کا تمسخر اُڑاتے تھے، وہ بھی مسیح خداوند کے آسمانی جلال و حشمت کے مُعترف ہو گئے۔

لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲۳ باب کی ۴۴ سے ۴۹ آیت میں لکھتا ہے کہ یسوع کی وفات کیسے ہوئی، "پھر دوپہر کے قریب سے تیسرے پہر تک تمام مُلک میں اندھیرا چھایا رہا، اور سُورج کی روشنی جاتی

رہی اور مَقدِس کا پردہ بیچ میں سے پھٹ گیا۔ پھر یسوع نے بڑی آواز سے پُکار کر کہا، اَے باپ! مَیں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سَونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دَم دے دیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر صُوبہ دار نے خدا کی تمجید کی اور کہا، بے شک یہ آدمی راستباز تھا۔ اور جتنے لوگ اِس نظارہ کو آئے تھے یہ ماجرا دیکھ کر چھاتی پیٹتے ہوئے لوٹ گئے، اور اُس کے سب جان پہچان اور وہ عورتیں جو گلیل سے اُس کے ساتھ آئی تھیں، دُور کھڑی یہ باتیں دیکھ رہی تھیں۔'' (لُوقا ۲۳:۴۴۔۴۹)

پہلے ہی سے اِس بات کا اِشارہ مِل چُکا تھا کہ مسیح یسوع کی صلیبی موت کوئی عام موت کی سزا نہیں تھی۔ یہ ناقابلِ یقین بات ہے کہ کوئی شخص اپنے ستانے والوں کو مُعاف کر دے جنہوں نے اُسے صلیب پر چڑھا دیا۔ اِس سے بھی ناممکن بات یہ کہ اُس نے اُن بے رحم لوگوں کو معاف کر دیا جنہوں نے اُس کا صلیب پر اذیت و موت کے وقت تمسخر و ٹھٹھا اُڑایا۔ جب مسیح یسوع صلیب پر کرب و درد کی حالت جان دے رہے تھے تو اُنہوں نے ظلم و ستم ڈھانے والوں کے لئے دُعا کی۔ اور ایک اَور ناممکن بات یہ ہے کہ مسیح یسوع نے اُس ڈاکو سے جو اُن کے ساتھ مصلوب تھا اور جس نے کہا کہ جب تُو اپنی بادشاہی میں آئے تو مجھے یاد رکھنا، اُسے جواب دیا کہ آج ہی تُو میرے ساتھ فردوس یعنی جنت میں ہو گا۔ عام طور پر صلیب پر لٹکے شخص کی چار دِن میں موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ چیزیں حسب معمول اور فکر انگیز تھیں،

مگر اِن میں دہشت و خوف پھیلانے والی کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن یہ حیرت انگیز بات تھی کہ سُورج کی چمک جاتی رہی اور تین گھنٹے تک زمین پر اندھیرا چھایا رہا۔ دُوسرے حوالہ جات میں لکھا ہے کہ زمین لرزی، چٹانیں تڑک گئیں، قبریں کھل گئیں اور بہت سے مُقدس لوگ جو مَر گئے تھے جی اُٹھے۔ مگر سب سے اہم و انوکھی بات یہ تھی کہ ہیکل کے مقام پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہ ہجوم جو مسیح یسوع کی صلیب کے اِرد گرد جمع تھا وہ تو نہ دیکھ سکا، لیکن اِمکان ہے کہ پردے کے پھٹنے کی افواہیں اُن تک بھی پہنچی ہوں گی۔ یہ پردہ اندرُونی اور نہایت پاک و مُقدس کمرے کے سامنے لٹک رہا تھا۔ یہ وہ کمرہ تھا جہاں خداوند خدا کی موجودگی رہتی تھی۔ اِس کمرے میں سوائے سردار کاہن کے کسی کو داخل ہونے کی اِجازت نہیں تھی کیونکہ وہاں وہ ہر سال گناہوں کے عوض گذرانی گئی قربانیوں کا خون پیش کرتا تھا۔ پردے کا پھٹنا ایک نشان تھا کہ گناہوں کی حتمی قربانی کی قیمت ادا ہو چکی ہے اور مسیح یسوع نے صلیب پر اپنا پاک و معصُوم خون بہا کر خدا کے ساتھ میل مِلاپ کا رشتہ بحال کر دیا ہے۔

اُس دِن کے صرف یہی اہم واقعات نہیں تھے۔ اور جب وہ سب کچھ پورا ہو گیا جس کی ضرورت تھی تو یسوع نے بڑی آواز سے چِلا کر خدا کو پُکارا اور اپنی جان دے دی۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ کسی نے بھی یسوع کی جان نہیں لی۔ وہ آہستہ آہستہ کمزوری کا شکار نہیں ہُوا بلکہ

اُس نے خود طے کِیا کہ کب مَرے گا۔ یہ اُس کا اُن لوگوں کو جواب تھا جو اُس پر تمسخر و طنز کر رہے تھے کہ اپنے کو اِس اذیت سے بچائے۔ جیسا کہ مسیح یسوع نے اپنے شاگردوں کو کہا تھا کہ ''باپ (یعنی خدا) مجھ سے اِس لئے محبت رکھتا ہے کہ مَیں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اُسے پھر لے لوں۔ کوئی اُسے مجھ سے چھینتا نہیں بلکہ مَیں اُسے آپ ہی دیتا ہوں۔ مجھے اُس کے دینے کا بھی اِختیار ہے اور اُسے پھر لینے کا بھی اِختیار ہے۔ یہ حکم میرے باپ سے مجھے مِلا۔'' (یُوحنا ۱۰:۱۷-۱۸)

دیکھنے والوں پر مسیح یسوع کی صلیبی موت کا بہت زیادہ اثر ہُوا۔ وہ حاکم جو اِس سزا پر عمل درآمد کی نگرانی کر رہا تھا یہ سب دیکھ کر خدا کی حمد و تمجید کِئے بِنا نہ رہ سکا، بلکہ اُس نے تسلیم کِیا کہ بے شک یسوع ایک پاک و راستباز ہستی تھا۔ وہ لوگ جو یہ تماشہ دیکھنے آئے تھے وہ بھی ہجوم کے ساتھ مِل کر یسوع پر طنز و تنقید کے تیر برسا رہے تھے۔ لوگ خوف و ہراس میں سینہ پیٹتے چلے گئے۔ یقیناً یہ پچھتاوا کچھ ہفتے بعد عیدِ پینتِکست کے دِن اپنا پھل ظاہر کرے گا جب پطرس رسول اُنہیں ملامت کرے گا کہ اُنہوں نے خدا کے مَسح کِئے ہوئے ایک پاک و راستباز کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اِس دوران مسیح یسوع کے شاگرد صلیب سے کچھ فاصلے پر حیران، پریشان، گھبرائے ہوئے کھڑے تھے۔ اُنہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اَب کیا کریں۔

خوش قسمتی سے وہاں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جو خوب جانتا تھا کہ اَب کیا کرنا چاہیے۔ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲۳ باب کی ۵۰ سے ۵۶ آیت میں لکھتا ہے، ''اور دیکھو یُوسف نام ایک شخص مُشیر تھا جو نیک اور راستباز آدمی تھا، اور اُن کی صلاح اور کام سے رضامند نہ تھا۔ یہ یہودیوں کے شہر اَرمتیہ کا باشندہ اور خدا کی بادشاہی کا مُنتظر تھا۔ اُس نے پیلاطس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی، اور اُس کو اُتار کر مہین چادر میں لپیٹا۔ پھر ایک قبر کے اندر رکھ دیا جو چٹان میں کھدی ہوئی تھی اور اُس میں کوئی کبھی رکھا نہ گیا تھا۔ وہ تیاری کا دِن تھا اور سبت کا دِن شروع ہونے کو تھا۔ اور اُن عورتوں نے جو اُس کے ساتھ گلیل سے آئی تھیں پیچھے پیچھے جا کر اُس قبر کو دیکھا اور یہ بھی کہ اُس کی لاش کس طرح رکھی گئی۔ اور لوٹ کر خوشبودار چیزیں اور عِطر تیار کِیا۔'' (لُوقا ۲۳:۵۰۔۵۶)

اِس بارے میں یُوحنا رسول لکھتا ہے، ''...اَرمتیہ کے رہنے والے یُوسف نے جو یسوع کا شاگرد تھا (لیکن یہودیوں کے ڈر سے خفیہ طور پر) پیلاطس سے اِجازت چاہی کہ یسوع کی لاش لے جائے۔'' (یُوحنا ۱۹:۳۸) مگر یسوع کی موت نے خوف و دہشت کو جُرأت و دلیری میں بدل دیا۔ اگرچہ اُس نے اِس کی وجہ سے حکمران کونسل میں اپنے ساتھیوں کو الگ کرنے اور رُومی گورنر کی توجہ اپنی طرف مبذول کروانے کا خطرہ مول لیا کیونکہ یُوسف ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ یسوع کے مُردہ بدن کو ایک عام

مجرم کی طرح بے نشان گڑھے میں پھینک کر بے حُرمت کِیا جائے۔ اُس نے پیلاطس سے یسوع کی لاش کے لئے درخواست کی۔ اگرچہ لُوقا اِس بارے میں بیان نہیں کرتا کہ پیلاطس نے یسوع کی لاش کو حوالے کرنے سے پہلے تصدیق کی کہ واقعی مَر چُکا ہے۔ اُس نے پکا یقین کرنے کے لئے ایک سپاہی کو اِجازت دی، اور اُس نے یسوع کے پہلو سے دِل میں بھالا یعنی برچھی ماری۔ جبکہ یہودی رواج کے مطابق گوارہ نہیں تھا کہ لاش صلیب پر اگلے دِن تک لٹکی رہے کہ وہ سبت کا خاص دِن تھا، سپاہیوں نے یسوع کے ساتھ جو دو مُجرم مصلوب تھے اُن کی ٹانگیں توڑ دیں تاکہ وہ اپنے آپ کو سانس لینے کے لئے اُوپر کی طرف کھینچ نہ سکیں۔ اِس طرح توبہ کرنے والے مُجرم سے مسیح یسوع کا وعدہ پورا ہُوا کہ وہ اِسی دن جنت میں اُس کے ساتھ ہو گا۔

جونہی یُوسف کو اِجازت مِلی تو اُس نے فوراً یسوع کے مُردہ بدن کو صلیب سے نیچے اُتارا۔ گو لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل میں اِس کا ذِکر نہیں کرتا مگر نیکدیمس نے بھی جو یہودی حکمران کونسل کا ممبر تھا یُوسف کی مدد کی۔ سب نے مِل کر یسوع کی لاش کو مہین کپڑے میں لپیٹا اور خوشبودار چیزیں لگا کر چٹان میں ایک نئ کھدی ہوئی قبر کے اندر رکھ دیا جو یُوسف نے اپنے خاندان کے لئے تیار کی تھی۔ یہ بالکل مُناسب تھا کہ یہودیوں کا بادشاہ دُوسرے بادشاہوں کی طرح ایک نئ قبر میں رکھا جائے جہاں پہلے کبھی کسی کی لاش نہ رکھی گئ ہو۔

وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے یُوسف اور نِیکدیمس یہودی رسم و رواج کے مطابق دفن کے اِنتظام مکمل نہ کر سکے کیونکہ مُوسوی شریعت کے مطابق سبت کے دِن کام کرنا منع تھا اور سبت شروع ہونے کو تھا۔ البتہ گلیل سے یسوع کے ساتھ آئی ہوئی عورتوں نے دفن کے کام کی تیاری کی۔ اُنہوں نے خوشبودار چیزیں اور عِطر اِکٹھا کِیا اور سبت کی پابندی ختم ہوتے ہی قبر پر آئیں تاکہ یسوع کے مُردہ بدن کو تیار کریں۔ اتوار کو صبح سویرے جبکہ ابھی اندھیرا ہی تھا تو وہ قبر آ گئیں۔ لیکن جب وہ قبر پر پہنچیں تو قبر کے اندر کا منظر دیکھ کر حیران و پریشان رہ گئیں۔ وہ عورتیں انجانے میں اُس تاریخی ازلی سچائی کی چشم دِید گواہ بن گئیں جس کے گرد ساری اِنسانی تاریخ گھومتی ہے۔

چھیاسیواں باب

بادشاہ کا غائب ہو جانا

(لُوقا ۲۴:۱-۱۲)

ہمارے ہاں ایسی کوئی بات نہ سُننے کا رُجحان ہے جو دُنیا کے بارے میں ہمارے نظریہ سے مُتفق نہیں ہوتی۔ ہم تصور نہیں کر سکتے کہ چیزیں کسی اور طریقہ سے بھی ہو سکتی ہیں، اِس لئے ہم یا تو اُس کے برعکس معلومات کو توڑ موڑ دیتے ہیں جو ہم مان لیتے ہیں یا یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اِس کے باوجود کہ مسیح یسوع نے بار بار اپنے شاگردوں کو بتایا کہ اُسے نااِنصافی کے ساتھ بہتان لگا کر صلیب دیا جائے گا مگر اِس حقیقت کو سمجھنا اُن کی عقل و سمجھ سے باہر تھا۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مسیح مَر سکتا ہے۔

جب یسوع مسیح مَر گئے تو شاگردوں کی اُمیدیں اور خواب بھی اُن کے ساتھ ہی دفن ہو گئے۔ پھر جب عورتیں قبر پر گئیں جہاں یسوع کی لاش کو تدفین کی رسُومات مکمل کرنے کے لئے رکھا گیا تھا تو اُنہیں وہاں ایک اَور صدمہ پہنچا۔ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲۴ باب کی ۱ سے ۱۲ آیت میں یوں لکھتا ہے، ''سبت کے دِن تو اُنہوں نے حکم کے مطابق آرام کِیا، لیکن ہفتہ کے پہلے دِن وہ صبح سویرے ہی اُن خُوشبودار

چیزوں کو جو تیار کی تھیں لے کر قبر پر آئیں۔ اور پتھر کو قبر پر سے لڑھکا ہُوا پایا، مگر اندر جا کر خداوند یسوع کی لاش نہ پائی۔ اور ایسا ہُوا کہ جب وہ اِس بات سے حیران تھیں تو دیکھو دو شخص براق پوشاک پہنے اُن کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ جب وہ ڈر گئیں اور اپنے سَر زمین پر جُھکائے تو اُنہوں نے اُن سے کہا کہ زندہ کو مُردوں میں کیوں ڈھونڈتی ہو؟ وہ یہاں نہیں بلکہ جی اُٹھا ہے۔ یاد کرو کہ جب وہ گلیل میں تھا تو اُس نے تم سے کہا تھا، ضرور ہے کہ اِبنِ آدم گنہگاروں کے ہاتھ میں حوالہ کِیا جائے اور مصلوب ہو اور تیسرے دِن جی اُٹھے۔ اُس کی باتیں اُنہیں یاد آئیں، اور قبر سے لوٹ کر اُنہوں نے اُن گیارہ اور باقی سب لوگوں کو اِن سب باتوں کی خبر دی۔ جنہوں نے رسُولوں سے یہ باتیں کہیں وہ مریم مگدلینی اور یُوانہ اور یعقوب کی ماں مریم اور اُن کے ساتھ کی باقی عورتیں تھیں۔ مگر یہ باتیں اُنہیں کہانی سی معلوم ہوئیں اور اُنہوں نے اُن کا یقین نہ کِیا۔ اِس پر پطرس اُٹھ کر قبر تک دوڑا گیا اور جُھک کر نظر کی اور دیکھا کہ صرف کفن ہی کفن ہے، اور اِس ماجرے سے تعجب کرتا ہُوا اپنے گھر چلا گیا۔'' (لُوقا ۲۴:۱۔۱۲)

مسیح یسوع یہودی سبت شروع ہونے کے کچھ دیر پہلے وفات پا گئے۔ موسوی شریعت کے مطابق سبت کے دِن کام کاج کرنا بالکل منع تھا لہذا جن لوگوں نے یسوع کے مُردہ بدن کو صلیب سے اُتارا ا اُن کے پاس وقت نہیں تھا کہ تدفین کے وقت عام طور پر کی جانے رسُومات کو پورا

کرتے۔ ایسی صُورت میں صرف اِتنا ہی وقت تھا کہ وہ لاش کو قبر میں رکھنے سے پہلے جلدی سے کچھ خوشبودار چیزیں لگاتے اور مہین کپڑے میں لپیٹ دیتے۔ جب سبت ختم ہُوا تو عورتوں کے پاس تھوڑا سا وقت تھا کہ تدفین کی تیاری کریں تا کہ کہیں لاش خراب نہ ہو۔ اِسی لئے وہ صبح سویرے جبکہ ابھی اندھیرے ہی تھا قبر پر آئیں۔ اگر وہ دِن شروع ہونے پر پہنچتی تو ظاہر ہے کہ اُن کے پاس ضروری کام کے لئے کافی روشنی ہو گی۔

قبر میں کئی گھنٹوں کے بعد یسوع کے مُردہ جسم کی حالت کے علاوہ، خواتین کو ایک اور مشکل مسئلہ کا سامنا کرنا پڑا۔ یُوسف اور نیکدیمس نے جس قبر میں یسوع کی لاش کو رکھا وہ چٹان میں کھدی ہوئی تھی۔ قبر کو ایک گول بھاری پتھر پر مُہر لگا کر داخلی راستے پر لڑھکا دیا گیا تھا۔ وہ پتھر اِتنا بھاری تھا کہ عورتوں کے لئے اُسے ہِلانا ممکن نہ تھا۔ ایک اَور حوالہ میں درج ہے کہ قبر کی طرف جاتے ہوئے عورتوں نے اپنی اِس پریشانی کا اِظہار کِیا کہ پتھر کو کیسے لڑھکائیں گی (مرقس ۱۶:۲۔۳)۔ یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ مسیح یسوع کا کوئی بھی شاگرد عورتوں کی مدد کے لئے ساتھ نہیں گیا۔ شائد وہ سوچ رہے تھے کہ یہ احمقانہ بات ہو گی کیونکہ جو کچھ یسوع کی لاش کے ساتھ کیا جا چُکا ہے اُس سے زیادہ وہ اَور کیا کر سکتے تھے؟ اِس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ خوف اور غم سے نڈھال ہو کر ہمت ہار چکے تھے کہ یہ

عورتیں قبر پر جا کر کیا کریں گی؟ خیر کچھ بھی ہو اُنہوں نے یہ ناگوار کام عورتوں کے سُپرد کر دیا کہ وہ خود ہی اِسے انجام دیں۔

قبر پر پہنچ کر عورتوں نے دیکھا کہ اُن کا خوف بلا جواز تھا یعنی پتھر قبر کے داخلی راستے سے پہلے ہی لڑھکا ہُوا تھا۔ اِس دوران اُنہیں ایک اَور بہت ہی بڑے مُعمہ کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ یسوع کی لاش قبر میں سے غائب تھی۔ ابھی وہ اِسی صدمہ سے دُوچار تھیں کہ دو فرشتوں کو برف کی مانند سفید پوشاک پہنے سامنے کھڑے دیکھا۔ عورتوں کو فوراً پتہ چل گیا کہ یہ کوئی عام سی اِنسانی مخلوق نہیں بلکہ فرشتے ہیں۔ خوف و ڈر کے عالم میں اُنہوں نے زمین پر سَر جُھکا دیئے۔

البتہ عورتوں کا خوف غلط ثابت ہُوا حالانکہ فرشتے اُن سے خوش نہ ہوئے کہ وہ جو کچھ ہُوا اُسے پہچان نہ سکِیں، مگر پھر بھی وہ اُن کے لئے خوشی کا پیغام لے کر آئے۔ اپنے خداوند کی لاش کو جِسے تدفین کے اِنتظامات مکمل کر کے عزت و احترام دینا چاہتی تھیں وہ اَب مُردہ نہیں بلکہ زندہ ہو چکا تھا۔ یہ سُننے کے بعد اُنہیں یاد آیا کہ یسوع نے اُنہیں کئی مرتبہ کہا تھا کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھے گا۔

فرشتوں کا پیغام سُننے کے بعد عورتوں کے دِل میں کسی قِسم کا کوئی شک باقی نہ رہا کہ یسوع مسیح واقعی جی اُٹھا ہے۔ مگر اِس سے اُن کے لئے ایک اَور مسئلہ کھڑا ہو گیا، اُنہوں نے فوراً شاگردوں کو یہ خوشخبری سُنائی کہ خداوند یسوع جی اُٹھا ہے لیکن کسی نے بھی اُن کا یقین

نہ کِیا۔ ایسا نہیں کہ اِن عورتوں کو شاگرد جانتے نہ تھے، اُنہوں نے تو اِکٹھے کئی مہینے تک ایک ساتھ کام کِیا تھا بلکہ ایک شاگرد کی ماں تو اُن عورتوں میں شامل تھی جنہوں نے یسوع کی خالی قبر کو دیکھا اور فرشتوں کے پیغام کو سُنا تھا۔ اِس کے باوجود کسی نے اُس کا یقین نہ کِیا۔ یہاں تک کہ یُوحنا اور پطرس کے علاوہ کسی شاگرد نے بھی کوشش نہ کی کہ خود جا کر خالی قبر کو دیکھ لیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ شاگردوں نے مسیح یسوع کے جی اُٹھنے کا یقین نہ کِیا؟ اُنہوں نے فوری طور پر تصدیق کیوں نہ کی کہ عورتیں جو کہہ رہی ہیں وہ سچ ہے یا نہیں؟ یسوع کی موت سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ مسیح اور خدا کی بادشاہت بارے اُن کے تصورات غلط تھے۔ اِس کے باوجود اُن کی ذہنی کیفیت کو تبدیل کرنا مشکل تھا۔ اپنی غلطی کا احساس کر لینا نہایت ہی مشکل کام ہے۔ بعض اَوقات ہمیں اپنے اُس نقطۂ نظر کا از سَر نو جائزہ لینے میں وقت درکار ہوتا ہے جو زندگی بھر دِل و دماغ میں پلتا رہا ہو۔ شاگردوں کو اپنے خداوند مسیح یسوع کی تعلیم کو جاننے سمجھنے میں مزید کئی دِن لگیں گے۔ جب عورتوں نے اُنہیں یہ خوشخبری سُنائی کہ یسوع مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے تو اُن کے لئے اِس سچائی کو تسلیم کرنا ممکن نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب پطرس رسول نے یسوع کی خالی قبر اور کفن کو پڑا دیکھا تو وہ گھبراہٹ و پریشانی کے عالم میں واپس لوٹ گیا۔

شاگردوں کی طرح آج بھی بہت سے لوگ ہیں جو اِس ازلی سچائی پر اِیمان نہیں رکھتے۔ وہ بھی عورتوں کی طرح بھول جاتے ہیں کہ یسوع نے اپنی موت اور جی اُٹھنے کے بارے میں کیا کہا تھا یا شائد وہ اِس سچائی کو قبول ہی نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن مسیح یسوع کی موت، دفن ہونا اور مُردوں میں سے جی اُٹھنا ایک بُنیادی حقیقت ہے جو خداوند خدا کا بنی نوع اِنسان کی نجات کے سارے منصوبہ کا مرکز و محور ہے۔ مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بغیر نجات ممکن ہی نہیں۔ پَولُس رسول اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''اور اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو تمہارا اِیمان بے فائدہ ہے۔ تم اَب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہو بلکہ جو مسیح میں سو گئے ہیں وہ بھی ہلاک ہوئے۔ اگر ہم صرف اِسی زندگی میں مسیح میں اُمید رکھتے ہیں تو سب آدمیوں سے زیادہ بدنصیب ہیں۔'' (۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۱۷-۱۹)

ہمیں بہت محتاط ہونے کی ضرورت ہے کہ ہم، رسولوں کی طرح اپنے اِس تصور کی پیروی کرتے ہوئے خدا کی سچائی کو ہی نہ دیکھ سکیں۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ مسیح یسوع نے واضح طور پر اپنے شاگردوں سے کہا کہ اُسے دھوکا دیا جائے گا، بے عزت کِیا جائے گا اور صلیب پر چڑھا دیا جائے گا۔ اُس نے یہ صاف طور پر دعوے سے کہا کہ وہ تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھے گا۔ اگر ہم اِیمان رکھتے ہیں کہ وہ نبی ہے تو پھر اُس کی تعلیم کی سچائی کو قبول کیوں نہیں کرتے؟ اگر

مسیح یسوع واقعی خدا کی طرف سے بھیجا گیا اور خدا ہی کا پیغام دیتا تھا تو پھر ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا ہے کہ وہ مُردوں میں جی اُٹھا ہے اور آج بھی زندہ ہے۔

ستاسیواں باب

بادشاہ پوشیدگی میں

(لُوقا ۲۴: ۱۳-۳۵)

کیا کبھی آپ کے ساتھ یہ اِتفاق ہُوا ہے کہ کسی بات پر یقین و اعتماد نہ رکھتے ہوں کیونکہ آپ کی سوچ کے مطابق ایسا ممکن ہو ہی نہیں سکتا؟ یقیناً ہم نے کبھی ایسا ہوتے ہوئے نہ دیکھا اور نہ سُنا۔ یوں لگتا ہے جیسے یہ پریوں کے دیس کی کہانی ہو جس کا حقیقت کی دُنیا سے دُور دُور تک کوئی واسطہ تعلق نہیں۔ مسیح یسوع کے شاگرد بھی کچھ ایسے ہی تجربہ سے گزرے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اُن کا خداوند مر جائے گا حالانکہ مسیح یسوع نے اُنہیں بارہا کہا کہ اُنہیں دھوکا دیا جائے گا اور صلیب پر چڑھا دیا جائے گا۔ اور جب اُنہیں مجبوراً اپنے خداوند کی موت کو قبول کرنا پڑا تو اُن کے لئے یہ تصور کرنا نہایت مشکل تھا کہ وہ مُردوں میں جی اُٹھے گا۔ جب تیسرے دِن اُنہوں نے مسیح خداوند کی قبر کو خالی پایا تو پریشان ہو گئے کہ یہ کیا ہُوا؟ اُن کو سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ اَب کیا کریں، بے شک مسیح یسوع نے اُنہیں پہلے خبردار کر دیا تھا کہ کیا ہو گا۔

لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲۴ باب کی ۱۳ سے ۲۴ آیت میں مسیح کے شاگردوں کی گھبراہٹ و پریشانی بارے لکھتا ہے، ''اور دیکھو اُسی دِن اُن میں سے دو آدمی اُس گاؤں کی طرف جا رہے تھے جس کا نام اماؤس ہے۔ وہ یروشلیم سے قریباً سات میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور وہ اِن سب باتوں کی بابت جو واقع ہوئی تھیں آپس میں بات چیت کرتے جاتے تھے۔ جب وہ بات چیت اور پوچھ پاچھ کر رہے تھے تو ایسا ہُوا کہ یسوع آپ نزدیک آ کر اُن کے ساتھ ہو لیا، لیکن اُن کی آنکھیں بند کی گئی تھیں کہ اُس کو نہ پہچانیں۔ اُس نے اُن سے کہا، یہ کیا باتیں ہیں جو تم چلتے چلتے آپس میں کرتے ہو؟ وہ غمگین سے کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک جس کا نام کلیپُاس تھا جواب میں اُس سے کہا، کیا تُو یروشلیم میں اکیلا مسافر ہے جو نہیں جانتا کہ اِن دِنوں اُس میں کیا کیا ہُوا ہے؟ اُس نے اُن سے کہا، کیا ہُوا ہے؟ اُنہوں نے اُس سے کہا، یسوع ناصری کا ماجرا جو خدا اور ساری اُمت کے نزدیک کام اور کلام میں قدرت والا نبی تھا۔ اور سردار کاہنوں اور ہمارے حاکموں نے اُس کو پکڑوا دیا تاکہ اُس پر قتل کا حکم دیا جائے اور اُسے مصلوب کِیا۔ لیکن ہم کو اُمید تھی کہ اِسرائیل کو مخلصی یہی دے گا اور علاوہ اِن سب باتوں کے اِس ماجرے کو آج تیسرا دِن ہو گیا۔ اور ہم میں سے چند عورتوں نے بھی ہم کو حیران کر دیا ہے جو سویرے ہی قبر پر گئی تھیں، اور جب اُس کی لاش نہ پائی تو یہ کہتی ہوئی آئیں کہ ہم نے رویا

میں فرشتوں کو بھی دیکھا۔ اُنہوں نے کہا، وہ زندہ ہے۔ اور بعض ہمارے ساتھیوں میں سے قبر پر گئے اور جیسا عورتوں نے کہا تھا ویسا ہی پایا مگر اُس کو نہ دیکھا۔ اُس نے اُن سے کہا، اَے نادانو اور نبیوں کی سب باتوں کے ماننے میں سُست اعتقادو! کیا مسیح کو یہ دُکھ اُٹھا کر اپنے جلال میں داخل ہونا ضرور نہ تھا؟ پھر موسیٰ سے اور سب نبیوں سے شروع کر کے سب نوشتوں میں جتنی باتیں اُس کے حق میں لکھی ہوئی ہیں، وہ اُن کو سمجھا دِیں۔ اِتنے میں وہ اُس گاؤں کے نزدیک پہنچ گئے جہاں جاتے تھے اور اُس کے ڈھنگ سے ایسا معلوم ہُوا کہ وہ آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ اُنہوں نے اُسے یہ کہہ کر مجبور کِیا کہ ہمارے ساتھ رہ کیونکہ شام ہُوا چاہتی ہے اور دِن اَب بہت ڈھل گیا۔ پس وہ اندر گیا تاکہ اُن کے ساتھ رہے۔ جب وہ اُن کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تو ایسا ہُوا کہ اُس نے روٹی لے کر برکت دی اور توڑ کر اُن کو دینے لگا۔ اِس پر اُن کی آنکھیں کھل گِئیں اور اُنہوں نے اُس کو پہچان لیا اور وہ اُن کی نظر سے غائب ہو گیا۔ اُنہوں نے آپس میں کہا کہ جب وہ راہ میں ہم سے باتیں کرتا اور ہم پر نوشتوں کا بھید کھولتا تھا تو کیا ہمارے دِل جوش سے بھر نہ گئے تھے؟ پس وہ اُسی گھڑی اُٹھ کر یروشلیم کو لوٹ گئے اور اُن گیارہ اور اُن کے ساتھیوں کو اِکٹھا پایا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ خداوند بے شک جی اُٹھا اور شمعون کو دِکھائی دیا ہے۔ اور اُنہوں نے راہ کا حال بیان

کِیا اور یہ بھی کہ اُسے روٹی توڑتے وقت کس طرح پہچانا۔''
(لُوقا ۲۴: ۱۳-۳۵)

شاگردوں کی سوچ اور رویہ کو ہم اُنہی کے الفاظ میں جانچ سکتے ہیں، ''ہم کو اُمید تھی۔'' اِن آدمیوں کو کیا اُمید تھی؟ اُنہیں یہ اُمید تھی کہ یسوع اِسرائیل کو نجات دے گا، اگرچہ اُنہوں نے اِس کی وضاحت نہیں کی کہ مطلب کیا ہے۔ اُنہیں یقیناً اُمید تھی کہ یسوع رُومیوں کو اِسرائیل سے مار بھگائے گا اور اپنے آباؤ اجداد داؤد بادشاہ کی طرح ہم پر حکومت کرے گا۔ درحقیقت اُنہوں نے مسیح یسوع کی بادشاہت کے بارے میں پیشین گوئیوں کو پورے طور پر نہیں سمجھا جہاں بادشاہت قائم کرنے کی بات کی گئی تھی، مگر اہم بات یہ ہے کہ اُن کی اُمید جاتی رہی۔ اگرچہ اُن کا پہلے پہل اِیمان تھا کہ یسوع ایک ایسی ہستی ہے کہ جِسے خدا نے مَسح کر کے بھیجا کہ بادشاہی قائم کرے، مگر اَب وہ اِیمان نہ رکھتے تھے کیونکہ مسیح یسوع کی موت سے اُن کی اُمیدیں، جوش و ولولہ بھی قبر میں دفن ہو گیا۔ مسیح کے بہت سے شاگردوں کے لئے یہ کوئی معمولی سا صدمہ نہیں تھا۔ اُنہوں نے تو اپنا گھر بار اور اپنے پیشہ کو ترک کر دیا تھا بلکہ مسیح خداوند کی خاطر اپنی زندگیاں تک داؤ پر لگا دی تھیں۔ وہ سَرِعام بےعزتی، شرمندگی اور دھمکیاں سہتے رہے۔ اُنہوں نے تکلیف و ذلت سہی اِس اُمید پر کہ جب مسیح یسوع اپنی بادشاہت قائم کریں گے تو اُنہیں اِنعام مِلے گا۔ اور اَب

یوں لگتا تھا کہ اپنے اُستاد و خداوند کے ساتھ اُن کی ساری محنت و وفاداریاں بے کار ثابت ہوئیں۔

یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ جب مسیح یسوع اِن دو آدمیوں کے ساتھ راہ میں شامل ہوئے تو وہ اُسے پہچان نہ سکے۔ لُوقا لکھتا ہے کہ ''...اُن کی آنکھیں بند کی گئی تھیں کہ اُس کو نہ پہچانیں...'' یہ کیا چیز تھی جس نے اُن کی آنکھوں کو اندھا کر دیا کہ وہ اپنے پیارے خداوند کو دیکھ نہ سکے؟ یسوع نے کہا کہ وہ ''نادان'' ہیں اور ''نبیوں کی سب باتوں کے ماننے میں سُست اعتقاد'' اگرچہ اُنہوں نے سُن رکھا تھا کہ یسوع نے کہا کہ وہ مَر کر مُردوں میں سے جی اُٹھے گا، مگر وہ اِس سچائی کو سمجھ نہ سکے۔ ہاں، وہ یہ اِیمان تو رکھتے تھے کہ یسوع اِسرائیل کو نجات دے گا مگر وہ نہیں سمجھتے تھے کہ نجات کے لئے قربانی و فدیہ کی ضرورت ہے۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ اِسرائیل کی نجات مسیح یسوع کی موت کے بغیر ممکن نہیں۔ اِس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ اُنہیں سمجھ نہیں آیا کہ نبیوں نے پاک صحائف میں کیا لکھا ہے۔ یہ دونوں آدمی پاک صحائف کی پہچان تو رکھتے تھے کیونکہ ہر سبت کو جب یہودی اپنی عبادت گاہ میں خداوند خدا کی حمد و تمجید کے لئے جمع ہوتے تو باقاعدگی سے مطالعہ کرتے تھے۔ لہذا ایسا نہیں تھا کہ اِن آدمیوں کے پاس معلومات نہیں تھی بلکہ اُنہوں نے اُن صحائف و حوالہ جات پر توجہ ہی نہیں دی جن میں مسیح یسوع کی موت، جی اُٹھنے اور

حشمت و جلال کا ذِکر تھا۔ اِس کے علاوہ بجائے اِس کے وہ یسوع کی خالی قبر پر اِیمان لاتے وہ محض اُلجھن کا شکار ہو گئے۔ ہم بھی اکثر اِن آدمیوں کی طرح ایسے ہی حالات کا شکار ہو جاتے ہیں، اِس لئے کہ ہمارے سامنے خدا کا پاک و اِلہامی کلام ہے، ہم اِسے دِل و دماغ میں حفظ کر لیتے اور بِنا دیکھے پڑھتے ہیں لیکن پھر بھی ہمت ہار دیتے اور نا اُمید ہو جاتے ہیں کیونکہ پاک کلام میں درج وعدوں اور عہدوں پر اِیمان نہیں رکھتے۔

مسیح یسوع نے اِن دو آدمیوں کی کم اعتقادی اور اِیمان کی کمی پر ملامت کی، مگر مسیح خداوند کے پیار و محبت کا معیار دیکھئے کہ نہ صرف ملامت کرتے بلکہ غلطی دُرست کرنے میں مدد بھی کرتے۔ مسیح یسوع نے اُنہیں اُن تمام پیشین گوئیوں کے بارے میں بتایا جو اُن سے مُنسلک تھیں۔ صدیوں سے مسیح کے پیروکار اُس گفتگو کے بارے میں جاننے کے خواہشمند رہے ہیں جو راہ چلتے ہوئے اُن دو آدمیوں کے درمیان ہوئی۔ یہ جاننا کتنا حیران کن ہو گا کہ مسیح یسوع پر پاک صحائف کِس طرح لاگو ہوتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں۔ راہ میں چلتے دو آدمیوں کے برعکس ہمارے پاس نئے عہدنامہ یعنی اِنجیلِ مُقدس کی شکل میں خدا کا زندہ و اِلہامی کلام ہے جو مسیح یسوع کے بارے میں پیشین گوئیوں سے بھرا پڑا ہے۔ لہذا ہمارے پاس پاک صحائف پر اِیمان نہ رکھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

جب یہ تینوں مسافر یعنی راہ چلتے دو آدمی اور مسیح یسوع اِماؤس پہنچے، اگرچہ اُن آدمیوں نے مسیح کو دعوت دی کہ وہ اُن کے ساتھ رہے مگر اُلٹا مسیح خداوند نے کھانے پر میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ اِس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ کلیپاؔس اور اُس کے ساتھیوں نے پہلے بھی کئی مرتبہ مسیح یسوع کو روٹی توڑتے اور کھانے پر شکرگزاری کرتے ہوئے دیکھا ہو گا۔ مسیح کو اُسی طرح سے روٹی توڑتے اور اُس کے منہ سے جانے پہچانے الفاظ سُنتے ہی اُن کی آنکھوں کا اندھاپن بھی ٹوٹ گیا اور وہ پھر سے دیکھنے کے قابل ہو گئے۔ اُنہوں نے اپنے پیارے خداوند کو پہچان لیا، مگر جونہی اُنہیں احساس ہُوا کہ یہ یسوع ہے جس نے راہ چلتے ہوئے اُن پر پاک نوشتوں کا بھید کھول دیا تھا تو اُسی گھڑی وہ اُن کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

اِن دو آدمیوں کو یروشلیم لوٹ جانے میں تقریباً تین گھنٹے لگے ہوں گے، ظاہر ہے شام ڈھل چکی تھی۔ جب وہ یروشلیم پہنچے تو اُنہیں خبر ہوئی کہ دُوسرے شاگردوں کو پہلے ہی سے مسیح یسوع کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے بارے سچائی کا علم ہو چکا تھا، اور مسیح خداوند شمعون پطرس پر ظاہر ہُوا۔ اَب اُن پر ڈر خوف نہیں بلکہ ایک عجیب سی خوشی، سکون و آرام تھا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اُن کی نظر میں مسیح یسوع کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی اہمیت کیا تھی؟ اِس سے اُن کی زندگیوں میں کیا تبدیلی رُونما ہو گی؟

اٹھاسیواں باب

بادشاہ کا ظہور

(لُوقا ۲۴: ۳۶۔۵۳)

کسی بھی خاص واقعہ کے وجود کو تسلیم کرنا اَور بات ہے، اور اُس کی وجہ یا اہمیت کو جاننا بالکل مختلف عمل ہے۔ مسیح یسوع کے شاگرد توقع نہیں رکھتے تھے کہ اُن کا خداوند ایک دِن مَر جائے گا۔ جب اُسے صلیب پر چڑھا دیا گیا تو اُنہیں ہرگز اُمید نہ تھی کہ وہ پھر جی اُٹھے گا۔ کیونکہ وہ اُس کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی توقع نہیں رکھتے تھے لہذا اُن کے لئے اِس بات کو قبول کرنا نہایت مشکل تھا کہ وہ جی اُٹھا ہے۔ شاگردوں نے اُن عورتوں کی گواہی کو بھی رَد کر دیا جو اتوار کی صبح قبر پر گئیں اور اُسے خالی پایا۔ یہاں تک کہ پطرس رسول نے خود اپنی آنکھوں سے قبر میں کفن کو پڑا دیکھا مگر اُس نے پھر بھی یقین نہ کِیا۔ دُوسرے دو شاگردوں نے بھی اپنے خداوند کو نہ پہچانا جب وہ اِماؤس کی طرف جاتے ہوئے راہ میں اُنہیں مِلا۔ لیکن جب مسیح یسوع نے کھانے پر دُعا مانگی اور روٹی توڑ کر دی تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ فوراً یروشلیم کی طرف اُٹھ بھاگے تو پتہ چلا کہ یسوع پہلے ہی شمعون پطرس پر ظاہر ہُوا ہے۔

اِس سب کا مطلب کیا ہے؟ اِس اِلہٰی واقعہ نے شاگردوں کی زندگیوں پر کیا اثر ڈالا؟ لُوقا اپنی اِلہامی اِنجیل کے ۲۴ باب کی ۳۶ سے ۵۳ آیت میں لکھتا ہے، ''وہ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ یسوع آپ اُن کے بیچ میں آ کھڑا ہُوا اور اُن سے کہا، تمہاری سلامتی ہو۔ مگر اُنہوں نے گھبرا کر اور خوف کھا کر یہ سمجھا کہ کسی رُوح کو دیکھتے ہیں۔ اُس نے اُن سے کہا، تم کیوں گھبراتے ہو؟ اور کس واسطے تمہارے دِل میں شک پیدا ہوتے ہیں؟ میرے ہاتھ اور میرے پاؤں دیکھو کہ مَیں ہی ہوں۔ مجھے چُھو کر دیکھو کیونکہ رُوح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی جیسا مجھ میں دیکھتے ہو۔ اور یہ کہہ کر اُس نے اُنہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دِکھائے۔ جب مارے خوشی کے اُن کو یقین نہ آیا اور تعجب کرتے تھے تو اُس نے اُن سے کہا، کیا یہاں تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اُنہوں نے اُسے بُھنی ہوئی مچھلی کا قتلہ دیا۔ اُس نے لے کر اُن کے رُوبرُو کھایا۔ پھر اُس نے اُن سے کہا، یہ میری وہ باتیں ہیں جو مَیں نے تم سے اُس وقت کہی تھیں جب تمہارے ساتھ تھا کہ ضرور ہے کہ جتنی باتیں موسیٰ کی توریت اور نبیوں کے صحیفوں اور زبور میں میری بابت لکھی ہیں پوری ہوں۔ پھر اُس نے اُن کا ذہن کھولا تا کہ کتابِ مُقدس کو سمجھیں۔ اور اُن سے کہا، یوں لکھا ہے کہ مسیح دُکھ اُٹھائے گا اور تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھے گا، اور یروشلیم سے شروع کر کے سب قوموں میں توبہ اور گناہوں کی مُعافی کی مُنادی اُس کے نام سے کی

جائے گی۔ تم اِن باتوں کے گواہ ہو۔ اور دیکھو، جس کا میرے باپ (یعنی خدا) نے وعدہ کِیا ہے مَیں اُس کو تم پر نازل کروں گا، لیکن جب تک عالمِ بالا سے تم کو قوت کا لباس نہ ملے اِس شہر میں ٹھہرے رہو۔ پھر وہ اُنہیں بیت عنیاہ کے سامنے تک باہر لے گیا اور اپنے ہاتھ اُٹھا کر اُنہیں برکت دی۔ جب وہ اُنہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہُوا کہ اُن سے جُدا ہو گیا اور آسمان پر اُٹھایا گیا۔ اور وہ اُس کو سجدہ کر کے بڑی خوشی سے یروشلیم کو لوٹ گئے، اور ہر وقت ہیکل میں حاضر ہو کر خدا کی حمد کِیا کرتے تھے۔'' (لُوقا ۲۴:۳۶۔۵۳)

شاگردوں کا اپنے خداوند کو اپنے سامنے دیکھ کر گھبرا جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ جب مسیح یسوع اچانک اُن کے درمیان آ موجود ہوئے تو اُن کے لئے پطرس اور اِماؤس کی راہ میں ملنے والے دو شاگردوں کی گواہیوں کا اِنکار ممکن نہ تھا۔ اَب وہ خداوند یسوع مسیح کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ سکتے تھے۔ دُوسرے لفظوں میں یہ کہ مسیح خداوند عام آدمیوں کی طرح دروازہ سے داخل نہیں ہوئے، بس وہ تو ظاہر ہو گئے۔ اِسی لئے وہ حیران و ششدر ہو کر ڈر گئے کہ یہ کوئی رُوح ہے۔ مگر مسیح یسوع نے جلد ہی اُن کی سُوچ واندازے کو غلط ثابت کِیا۔ پہلے اُن کو اپنے زخم دِکھائے کہ یہ دیکھو مَیں ہی ہوں۔ اور کیونکہ شاگردوں نے مسیح کی اذیت ناک موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا تھا لہذا وہ فوراً پہچان گئے کہ یہ واقعی اُن کا اُستاد و خداوند

ہی ہے۔ اِس کے علاوہ مسیح یسوع نے اُن پر واضح کِیا کہ رُوح کے گوشت اور ہڈی نہیں ہوتی۔ اگر زخموں کو دیکھنا کافی نہیں تھا تو وہ اپنے خداوند کو چُھو کر یقین کر سکتے تھے کیونکہ گوشت اور ہڈیوں کے سمیت جسم کی حالت میں اُن کے سامنے کھڑے تھے۔ اپنے شاگردوں کو یقین و اِیمان دِلانے کے لئے مسیح نے اُن کے رُوبرُو مچھلی کا ٹکڑا کھایا جو ایک غیرمادی رُوح ہرگز نہیں کر سکتی۔

شاگردوں کی طرح آج بھی بہت سے لوگ ہیں جو یقین و اِیمان نہیں رکھتے کہ مسیح یسوع مَر کر جسمانی حالت میں زندہ ہوئے اور نہ ہی ایسا ہو سکتا ہے۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مسیح کا مُردوں میں زندہ ہونا صرف رُوحانی حالت میں ہو سکتا ہے۔ مگر مسیح خداوند نے ثابت کِیا کہ بِلاشبہ اُن کا جسم مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ لیکن مُردوں میں سے جی اُٹھنے سے پہلے اور بعد کے جسم میں فرق تھا۔ مَر کر زندہ ہونے کے بعد مسیح یسوع اپنی مرضی سے جب چاہتے ظاہر ہو جاتے اور جب چاہتے غائب ہو جاتے۔ فاصلہ اُنہیں محدُود نہیں رکھ سکتا تھا، اور نہ دیواریں اور دروازے اُن کے لئے کوئی رکاوٹ بن سکتے تھے۔ زندہ ہونے والا جسم دیکھ کر مسیح یسوع کے پیروکاروں کی سُوئی ہوئی اُمید جاگ اُٹھی کہ ہمارا خداوند واقعی قدرت و طاقت، حشمت و جلال والا خداوند ہے۔ ہماری موجودہ زندگی میں ہمارے جسم بہت ساری کمزوریوں اور حدُود کا شکار ہیں، مگر ہم اُس زندہ اُمید پر نظریں جمائیں ہوئے ہیں جب اپنے خداوند

یسوع مسیح کی طرح ہمیں بھی نئے جسم عطا کِئے جائیں گے۔ پَولُس رسول ہمارے طبعی جسم کو اُس بیج سے تشبیہ دیتا ہے جو بُویا گیا ہے۔ وہ اپنے اِلہامی خط میں لکھتا ہے، ''مُردوں کی قیامت بھی ایسی ہی ہے۔ جسم فنا کی حالت میں بُویا جاتا ہے اور بقا کی حالت میں جی اُٹھتا ہے، بے حُرمتی کی حالت میں بُویا جاتا ہے اور جلال کی حالت میں جی اُٹھتا ہے، کمزوری کی حالت میں بُویا جاتا ہے اور قوت کی حالت میں جی اُٹھتا ہے۔'' (۱۔ کرنتھیوں ۱۵:۴۲۔۴۳)

ہم اکثر سمجھتے ہیں کہ اِیمان کی کمی بظاہر شک و شبہات اور دِل کی سختی کی وجہ سے ہوتی ہے، مگر اِیمان نہ لانے کا ایک اَور سبب بھی ہے۔ مسیح یسوع کے شاگرد اپنے خداوند کے جی اُٹھنے پر یقین و اِیمان نہیں لائے کیونکہ وہ خوشی سے پاگل ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے سُوچا کہ یہ کیسے ممکن ہُوا؟ ہم بھی اکثر شاگردوں کی طرح اِلٰہی برکات پانے کا موقع کھو دیتے ہیں جو خدا ہمیں عطا کرنا چاہتا ہے کیونکہ ہمارا یقین و اِیمان نہیں ہوتا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ ہم اپنے آپ کو اِس قابل ہی نہیں سمجھتے یا خدا ہمیں اِس طرح سے برکت دے ہی نہیں سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کے پاس ہمیں دینے کو ہے اُس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمیں چاہیے اپنے اِیمان کی کمزوری کو ایک طرف رکھیں اور قبول کریں۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم خدا کی برکتوں اور نعمتوں کو

رَد کر دیتے ہیں کہ یہ سچ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہمیں خدا اپنی اِلٰہی برکات سے نوازے۔

شاگردوں نے اپنے خداوند یسوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کو اِس لئے قبول نہیں کِیا کیونکہ وہ پاک اِلہامی صحائف کو پورے طور پر نہیں سمجھتے تھے۔ یہودیوں نے پاک کلام کو تین حِصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ موسوی شریعت، نبیوں کے صحیفے اور زبور۔ مسیح یسوع نے واضح کِیا کہ پاک کلام کے تینوں حِصے میرے بارے میں ہی بات کرتے ہیں۔ اَب اگر کوئی یہ یقین و اِیمان نہیں رکھتا کہ مسیح تیسرے دِن مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے تو وہ پاک کلام کی سچائی کو قبول نہیں کرتا۔ ہمیں اپنے لئے دُعا کرنا چاہیے کہ خدا ہمارے ذہن کو کھولے تاکہ ہم بھی شاگردوں کی طرح پاک اِلہامی کلام کو سمجھ سکیں جس میں خداوند یسوع مسیح کا ذِکر ہے۔

مسیح یسوع کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا شاگردوں کے لئے کیا معنی رکھتا تھا؟ مسیح کے مَر کر زندہ ہونے سے اُن کی زندگیوں میں کیا تبدیلی آئی؟ مسیح یسوع کے مَرنے کا بُنیادی مقصد یہ تھا کہ وہ بنی نوع اِنسان کے گناہوں کے عوض ایک مکمل قربانی دے۔ اُس کی موت اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے وسیلہ ہمارے گناہوں کی مُعافی ممکن ہوئی۔ مسیح یسوع نے نجات کی اِس خوشخبری کو ہر طرف پھیلانے کی ذمہ داری اپنے شاگردوں کو دی۔ اُس نے اُن سے کہا کہ گناہوں سے مُعافی کا

پرچار پہلے یروشیلم سے شروع ہو گا، اور پھر نجات کی تبلیغ ساری دُنیا میں پھیل جائے گی۔ شاگرد اپنے خداوند یسوع مسیح کی زندگی، تعلیم اور مُردوں میں جی اُٹھنے کے گواہ تھے لہٰذا اُنہی کو توبہ اور مُعافی کے پیغام کا پرچار کرنا تھا۔

بِلا شبہ یہ ایک مشکل ترین بلکہ جان جُوکھوں کا کام تھا، مگر مسیح خداوند نے اُنہیں یقین دِلایا کہ وہ اِس ناممکن کام کو اپنی طاقت و قابلیت سے سَر انجام نہیں دیں گے بلکہ اُنہیں اِلٰہی طاقت، قوت و ہمت سے لیس کِیا جائے گا۔ آج ہماری ناکامی کی بُنیادی وجہ یہ ہے کہ مسیح کو اپنا خداوند تو تسلیم کرتے ہیں مگر نجات کی خوشخبری کا پیغام اپنی طاقت و قابلیت سے پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اپنے خداوند یسوع مسیح پر یقین و اِیمان نہیں رکھتے کہ وہ قدرت و طاقت کا سَرچشمہ ہے وہی ہمیں یہ مشکل کام کامیابی سے کرنے کی توفیق بخشے گا۔

شاگردوں نے مسیح خداوند کی باتوں پر پورا بھروسہ کِیا۔ اُنہوں نے اپنے خداوند کو اپنی آنکھوں سے آسمان پر واپس جاتے دیکھا، اور ویسا ہی کِیا جیسا اُس نے کہا تھا۔ وہ خوشی سے خدا کی حمد و تمجید کرنے اور آسمان کی طرف سے قوت و طاقت کا لباس آنے کا اِنتظار کرنے لگے۔ اَب ہمارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا ہم ویسا ہی کرتے ہیں جیسا ہمارے خداوند یسوع مسیح نے ہمیں کرنے کا حکم دیا

ہے؟ کیا ہم گناہوں سے توبہ اور مُعافی کی نجات بخش خوشخبری ساری دُنیا میں پھیلا رہے ہیں؟